فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ

فتاویٰ قاسمیہ

منتخب فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

خادم الافتاء و الحدیث جامعہ قاسمیہ

مدرسہ شاہی مرادآباد، الہند

(جلد ۱۸)

المجلد الثامن عشر

بقیة الوقف باب المدارس، کتاب البیوع، البیع الصحیح الفاسد، المرابحہ، الصرف، السلم، الاستصناع، الوفاء، الشفعة، المزارعة

۸۴۰۹ ——— ۸۸۵۶

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الہند

01336-223082

مکمل اجمالی فهرست ایک نظر میں

❖❖ ❍❖❍

٢٤/ بقية كتاب الوقف

الفصل الثالث: مسجد قدیم

مسئلہ نمبر: صفحہ نمبر

الفصل الرابع: تعدد مساجد

الفصل الخامس: امام ومؤذن کے احکام

۶/الفصل: مسجد میں سونے اور ٹھہرنے کا بیان

۷/الفصل: توسیع مسجد سے متعلق احکام

۸/ الفصل: مسجد میں تصرف کرنے کا بیان

۱۰/۱۰ الفصل العاشر: ایک مسجد کی اشیاء کا دوسری مسجد میں استعمال ....

۱۱/۱۰ الفصل الحادي عشر: اشیاء مسجد کا استعمال

❐ ۱۲/ الفصل الثانی عشر: مسجد کی رقم کا دوسری جگہ استعمال..........................

□ ۱۳/۱۳ الفصل الثالث عشر: مساجد کی چیزیں کرایہ پر دینے کا بیان ....

۱۴/۱ الفصل الرابع عشر: مسجد کی اشیاء کی خرید وفروخت ....

١۵/ الفصل الخامس عشر: مسجد میں مدرسہ وغیرہ تعمیر کرنا

۱۶/۱ الفصل السادس عشر: سرکاری زمین میں تعمیر مسجد

۱۷/۱ الفصل السابع عشر: مسجد میں سرکاری امداد کا حکم

۱۹/ الفصل التاسع عشر: مسجد میں چندہ کا بیان

❑ ۲۰/ الفصل العشرون: مسجد میں صدقات کا حکم

۲۳/ الفصل الثالث والعشرون: غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا ....

۲۴/ الفصل الرابع والعشرون: مسجد میں حرام مال لگانا ....

❏ ۲۵/ الفصل الخامس والعشرون: غیر مسلم کے پیسے مسجد میں لگانے کے احکام..........

❐ ۲۸/ الفصل الثامن والعشرون: مسجد میں بدبودار چیز داخل کرنے کا بیان............

۷/باب المصلی

۸/باب المقبرة

❑ ۱/الفصل الاول : فی المکروه والمستحب

❐ ۲/الفصل الثاني: في المصارف

۲۴/ بقية كتاب الوقف

يارب صلِّ وسلِّم دائماً أبداً　　علىٰ حَبيبكَ خَير الخَلق كلِّهم

الفصل الثالث: مسجد قدیم

ویران شدہ مسجد کا حکم

سوال: [۷۸۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم ساکنان دلپورہ، ضلع مرادآباد اپنا گاؤں چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو رہے ہیں، فی الحال گاؤں میں ایسی صورت پیش آ گئی کہ اب وہاں پر رہنا دشوار ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس گاؤں میں دو مسجدیں ہیں، ان مساجد کی اینٹ وغیرہ نیز زمین وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ مسجد کو فروخت کر کے دوسری جگہ مسجد بنالیں یہ درست ہے؟

المستفتي: شوکت حسین، دلپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو مسجدیں بن چکی ہیں وہ تا قیامت مسجدیں باقی رہیں گی، ان کے سامان وغیرہ منتقل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، اگرچہ لوگ وہاں سے منتقل ہو گئے ہوں اور مسجدوں میں نماز نہ ہو رہی ہو۔

ولو خرب ماحوله واستغني عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلىٰ قيام الساعة وبه يفتي الخ، وتحته في الشامية فلا يعود ميراثاً ولا يجوز

نقله ونقل ماله إلیٰ مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیه أولا وهو الفتویٰ. حاوی القدسی. وأکثر المشائخ علیه (مجتبی) وهو الأوجه الخ. (الدر مع الرد، الوقف ، مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره زکریا ٦/٥٤٨، کراچی ٤/٣٥٨، مجمع الأنهر ، دارالکتب العلمیة بیروت ٢/٥٩٥، مصری قدیم ١/٧٤٨، المبسوط للسرخسی ، دارالکتب العلمیة بیروت ١٢/٤٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۳۳/۲۶)

اُجڑے ہوئے علاقہ کی ویران مسجد کا حکم؟

سوال: [۷۸۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلمانوں کی ایک آبادی تھی بعد میں کسی وجہ سے وہ آبادی اجڑ گئی، آبادی اجڑ جانے کے بعد وہاں کی مسجد ویران پڑی ہے، کوئی نماز پڑھنے والا نہیں ہے، اس مسجد کا شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس جگہ مسجد بن جائے وہ تا قیامت مسجد ہی رہتی ہے، اگر چہ وہ مسجد ویران ہو جائے، تب بھی قیامت تک مسجد ہی رہے گی، اس کا بدلنا یا کسی دوسرے تصرف میں لانا جائز نہیں۔ (مستفاد: انوار رحمت/۱۲۹، فتاویٰ حقانیہ حیدرآباد ۵/۸۰، فتاویٰ دار العلوم ۱۳/۳۲۲)

وإذا خرب المسجد واستغنیٰ أهله وصار بحیث لا یصلیٰ فیه عاد ملکاً لواقفه أو لورثته حتی جاز لهم أن یبیعوه أو یبنوه داراً وقیل هو مسجدٌ أبداً وهو الأصح. (هندیه ، الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به زکریاقدیم ٢/٤٥٨، جدید٢/٤١٠، قاضی خان زکریا جدید٣/٢٠٤، وعلی هامش الهندیة ٣/٢٨٨)

لـو خـرب مـاحـول الـمسجد و استغنی عنه ، یبقی مسجداً عند أبی یو سف لأنه إسقاط لملکه فلا یعو د إلیٰ ملکه کالإعتاق. (تبیین الحقائق ، زکریا ٤/٢٧٢، امداديه ملتان٣/ ٣٣٠، ٣٣١، تاتار خانية زكريا ٨/ ١٦٤، رقم: ١١٥١٩)

قـال أبـویـو سف ؒ هـو مسـجدٌ أبداً إلیٰ قیام الساعة لا یعو د میر اثاً و لا یـجـو ز نـقـلـه و نـقـل مـاله إلیٰ مسجد أخر سو اء کانو ا یصلون فیه أو لا وهو الفتو یٰ. (البحرالرائق ، الوقف، فصل في أحكام المسجد ، کوئٹه ٥/ ٢٥١، زكريا ٥/ ٤٢١، شامی، زکریا ٦/٥٤٨، کراچی ٤/ ٣٥٨، خلاصة الفتاویٰ اشرفی ٤/ ٤٢٤، الولوالجية ، دارالأيمان سهارن پور٣/ ٨٨، مبسوط سرخسی ، دارالكتب العلمية بيروت ١٢/ ٤٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍صفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۴۳)

کیا غیر آباد مسجد کی حفاظت لازم ہے؟

سوال: [۸۷۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی گاؤں میں مسلمان رہتے ہیں اور مسجد بھی ہے اب صورت حال یہ ہے کہ اکثر مسلمان دوسری بستی جو روڈ کے کنارے پر ہے، وہاں چلے گئے ہیں، اور تھوڑے مسلمان موجود ہیں، مگر مسجد سے دور ہیں، مسجد کے قریب کی جگہ غیر مسلموں نے خرید لی ہے، اب مسلمانوں پر کیا ضروری ہے، کچھ کہتے ہیں کہ یہاں سے دوسری جگہ مسجد بنالی جائے اور اس کو شہید کردیا جائے ، جبکہ کچھ کہتے ہیں کہ اس کی چہار دیواری اونچی کردی جائے اور تالا لگادیا جائے۔

المستفتی: محمد حنیف ،عبدالواحد، بخشپور، بجنور یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ایک دفعہ شرعی طور پر مسجد بن جاتی ہے تو وہ

قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے، اس کو بالکل ختم کردینا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر وہاں مسلمان اب نہیں رہ رہے ہیں، تو اس کی حفاظت کا انتظام کرکے اس کو محفوظ کردینا ضروری ہے۔
(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۷/ ۳۷، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۱۴۹)

ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلىٰ قيام الساعة وبه يفتي الخ. (الدرمع الرد، الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره زكريا ٦/ ٥٤٨، كراچی ٤/ ٣٥٨، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ٥٩٥، مصری قديم ١/ ٤٨، البحر الرائق، كوئٹه ٥/ ٢٥١، زكريا ٥/ ٤٢١)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۹۳)

غیرآباد علاقہ میں مسجد کا حکم

سوال: [۱۷۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں میں تقریباً سات مسلم آباد ہیں، اور باقی سب ہندو ہیں، اور اب وہاں کے مسلم حضرات اپنی آبادی کی کمی کی وجہ سے وہاں سے جانا چاہتے ہیں، اور وہاں پر ایک مسجد بھی ہے، تو اب مسجد کو کیا کیا جائے گا، باقی لوگ اپنے مکان اور زمین وغیرہ کو فروخت کر سکتے ہیں کیا اس مسجد کی اینٹیں دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مسجد کی زمین وجگہ کو کیا کریں، کیا فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے بارے میں شریعت میں کیا حکم ہے، اور اس کی کیا صورت نکلے گی؟ مفصل تحریر فرمائیں؟

المستفتي: فخرالدین، سہرساوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو مسجد تعمیر شدہ مذکورہ گاؤں میں ہے، وہ

تاقیامت مسجد ہی رہے گی، اس کوفروخت کردینا یااس کومنہدم کردینا ہرگز جائز نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا منتقل کرنا درست ہے، بلکہ ایسی مسجد کو وقف بورڈ سے رجسٹرڈ کراکے حفاظت میں کرلینالازم ہے۔

علمت أن المفتىٰ به قول أبی یوسفؒ إنه لا یجوز نقله و نقل ماله إلیٰ مسجد اٰخر الخ. (شامی، الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد أوغیره زکریا ٦/٥٤٩، کراچی ٤/٣٥٩)

(وقوله) نقل فی الذخیرة عن شمس الأئمة الحلوانی أنه سئل عن مسجد أو حوض خرب ولا یحتاج إلیه لتفرق الناس عنه – إلیٰ قوله – وقد مشیٰ الشیخ الإمام محمد بن سراج الدین الحانوتی علی القول المفتی به من عدم نقل بناء المسجد الخ. (شامی، کراچی ٤/٣٥٩، زکریا ٦/٥٥٠)

ولو خرب ماحوله واستغنیٰ عنه یبقی مسجداً عند الإمام والثانی أبداً إلی قیام الساعة (وبه یفتیٰ). (الدر المختار، کراچی ٤/٣٤٨، زکریا ٦/٥٤٨، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت ٢/٥٩٥، مصری قدیم ١/٧٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ر شعبان ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۹۸/۲۶)

الفصل الرابع: تعدد مساجد

دو مساجد کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟

سوال: [۷۸۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو مساجد کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے، جبکہ پہلی مسجد تعمیر شدہ اور آباد ہے اور کچھ لوگ بسب مسجد کے تنگ ہونے اور آبادی کے منتشر ہونے کے دوسری مسجد کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں؟

المستفتي: رکن الدین خان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر پہلی مسجد سے ملی ہوئی خالی زمین ہو یا آسانی سے زمین مل سکتی ہو تو ایسی صورت میں دوسری مسجد تعمیر کرنے کے بجائے پہلی مسجد کی توسیع کرلی جائے، اور اگر توسیع کے لئے کوئی شکل اور گنجائش نہیں ہے، تو دوسری بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور دوسری مسجد کے لئے ایسی جگہ منتخب کرنا بہتر ہے کہ جس جگہ پر مسجد بنانے سے دیکھنے والے اور اجنبی لوگ یہ محسوس نہ کریں کہ پہلی مسجد کے مقابل اور مخالفت میں دوسری تعمیر کی گئی ہے، اور بلا کسی اختلاف کے دونوں مسجدوں میں نماز پڑھی جائے اور دونوں میں کثرت کے ساتھ نمازی نماز پڑھتے رہیں، اس کے لئے بظاہر مناسب یہی معلوم ہوتا ہے، کہ پہلی مسجد سے معتد بہ فاصلہ پر دوسری تعمیر کی جائے، اس کا فیصلہ وہاں کے لوگ خود کرسکتے ہیں۔

وفی المحیط ضاق المسجد علی الناس وبجنبہ أرض لرجل تؤخذ أرضہ بالقیمۃ کرہا، قال وقد صح عن عمر والصحابۃ أنہم أخذوا أرضین یکرہ أصحابہما وزاد وہما فی المسجد الحرام حین ضاق بہم. (حلبی کبیر/۶۱۵، المحیط البرہانی، المجلس العلمی ۹/۱۲۶، رقم: ۱۱۳۴۱، تاتار خانیۃ ۸/۱۶۰، رقم: ۱۱۵۰۵)

وعن عطاء لمافتح اللہ الأمصار علی عمر رضی اللہ عنہ أمر المسلمین أن یبنوا المساجد وأن لا یتخذوا فی مدینۃ مسجد ین یضار أحدہما

الآخر. (تفسیر الکشاف قدیمی ۱/ ٤ ٦ ٥، مطبوعہ کلکتہ) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۴/۶ھ

مسجد شرعی کے قریب دوسری مسجد بنانا

سوال: [۷۸۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ہمارے یہاں قصبہ میں ایک مسجد مغصوبہ زمین میں بنی ہوئی ہے کئی سالوں سے اس میں نماز پڑھی جارہی ہے، سوال یہ ہے کہ کیا مغصوبہ زمین میں بنی ہوئی مسجد شرعی ہوسکتی ہے؟ اوراس میں پڑھی ہوئی نمازوں کا کیا حکم ہے، کیا اس مسجد کو شرعی بنانے کی کوئی شکل ہے؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ شرعی مسجد نہیں ہے، اسی مسجد کے بغل میں مسجد کے لئے زمین وقف کی چناں چہ اس زمین میں مسجد کی بنیاد بھی ڈال دی گئی ہے، سوال یہ ہے کہ اب اس موقوفہ زمین میں دوسری مسجد بنائی جائے یا نہ بنائی جائے؟ اور کیا واقف یہ زمین دوسری مسجد کے لئے وقف کرسکتا ہے؟

المستفتي: زبیر احمد، بستوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مغصوبہ زمین پر مسجد بنانا جائز نہیں تھا لیکن جب بنالی گئی تو اس میں نماز اس وقت تک مکروہ رہے گی جب تک اس کے مالک کو قیمت ادا نہ کردی جائے، اور جب مالک کو قیمت ادا کردی جائے گی تو وہ شرعی مسجد ہونے کے ساتھ نماز بھی سب کے لئے بلا کراہت جائز ہوجائے گی، پھر اس کو منہدم کرنا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/ ۶۸، زکریا جدید مطول ۱۰/ ۲۸۱، امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۶۸، امداد المفتیین / ۷۹۸)

(۲) جب پہلی والی مسجد کی قیمت ادا کر کے اس کو شرعی مسجد قرار دینے کی گنجائش ہے تو اس تیار شدہ مسجد کے متصل دوسری مسجد بنانا شرعاً جائز نہ ہوگا، لہٰذا

دوسری مسجد کے لئے جو زمین وقف ہے اس کے مالکان اس زمین کو فروخت کر کے اس پیسے سے کہیں جگہ خرید کر کے وقف کردیں جہاں مسجد کی ضرورت ہو۔

وفي القنية: مبادلة دار الوقف بدار أخرىٰ إنما يجوز إذا كانتا في محلة واحدة أو تكون المحلة المملوكة خيرا من المحلة الموقوفة وعلى عكسه لايجوز الخ. (البحرالرائق، الوقف، كوئٹه ٥/٢٢٣، زكريا ٥/٣٧٣، البنايه اشرفيه ٧/٤٦٠، الدر مع الرد، زكريا ٦/٥٨٦، كراچى ٤/٣٨٦، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٥٧٦، مصرى قديم ١/٧٣٦، هنديه زكريا قديم ٢/٤٠٠، جديد ٢/٣٧٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۲۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۵/۱۱ھ

مسجد سے متصل عناد کی بناء پر دوسری مسجد بنانا

سوال: [۷۸۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عرصہ دس سال قبل ایک قطعہ آراضی بغرض تعمیر مدرسہ ومسجد خریدی گئی اور اس خرید شدہ قطعۂ آراضی کے اندر ایک حصہ مسجد بنانے کے لئے منتخب کر دیا گیا اور ایک حصہ مدرسہ میں تعمیر کر دیا گیا جو حصہ مسجد کے لئے چھوڑا گیا تھا، اس میں مسجد کے لئے سنگ بنیاد رکھ دی گئی ایک سال قبل۔ جس میں تخمیناً پچاس ساٹھ ہزار روپیہ صرفہ میں آیا، جہاں مسجد کا فرش ختم ہوتا ہے وہاں پر فریق ثانی جن سے مسجد و مدرسہ کے واسطے آراضیٔ مذکورہ خریدی گئی تھی ان حضرات نے اپنے کھیت میں مدرسہ کے قریب مسجد تعمیر کرنی شروع کر دی جو مدرسہ کے لئے ناکافی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی ملکیت بھی ہے، اور مسجد بہت چھوٹی بھی ہے، نیز متولیان مسجد سے منتظمہ کمیٹی اور اراکین مدرسہ بہت مرتبہ

اس بات کا استفسار کر چکے ہیں کہ آپ حضرات اس بات کو لکھ کر دیدیں کہ مدرسہ والے اس میں نماز پڑھ لیا کریں تو ہم آج ہی سے اس میں نماز پڑھنا شروع کر دیں گے، وہ اس بات پر بضد ہیں کہ ہم ہرگز ہرگز یہ لکھ کر نہیں دیں گے نیز ان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر یہ لکھ کر نہیں دیتے تو یہ لکھ کر دیدو کہ پیش امام مدرسہ والوں ہی کا رہے گا، تو وہ کسی بات پر تیار نہیں ہیں، مدرسہ والے اس لئے ایسا کرتے ہیں، کہ بعد میں کسی قسم کا خلفشار اور باہمی ناچاقی پیدا نہ ہو جائے، جس سے آگے چل کر ایک عظیم فتنہ نہ برپا ہو جائے، نیز اس زیر تعمیر مسجد کے اطراف وجوانب میں کوئی آبادی بھی نہیں ہے، محض مدرسہ سے ضد وتخریب کاری کی بناء پر یہ مسجد تعمیر کرنی شروع کر دی ہے، اس طرح اس زیر تعمیر مسجد کے مصلیان متعین ہیں اور نہ ہی غیر متعین چونکہ اس مسجد کی تعمیر بیابان میں ہورہی ہے، نہ معلوم مسجد بنانے والوں کا کیا مقصد ہے؟ واللہ اعلم بمرادہم، زیر تعمیر مسجد میں بھی وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے ادھر مدرسہ کی مسجد ایک سال سے زیر تعمیر ہے اور فریق ثانی کسی طرح صلح کرنے کے لئے تیار نہیں اور مدرسہ کے لئے آئندہ چل کر ایک فتنہ نظر آرہا ہے، کیونکہ ایک مسجد مدرسہ میں تعمیر ہورہی ہے، اور دوسری مسجد فریق ثانی تعمیر کررہا ہے، نیز مدرسہ سے طلباء عزیز کی بڑھتی ہوئی تعداد فی الفور آٹھ سو سے زائد ہے، جس میں بیرونی طلباء جن کا قیام وطعام و پیراہن منجانب مدرسہ ہے، ان کی تعداد دوسو سے زائد ہے، ان تمام وجوہات اور ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اراکین مدرسہ اس بات کے مستفتی ہیں، کہ مدرسہ کی جو زیر تعمیر مسجد ہے، اس کو یہیں پر روک دیں یا مکمل تعمیر کر دیں اس وقت مسئلہ مفتیان کرام کی استصواب رائے پر رکا ہوا ہے، جو عند الشرع وعند الناس بہتر ہو جواب سے نوازیں؟

(نوٹ) عرصہ آٹھ نو سال تک ارباب مدرسہ مسجد نہ ہونے کی وجہ سے پریشان رہے، جب مدرسہ میں مسجد بنانی شروع کی تو فریق ثانی نے بھی فوراً تعمیر شروع کر دی اور

اب مدرسہ والوں نے تعمیر روک دی ہے، تو وہ بھی چپ بیٹھے ہیں، اور پھر ایسا ہی ہوگا کہ مدرسہ والے کام شروع کریں گے، تو وہ بھی شروع کردیں گے نیز تقدیراً اینکہ اگر کوئی طالب علم ان کے نل پر پانی لینے کے لئے چلا جائے تو ناظم صاحب ومدرسین حضرات کی شامت آجاتی ہے، ،اور آسمان سے غضب الٰہی کا نزول ہونے لگتا ہے، مرنے اور مارنے کے لئے تیار جاتے ہیں، یہ تو ان کے اخلاق حمیدہ اور اس سیرت رسائی کا مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہے، اگر استفتاء کی طوالت کا خوف درکار نہ ہوتا تو مزید حالات سے مطلع کیا جاتا مشہور مقولہ ہے ''**العاقل تکفیه الإشارة**''؟

المستفتي: منجانب: اراکین وکمیٹی، مدرسہ عربیہ حفظ القرآن، مالیرکوٹلہ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: سوالنامہ کے درج شدہ حالات میں جب مدرسہ کو مسجد کی سخت ضرورت ہے اور مسجد کی تعمیر بھی شروع کردی گئی ہے تو اہل مدرسہ کی زیر تعمیر مسجد مسجد شرعی ہوگی بانیان مسجد کو عنداللہ اجر وثواب ملے گا، ان کو اب مسجد کی تعمیر سے نہیں رکنا چاہئے بلکہ اس کی تعمیر حتی الامکان جلدی مکمل کرلینی چاہئے ،فریق ثانی کا ضد وعناد کی بناء پر متصل دوسری مسجد کی تعمیر کرنا جائز نہ ہوگا، اس کی تعمیر کرانے والے حضرات سب سخت گنہگار ہوں گے، ان کو اس طرح ضد وعناد کی بناء پر دوسری مسجد بنانے سے افتراق بین المسلمین کے باعث شرعاً روکا بھی جاسکتا ہے، البتہ اگر دوسری مسجد تیار بھی ہوجائے تو اگرچہ بانیان کو ثواب نہیں ملے گا، لیکن پھر بھی مسلمانوں پر اس مسجد کا احترام واجب اور ضروری ہوگا۔ (مستفاد: معارف القرآن ۴/۴۶۳)

وروی عن عطاء لما فتح الله الأمصار على عمر رضى الله عنه أمر المسلمين أن يبنوا المساجد ، وأن لا يتخذوا فى مدينة مسجدين يضار أحدهما صاحبه . (روح المعانی ، زکریا ۷/ ۳۱، تحت رقم الأية : ۱۰۸، من سورة التوبة:

تفسیر الخازن ۲/ ۴۰۷، قدیم ۲/ ۲۶۶، تفسیر الکشاف ۲/ ۳۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ صفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۱۱۸)

جھگڑے کی وجہ سے دو مسجدوں میں سے ایک کو بند کرنا

سوال: [۵۷۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری بستی میں صرف ایک مسجد تھی اس کے بعد دوسری مسجد تقریباً تین سوفٹ کے فاصلہ پر تعمیر ہوگئی، دونوں مساجد میں نماز اور جمعہ ادا ہوتا رہا ہے، بعد والی مسجد ایک ماہ سے بند ہے، آپس میں اختلاف ہوگیا ہے، اب مسجد کا کیا کیا جائے؟ نمازیوں میں جھگڑا ہوتا ہے، اور کہتے ہیں، کہ یہ مسجد اب بند کردی جائے چنانچہ مسجد میں قفل لگادیا گیا ہے، اور جس شخص نے مسجد کے واسطے زمین دی ہے، اس کی رجسٹری نہیں ہوئی ہے، وہ کہتا ہے، کہ مسجد باقی رہے گی، اس کے بعد ہم رجسٹری کرادیں گے؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: محمد اسلام، گھر چو ہٹہ، پوسٹ: فاض وایہ ٹھیٹھا، سپول، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب ایک دفعہ مسجد بن جاتی ہے، تو وہ قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے، اس میں نماز پڑھنا اور اس کا حق ادا کرنا بھی لازم ہوجاتا ہے، اس لئے بعد والی مسجد کو بند کردینا جائز نہیں ہے، اس سے سب لوگ گنہگار رہوں گے، اس عمل سے توبہ کرلیں اور فوراً مسجد کھول دیں، ہاں البتہ دونوں میں سے ایک ہی میں جمعہ قائم کیا جائے اور پانچوں وقت کی نماز دونوں میں ہوتی رہا کرے۔

ولو خرب ماحوله واستغنى عنه، يبقى مسجداً عند الإمام والثاني

أبداً إلیٰ قیام الساعة وبه یفتی الخ. (درمختار مع شامی ، الوقف ، مطلب فیما لوخرب المسجد أو غیره زکریا٦/٥٤٨، کراچی ٤/٣٥٨، مجمع الانهر ، دارالکتب العلمیة بیروت ٢/٥٩٥، مصری قدیم ١/٧٤٨، البحرالرائق ، زکریا٥/٤٢١، کوئٹه ٥/٢٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رشوال ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٦/٣٦/٧٨٣١)

غیر آباد مسجد کے قریب آپسی کشیدگی کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا

سوال: [٧٨٧٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں کی آبادی تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل ہے، جس میں مرد وعورت بچے بوڑھے سب ہی شامل ہیں، اس موضع میں ایک مسجد ہے، اور اس میں چار پانچ افراد نماز پڑھنے جاتے ہیں، بعض اوقات اس سے بھی کم ہوتے ہیں، اور بعض اوقات کہنے سننے سے زیادہ بھی ہوتے ہیں، لیکن کچھ افراد اپنی آپسی کشیدگی کی وجہ سے دوسری مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں، کیا ان لوگوں کا ایسی صورت حال میں دوسری مسجد تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد یاسین، شکر پوری، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو مسجد موجود ہے اس میں نماز پڑھنے کے لئے نمازی نہیں مل رہے ہیں، پھر دوسری مسجد کس کام کے لئے قائم کی جارہی ہے، لہٰذا اس گاؤں کے لوگوں پر لازم ہے کہ موجودہ مسجد کو آباد کریں اور اس کو آباد کئے بغیر دوسری مسجد قائم نہ کریں، اتنی چھوٹی سی جگہ پر دوسری مسجد کی ضرورت بھی نہیں ہے، اور دوسری مسجد قائم کرنے کی اس وقت اجازت ہوتی ہے، جب پہلی مسجد اچھی طرح آباد ہوا اور اس کو نقصان پہونچانا

مقصود نہ ہو یا پہلی مسجد کافی دور ہو یا دو محلے الگ الگ ہوں یا پہلی مسجد فل ہوجانے کی وجہ سے جگہ نہ رہتی ہو تو دوسری مسجد قائم کرنے کی اجازت ہے اور جب یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے، جو مسجد ہے اس میں بھی چار پانچ سے زیادہ نمازی نہیں ہو پاتے اور آبادی بھی بہت چھوٹی ہے، تو ایسی صورت میں دوسری مسجد قائم کرنے کی اجازت نہیں اور دوسری مسجد تعمیر کرکے پہلی مسجد کو نقصان پہونچانا جائز نہیں ہے۔

قال عطاء لما فتح الله على عمر بن الخطاب الأمصار أمر المسلمين أن يبنوا المساجد وأمرهم أن لا يبنوا في موضع واحد مسجدين يضار أحدهما الآخر. (تفسير خازن، قديم ۲/ ۲٦٦، جديد۲/ ۴۰۷، روح المعاني زكريا۷/ ۳۱، تحت رقم الآية ۱۰۸، من سورت التوبة)

وفي القرطبي إلا أن يكون المحلة كبيرة فلا يكفي أهلها مسجد واحد فبني حينئذ. (تفسير قرطبي ،دارالكتب العلمية بيروت ۸/ ۱٦۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۳۰/ رجب ۱۴۲۳ھ
۱۴۲۳/۸/۲ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳٦/ ۷۷۸۳)

گاؤں میں ایک بڑی مسجد ہونے کے باوجود دوسری مسجد بنانے کا حکم

سوال: [۷۸۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں ہے، اس گاؤں میں ایک بڑی مسجد ہے اور اس مسجد میں پورے گاؤں والے نماز پڑھتے ہیں لیکن تمام نمازی حضرات آپس میں لڑائی کرتے رہتے ہیں، ان میں سے چند حضرات کی رائے ہے کہ میں اپنی زمین دے کر دوسری مسجد بناؤں کیا وہ حضرات ایک مسجد رہتے ہوئے دوسری مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ وہ لوگ ایک مسجد کا پیٹ نہیں بھرتے اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

المستفتي: صغیر احمد سہرساوی، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر روز لڑائی جھگڑا رہتا ہے، اور اس کو ختم کرنے کے لئے یہی شکل ہے کہ دوسری مسجد بنا کر کچھ لوگ وہاں نماز ادا کریں اور دیگر فخر ومباہات اور بڑائی دکھانے وغیرہ اغراض نہیں ہیں تو گنجائش ہے، اور اگر مذکورہ فاسد اغراض کا اس میں دخل ہے تو دوسری مسجد بنانا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۴/ ۴۲۵)

إذا كان هذا مباهاة ورياءً أو سمعةً فهو أيضا مكروه بل بناء المساجد بهذه النية الفاسدة يكون مكروها أيضاً الخ. (بذل المجهود، كتاب الصلوٰة، باب في بناء المساجد مطبع سهارنپور ۱/ ۲۵۹، دارالبشائر الاسلاميه بيروت ۳/ ۱۵۸، مصرى ۳/ ۲۷۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ محرم ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۱/ ۱۴۱۲ھ

چھوٹے گاؤں میں جمعہ قائم کرنے اور چند شرائط پر مسجد بنانے کا حکم

سوال: [۷۸۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں جو صرف مسلمانوں کی آبادی ہے مگر ہمارے گاؤں میں کوئی مسجد نہیں ہے مسجد نہ ہونے کی بنا پر بہت کم لوگ نماز پڑھتے ہیں، پڑھنے والے بھی اپنی مرضی کے مطابق پڑھتے ہیں، جہالت بہت زیادہ ہے، اس لئے میں نے لوگوں کو دینی ماحول میں لانے اور دین کی تبلیغ کے لئے ایک مسجد بنانے کا پروگرام لوگوں کے سامنے رکھا تو لوگوں نے چند شرطیں رکھی ہیں، اور کہا ہے کہ اگر تم ان شرطوں کو پورا کرسکتے ہو تو مسجد بناؤ ہم لوگ تمہارا ساتھ دیں گے؟

شرائط: شرط (۱) مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنی پڑے گی؟

شرط (۲) قیام میلا دکرنا ہوگا،

شرط (۳) جنازہ کی نماز کے بعد باقاعدہ بیٹھ کر دعاء کرنی ہوگی؟

تو کیا ایسی صورت میں جبکہ شرائط ماننے بغیر مسجد نہیں بنائی جاسکتی ہے تو کیا ان شرطوں کو مانا جائے اور مسجد بنائی جائے؟

نوٹ: ہمارے گاؤں میں شرائط جمعہ نہیں پائے جاتے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب سے نوازیں مہربانی ہوگی؟

المستفتي: محمد کاظم، بانکوڑاوی، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) اگر آپ کے گاؤں میں جمعہ کی شرائط پائی نہیں جاتی ہیں، اور گاؤں چھوٹا ہے، تو وہاں پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح ودرست نہ ہوگی، جن لوگوں کو امام ابوحنیفہؒ سے محبت ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے قائل ہیں، ان لوگوں پر ضروری ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک اور مذہب کے خلاف شرطیں نہ لگایا کریں۔ اور ان کے مذہب کے مطابق نماز جمعہ اور دیگر نمازوں میں عمل کریں، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض (إلىٰ قوله) لو صلوا في القرىٰ لزمهم أداء الظهر الخ. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة کراچی ۲/۱۳۸، زکریا ۳/۷)

(۲) نفس میلاد کرنا اور ذکر ولادت شریفہ جائز اور باعث اجر وثواب ہے لیکن بوقت ذکر ولادت شریفہ کھڑا ہوجانا ممنوع اور ناجائز ہے، ائمہ اربعہ اور صحابہ کرام سے اس کا ثبوت نہیں ہے، اس لئے مسلمانوں کو کسی کار خیر کے لئے ایسی شرط لگانا درست نہیں ہے جو شریعت میں نہیں ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات

المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراًالخ. (امداد الفتاویٰ ٦/٣٣٧)

(۳) جنازہ کے بعد با قاعدہ بیٹھ کر دعا کرنا حدیث وقرآن سے ثابت نہیں ہے، اس لئے ایسی شرط کا لگانا بھی خلاف شرع ہے۔

لايقوم بالدعاء بعدصلوٰة الجنازة. (خلاصة الفتاویٰ، کتاب الصلوٰة، الفصل الخامس والعشرون في الجنائز، نوع منه إذا اجتمعت الجنائز اشرفيه ديوبند ١/٢٢٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۶/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
۶/۴/۱۴۱۲ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۶۲۴)

کمیٹی سے ناراضگی کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا

سوال: [۹۷۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اپنے گاؤں کی مسجد کمیٹی پر غصہ ہوکر ۱۰/دس فٹ فاصلہ پر رہنے والے اپنے محلّہ میں نئی مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: عبداللہ، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد صحیح ہے لیکن ثواب سے محروم ہوں گے۔

إذا كان هذا مباهاة ورياءً وسمعةً فهو أيضا مكروه بل بناء المساجد بهذه النية الفاسدة يكون مكروها أيضاً الخ. (بذل المجهود، كتاب الصلوٰة، باب في بناء المساجد مطبع سهارنپور ١/٢٥٩، دارالبشائر الاسلاميه بيروت٣/١٥٨)

وأما لو تمت المسجدية ،ثم أراد هدم ذلك البناء فإنه لايمكن من ذلك . (شامی، كتاب الوقف، مطلب في احكام المسجد ،كراچی ٤/٣٥٨،

زکریا٦/٥٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۳/۲۳)

ضد کی وجہ سے مسجد بنانے کے بعد تصحیح نیت

سوال: [۷۸۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ضد سے جو مسجد بنائی گئی ہو پھر نیت درست کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبداللہ، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بوقت بناء اگر نیت درست نہیں تھی تو ثواب نہیں ملے گا، لیکن مسجد کی مسجدیت میں کوئی فرق نہیں ہوگا، اب نیت کرنے سے ان شاء اللہ گناہ معاف ہوجائے گا۔

إذا كان هذا مباهاة ورياءً وسمعةً فهو أيضا مكروه بل بناء المساجد بهذه النية الفاسدة يكون مكروها أيضاً الخ. (بذل المجهود، كتاب الصلوٰة، باب في بناء المساجد مطبع سهارنپور ١/٢٥٩، دارالبشائر الاسلاميه بيروت٣/١٥٨)

وأما لو تمت المسجدية، ثم أراد هدم ذلك البناء فإنه لايمكن من ذلك. (شامي، كتاب الوقف، مطلب في احكام المسجد، كراچی ٤/٣٥٨، زکریا٦/٥٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۳/۲۳)

بڑے گاؤں میں مسجد سے دور ایک ہی محلّہ میں دوسری مسجد بنانا

سوال: [۸۸۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت میں بڑے گاؤں میں رہنے والا ہوں یہ گاؤں شہر سے ایک میل فاصلہ پر ہے، اس میں صرف ایک بڑی مسجد ہے، جس میں بعض محلّہ کے آدمی بسبب دوری کے صرف جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، میں اور بعض محلّہ کے آدمی قریب کی وجہ سے پانچ وقت کی نماز اور جمعہ پڑھتے ہیں، ہم لوگ مسجد کے ۱۰ ارمنٹ کے فاصلہ پر رہتے ہیں، ہر وقت آنا جانا مشکل ہے، ایک مرتبہ تراویح کی نماز میں امام صاحب نے ۵/ پارہ قرآن مجید تلاوت کی اس پر ہمارے درمیان اور امام صاحب کے درمیان اور مسجد کے قریب رہنے والے مصلیوں کے درمیان اختلاف ہوا اس اختلاف کے سبب ہم لوگ مسجد کو چھوڑ کر دوسرے گاؤں کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے، کچھ دن گذرنے پر ایک مولانا صاحب کے مشورہ سے اپنے محلّہ میں ایک وقتیہ مسجد بنائی پھر مصلین زیادہ ہونے پر اس میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں ادا کرنے لگے ہم لوگ اسی طرح تین سال سے نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں، ایک مولانا صاحب اس کو مسجد ضرار بتلاتے ہیں، آیا یہ مسجد ضرار ہے یا نہیں ؟ مع حوالہ جواب تحریر فرمائیں۔

نوٹ: مذکورہ بیان سے یہ مسجد ضرار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اصلاح کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبداللہ، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ بیان کے بموجب اس مسجد کو مسجد ضرار کا حکم نہیں دیا جاسکتا ہے، کیونکہ مسجد ضرار کی شرائط کفر ونفاق، تفریق بین المسلمین وغیرہ یہاں نہیں ہیں، نیز دس منٹ کا فاصلہ بھی کم نہیں ہے، نئی مسجد بنا لینا دفع حرج کے باعث ہے، اس کو مسجد شرعی کا حکم دیا جائے گا۔ (کفایت المفتی، زکریا جدید مطول ۸۲/۱۰) میں موجود جواب کا مفہوم بھی یہی ہے۔

وفی الذخیرة و بالصلوٰة بجماعة یقع التسلیم بلا خلاف حتی أنه إذا بنی مسجداً وأذن للناس بالصلوٰة فیه جماعة فإنه یصیر مسجداً الخ. (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی أحکام المسجد کوئٹه ۲/ ۴۰۵، کراچی ۴/ ۳۵۶، زکریا ۶/ ۵۴۵، البحرالرائق، کوئٹه ۵/ ۲۴۸، زکریا ۵/ ۴۱۶، المحیط البرهانی ،المجلس العلمی بیروت۹/ ۱۲۴، رقم: ۱۱۳۳۶، تاتار خانیة زکریا ۸/ ۱۵۶، رقم: ۱۱۴۹۴)

نیز تراویح میں پانچ پارے پڑھنا حدیث رسول " عن أبی هریرة رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه قال إذا أم أحدکم الناس فلیخفف الخ. (سنن الترمذی، کتاب الصلوٰة ، باب ماجاء إذا أم أحدکم الناس فلیخفف ، النسخة الهندیة ۱/ ۵۵، دارالسلام رقم: ۲۳۶) **" کے بھی خلاف ہے، آپس میں مصالحت کر کے جولوگ مسجد کے قریب ہوں وہ اسی مسجد میں نماز پڑھا کریں ۔** (مستفاد: امدادالمفتیین، دارالاشاعت/ ۷۶۵، عزیزالفتاویٰ، دارالاشاعت/ ۲۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۱رذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۳۴۳)

ایک گاؤں میں دو مسجدیں بنانا

سوال: [۷۸۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں میں اب سے تقریباً ۱۰رسال قبل ایک جگہ مکتب بنا ہوا تھا، کچھ لوگوں نے اسے وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ بنا دیا یہ جگہ مکتب کی اسی دن سے ویران پڑی ہے، کتے اور جانور پیشاب پاخانہ کرتے ہیں، واقفین حضرات سے دیکھا نہیں جاتا تو انہوں نے سوچا کہ اس جگہ پر ایک نئی مسجد تعمیر کردیں جس سے جگہ ویران وبرباد نہ ہو اور یہ نیت کر کے مسجد تعمیر کرنے کا منصوبہ بنالیا کہ مسجد کی تعمیر مرکز کی حیثیت سے کریں گے تاکہ باہر کی

جماعتیں آئیں اور یہاں کے بےنمازی اور دین سے بیزار لوگوں کو دین کی طرف مائل کریں ، اسی گاؤں میں پچھم کی طرف ایک پرانی مسجد بنی ہوئی ہے ، اور دوسری مسجد پورب کی طرف بنانے کا ارادہ ہے تو جب گاؤں میں لوگوں کو معلوم ہوا تو اعتراض کرنے لگے کہ جب ایک ہی مسجد میں لوگ نماز نہیں پڑھتے مشکل سے تین چار نمازی ہوتے ہیں، تو دوسری کی کیا ضرورت ہے ،غرض نئی مسجد تعمیر کرانے والوں کو برا بھلا فسادی وغیرہ جیسے الفاظ سے نوازنے لگے۔

(۱) تو دریافت یہ کرنا ہے، کہ مذکورہ گاؤں میں مذکورہ نیت کے ساتھ نئی مسجد کی تعمیر درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایک صاحب نے نئی مسجد کی رسید چھپوادی تا کہ چندہ وغیرہ کے ذریعہ مسجد کی آمدنی ہو اور تعمیر میں آسانی ہو تو لوگ ان کو بھی برا اور فسادی کہتے ہیں، کیا یہ کام شرعاً غلط تھا؟ اور رسید چھپوانے میں تعاون کرنے والا اجر کا مستحق ہوگا یا گناہ کا؟

(۳) گاؤں کے لوگوں کا نئی مسجد تعمیر کرانے والوں کو برا یا فسادی کہنا یا مسجد کی تعمیر میں خلل ڈالنا کیسا ہے؟ آپ شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

(۴) ایک گاؤں میں دو مسجد یا متعدد مساجد بنائی جاسکتی ہیں، یا نہیں؟

المستفتي: محمد عمران، فتح پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق :(۱) جی ہاں اگر چہ پہلی مسجد میں اتنے نمازی نہ ہوتے ہوں کہ اس میں تنگی آجائے تب بھی دوسری مسجد کا بنانا جائز ہے، جبکہ اس کا مقصد صرف بےنمازیوں کو نمازی بنانا ہے، پہلی مسجد کو نقصان پہونچانا مقصد نہیں ہے۔

كما استفيد من عبارة الهندية أهل محلة قسموا المسجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم إمام على حدة ومؤذنهم واحد لا باس به والأولىٰ أن يكون لكل طائفة مؤذن الخ. (هندیه ، کتاب الکراهية ، الباب الخامس فی آداب

المسجد زکریا قدیم ۵/ ۳۲۰، جدید۵/ ۳۷۰، البحرالرائق، کتاب الوقف، فصل فی أحکام المساجد زکریا ۵/۴۱۹، کوئٹه ۵/ ۲۵۰)

(۲) اگر رسید چھپوانے کا مقصد صرف مسجد کا مفاد ہے، ذاتی مفاد نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، اس کو برا کہنا جائز نہ ہوگا، اور تعاون کرنے والوں کو ثواب مل سکتا ہے۔

(۳) برا کہنا اور تعمیر میں خلل ڈالنا جائز نہ ہوگا۔

(۴) جی ہاں بنائی جا سکتی ہے، کما مر۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۷۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۲/۲۷ھ

ایک گاؤں میں تیسری مسجد بنانا

سوال: [۷۸۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک کلومیٹر کے اندر دو مسجدیں ہیں، آبادی اس طرح ہے کہ کسی جمعہ کو دونوں مسجدوں میں نمازی پورے نہیں ہوتے کچھ جگہ خالی رہ جاتی ہے، اس کے درمیان پھر کچھ لوگ ایک مسجد اور زبردستی بنا رہے ہیں، کیا اس مسجد میں نماز ہوگی یا نہیں؟ اور تینوں مسجدیں گاؤں میں ہیں، ہمیں قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: عظیم الدین، مسکونہ اتراکھوچہ باڑی، پوسٹ، رام گنج، وایا اسلام پور، ضلع: دیناجپور (بنگال)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر فتنہ وفساد کے خوف سے تیسری مسجد بنائی جارہی ہے، یا کسی اور عذر کی وجہ سے بنائی جارہی ہے تو تیسری مسجد بنانے میں کوئی گناہ نہیں اور اس مسجد میں نماز بھی بلا کراہت جائز ہوگی، اور مسجد کا ثواب بھی پورا پورا ملے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵۱۲/۱۰، جدید ڈابھیل ۴۳۳/۱۴)

أهل محلة قسموا المسجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم إمام علىٰ حدة ومؤذنهم واحد لابأس به والأولىٰ أن يكون لكل طائفة مؤذن الخ.

(هنديه ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس فى أداب المسجد زكريا قديم ٥/ ٣٢٠، جديد ٥/ ٣٧٠، البحرالرائق، كتاب الوقف، فصل فى أحكام المساجد ، زكرياه/٩ ٤١٩، كوئٹه ٥/ ٢٥٠) *فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم*

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۹۵۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱/۹ھ

الفصل الخامس: امام ومؤذن کے احکام

مسجد کا امام ومتولی کیسا ہو؟

سوال: [۷۸۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید مرحوم نے ایک جائیداد مسجد کے نام وقف کی لیکن امام صاحب اس وقف نامہ کو سالوں سے دبائے بیٹھے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ جب تک میں زندہ ہوں اس کا مالک میں ہوں اس کے بعد کمیٹی کے اصرار کے باوجود وقف نامہ دکھانے کو تیار نہیں ہیں، بہت ضعیف اور کمزور ہیں فرض نماز کے علاوہ سب نمازیں بیٹھ کر پڑھتے ہیں، مسجد وغیرہ کے نام سے جو بھی چندہ وغیرہ آتا ہے، نیز جمعہ کا چندہ وغیرہ سب خود ہی رکھ لیتے ہیں، جبکہ وہ باقاعدہ انجمن کے ملازم ہیں، انجمن ان کو تنخواہ دیتی ہے، مسجد کے مکان پر قابض ہیں، اس میں لڑکے اور بہو وغیرہ رہتے ہیں، خود مسجد کے حجرے میں رہتے ہیں، اور نیز مسجد کا حجرہ ہوتے ہوئے مسجد کے اندر سوتے ہیں، ریح بڑی زور سے مسجد میں خارج کرتے ہیں، مسجد کے مکان پر ناجائز قبضہ ہے وہ ان کے مصرف میں نہیں بلکہ لڑکوں کے مصرف میں آتا ہے، باوجود تنبیہ کے وہ ایسے شخص کو تراویح میں امام بناتے ہیں، جو انگریزی بال رکھتا ہے اور داڑھی کٹواتا ہے، لیکن صرف اس وجہ سے کہ وہ ملنے والا نذرانہ امام کو دے دیتا ہے، وہ سب کچھ برداشت کرتے ہیں، رمضان میں جو افطاری وغیرہ آتی ہے جو کہ عام لوگوں کے افطار کے لئے ہوتی ہے، لیکن وہ اکٹھا کر کے اپنے لڑکے کے گھر بھیج دیتے ہیں، مسجد میں آنے والا تیل بھی بیچ کر کھا لیتے ہیں، اب جواب طلب یہ امر ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز کہاں تک درست ہے؟ ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: مشتاق احمد قریشی، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ حالات میں ایسا شخص نہ

متولی بننے کے لائق ہے، اور نہ امام - ایسا شخص فاسق ہے نیز انگریزی بال رکھنے والے اور داڑھی منڈوانے والے کٹوانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، مسجد کے امام اور ذمہ دار کا امانت دار، پابند صوم وصلوٰۃ، متبع شریعت ہونا، فسق اور خلاف شرع حرکات سے دور رہنے والا ہونا ضروری ہے۔

ویکره تقدیم الفاسق کراهة تحریم. (صغیری مکتبه مجتبائی دهلی /٢٦٤، حلبي کبیر اشرفیه /٥١٣، هدایه اشرفی دیوبند ١/١٢٢، شامی، زکریا ٢/٢٩٩، کراچی ١/٥٦٠)

ولا یولی إلا أمین قادر بنفسه أوبنائبه ؛ لأن الولایة مقیدة بشرط النظر. (شامی، الوقف، مطلب في شروط المتولی زکریا ٦/٥٧٨، کراچی ٤/٣٨٠، البحر الرائق، کوئٹه ٥/٢٢٦، زکریا ٥/٣٧٨، هندیه زکریا قدیم ٢/٤٠٨، جدید ٢/٣٨٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۶۶)

غیر امام کا منبر پر بیٹھ کر تقریر کرنا

سوال: [۷۸۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کا منبر جس پر امام صاحب خطبہ دیا کرتے ہیں، اس منبر کا استعمال کوئی عالم حدیث یا دین کی بات کرنے کے لئے امام کی اجازت کے بغیر کرسکتا ہے یا نہیں، ہم نے پڑھا ہے کہ ملکیت والی چیز کے استعمال کیلئے مالک کی اجازت ضروری ہے منبر تو ملکیت نہیں ہے، پھر اس کی کیا حیثیت ہے؟

المستفتي: فردوس احمد نعمانی، ناظم:
جامعہ مظفریہ جہانگیری، محلّہ ریل پار،
ضلع: آسنسول، (بنگال)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کے دن جمعہ پڑھانے والا امام اگر راضی نہیں ہے تو اس کی اجازت لازم ہے، اور دیگر ایام میں انتظامیہ اور کمیٹی کی اجازت لازم ہے تاکہ نظم وانتظام باقی رہے، نیز جمعہ سے پہلے ممبر پر بیٹھ کر وعظ وتقریر کے بجائے ممبر سے ہٹ کر کرنا چاہئے، تاکہ خطبہ کے مشابہ نہ ہو جیسا کہ امداد الفتاویٰ ۱/ ۶۴۹ میں ہے۔

عن أبی مسعود الأنصاری یقول: قال سمعت رسول الله ﷺ -إلیٰ- ولا یؤم الرجل فی سلطانه ولا یجلس علی تکرمته فی بیته إلا بإذنه الخ.

(ترمذی، الصلاۃ، باب من احق بالإمامة، النسخة الهندیة ۱/ ۵۵، دارالسلام رقم: ۲۳۵)

اس حدیث سے بھی مستفاد ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رشوال ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۱۸۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/ ۱۰/ ۱۴۳۱ھ

امام کی رہائش کا انتظام کس پر لازم ہے؟

سوال: [۷۸۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک مسجد کا امام ہے، امامت کی تنخواہ جو مسجد سے ملتی ہے، وہ زید کی ضروریات پر مکمل خرچ ہو جاتی ہے، اور اب وہ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے، تو اسے کرایہ ادا کرنے میں کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور مسجد کی طرف سے اس کو رہائش نہیں دی جارہی ہے، اور تنخواہ بھی اس قدر نہیں ہے کہ اس سے کرایہ ادا کیا جائے، مسجد کے متولیوں کا کہنا ہے کہ فیملی کوارٹر دینا ہماری ذمہ داری نہیں ہے، اور زید کا کہنا ہے کہ فیملی کواٹر اور رہائش کا انتظام کرنا متولیان مسجد کے ذمہ ہے، تو دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ زید جو امام ہے اس کے لئے مکمل رہائش کا انتظام کرنا متولیان کے ذمہ ہے یا نہیں؟ یا متولیان کا کہنا شریعت کے مطابق ہے مزید برآں یہ کہ دینی غیرت وحمیت کے پیش نظر ان کا اخلاقی فریضہ بھی بنتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد شاکر قاسمی، امام
مسجد گرین لینڈ کالونی، ضلع: اندور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مساجد اور مدارس کے اصول وضوابط اس حدیث شریف سے مستنبط ہیں، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عمرو بن عوف المزني، عن أبيه، عن جده، أن رسول الله ﷺ قال: ......والمسلمون على شروطهم، إلا شرطاً حرم حلالا أو أحل حراماً.

(سنن الترمذی، الأحکام، باب ماذکر عن رسول اللّٰہ ﷺ فی الصلح بین الناس، النسخة الهندیة ۱/ ۲۵۱، دارالسلام رقم: ۱۳۵۲)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان اپنی شرطوں پر ہیں سوائے ایسی شرط کے جو کسی حلال چیز کو حرام کردے، یا کسی حرام چیز کو حلال کردے، لہٰذا اس حدیث پر غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آجائے گی کہ تقرر کے وقت آپس میں اگر رہائش کی شرط لگائی گئی ہے، تو مسجد کے ذمہ داروں پر رہائش دینا لازم ہے، اور اگر شرط نہیں لگائی گئی ہے، تو رہائش دینا ان پر لازم نہیں ہے لیکن مسجد کے ذمہ داروں پر یہ لازم ہے کہ امام صاحب کو ہر مہینہ میں اپنے بال بچوں کی خبر گیری کے لئے چھٹی دیا کریں یا ہر ہفتہ ایک دن بال بچوں میں گذارنے کے لئے چھٹی دے دیا کریں، اور اگر یہ بات نہیں ہے تو اگرچہ رہائش دینا لازم اور واجب نہیں ہے، مگر ان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ امام صاحب کی رہائش کا انتظام کریں تاکہ امام صاحب سکون ویکسوئی کے ساتھ اپنی ذمہ داری کا فریضہ انجام دے سکیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۳۷)

امامت سے معزولی کے بعد مسجد کے مکان میں رہنے یا اس کے متبادل کے مطالبہ کا حکم

سوال: [٧٨٨٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اہالیان ممبئ نے ایک مسلم علاقہ والکیشور جو متمول لوگوں کا علاقہ ہے وہاں ایک غیر مسلم کی بلڈنگ جو اب اتفاقاً مسجد کے ذمہ داران نے خرید لی ہے، اس کے پہلے منزلہ کو نماز پنجگانہ جمعہ وعیدین کے لئے مختص کر دیا تھا اور آج بھی ہے، اس مسجد میں پہلے امام صاحب کا چالیس سال قبل انتقال ہونے کے بعد ان کے داماد کو امام متعین کر دیا تھا، اس کمرہ کا کرایہ بجلی کا بل وغیرہ حتی کہ پانی بھی آج تک مسجد کی جانب سے دیا جاتا ہے آج سے دس بارہ سال قبل امام صاحب کو امامت سے دست بردار کیا جا چکا ہے، مگر امام صاحب نے کمرہ پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے، اسی کمرہ میں امام صاحب کے رشتہ دار دوست احباب آتے ہیں، ظاہر ہے وہ بھی اسی چھت کے نیچے بجلی پنکھا پانی استعمال کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ امام صاحب کا مطالبہ ہے کہ مجھ کو متبادل مکان یا اس کے مساوی رقم دے دیں تو میں مکان مسجد کے حق میں خالی کر دوں گا، واضح ہو کہ مسجد کو نمازیوں کی ضرورت کے پیش نظر کمرہ کی ضرورت بھی ہے، کیا نمازیوں اور تبلیغی جماعت کے لئے باعث تکلیف نہیں بن رہے ہیں، امام صاحب نے دوران امامت اپنے ہر بچہ کو مکان بھی خرید کر دیا ہے، اور ان کی شادیوں کے فرائض سے بھی فارغ ہو چکے ہیں، جبکہ ان کا ایک مکان مقفل بھی پڑا ہوا ہے، کیا امام صاحب کا مزید مکان یا رقم کا مطالبہ ظالمانہ نہیں ہے؟ کچھ ذمہ داران مسجد امام صاحب کے مطالبہ کو دیکھ کر کچھ رقم دینے کا ارادہ بھی کرتے ہیں مگر امام صاحب کا مطالبہ خطیر رقم لینے کا ہے کیا یہ مطالبہ پورا کرنا ظالم کی ہمت افزائی کرنا نہیں ہے؟ امام صاحب کے ہمنوا مکان خالی کرنے کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آپ سے کوئی مکان خالی نہیں کرا سکتا جس کی وجہ سے امام صاحب کے حوصلے

اور بلند ہوجاتے ہیں، کیا یہ ظالم کی مدد کرنا نہیں ہے؟ ممبئی میں ان کے معاونین بہت بڑی تعداد میں ہیں، جو ان کی ہر مد سے مدد کرتے ہیں، جس کے وہ مستحق بھی نہیں ہیں، کیا یہ لوگوں کو دھوکہ نہیں دے رہے ہیں؟

(۱) کیا امام صاحب کا وہاں رہنا جائز ہے؟

(۲) امام صاحب کے رشتہ داروں کے لئے مسجد کا پانی اور بجلی استعمال کرنا جائز ہے؟

(۳) کیا اہالیان ممبئی کا ان کی مدد کرنا جائز ہے؟

(۴) کیا یہ رشوت کے معنیٰ میں نہیں آتا؟

(۵) کیا امام صاحب دیگر ائمہ اور ائمہ کے پیشے کے وقار کو نقصان نہیں پہونچا رہے ہیں؟

(۶) کیا مفتیان شرع اپنے متعلقین کو اس کی مرضی کے مطابق فتویٰ دے سکتے ہیں، امام صاحب مفتیان کرام پر یہ بھی الزام لگاتے ہیں؟

(۷) بلاضرورت مختلف بیماریوں معذوریوں کے نام پر اپنا اور اپنے اہل خانہ کے وظیفے بندھوار کھے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

المستفتي: العبد قاری حسین احمد، ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ پر غور کیا گیا اس میں کچھ چیزیں اصل مسئلہ سے متعلق ہیں، اور کچھ چیزیں ذاتیات سے متعلق ہیں، اور ذاتیات کے بارے میں کچھ لکھنا منصب افتاء کے لئے مناسب نہیں ہے، اس لئے اصل مسئلہ جو پیش نظر ہے اس کے بارے میں حکم شرعی لکھا جارہا ہے، وہ یہ ہے کہ جب امام صاحب اس مسجد کے امام نہیں رہے تو مسجد کا مکان مسجد کو واپس کردینا امام صاحب پر لازم ہے، جبکہ امام صاحب اس مکان کا کرایہ بھی مسجد کو نہ دیتے ہوں اور جب مسجد کو اس مکان کی ضرورت ہے تو خالی نہ کرنے پر سمجھدار اور معزز مسلمانوں کو بیچ میں ڈال کر خالی کروالینا چاہئے، نیز امام صاحب کا مکان کو خالی کرنے پر متبادل مکان کا مطالبہ کرنا یا اس کے برابر یا کم وبیش رقم کا مطالبہ کرنا ناجائز مطالبہ ہے، امام

صاحب کے لئے اس مکان کے خالی کرنے پر مسجد سے پیسہ لینا جائز نہیں ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله آجر داره كل شهر بكذا فلكل الفسخ عند تمام الشهر . (شامي، كتاب الإجارة، قبيل باب الإجارة الفاسدة، زكريا۹/ ٦١، كراچی ٦/٤٥)

عن سعيد بن زيد بن عمر وبن نفيل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من اقتطع شبرا من الأرض ظلماً طوقه الله إياه وم القيامة من سبع أرضين وعنه أيضا إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من أخذ شبراً من الأرض بغير حقه طوقه في سبع أرضين يوم القيامة . (مسلم شريف، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرهما النسخة الهندية۲/ ۳۲،۳۳، بيت الافكار رقم: ١٦١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۵؍صفر ۱۴۳۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۹۸۸۳)	۱۴۳۱/۲/۷ھ

امام کا اپنے بیٹے کو امام بنانا اور مسجد کا مکان خالی نہ کرنا

سوال: [۷۸۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عرصہ دراز سے جامع مسجد میں بھاگل پور بہار کے امام اسی مسجد کے مدرسہ میں صدر مدرس بھی تھے، انہوں نے شروع سے ہی اس ڈر سے شہر کے کسی بھی بچہ کو دینی تعلیم اور کلام پاک کی تعلیم میں آگے نہیں بڑھنے دیا کہ آگے چل کر کوئی عالم بن کران کے لئے خطرہ یا چنوتی نہ بن جائے، حافظ، قاری بننا تو دور کوئی بچہ بہتر ناظرہ خواں تک نہ بن سکا، پاس کے قصبہ کے ایک حافظ جو اس مدرسہ میں مدرس تھے، ان کی بہتر تعلیم اور کوششوں سے ۵؍بچوں کا حفظ پورا ہونے اور کئی بچوں کے حفظ میں آگے بڑھنے سے گھبرا کر امام صاحب نے شہر میں اپنی عزت، اثر اور رسا تھ ہی کمیٹی پر اپنی پکڑ کے سہارے مدرس کو نکلوا کر اپنے بیٹے کو حافظ

بتاتے ہوئے مدرسہ میں رکھوا دیا، جبکہ اصلیت میں وہ حافظ نہیں تھا، مولانا اسے اپنے بعد اسی مسجد میں امام بنوانے کی سازش کی پہلی سیڑھی پر کامیاب ہوگئے، مولانا کی طرح کمیٹی نے ان کے بیٹے کو بھی ۱۰۰؍روپئے ماہوار پر ایک رہائشی مکان دیتے ہوئے ان کی تنخواہ میں ہاتھوں ہاتھ اتنا ہی اضافہ بھی کردیا، بجلی، پانی ہاؤس ٹیکس وغیرہ سبھی اسی کرائے میں شامل تھا، مولانا نے دوسری سیڑھی پر بھی کامیابی حاصل کرلی، جبکہ کسی اور مدرس یا مؤذن کو یہ سہولتیں نہیں دی گئی تھیں، نہ ہی اب تک دی گئیں؟

(۱) لگ بھگ ۱۵؍سال بعد مولانا کا انتقال ہوجانے پر ان کے اثر والی کمیٹی کے چند ذمہ داروں نے ہاتھوں ہاتھ ان کے بیٹے کے سر پر وراثت کی پگڑی باندھ کر بنا سندیں دیکھے ہی امام بنا دیا، والد مرحوم کی فطرت کے مطابق انہوں نے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی پگڑی بہت مضبوط کرلی، کیونکہ وراثت میں لوگوں کے عقیدے بھی ان کو ملے ہیں، جب انہوں نے بھی اپنے بہت کم عمر بیٹے کو جامع مسجد میں نماز پڑھانے کے مقصد سے زیادہ سے زیادہ موقعہ دینے شروع کردئے، فجر اور عشاء میں خود گھر پر آرام فرماتے ہیں، اور بیٹے کو مسجد میں امامت کے لئے بھیج دیتے ہیں اکثر دن کی نمازیں بھی ان کا بیٹا ہی پڑھاتا ہے، اس بابت کوئی اگر پوچھے تو مولانا لڑنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔

(۲) مولانا صاحب نے اپنی کوٹھی مسجد سے دور تعمیر کروالی ہے، اور اسی میں رہتے ہیں، ایک بڑا مکان دوسرے محلّہ میں تعمیر کروا کر اس میں ۱۰؍۱۲؍کرایہ دار رکھے ہوئے ہیں، لیکن اس میں رہتے ہوئے جو رہائشی سیٹ کمیٹی نے ۱۰۰؍روپئے ماہوار پر انہیں دیا تھا، وہ انہوں نے ابھی تک خالی نہیں کیا ہے، بےضرورت تالا ڈال کر قبضہ برقرار رکھے ہوے ہیں۔

(۳) بڑے مولانا کے انتقال کے بعد ان کا بڑا بیٹا جو لکھنؤ میں ڈاکٹر ہے، اپنی والدہ کو ساتھ نہیں لے گیا ہے، مولانا کو کمیٹی سے ملے ہوئے بنا کرائے مفت بجلی، پانی والے مکان میں ہی اپنے تیسرے بیٹے کے ساتھ رہتی ہیں، یہ ریڈیمیڈ کپڑوں کا کاروبار کرتا ہے، اور اب وہ بھی مسجد کے اسی مکان میں اپنی والدہ سے علیحدہ ہوکر رہتا ہے۔

مندرجہ تینوں مسئلوں کے بارے میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کی کمیٹی کو اختیار ہے کہ وہ جس کو مناسب سمجھے اسی کے سر پر امامت کا دستار باندھے، لیکن شرط یہ ہے کہ جس کے سر پر امامت کا دستار باندھا جائے اس کے اندر امامت کی اہلیت ہو، صحیح طور پر نماز پڑھانے پر قادر ہو، لیکن غیر حافظ کو حافظ قرآن بتلانا جھوٹ ہے جو قطعاً جائز نہیں ہے، اور جھوٹ کا گناہ جھوٹ بولنے والے کے سر ہوگا، اور کمیٹی کو چاہئے کہ جھوٹے آدمی کو امام نہ بنائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۰/ ۳۰، ۳۲)

عن أنس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکبائر، قال: الإشراک باللہ، وعقوق الوالدین، وقتل النفس، وقول الزور. (مسلم شریف، باب بیان الکبائر، أکبر هما، النسخة الهندية ۱/ ٦٤، بیت الافکار رقم: ۸۸)

(۲) مسجد کی عمارت کو معمولی کرایے پر قبضہ میں لیے رکھنا جبکہ مسجد کے دیگر ملازمین کو اس کی ضرورت ہو یہ ناجائز عمل ہے، جب امام صاحب کو اس کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے، تو اسے مسجد کے حوالہ کر دینا دیانت داری کا تقاضہ ہے، مسجد کمیٹی کو چاہئے کہ اس سے خالی کرا کر دوسرے ضرورت مند ملازم کو رہائش کے لئے دیدے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۲/ ۲۲۶)

(۳) مسجد کے مکان میں ایسے شخص کی رہائش جو مسجد کا ملازم نہیں ہے، غرض واقف کے خلاف ہے، اس لئے غیر ملازم سے خالی کرا کر وہ رہائشی مکان مسجد کے حوالہ کر دینا لازم اور ضروری ہے، اور سوال نامہ سے ظاہر ہے کہ جو کرایہ مسجد کو دیا جا رہا ہے، وہ مناسب کرایہ سے بہت زیادہ کم ہے، اس لئے مسجد کمیٹی کو چاہئے کہ ایسا عمل کرے جس سے مسجد کا فائدہ پیش نظر رہے۔

ویؤجر بأجر المثل فلا یجوز بالأقل. (شامی، الوقف، مطلب لا یصح إیجار الوقف بأقل من أجر المثل إلا عن ضرورة زکریا ٦/ ٦٠٨، کراچی ٤/ ٤٠٢)

ولایجوز إجارة الوقف إلا بأجر المثل. (الفتاویٰ الهندية، زکریا قدیم ۲/۴۱۹، جدید ۲/۳۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍رمضان ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۲۶۶)

مسجد سے متصل حجرہ میں امام صاحب کی فیملی کا قیام

سوال: [۷۸۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے چاروں طرف دوکانیں ہیں، اوپر دوکان کے کمرے بنے ہوئے ہیں، اور راستہ بھی باہر سے الگ ہے، مگر مسجد کی دیوار کے ساتھ مسجد کی کھڑکی اور کمرہ کی کھڑکی ایک ہے، لہٰذا مسجد کے کمرے جس کے نیچے دوکانیں ہیں، اس کمرہ میں سے ایک راستہ مسجد میں بھی کھلتا ہے، مسجد والا راستہ شدید ضرورت پر کھلتا ہے، کیا اس کمرہ میں امام کی فیملی رہ سکتی ہے؟ جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتي: اہل محلّہ وکمیٹی مسجد دھوبی والی، محلّہ: بروالان، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب خارج مسجد دوکان یا مکان اور اس میں آنے جانے کے لئے الگ سے راستہ بھی ہے تو اس میں یا اس کے اوپر کے کمرہ میں امام کے لئے فیملی کے ساتھ رہائش اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلاتردد جائز ہے، اگرچہ اس کمرہ سے مسجد کی طرف بھی کھڑکی اور دروازہ لگا ہوا کیوں نہ ہو۔

ولو کان إلیٰ المسجد مدخل من دار موقوفة لابأس للإمام أن یدخل للصلوٰة من هذا الباب لأنه روی أن رسول اللہ ﷺ کان یدخل من حجرته إلی المسجد الخ. (البحرالرائق، الوقف، فصل فی أحکام المسجد کوئٹه ۵/۲۵۰، زکریا ۵/۴۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۸۴۹/۳۶)

مسجد کی چھت پر مدرسہ یا امام صاحب کیلئے حجرہ بنانا

سوال: [۷۸۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ از سرے نو مسجد بنائی جائے، اور اس کی بناء سے قبل ہی یہ نیت کی جائے کہ اس کی چھت پر مدرسہ اور حجرہ وغیرہ بنایا جائے گا، تو کیا اس نوعیت سے تعمیر کرنا کہ نیچے مسجد اور اوپر مدرسہ یا حجرہ رہے اسی طرح تہہ خانہ میں یہ عمل تعمیر ہو تو کیا جائز ہے؟

المستفتي: محمد انوار قاسمی، مدرسہ اسلامیہ عربیہ دادری، ضلع: گوتم بدھ نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر از سرے نو مسجد بنائی جارہی ہے، تو حدود مسجد کی چھت پر امام کے لئے حجرہ یا رہائش گاہ بنانا درست نہیں اور نہ ہی مدرسہ بنانا جائز ہے، ہاں البتہ مسجد کو مسجد رہنے کی حالت میں اس میں بیٹھ کر دینی کتابوں کا درس دینا جائز ہے، اور اگر اوپر مسجد اور نیچے مدرسہ یا حجرہ یا مسجد کی آمدنی کے لئے دوکانیں وغیرہ بنائی جائیں تو اس کی گنجائش ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی مسجد وجود میں نہیں آئی ہے، اس سے پہلے تہہ خانہ اور دوکانیں بنالی گئی ہیں، پھر اس کے اوپر مسجد کا وجود آرہا ہے، اور مسجد وجود میں آنے کے بعد اس کے اوپر مقاصد مسجد کے خلاف کسی اور چیز کی تعمیر درست نہیں ہے، اس لئے کہ اب آسمان تک جتنی منزلیں بنیں گی وہ مسجد ہی شمار ہوں گی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۸۳)

لو جعل تحته حانوتا وجعله وقفاً على المسجد قيل لايستحب ذلك، ولكنه لو جعل في الإبتداء هكذا صار مسجداً وماتحته صار وقفا عليه ويجوز المسجد والوقف الذي تحته. (حاشيه چلپي على تبيين الحقائق،

الوقف، فصل فی أحکام المسجد امدادیہ ملتان۳/ ۳۳۰، زکریا ٤/ ۲۷۱)

لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع. (شامی، کراچی ٤/ ۳۵۸، زکریا دیوبند٦/ ٥٤٨، الموسوعة الفقهية الكويتية۲۱/ ۲۹٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ شوال ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۸۳/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۱۰/۲۱ھ

مسجد کی زمین پر امام صاحب کے لئے مکان بنانا

سوال: [۷۸۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تقریباً چار سال سے امام صاحب مسجد قائم کی بیریاں مرادآباد میں امامت کرتے ہیں امامت کے دوران امام صاحب نے مسجد والوں سے کہا کہ مجھے بچوں کو رکھنے کے لئے مکان کی ضرورت ہے، مسجد والوں نے جواب دیا کہ مسجد کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں، آپ اس حجرہ کو اپنے بچوں کے لئے رہائش گاہ بنا سکتے ہیں، اور جب تک آپ کا دل چاہے مسجد میں امامت کرتے ہوئے آپ معہ اہل وعیال اس میں رہ سکتے ہیں، امام مذکورہ نے اجازت ملنے پر اس حجرہ کو رہائش گاہ بنالیا جس میں ۵۰۶۳/۱۰؍ خرچ ہوئے امام صاحب کو اس میں رہتے ہوئے دوسال، ۹؍ ماہ کا عرصہ ہوا ہے، اب منتظمین مسجد حجرہ کو خالی کرانا چاہتے ہیں، جبکہ امام صاحب اس کو خالی نہیں کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ مذکورہ بالاشرط کے مطابق امام صاحب کو اس میں رہنے کا حق ہے، اس کو کمیٹی والے زبردستی خالی کروا رہے ہیں، کیا ایسی صورت میں امام صاحب کی لاگت مبلغ ۵۰۶۳/۱۰ ان کو ملنے چاہئے یا نہیں؟

جب کہ دوسری مسجدوں میں جیسا کہ مولانا محمد سالم صاحب ومولانا محمد اسعد صاحب ودیگر مساجدوں میں امام صاحبان مع اہل وعیال کے رہتے ہیں، نہ کوئی کرایہ ہے نہ کوئی پریشانی ہے ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پیسوں کے سلسلہ میں شریعت کا کیا فیصلہ

ہے؟مفصل جواب سے مطلع فرمائیں؟

المستفتي: امام مسجد،قائم کی بیریاں،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرامام مسجد نے ذمہ داران مسجد کی اجازت سے مذکورہ حجرہ کی تعمیر کرائی ہےاورمرادآباد کےعرف میں امام صاحب کو بلا کرایہ حجرہ دیا جاتا ہے،تو تعمیرومرمت میں مذکورہ حجرہ میں جورقم امام مسجد نے صرف کی ہے وہ رقم امام مسجد کوشرعاً واپس ملے گی،اور جب تک پوری رقم واپس نہ ملے اس وقت تک امام کوحجرہ خالی نہ کرنے کاحق ہوگا۔

المعروف عرفاًكالمشروط شرعاًالخ. (الاشباه النظائر/١٥٦)

ومن فروعها عدم وجوب العمارة على الشريك وإنمايقال لمريد ها أنفق واحبس العين إلى استيفاء قيمة البناء أو ما أنفقته فالأول إن كان بغير إذن القاضي والثاني إن كان بإذنه وهو المعتمدالخ. (الأشباه والنظائر /١٤١)

وكما استفاده من الشامي نص محمد أن من استاجر أرضاً فبنى فيها بناء ثم آجرها من صاحبها استوجب من الأجر حصة البناء (إلىٰ قوله) وبه أفتى مشائخنا ولو كان البناء ملكاً والعرصة وقفاً وآجر المتولي بإذن مالك البناء فالأجر ينقسم على البناء والعرصةالخ.

(شامی، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة،مطلب في إجارة البناء زكريا٩ /٦٦، كراچی ٦ /٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۱۴/جمادی الآخرۃ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/۱۲۶۵)

وضوخانہ پر بنے کمرے میں امام صاحب کا مع اہل وعیال قیام کرنا

سوال: [۷۸۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے آنگن کے برابر وضوخانہ ہے، اور اس وضوخانہ پر مسجد کے امام صاحب کے لئے حجرہ بنا ہوا ہے، حجرہ میں آمد ورفت مسجد کے آنگن سے ہے، اس حجرہ میں مسجد کے امام صاحب اپنی بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں، کیا ان کا رہنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: شکیل احمد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسجد کے وضوخانہ پر جو حجرہ امام صاحب کے لئے بنا ہوا ہے، اس میں امام صاحب کا اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہنا جائز ہے، البتہ مسجد کے جماعت خانہ سے باہر عورتوں کے لئے راستہ ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ ماہواری کی حالت میں عورتوں کے لئے جماعت خانہ سے گذرنا ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/۹۱، جدید زکریا ۹/۱۰۵، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۱۹۸، ڈابھیل ۱۴/۵۶۳)

ولاتدخل المسجد. (هدایه، اشرفی ۱/ ٦٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۸۴۴)

مسجد کے وضوخانہ کے اوپر فیملی کوارٹر تعمیر کرنا

سوال: [۷۸۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے خارج حصہ میں مسجد سے متصل ہی وضوخانہ ہے، اس وضوخانہ کے اوپر بیت الخلاء اور غسل خانہ اور دو چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں، کیا ان کمروں میں امام صاحب کا مع اہل وعیال یا

مؤذن وغیرہ کا رہنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: ذمہ داران مسجد چاند
والی، پرنس روڈ، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد سے خارج حصہ جس میں وضوخانہ غسل خانہ بیت الخلاء وغیرہ بنے ہوئے ہیں، اس کے اوپر بھی غسل خانہ بیت الخلاء اور امام یا مؤذن کے لئے فیملی کواٹر وغیرہ بنانا اور اس میں امام یا مؤذن کا اپنی بیوی کے ساتھ رہنا شرعی طور پر جائز اور درست ہے، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے۔

أما المتخذ لصلوٰة جنازة أو عيد فهو مسجد في حق جواز الاقتداء وإن انفصل الصفوف رفقاً بالناس لا في حق غيره به يفتى نهايه فحل دخوله لجنب وحائض كفناء مسجد ورباط ومدرسة ومساجد حياض وأسواق لاقوارع الخ. (درمختار، الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها زكريا ۲/ ۴۳۰، كراچی ۱/ ۶۵۷، هنديه، زكريا قديم ۲/ ۴۵۶، جديد ۲/ ۴۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ رصفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲ /۴۶۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/ ۲/ ۱۴۱۷ھ

امام صاحب یا ان کی اولاد کا مسجد کا پنکھا استعمال کرنا

سوال: [۷۸۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جہاں امام صاحب رہتے ہیں وہ جگہ مسجد سے ملی ہوئی ہے اور اس میں ایک دروازہ بھی ہے، مسجد کے اس دروازہ میں امام صاحب اور ان کے بچے اس میں سے آنا جانا کرتے ہیں، اور اس دروازہ سے نکل کر مسجد کو آرام گاہ بنا لیتے ہیں، اور مسجد کا پنکھا بھی استعمال کرتے ہیں؟

المستفتي: محمد آزاد، تھوپال، ایرونگ، منی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب کے حجرے سے ان کے بچوں کا مسجد میں آنا جانا، اور مسجد کا پنکھا استعمال کرنا اس سلسلہ میں حکم شرعی یہی ہے، کہ امام صاحب کا حجرہ اور مسجد دونوں کی بجلی کا میٹر ایک ہے، اور بل منجانب مسجد ادا کیا جاتا ہے، تو یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ امام صاحب کی فیملی کو مسجد کی بجلی استعمال کرنے کی اجازت ملی ہوئی ہے تو ایسی صورت میں امام صاحب اور ان کے بچوں کا مسجد کے پنکھے اور حجرہ کے پنکھے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، ہاں البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ایک نظام کے تحت امام صاحب کو غیر اوقات میں حجرہ کے علاوہ حدود مسجد کے پنکھے استعمال کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہئے، تاکہ لوگوں کو اعتراض نہ ہو اور امام صاحب کو اس کی بھی احتیاط رکھنی چاہئے کہ چھوٹے بچے جو پیشاب پاخانہ کی سمجھ نہیں رکھتے ان کو مسجد میں لانے سے احتراز کرنا چاہئے، تاکہ ان کے پیشاب پاخانہ سے مسجد کا فرش ملوث نہ ہو۔

عن واثلة بن الأشقع ،أن النبی ﷺ قـال: جنبوا مساجدکم صبیا نکم،

الحدیث: (سنن ابن ماجه ، باب مایکره فی المساجد ،النسخة الهندیة /٥٤، دارالسلام رقم/ ٧٥٠، المعجم الکبیر للطبرانی ، داراحیاء الترث العربی ١٣٢/٨، رقم: ٧٦٠١، ١٧٣/٢٠، رقم:٣٦٩، ٥٧/٢٢، رقم : ١٣٦)

جاز للإمام جعل المسجد طریقاً لاعکسه. (الدرالمنتقیٰ ، کتاب الوقف، فصل إذا بنیٰ مسجداً لایزول ملکه بیروت٢/٥٩٦)

لو بنیٰ بیتا علی سطح المسجد لسکنی الإمام فإنه لایضر فی کونه مسجداً لأنه من المصالح. (البحرالرائق ،کتاب الوقف، فصل فی أحکام المسجد ، زکریا٥/ ٤٢١،کوئٹه ٥/ ٢٥١)

لو بنیٰ فوقه بیتا للإمام لایضر لأنه من المصالح. (درمختار ، کتاب الوقف، فرع بناء بیت اللإمام فوق المسجد ،قبیل مطلب فیمالو خرب المسجدأو غیره ،

کراچی ۳۵۸/۴، زکریا ۵۴۸/٦، الدرالمنتقیٰ بیروت، کتاب الوقف، فصل إذا بنیٰ مسجداً لایزول ملکه ۵۹٤/۲)

وأما إحضار الصبی المسجد فأجازوه حیث لایعبث به، ویکف عن العبث إذا نهی عنه، فإن کان من شأنه العبث أو عدم الکف، فلا یجوز إحضاره فیه. (الموسوعة الفقهیة الکویتیة۳۷/۲۰٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹؍۱۰۵۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷؍۱۱؍۱۴۳۲ھ

امام صاحب کی فیملی کا مسجد کا پانی استعمال کرنا

سوال: [۷۸۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد کے امام صاحب مسجد ہی کے مکان میں جو کہ مسجد سے متصل ہے کرایہ پر رہتے ہیں مع فیملی کے اور مسجد کو کرایہ ادا کرتے ہیں، بعض مقتدیوں کی خواہش ہے، کہ مسجد کی ٹنکی سے موٹر کے ذریعہ مسجد کا پانی امام صاحب کے مکان تک پہونچادیں جبکہ امام صاحب کے مکان میں پہلے سے پانی کا اپنا نظم بھی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح مسجد کی ٹنکی کا پانی بذریعہ موٹر امام صاحب کی فیملی کے استعمال کے لئے دینا درست ہوگا؟

المستفتي: احمد جان، محلّہ پیرزادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب کا کمرہ چونکہ متعلقات مسجد میں سے ہے اس لئے مسجد کی ٹنکی کا پانی موٹر کے ذریعہ سے امام صاحب کی فیملی کے استعمال کے لئے دینا اور فیملی کا اس پانی کو استعمال کرنا شرعاً جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۲۰۲/۱۸، ڈابھیل ۶۵۵/۱۴، احسن الفتاویٰ ۴۴۶/٦)

ویبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته کإمام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم. (شامی، الوقف، مطلب یبدأ بعد العمارة

بماهو أقرب إليها زكريا٦/ ٥٦٠، كراچی ٤/٣٦٧، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/٢٩٢، هنديه زكريا قديم ٢/٣٦٨، جديد ٢/٣٥٦، البحر الرائق، كوئٹه ٥/٢١٣، زكريا ٥/٣٥٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶؍ ۷۶۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۴ھ

مسجد کے حجرہ کو تعویذ خانہ بنانا

سوال: [۷۸۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) مسجد کے امام صاحب کو رہنے کے لئے جو جگہ دی گئی ہے، اس کو امام صاحب نے تعویذ خانہ روحانی جسمانی علاج کے لئے متعین کرلیا ہے، اور امام صاحب دوسری جگہ کرایہ پر رہتے ہیں، کیا ان کے لئے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) امام صاحب کے پاس علاج کے لئے ہندو اور مسلم عورتیں بھی آتی ہیں اور علاج خانہ میں جانے کے لئے مسجد کے اندر جانا پڑتا ہے، اور عورتیں تعویذ کے انتظار میں مسجد کے اندر بیٹھتی ہیں، کبھی کبھی نمازیوں کے ساتھ آمنے سامنے آجاتی ہیں، تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد آزاد، اریونگ، تھوپال، منی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کے حجرے کو تعویذ خانہ بنانا قطعاً جائز نہیں، اسی طرح تعویذ گنڈے کے لئے حدود مسجد میں مسلم غیر مسلم عورتوں کی آمد یہ بھی قطعاً ناجائز ہے۔

سئل أيضا عن إمام مسجد فيه منازل موقوفة لسكنى الإمام هل لهٗ أن يؤاجرها؟ فقال ليس لهٗ ذلك. (تاتار خانية، الفصل الحادى العشرون فى المساجد زكريا٨/١٧٨، برقم: ١١٥٦١)

لايجوز أخذ الأجرة منه ولا جعل شيئي مستغلا ولا سكنىٰ كما في البزازية . (الدر المنتقىٰ ، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۵۹۴)

ولا يجوز للقيم أن يجعل شيئا من المسجد مستغلا ولا مسكنا .
(البحرالرائق ، کوئٹه ۵/ ۲۵۱، زکریا۵/۱ ۴۲)

ولايجوز أن يتخذه طريقا بغير عذر . (فتح القدير ،قبيل باب الوتر ،زكريا ۱/ ۴۳۵، دارالفكر ۱/ ۴۲۲، كوئٹه ۱/ ۳۶۸، زكريا ۲/ ۴۲۸، کراچی ۱/ ۶۵۶)

ولا يجوز أن تعمل فيه الصنائع لأنه مخلص لله ، فلا يكون محلا لغير العبادة . (فتح القدير، زكريا ۱/ ۴۳۵، كوئٹه ۱/ ۳۶۹، دارالفكر ۱/ ۴۲۲)

فالحاصل أن المساجد بنيت لأعمال الآخرة مما ليس فيه توهم إهانتها وتلويثها مما ينبغي التنظيف منه ولم تبن لأعمال الدنيا ولو لم يكن فيه توهم تلويث وإهانة . (كبيری/ ۶۱۱، لاهور)

لأن المساجد ما بنى إلا لها (أى العبادة) من صلوٰة واعتكاف وذكر شرعي وتعليم علم ، وتعلمه وقراءة قرآن . (البحرالرائق، كوئٹه ۲/ ۳۴، زكريا۲/ ۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۱۴/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۱/۷ھ

مسجد کے بورنگ سے امام صاحب کے کمرہ میں کنکشن دینا

سوال: [۷۸۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں اپنے روپیہ سے مسجد کے اندر بورنگ کرواکے ٹنکی بھرنے کے لئے پائپ لگوا رہا ہوں اور اس ٹنکی کے پانی کا ایک پائپ امام صاحب کے کمرہ میں ان کی سہولت کے لئے لگوانا چاہتا ہوں اس لئے کہ امام صاحب اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں، پریشانی ہوتی ہے، تو امام صاحب کے کمرہ میں جو مسجد ہی کا کمرہ ہے، اس میں پانی کا کنکشن دے

سکتا ہوں یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتي: محمد اسلام کیت والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب آپ بذات خود اپنے روپئے سے بورنگ بنوا کر ٹنکی بھرنے کے لئے پائپ لگوا رہے ہیں، تو آپ کے لئے یہ بھی اختیار ہے کہ امام صاحب کے کمرہ میں بھی پائپ لگوا دیں۔

فإن شرائط الوقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالك فله أن يجعل ماله حيث شاء فلم يكن معصية . (شامی، الوقف، مطلب شرائط الوقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع، زکریا ٦/٥٢٧، کراچی ٤/٣٤٣، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/١٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳ / ۵۷۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۳۰ھ

امام صاحب کا مسجد کی بجلی استعمال کرنا اور طلبہ کا مدرسہ کی بجلی سے پریس کرنا

سوال: [۷۸۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) شہر کی جامع مسجد میں مکتب چل رہا تھا، اس مسجد کے امام کی ذمہ داری تھی، کہ امامت کے ساتھ ساتھ اس مکتب میں پڑھانا بھی ہے، تعلیمی فقدان اور شہر کے بچوں کے انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھنے کی وجہ سے مکتب خالی نظر آ رہا تھا، ان حالات کو دیکھتے ہوئے مکتب کو مدرسہ کی شکل دے کر بیرونی طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام کیا جس کی وجہ سے کچھ مقامی بچے اور کچھ باہر کے بچے داخل ہوئے اور مدرسہ تعلیمی اعتبار سے ترقی کی

طرف گامزن ہونے لگا، مدرسے کے جملہ انتظامی امور کی دیکھ بھال کے لئے ناظم اور مہتمم صاحبان ہیں، مدرسہ مسجد ہی کی اراضی میں ہے، اور مسجد ہی سے منسلک ہے مدرسہ کے مدرسین وملازمین وغیرہ کے اخراجات مدرسے ہی کے فنڈ سے پورے ہوتے ہیں، مدرسہ کا حساب وکتاب الگ ہے اور مسجد کا حساب وکتاب الگ اور مسجد کے خزانچی بھی دوسرے شخص ہیں، مدرسہ کا بجلی کا کنکشن مسجد ہی سے ہے، خزانچی صاحب مدرسے کے مہتمم صاحب سے بجلی کے خرچ کا مطالبہ کرتے ہیں مسجد کے خزانچی کا مطلوبہ مطالبہ مہتمم صاحب دینے کو تیار ہیں، مگر جواب طلب یہ امر ہے کہ مدرسہ کے مہتمم صاحب مطلوبہ رقم دے دیں یا بجلی کا کنکشن مسجد سے الگ کرلیں، مطلوبہ رقم دینا ہی کافی ہے یا نہیں؟

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ مدرسے ہی میں امام صاحب کے لئے رہائش کا انتظام بفضلہٖ تعالیٰ ہوگیا ہے نہ مسجد سے طعام کا نظم ہے نہ مدرسہ سے، امام صاحب کا کہنا ہے کہ موجودہ تنخواہ جودی جاتی رہی ہے، یہ نا کافی ہے پھر بجلی کے خرچ کا مطالبہ درست نہیں ہے، یہ مدرسے کی طرف سے ہونی چاہئے، یا مسجد کی طرف سے؟ نیز دوسری منزل پر قرآن کی تعلیم ہوتی ہے، اور تیسری منزل پر امام صاحب اپنے بچوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ مدرسے میں جو روپئے آتے ہیں، طلبہ ہی کے لئے آتے ہیں، اور طلبہ کے اوپر خرچ ہونا چاہئے، طلبہ کے کپڑوں پر پریس پر مہتمم صاحب کا پابندی لگانا کہاں تک درست ہے؟ برائے کرم وضاحت فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتي: امتیاز احمد، امام جامع مسجد، وناظم:
مدرسہ مفتاح العلوم جامع مسجد سیوہارہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سوال کا اصل مقصد بجلی کے بل کی ادائیگی سے متعلق ہے کیونکہ مدرسہ کا نظام اور خرچہ اخراجات الگ سے ہے، اور مسجد کا ذمہ دار اور خرچہ اخراجات اس سے بالکل الگ مستقل ہے تو ایسی صورت میں بجلی کا خرچ اور اس کے بل کی ادائیگی بھی مستقل اور الگ الگ ہونی چاہئے، لہٰذا مسجد کے خزانچی کا مدرسہ سے

بجلی کے خرچ کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے، اور سب سے بہتر شکل یہی ہے کہ ماضی میں مدرسہ نے جو بجلی خرچ کی ہے، اس کی ادائیگی کرلیں، اور آئندہ کے لئے الگ سے میٹر لگا لیا جائے، تاکہ مسجد کے میٹر کا خرچہ مسجد برداشت کرے اور مدرسہ کے میٹر کا خرچہ مدرسہ برداشت کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۲/ ۳۰)

وإذا رأى حشيش المسجد فرفعه إنسان جاز إن لم يكن له قيمة فإن كان له ادنىٰ قيمة لا يأخذه إلا بعد الشراء من المتولي أو القاضي أو أهل المسجد أو الإمام . (البحر الرائق، الوقف، فصل في احكام المسجد زكريا ٥/ ٤٢٠، كراچی ٥/ ٢٥١)

لو سكن بلا إذن أو أسكنه المتولي بلا أجر كان على الساكن أجر المثل ودخل مالو كان الوقف مسجداً أو مدرسة سكن فيه فتجب فيه أجرة المثل. (شامی، مطلب إذا آجر المتولي بغبن فاحش كان خيانته زكريا ٦/ ٦١٥، كراچی ٤/ ٤٠٨، هنديه زكريا قديم ٢/ ٤٢٠، جديد ٢/ ٣٨٧، الفقه الإسلامي وأدلته ، مكتبه هدىٰ انٹرنيشنل ديوبند ٨/ ٢٣٣، دار الفكر ١٠ / ٧٦٨٩)

(۲) دوسری بات مسجد کے امام صاحب کی رہائش کی بجلی کا خرچہ کون ادا کرے؟ تو اس سلسلہ میں واضح بات یہی ہے کہ امام صاحب مسجد ہی کے ملازم ہیں، اس لئے امام صاحب کے حجرے اور رہائش گاہ کا خرچہ مسجد کے فنڈ سے ادا کرنا چاہئے، اور سوال نامہ سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے، کہ دوسری منزل اور تیسری منزل کی جو بات کہی گئی ہے، یہ حدود مسجد اور جماعت خانہ سے خارج ہے اور جو حصہ حدود مسجد اور جماعت خانہ سے خارج ہو اس حصہ میں امام صاحب کا فیملی کے ساتھ رہائش اختیار کرنا جائز ہے، بشرطیکہ امام صاحب نے ان جگہوں پر تعویذ گنڈہ وغیرہ کا سلسلہ جاری نہ کر رکھا ہو جو مسجد کے مقاصد کے خلاف ہے۔

لو بنى فوقه بيتا للإمام لا يضر لأنه من المصالح أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع .... ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئاً منه

مستغلا و لا سکنی الخ. (درمختار زکریا٦/٥٤٨، کراچی ٤/٣٥٨)

(۳) یہ بات صحیح ہے کہ مدرسہ میں جو روپیہ آتا ہے وہ طلبہ ہی کے لئے آتا ہے، مگر اس پیسہ کو ہر طالب علم اپنے اپنے طور پر بغیر انتظام کے جس طرح چاہے خرچ نہیں کرسکتا؛ بلکہ مدرسہ کے ذمہ دار کے انتظام کے تحت وہ خرچ ہوتا رہے گا، تاکہ مدرسہ کا نظام نہ بگڑے اس لئے مدرسہ کے ذمہ دار کی اجازت کے بغیر بجلی کی پریس استعمال کرنے کی طلباء کو اجازت نہیں؛ کیونکہ نظام کا باقی رکھنا ایک اہم کام ہے اور مدرسہ کے اصول وضوابط حسب ذیل حدیث شریف سے ثابت ہوتے ہیں۔

عن کثیر بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزنی عن أبیه عن جده أن رسول الله ﷺ قال: الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحاً حرم حلالاً أو أحل حراماً والمسلمون علی شروطهم إلا شرطا حرم حلالاً أو أحل حراماً .

(ترمذی شریف، الأحکام، باب ماذکر عن رسول الله فی الصلح بین الناس، النسخة الهندیة ١/٢٥١، دارالسلام رقم: ١٣٥٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/شعبان ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۶۳۴/۴۱)

کیا ائمہ مساجد وقف بورڈ کی شرائط کے پابند ہیں؟

سوال: [۷۸۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ پنجاب وقف بورڈ کی طرف سے ہریانہ پنجاب وہماچل میں سینکڑوں ائمہ کرام پنجوقتہ نمازوں کی امامت اور بچوں کی دینی تعلیم وغیرہ کے ساتھ مساجد کی بہت سی خدمات انجام دیتے چلے آئے ہیں، اور چونکہ یہ خدمات ۲۴/گھنٹہ ائمہ کو انجام دینی پڑتی ہیں، اس لئے وہ اپنا ذریعہ معاش بھی کوئی اور اختیار نہیں کرسکتے ہیں، صرف وقف بورڈ کی تنخواہ پر ان کی ضروریات کا انحصار ہے، مگر وقف بورڈ ان ائمہ کو کسی نہ کسی

صورت میں برطرف کرنا چاہتا ہے؟

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ ناظرہ (غیر مستند عالم) ائمہ کو علیٰحدہ کیا جارہا ہے، ان میں بہت سے مستند علماء بھی ہیں، جن کی تقرری ناظرہ کی حیثیت میں کی گئی تھی، اور اب ان کی سندوں کو نہیں مانا جارہا ہے؟

(۲) دوسری صورت یہ کہ جو امام ۶۵ ر سال کا ہو جائے اسے برطرف کرنا ضروری ہے، اگر اس نے ۶۵ ر سال کی عمر کے بعد اپنی ذمہ داری نہیں چھوڑی اور تنخواہ وصول کی ہے تو تنخواہ واپسی کا مطالبہ ہے، جبکہ اعلان یہ کیا گیا تھا، کہ ریٹائرڈ کرنے کے بعد ۶۰ ر ہزار روپیہ بورڈ کی طرف سے دیئے دجائیں گے، اب آپ فرمائیں کہ شرعی نقطۂ نظر سے وقف بورڈ پنجاب کا یہ طریقہ ائمہ کے ساتھ کہاں تک روا ہے، ائمہ کرام عدالتی چارہ جوئی کرنا چاہتے ہیں، اس میں شرعی فتویٰ بھی پیش کریں گے؟

المستفتي: ائمۂ اکرام، پنجاب وقف بورڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف بورڈ کی طرف سے یہ قوانین پہلے ہی بنے ہوئے ہیں، اور ائمہ حضرات ان قوانین کو تسلیم کر کے ہی ملازمت قبول کیا کرتے ہیں، اس لئے وقف بورڈ کا اپنے قوانین پر عمل کرنا جائز ہوگا، ہاں البتہ اگر عدالت کے ذریعہ سے قوانین میں تبدیلی ہو جائے تو پھر اس کے مطابق عمل کیا جا سکتا ہے۔

عن كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحاً حرم حلالاً أو أحل حراماً والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً .

(ترمذی شریف، الأحکام، باب ماذکر عن رسول اللّٰہ فی الصلح بین الناس، النسخة الهندية ۱/ ۲۵۱، دارالسلام رقم: ۱۳۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍ ۵۵۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۱/۵ھ

مسجد کے ضعیف العمر امام کے لئے منجانب مسجد پینشن

سوال: [۷۹۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید مسجد میں امامت پر مامور ہے، نیز مسجد کی تعمیر وتوسیع پر پوری طرح توجہ بھی کرتا رہتا ہے، نیز مسجد کی ہر طرح خدمت کرتا رہتا ہے، اب اس وقت اپنی صحت سے معذور ہے، جس کی وجہ سے امامت کی خدمت انجام نہیں دے سکتا ہے، نہ کوئی دوسری ہی خدمت ہوسکتی ہے، اب اس صورت میں مسجد کی آمدنی سے زید کو تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یا اپنی جیب سے مصلیان امام صاحب کا تعاون کر سکتے ہیں، شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمانے کی زحمت گوارہ کریں؟

المستفتي: تفضّل حسین، بسواں
میڈیکل اسٹور، گرری گنج، سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسب تحریر سوال جبکہ مذکورہ امام صاحب کمزوری کی وجہ سے امامت یا مسجد کی کوئی اور خدمت کرنے پر قادر نہیں ہیں، تو اب ان کو مسجد کے فنڈ سے بطور معاوضہ کوئی رقم دینا درست نہیں ہے، البتہ مسجد کے نمازی اپنی طرف سے اس کا تعاون کر سکتے ہیں، اسی طرح اگر مسجد میں چندہ کے ذریعہ آمدنی ہوتی ہو اور انتظامیہ کمیٹی یہ ضابطہ بنالے کہ جو امام صاحب طویل مدت تک مسجد میں رہیں اور پھر بڑھاپے کی وجہ سے معذور ہو جائیں تو بطور امداد مسجد کی طرف سے ان کی پینشن جاری کردی جائیگی، اور حتی الوسع چندہ دہندگان کو پینشن سے متعلق معلوم ہو جائے، تو اس صورت میں مسجد کی آمدنی سے پینشن دینے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ (مستفاد: محمود یہ ڈابھیل ۱۵/ ۲۹۴، میرٹھ ۲۲/ ۴۰۵)

والذی یبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الوقف أو لا ثم ماهو أقرب إلیٰ العمارة...... ثم السراج والبساط کذلک إلیٰ آخر المصالح ...... والبساط بکسر الباء أی الحصیر ویلحق بهما معلوم خادمها وهو الوقاد والفراش فیقدمان . (البحر الرائق، کتاب الوقف، کوئٹه ۵/۲۱۳تا ۲۱۵، زکریا۵/ ۳۵٦تا ۳۵۹)

وللمتولی أن یستأجر من یخدم المسجد یکنسه ونحو ذلک بأجر مثله أو زیادة یتغابن فیها . (هندیه ، زکریا قدیم ۲/ ٤٦۱،جدید۲/۴۱۲)

عن عبد الله بن عمرو بن عوف المزنی عن أبیه عن جده أن رسول الله ﷺ قال: الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحا حرم حلالاً أوأحل حراماً ، والمسلمون علی شروطهم إلا شرطا حرم حلالاً أو أحل حراما . (ترمذی شریف، الأحکام ، باب ماذکر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الصلح بین الناس ، النسخة الهندیة ۱/ ۲۵۱، دارالسلام رقم: ۱۳۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شعبان ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱؍۱۱۶۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵؍۸؍۱۴۳۵ھ

مستقل امام کو رمضان میں رقم جمع کر کے ہدیہ دینا

سوال: [۷۹۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید گاؤں کی ایک مسجد میں امام ہے، جس سے ملحق مدرسہ بھی ہے، تقرر ہوتے وقت طے ہوا تھا، کہ مدرسہ سے تنخواہ ہوگی اور امامت کی کوئی تنخواہ ماہانہ متعین نہ ہوگی، لیکن دستور یہ رہے گا کہ سال کے اخیر رمضان گذر کر چاندرات کو محلّہ کے لوگ خاصی رقم امام صاحب کو دیں گے، لیکن کتنی دیں گے یہ واضح نہیں کیا گیا تھا، جو ہو جائے وہ امام کا مقدر ہے، خیر اس طرح زید کو کام

کرتے ہوئے آٹھ سال کا عرصہ گذر چکا ہے، بہرکیف ان لوگوں کا رقم دینے کا طریقہ اس طرح ہے کہ رمضان میں تراویح کے اندر تکمیل قرآن کے موقع پر ختم کے نام پر ہزاروں کی تعداد میں روپیہ جمع کرتے ہیں، جس میں سامع بھی اکثر امام صاحب ہی ہوتے ہیں، خیر اس دن حافظ اور سامع کو جو بھی مناسب سمجھتے ہیں، دیدیتے ہیں، رقم چونکہ کافی ہوتی ہے اسی کی بچی ہوئی اور کچھ اکٹھا کر کے چاندرات کو ذمہ دار لوگ جو ہوتے ہیں، اگر کمی دیکھتے ہیں، تو جبریہ طور پر لوگوں سے وصول یابی کرتے ہیں، جس کے ڈر سے کچھ مسجد میں اس وقت آتے بھی نہیں ہیں، اب تمام لوگوں سے وصول شدہ رقم یکجا کر کے ایک ہاتھ میں لے کر امام صاحب کو یہ کہہ کر حوالہ کرتے ہیں، کہ لیجئے امام صاحب یہ آپ کو ہم لوگوں کی طرف سے ہدیہ ہے۔

(۱) دریافت طلب یہ ہے کہ اول یہ لوگ جو رقم جمع کرتے ہیں قرآن کے نام پر، جس کے حصول میں جبریہ طور پر بھی لوگوں سے لینا دیکھا گیا ہے، اس طرح جبریہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بوقت وصول یہ بھی کہتے ہیں کہ اسی میں سے امام صاحب کو بھی تو دینا ہے، وہ ہمارے امام ہیں، پورے سال امامت کی خدمت انجام دیتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ تنخواہ سمجھ کر جمع کرتے ہیں، لیکن دیتے وقت یہ کہہ کر دینا کہ لیجئے امام صاحب یہ ہماری طرف سے ہدیہ ہے تو آیا یہ ہدیہ ہی ہے یا تنخواہ ہے اور اس طرح لینا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ برائے کرم مسئلہ کی وضاحت فرمادیں؟

المستفتي: ظریف احمد، میوہ نوادہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تقرر کے وقت یہ طے ہو گیا تھا کہ تنخواہ مدرسے سے ہوگی اور مسجد سے کوئی تنخواہ مقرر نہ ہوگی، تو یہ معاملہ شرعاً جائز ہے اور پھر سال کے اخیر میں امام کو جو کچھ ہدیہ کے نام سے دیا جاتا ہے، امام کے لئے اس کا لینا جائز ہے اور وہ ہدیہ ہی ہے، تنخواہ نہیں، لیکن اس ہدیہ کے لئے جبری چندہ جائز نہیں ہے، البتہ

صرف اعلان کردیا جائے جو خوشی خوشی لاکر دیدے اس کو تحفہ میں دیا جاسکتا ہے یہ ہدیہ اور تحفہ صرف مستقل امام کے لئے ہے لیکن قرآن سنانے والے حافظ کو ہدیہ اور تحفہ کے نام سے بھی دینا جائز نہیں ہے۔

عن أبی حرة الرقاشی عن عمه أن رسول الله ﷺ قال: لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه. (السنن الکبریٰ للبیهقی ،الغصب ، قبیل باب من غصب جاریة فباعها ثم جاء رب الجاریة ، دارالفکر ۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷٤۰)

فالحاصل أن ماشاع فی زماننا من قراء ة الأجزاء بالأجرة لایجوز لأن فیه الأمر بالقرأة وإعطاء الثواب للآمر والقراء ة لأجل المال ؛ فإذا لم یکن للقاریٔ ثواب لعدم النیة الصحیحة فأین یصل الثواب إلیٰ المستأجر ولولا الأجرة ماقرأ أحد لأحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا ووسیلة إلیٰ جمع الدنیا إنا لله وإنا إلیه راجعون .

(شامی ، الإجارة، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحریر منهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة ، زکریا ۹/۷۷،کراچی ٦/٥٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳٦/۸۰۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۴/۱۴۲۴ھ

مسجد کی موقوفہ زمین کی آمدنی سے مدرس کو تنخواہ دینا

سوال: [۷۹۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) زید نے اپنی کچھ زمین مسجد کے صرفہ کے لئے وصیت کردی تو کیا اس کی پیداوار وغیرہ سے ایسے مدرس کو تنخواہ دی جاسکتی ہے، جس کو اہل محلہ ہی تنخواہ دیتے ہوں اور باہر سے کسی بھی قسم کا چندہ نہ کیا جاتا ہو نیز وہ امامت کے فرائض بھی انجام دیتا ہو۔

(۲) نیز اسی وصیت کردہ زمین کی پیداوار کو عیدگاہ کی چہار دیواری بنوانے میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد محسن علی، متعلم: تکمیل ادب، مدرسہ امدادیہ، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مسجد کے نام وقف کی گئی زمین کی آمدنی سے تدریس کی تنخواہ صرف اسی مدرس کو دینا جائز ہے جو اسی مسجد میں تعلیم دیتا ہے، اور اگر مدرسہ اور مسجد دونوں الگ الگ ہیں تو صرف امامت کی تنخواہ دینا جائز ہے تدریس کی تنخواہ دینا جائز نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/۲۸۲، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۲۲۷، امداد الفتاویٰ ۲/ ۵۵۵)

والذی یبدأ بہ من ارتفاع الوقف أی من غلتہ عمارتہ شرط الواقف أولا ثم ماھو أقرب إلیٰ العمارۃ وأعم للمصلحۃ کالإمام للمسجد (إلیٰ قولہ) ثم السراج والبساط کذلک إلیٰ أخر المصالح الخ. (شامی، الوقف، مطلب یبدأ بعد العمارۃ بماھو أقرب إلیھا، زکریا ٦/ ٥٦٠، کراچی ٤/ ٣٦٧، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ٣٦/ ٢٩٢، ھندیہ زکریاقدیم ٢/ ٣٦٨، جدید٢/ ٣٥٦، البحرالرائق، زکریا ٥/ ٣٥٦، کوئٹہ ٥/ ٢١٣، ٢١٤)

(۲) وقف مسجد سے حاصل شدہ روپئے کو عیدگاہ پر اور وقف عیدگاہ پر خرچ کرنا اور وقف عیدگاہ سے حاصل شدہ روپیہ سے مسجد بنانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ غرض واقف کے خلاف ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۰/ ۱۳۹، ڈابھیل ۱۵/ ۵۸، امداد الفتاویٰ ۲/ ۵۹۱)

علی أنھم صرحوا بأن مراعاۃ غرض الوقفین واجبۃ الخ. (شامی، کراچی ٤/ ٤٤٥، زکریا٦/ ٦٦٥)

شرط الواقف کنص الشارع فیجب إتباعہ. (شامی، زکریا٦/ ٧٣٥، کراچی ٤/ ٤٩٥)

فإن شرائط الواقف معتبرۃ إذا لم تخالف الشرع الخ. (شامی، کراچی ٤/ ٣٤٣، زکریا٦/ ٥٢٧، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ٤٤/ ١٣٢) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/۵/۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۴۰۳۹/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۵/۱۴۱۵ھ

مسجد کی آمدنی سے امام ومؤذن کی تنخواہ دینا

سوال: [۷۹۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی آمدنی سے امام ومؤذن کی تنخواہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ مسجد کو چندہ دینے والے کسی مد کی تفصیل نہیں کرتے ہیں؟

المستفتي: محمد سلیم احمد میر گنج، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چندہ دہندگان عرف میں منافع مسجد کے لئے ہی چندہ دیا کرتے ہیں، اس لئے مذکورہ آمدنی سے امام ومؤذن کی تنخواہ ادا کرنا بھی جائز ہوگا۔

ويبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب لعمارته كإمام المسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم الخ. (الدرالمختار مع الشامی، الوقف، مطلب يبدأ من غلة الوقف بعمارته زكريا ٦/٥٩٩، كراچی ٤/٣٦٦، هنديه زكريا قديم ٢/٣٦٨، جديد ٢/٣٥٦، البحر الرائق، كوئٹه ٥/٢١٣، زكريا ٥/٣٥٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/٢٩٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/شعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۱۳۷۰/۲۵)

غریب امام کی مسجد کے فنڈ سے امداد کرنا

سوال: [۷۹۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد میں امام صاحب تقریباً ۴۰/سال سے بلا معاوضہ امامت کررہے ہیں مقامی ہیں، ایک دوکان چھوٹی سی کرتے تھے درزی کی، اس سے اپنا گذراوقات کرتے تھے، اب ان کوایک حادثہ میں ۱۸/ ہزارروپیہ کا بار پڑ گیا کاروباری حالت اچھی نہیں ہے، پریشان ہیں کیا کریں ایسی مجبوری کی حالت میں ہم مسجد کے فنڈ سے ان کی امداد کرسکتے ہیں، تاکہ قرض سے نجات حاصل ہوسکے، شرعی جواز سے ہم کو جانکاری چاہئے عمر ۷۲/سال ہے، اب وہ کام کرنے کے قابل بھی نہیں رہ گئے ہیں، اس لئے قرض کی ادائیگی ضروری ہے، بریں بنا شرعی معلومات کی اشد ضرورت ہے، جواب جلد از جلد عنایت کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے فنڈ سے کسی کی امداد جائز نہیں ہے، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ مذکورہ امام صاحب کے لئے منجانب مسجد تنخواہ مقرر کردی جائے اور تنخواہ کے نام سے جتنا چاہے کمیٹی کے مشورہ سے دیا جاسکتا ہے، نیز جب امام صاحب مقروض ہیں، تو صاحب حیثیت اور مالدار لوگ امام صاحب کو اپنی زکوٰۃ کے مد سے بھی امداد کرسکتے ہیں، کیونکہ امام صاحب مستحق زکوٰۃ ہیں، اگر سید نہیں ہیں۔

مدیون لایملک نصاباً فاضلاً عن دینه وفی الظهیریة الدفع للمدیون أولیٰ منه للفقیر الخ. (الدر المختار، الزکاة، باب المصرف، زکریا۳/۲۸۹، کراچی ۲/۳۴۳، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/ ۷۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۹۶/۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۱۶ھ

محلّہ والوں سے چندہ کرکے امام ومؤذن کی تنخواہ دینا

سوال: [۷۹۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی مستقل آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے مسجد سے متعلق محلوں سے اجتماعی چندہ اکٹھا کرکے امام صاحب اور مؤذن کو تنخواہ دی جاتی ہے، کیا یہ درست ہے؟

المستفتي: عبدالحمید عینی، ساہنپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محلّہ سے اجتماعی چندہ اکٹھا کرکے امام ومؤذن کو تنخواہ دینا جائز ہے، جب بخوشی چندہ لیا جاتا ہو، جبراً وصول نہ کیا جاتا ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۴/ ۴۲۷، جدید زکریا دیوبند ۹/ ۱۴۷)

وإذا أراد أن یصرف شیئاً من ذلک إلیٰ إمام المسجد أو إلیٰ مؤذن المسجد فلیس له ذلک إلا إذا کان الواقف شرط ذلک فی الوقف. (هندیه، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، الفصل الثانی زکریاقدیم۲/ ۴۶۳، جدید۲/ ۴۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ۲/ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۰۲۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۲/ ۱۴۲۰ھ

تنخواہ سے ہٹ کر الگ سے امام کی اعانت کرنا

سوال: [۷۹۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں پردیسی امام فریضۂ امامت انجام دیتے ہیں، تو کیا ہم ان کی ضروریات کا خیال کرتے ہوئے کچھ اعانت کر سکتے ہیں، جبکہ امام کو کچھ ماہوار اور کچھ سبھی محلّہ والوں سے جمع کرکے دوسرے وقت دینے کا ماحول ہے؟

المستفتي: محمد ہارون، سیکر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں تنخواہ سے ہٹ کر الگ سے اعانت کرنا جائز اور درست ہے، بلکہ اعانت کرنے والے کے لئے بہت بشارت ہے۔

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ...... واللہ فی عون العبد، ما کان العبد فی عون أخیه . (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الستر علی المسلم، النسخة الهندیة ۲/۱۴، دارالسلام رقم: ۱۹۳۰، صحیح مسلم، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر النسخة الهندیة ۲/۳۴۵، بیت الافکار رقم: ۲۶۹۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/۲/۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۲۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/۲/۱۴۱۹ھ

ایام تعطیل کی تنخواہ کا مستحق امام یا نائب

سوال: [۷۹۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں کسی صاحب کو امام رکھا جائے نماز پڑھانے کے لئے تو تقرری میں ان کے ذمہ نماز پنجگانہ پابندی سے پڑھانا ہے، جس کا ان کو متولی صاحب ماہانہ معاوضہ دیتے ہیں، اب وہ صاحب چھٹی پر گھر جانا چاہتے ہیں، ان کی جگہ دوسرا شخص ان کی غیر موجودگی میں نماز پڑھا رہا ہو تو آپ بتائیے کہ تنخواہ مستقل امام صاحب کو متولی صاحب دیں گے، یا جس نے ان کی غیر موجودگی میں نماز پڑھائی ہے، اس شخص کو ملے گی، جبکہ امام صاحب کا اصرار ہے کہ آپ مجھے دیجئے یہ میرا حق ہے، میں امام ہوں، مسجد کا کام چندہ پر چلتا ہے، آپ وضاحت کے ساتھ جواب دیں؟

المستفتي: متولی حافظ اظہر علی، محلّہ قاضیان، قصبہ سہسپور، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تنخواہ کا مستحق مستقل امام ہی ہوگا؛ البتہ مستقل امام نے نائب کے لئے کوئی اجرت مقرر کی ہوتو وہ اس کا مستحق ہوگا، اور اگر اجرت مقرر نہیں کی ہے تو وہ اجرمثل کا مستحق ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۷/ ۲۸۵)

إن النائب لايستحق شيئا من الوقف لأن الاستحقاق بالتقرير ولم يوجد ويستحق الأصيل الكل إن عمل أكثر السنة وسكت عما يعينه الأصيل للنائب كل شهر في مقابلة عمله الخ. (شامي، مطلب مهم في الاستنابة في الوظائف زكريا ٦/ ٦٣١، كراچی ٤/ ٤٢٠، البحر الرائق، كوئٹه ٥/ ٢٣٠، زكريا ٥/ ٣٨٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۸۴/۳۵)

امام صاحب کا رخصت کے ایام کی تنخواہ وصول کرنا

سوال: [۷۹۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) زید ایک مسجد کے امام ہیں وہ کثرت سے غیر حاضری کرتے ہیں، خاص طور سے نماز فجر میں کچھ زیادہ ہی غیر حاضری رہتی ہے، اور رمضان المبارک میں تو پورا مہینہ ہی غائب رہتے ہیں، جبکہ امام صاحب مقامی ہیں، اور رمضان المبارک کی چھٹی بھی انتظامیہ کی طرف سے طے نہیں ہے، جس کی وجہ سے مصلیان مسجد جماعت کے وقت بلند آواز سے چہ میگوئیاں کرنے لگتے ہیں، اور مسجد میں شور ہونے لگتا ہے، اس طور پر مسجد کے تقدس کی پامالی پر ہی بس نہیں بلکہ بسا اوقات مقتدی حضرات مسجد کی انتظامیہ پر بھی برستے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ اتنا زیادہ ناغہ کرنے والے امام کو آپ حضرات ہٹاتے کیوں نہیں ہیں؟

(۲) امام صاحب غیر حاضری کی تنخواہ بھی بلا خوف وخطر لیتے ہیں، ان کا یہ عمل بھی اہل مسجد کی ناراضگی کا سبب بنا ہوا ہے، مسجد کی انتظامیہ نے امام صاحب کو غیر

حاضری کی طرف توجہ دلائی لیکن امام صاحب بداخلاقی سے پیش آتے ہیں، اس سلسلہ میں مسجد کی انتظامیہ نے میٹنگ کی اور طے کیا کہ مفتیان کرام سے فتویٰ لیا جائے، اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا صفات کا حامل شخص کیا امامت کے لائق ہے جو انتشار کا سبب بنا ہوا ہے؟

المستفتي: اراکین کمیٹی، ٹانڈہ بادلی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: منصب امامت کے مسئلہ کا مدار آپس کی شرائط اور تعامل پر ہے، کہ آپس میں جو شرائط رخصت اور مشاہرہ کے بارے میں طے ہو جائیں، ان کی پابندی ضروری ہو جاتی ہے، یا ائمہ حضرات کی رخصت کے لئے علاقہ میں جو تعامل چل رہا ہے اس کے دائرہ میں رہ کر رخصت حاصل کرنا چاہئے، اگر علاقہ میں ایام رخصت کی تنخواہ لینے دینے کا تعامل ہے تو امام صاحب کے لیے ایام رخصت کی تنخواہ لینا جائز ہے اور اس مسئلہ کا حکم اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے۔

عن عبد الله بن عمر و بن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم – قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا حرم حلالاً أو أحل حراماً، والمسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالاً أو أحل حراما. (ترمذی شریف، الأحکام، باب ماذکر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس، النسخة الهندية ۱/۲۵۱، دار السلام رقم: ۱۳۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۲۵/۳۸)

بلا چھٹی کے گھر پر رہنے والے امام صاحب کی تنخواہ کاٹنا

سوال: [۷۹۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے

گاؤں کی مسجد میں باہر کے امام صاحب رہتے ہیں، مسجد میں امامت کرتے ہیں، اور تقریباً پانچ سو کلو میٹر دور کے ہیں، اور وہ امام صاحب ہمارے گاؤں میں دس مہینہ سے امامت کرتے ہیں، امام صاحب پندرہ دن کی چھٹی لے کر گھر گئے تھے، اور گھر جا کر کسی مجبوری کے حالات سے ایک مہینہ کے قریب آئے تو ان کو ایک مہینہ کی تنخواہ دینی چاہئے یا نہیں؟ ایک مہینہ کی تنخواہ دینی جائز ہے؟

المستفتي: محمد فاروق رحمانی،
امام مسجد، دولت پور، علی گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جتنے دن کی چھٹی باضابطہ امام صاحب لے کر گئے ہیں، ان ایام کی تنخواہ معمول کے اعتبار سے انہیں دی جائے گی، لیکن جن ایام میں وہ غیر حاضری کر کے آئے ہیں یعنی بلا اجازت زائد وقت گذار کر آئے ہیں، تو یہ دیکھا جائے گا، کہ ان کی سالانہ استحقاقی چھٹی میں سے کتنے ایام باقی ہیں، جتنے ایام باقی ہوں گے صرف انہی ایام کی تنخواہ کے وہ مستحق ہوں گے، زائد ایام کی تنخواہ انہیں نہیں دی جائیگی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۷/۲۸۴)

وفی القنية من باب الإمامة إمام يترک الإمامة لزيارة أقربائه فی الرساتيق أسبوعاً أو نحوه أو لمصيبة أو لا ستراحة لا بأس به و مثله عفو فی العادة والشرع. (شامی، الوقف، مطلب فيما إذا قبض المعلوم وغاب قبل السنة زکریا ٦/ ٦٣٠، کراچی ٤/ ٤١٩، الموسوعة الفقهية الکويتية ٤٤/ ٦٨)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۹/۱/۱۴۲۳ھ
۲۹/۱/۱۴۲۳ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۴۶۱)

مسجد کی رقم سے مؤذن کے ضمانتیوں کو پیسہ دینا

سوال: [۷۹۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ایک مؤذن بہار کا رہنے والا سرکاری پالتو جانور کو نشیلی چیز کھلا دینے کی وجہ سے پولس نے اس کو گرفتار کرلیا جس مسجد میں وہ مؤذن تھا، وہاں کے کچھ لوگوں نے ضمانت کر کے اسے چھڑالیا کچھ دنوں کے بعد مؤذن اپنے گھر چلا گیا اور واپس نہیں لوٹا پولیس نے ضمانتیوں کو پکڑا اور بہر حال ضمانتیوں نے پانچ ہزار اپنی جیب سے دے کر چھٹکارا پالیا اب عرض یہ ہے کہ وہ پانچ ہزار روپئے مسجد کے پیسے میں سے لئے جاسکتے ہیں، یا اپنے اوپر اوڑھے جائیں گے، تفصیل سے وضاحت فرمادیں؟

المستفتي: محمد علی، متولی مسجد راجوں والی، اندرا چوک، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد مؤذن صاحب کی ملکیت نہیں ہے، اس لئے مسجد کے روپئے میں سے لینا ہرگز جائز نہ ہوگا۔

لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي الخ. (قواعد الفقه، اشرفی/ ۱۱۰، رقم: ۲۶۹، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/ ۲۶٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍شعبان ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۶۶/۲۹)

امام کے لئے دی گئی رقم کا استعمال دوسرے مصرف میں کرنا

سوال: [۷۹۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صوبہ راجستھان اور خاص طور سے شہر سیکر میں ایسا رواج ہے کہ امام کو کچھ ماہوار اور کچھ سالانہ ہدیہ اخراجات کو پورا کرنے کے لئے اجتماعی طریقہ سے خوشی کے ساتھ بغیر کسی زور زبردستی کے اپنا فرض سمجھ کر دیتے ہیں، تا کہ امام صاحب کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں، اور خوش دلی کے ساتھ اپنا کام کرسکیں دینے والوں کی بھی نیت میں اخلاص ہوتا ہے، اور ایک طریقہ

سے تنخواہ میں شمار بھی گردانا جاتا ہے، اس مرتبہ کمیٹی والوں نے یہ سوچ کر سالانہ آمدنی میں سے کم کردیا کہ مدرسہ یا مسجد کی دوسری ضروریات میں اس پیسہ کو استعمال کرلیں گے، جبکہ دینے والوں کی نیت صرف امام کے لئے ہوتی ہے تو کیا اس پیسے کو دوسرے مصرف میں خرچ کیا جاسکتا ہے؟ اس پیسہ کا کیا حکم ہے؟ دینے والوں کی نیت کا کیا مسئلہ ہے اور دوسرے مصارف میں استعمال کرنے والوں کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے؟ ائمہ حضرات کو بھکاری، نوکر اور مزدور سے بھی کہیں کم سمجھا اور جانا جاتا ہے؟

المستفتي: محمد ہارون، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر دینے والا امام کے لئے کہہ کر دیتا ہے، اور لینے والا بھی امام ہی کے لئے کہہ کر لیتا ہے، تو اس پیسہ کو امام کے علاوہ کسی اور مصرف میں صرف کرنا جائز نہ ہوگا۔

حمل علی العرف أي علی عادات الناس الخ. (درمختار، مطلب فی أن النص أقوی من العرف، زکریا ۷/۴۰۹، کراچی ۵/۱۷۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۸ھ

امام صاحب کا مسجد کی زمین میں کھیتی کرنا

سوال: [۷۹۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے صحن سے ملحق تھوڑی سی زمین ویران پڑی ہے، جس کا انتساب ملحقہ قبرستان کی طرف ہوتا ہے، امام صاحب اگر اس جگہ میں سبزی بو کر کے کھائیں تو کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتي: مولانا عبدالناصر، مدرس: مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: امام مسجد کے لئے مفت میں اس زمین سے انتفاع جائز نہیں ہے ہاں البتہ اس زمین کا کرایہ ادا کرکے انتفاع جائز ہوسکتا ہے، اور کرایہ کا پیسہ قبرستان کو ادا کرنا ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم/۵۳۳، جدید زکریا/۵۱۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۳۰ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۳۸۷)	۱۴۱۴/۳/۳۰ھ

مساجد کے طاقوں میں رکھے ہوئے پکوان کا امام ومؤذن کے لئے کھانا کیسا ہے؟

سوال: [۷۹۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتیں مساجد میں کچھ پکوان پکا کر کے طاقوں میں رکھ دیتی ہیں، تو کیا اس پکوان کو مساجد کے ائمہ اورمؤذنین نیز نمازی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نذر مانی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور بغیر نذر کے رکھا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد سالم قاسمی، مدرس مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ فی نفسہ بدعت اور قابل ترک ہے، مگر نفس کھانا حلال ہے، اگر نذر کا کھانا نہیں ہے بلکہ شکر کا ہے تو امام ومؤذن مالدار غریب سب کے لئے کھانا جائز ہے، البتہ اس میں امر ممنوع کی اعانت ہونے کی وجہ سے نہ کھانا ہی مناسب ہے، اور اگر نذر کا کھانا ہے اور امام ومؤذن فقیر ہیں تو ان کے لئے اس کا کھانا جائز ہے، اور اگر فقیر نہیں ہیں تو جائز نہیں ہے۔

مصرف النذر الفقراء الخ. (شامی، کراچی ۲/۲۹۸، زکریا۳/۲۸۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍صفر ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹؍۳۳۲۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۲/۲۲ھ

الفصل السادس: مسجد میں سونے اور ٹھہرنے کا بیان

عبادت کی نیت سے مسجد میں داخل ہونے والے شخص کا مسجد میں سونا

سوال: [۷۹۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم چار پانچ ساتھی مسجد میں ڈھائی گھنٹہ کی محنت میں تبلیغ کی لائن سے وقت دیتے ہیں، اس درمیان میں کسی ساتھی کے انتظار میں مسجد میں لیٹ جائیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتي: شمشاد عرفان، محلّہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دعوت وتبلیغ کی لائن سے مسجد میں جو لوگ وقت دیتے ہیں وہ مسجد میں عبادت اور دینی مذاکرہ کی نیت سے ہی داخل ہوتے ہیں، اور عبادت اور دینی مذاکرہ کی نیت سے مسجد میں داخل ہونا اعتکاف کی نیت کی طرح ہے، لہٰذا جو لوگ اس طرح کی نیت سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں، ان کے لئے اس درمیان مسجد میں سونے کی بھی اجازت ہوجاتی ہے، لہٰذا دعوت کا کام کرنے والوں میں سے جو لوگ اس نیت سے داخل ہوتے ہیں، ان کا مسجد میں سوجانا بھی جائز ہے۔

وإذا أراد أن يفعل ذلک ينبغي أن ينوی الإعتكاف فيدخل فيه ويذكر الله تعالىٰ بقدر مانویٰ . (هنديه ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس فی آداب المسجد زكريا قديم ٥/ ٣٢١، جديدزكريا ٥/ ٣٧١)

وإذا أراد ذلک ينبغي أن ينوی الإعتكاف ،فيدخل فيه ، ويذكر الله تعالىٰ بقدر مانویٰ أو يصلی ، ثم يفعل ماشاء. (شامی، كتاب الصلوٰة ،مطلب فی الغرس فی المسجد كراچی ١/ ٦٦١، زكريا ٢/ ٤٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۷ر صفر ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۷۷)	۱۴۲۵/۳/۴ھ

گاؤں والوں کا ظہر کی نماز کے بعد مسجد کے پنکھے میں آرام کرنا

سوال: [۷۹۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام دیہاتوں میں غریب لوگ رہتے ہیں، گاؤں میں بجلی موجود ہونے کے باوجود سبھی لوگ اپنے اپنے گھروں میں پنکھے نہیں لگوا سکتے تو ظہر یا دیگر نمازوں کے بعد آرام کرنے کے لئے مسجد کے پنکھے چلاتے ہیں، کیا ان لوگوں کا یہ فعل درست ہے، یا گنہگار رہوں گے نیز اگر متولی مسجد اجازت دے دے تو کیا ان نمازیوں کا یہ فعل درست ہوسکتا ہے، مفصل تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی؟

المستفتي: ابوسالک بردوانی، متعلم: شعبہ افتاء، مدرسہ شاہی، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: یہ فعل دووجہوں سے ناجائز ہے

(۱) مسجد میں غیر معتکف کے لئے سونا جائز نہیں ہے۔

(۲) مسجد کے پنکھوں کا ذاتی طور پر استعمال ناجائز ہے، اگر چہ متولی اس کی اجازت دیتا ہو، کیونکہ چندہ دہنگان کی غرض کے خلاف ہے، جو کہ ناجائز ہے۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۲/۱۷۱)

ويكره الإعطاء (إلىٰ قوله) وأكل ونوم إلا لمعتكف وغريب – وأكل نحو ثوم ويمنع منه الخ. (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة، ومايكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد كراچی ۱/۶۶۱، زكريا ۲/۴۳۵)

ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الخامس زكريا قديم ۵/۳۲۱، جديدزكريا ۵/۳۷۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۴/ ۶/ ۱۴۱۱ھ

اہل محلّہ کا مسجد میں سونا اور نہانا

سوال: [۷۹۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اہل محلّہ کا مسجد میں سونا اور نہانا کیسا ہے؟

المستفتي: عبدالمعید قاسمی، ہلدوانی، آزادنگر، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتکف کے علاوہ باقی کسی کے لئے مسجد میں سونا جائز نہیں ہے۔

النوم فيه لغير المعتكف مكروه الخ. (كبيرى، فصل فى احكام المساجد قديم ٥٦٨/، جديد اشرفيه ديوبند ٦١٢)

ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الخامس زكريا قديم ٣٢١/٥، جديدزكريا ٣٧١/٥، شامى، باب ما يفسد الصلوٰة، مطلب فى الغرس فى المسجد كرچى ٦٦١/١، زكريا ٤٣٥/٢)

اور نہانا بھی اس وقت ناجائز ہے کہ جب مسجد ملوث ہونے کا خطرہ ہو، اگر مسجد کا غسل خانہ ہے تو اس میں اگر چندہ دہندگان کی طرف سے عام اجازت ہے اور امام ومؤذن اور نمازیوں کو پریشانی ہوتی ہے، تو اس میں نہانا قباحت سے خالی نہیں ہے، اس لئے محلّہ والوں کو اپنے ذاتی غسل خانہ کا انتظام خود کرنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۸۷/۶، جدید زکریا ۹۶/۹)

فإن كان بحيث يتلوث المسجد يمنع منه لأن تنظيف المسجد واجب.

(بدائع، كتاب الاعتكاف، فصل وأما ركن الإعتكاف قديم ١١٥/٢، جديد زكريا ٢٨٤/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۷۹/۲۸)

کیا مسجد میں محلّہ کے حافظ صاحب سو سکتے ہیں؟

سوال: [۷۹۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے محلّہ کی مسجد میں ہمارے محلّہ ہی کے ایک حافظ صاحب جو ایک مکتب میں پڑھاتے ہیں، اور تبلیغ کا کام بھی کرتے ہیں شادی کی تھی طلاق ہوگئی، اب بغیر عورت کے ہیں، ان کا گھر موجود ہے، تاہم دن میں روزانہ صبح وشام مسجد کے جماعت خانہ میں دوسری تیسری صف میں چادر وغیرہ بچھائے بغیر سو جاتے ہیں، ان کی یہ عادت روزانہ کی ہے ہم نے مولویوں اور مفتیوں سے سنا ہے کہ مسجد میں محلّہ کے آدمی کا عادت بنا کر سونا منع ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ حافظ صاحب کی یہ حرکت کیسی ہے، وہ مسجد میں سو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور سونا کیسا ہے؟ مکروہ تحریمی یا حرام یا نا جائز؟

المستفتي: عبداللہ عبدالرحیم،
قصائی واڑا، ایٹلی واڑی، گودھرا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: معتکف، مسافر اور اجنبی آدمی کے لئے مسجد میں سونا بلا کراہت جائز اور درست ہے، اور مقامی آدمی کا بغیر اعتکاف اور بغیر عبادت کے ارادے کے محض سونے کے لئے عادت بنالینا مکروہ ہے، اگر حافظ صاحب اعتکاف اور تلاوت قرآن، نماز یا دیگر عبادت کے ارادے سے مسجد میں آتے ہیں اور اسی ضمن میں روزانہ سو بھی جاتے ہیں تو کوئی حرج نہیں اور اس کا پتہ حافظ صاحب ہی سے معلوم ہو سکتا ہے، اگر وہ یہ کہتے ہیں، کہ میں اعتکاف کی نیت کر لیتا ہوں تو حافظ صاحب پر کوئی اعتراض واشکال نہیں ہونا چاہئے۔

عن عبد الله بن عمرؓ أنه كان ينام وهو شاب أعزب لا أهل له في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم. (بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب نوم الرجال فی المسجد ۱/۶۳، رقم: ۴۳۵، ف: ۴۴۰)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: أتانا رسول الله ﷺ ونحن

مضطجعون فی مسجده فضربنا بعسیب کان فی یده، وقال: قوموا لا ترقدوا فی المسجد. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی ۱/۴۲۲، رقم: ۱۶۵۵، کنز العمال ۸/۱۵۳، /۲۳۱۲۱)

ویکره النوم والأکل فیه لغیر المعتکف وإذا أراد أن یفعل ذلک ینبغی أن ینوی الإعتکاف فیدخل فیه ویذکر اللہ تعالیٰ بقدر ما نویٰ أو یصلی ثم یفعل ما شاء ...... ولا بأس للغریب ولصاحب الدار أن ینام فی المسجد فی الصحیح من المذهب والأحسن أن یتورع فلا ینام. (هندیه، کتاب الکراهیة، الباب الخامس زکریا قدیم ۵/۳۲۱، جدید ۵/۳۷۱، شامی، باب ما یفسد الصلوٰة مطلب فی الغرس فی المسجد کراچی ۱/۶۶۱، زکریا ۲/۴۳۵، حلبی کبیر، فصل فی احکام المساجد قدیم ۸/۵۶۸، جدید اشرفیه دیوبند ۶۱۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/رجب ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۸۲/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۷/۲۷ھ

مسجد کے وضوخانہ میں غسل کرنا

سوال: [۷۹۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ مسجد کے وضوخانہ والی ٹنکیوں میں غسل جنابت وغیرہ کرتے ہیں، جس سے مسجد کے صحن وغیرہ میں چھینٹیں جاتی ہیں، میں لوگوں کو منع کرتا ہوں پھر بھی نہیں مانتے اور غسل خانہ بھی بنا ہوا ہے صرف دروازہ ٹوٹا ہے تو کیا غسل خانہ میں غسل کرنا چاہئے یا وضوخانہ میں اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتي: محمد عاقل، بروالان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وضوخانہ میں غسل کرنے میں پانی حدود مسجد اور

صحن مسجد میں گرتا ہے تو وہاں بیٹھ کر نہانا ممنوع ہوگا، غسل خانہ ہی میں نہانا چاہئے۔

فإن كان بحيث يتلوث يمنع منه لأن تنظيف المسجد واجب.

(بدائع، كتاب الاعتكاف، فصل وأما ركن الاعتكاف كراچی ۲/۱۱۵، زکریا دیو بند۲/۲۸٤، شامی، کراچی۲/٤٤٥، زکریا۳/٤٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲؍۴۳۹۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵؍۳؍۱۴۱۶ھ

الفصل السابع: توسیع مسجد سے متعلق احکام

پرانی مسجد شہید کر کے نئی مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۷۹۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وقتی طور پر ایک چھوٹی سی مسجد بنائی گئی تھی جس میں آٹھ نو سال نماز پڑھتے رہے، اب دوسری نئی مسجد بنائی گئی تو لوگ وہیں پر نماز پڑھتے ہیں، پرانی مسجد ایسے ہی پڑی رہی پھر اس مسجد کو شہید کر کے اس کے پتھر نئی مسجد کے صحن کی تعمیر میں لگا لئے گئے اور اس مسجد کو بالکل صاف کر دیا گیا اب وہ جگہ بالکل خالی ہے، لیکن مسجد کے احاطہ میں ہی ہے، تو ایسی مسجد کا کیا حکم ہے؟ وہ جگہ ہمیشہ مسجد کے حکم میں رہے گی یا نہیں؟ اور اس کے شہید کرنے میں اور بالکل صاف کر دینے میں کیا صورت ہوتی ہے؟ آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: امیر خاں، محلّہ محمود گنج، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جن لوگوں نے مسجد کو شہید کر دیا وہ لوگ بہت بڑے گنہگار ہیں، تمام مسلمانوں کو اس مسجد کو تعمیر کر کے آباد کرنے کی سعی کرنی چاہئے، مسجد کو شہید کر دینے سے اور اس جگہ کو صاف کر دینے سے مسجد کی مسجدیت باطل نہیں ہوتی ہے، بلکہ قیامت تک وہ مسجد مسجد ہی کے حکم میں رہتی ہے۔

ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الإمام والثانی أبداً إلیٰ قیام الساعة وبه یفتی. (درمختار مع الشامی، الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره زکریا ۶/۵۴۸، کراچی ۴/۳۵۸، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/۵۹۵، مصری قدیم ۱/۷۴۸، البحرالرائق، کوئٹه ۵/۲۵۱، زکریا ۵/۴۲۱، هندیه زکریا قدیم ۲/۴۵۸، جدید ۲/۴۱۰، قاضیخان زکریا جدید ۳/۲۰۴، وعلی هامش الهندیه ۳/۲۸۸، مسبوط، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۲/۴۲، الفتاوی الولوالجیه،

دارالإیمان سهارن پور ۳/ ۸۸، خلاصة الفتاویٰ اشرفی ٤/ ٤٢٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۴۸۷)

پرانی مسجد شہید کر کے تعمیر جدید کرنا

سوال: [۷۹۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک پرانی مسجد ہے، جس کی چھت ٹوٹی ہوئی ہے، دیواریں مضبوط ہیں، اور مسجد کا صحن بھی خوب کشادہ ہے اور اس کے آس پاس میں قبریں ہیں، مسجد کے منتظم حضرات مسجد کو شہید کر کے تعمیر جدید کرنا چاہتے ہیں، اور ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں، کہ جو قبریں ہیں ان کو مسمار کر کے دوکان یا مکان بنا دیا جائے، جبکہ کچھ مقتدی یہ چاہتے ہیں، کہ قبروں کو مسمار نہ کیا جائے اور نہ ہی مسجد کو شہید کیا جائے، بلکہ چھت کی مرمت کر دی جائے، اور صحن چونکہ خوب لمبا چوڑا ہے اس لئے مسجد کا صحن اندورنی مسجد میں لے کر اضافہ کیا جاسکتا ہے، کیا ایسی صورت میں مسجد کو ازسرنو بنانا درست ہے یا پھر مسجد کی توسیع چھت کی مرمت کے ساتھ کر دی جائے، نیز قبروں کو توڑ کر اسے مسمار کر کے اس جگہ دوکان یا مکان بنایا جاسکتا ہے؟

المستفتي: اعظم الدین خان، رامپوری، سرائے روہیلہ، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر چھت بوسیدہ ہو چکی ہے نئی چھت کی ضرورت ہے اور مسجد بھی تنگ ہوگئی ہے جس کی وجہ سے توسیع کی بھی ضرورت ہے اور بنیاد ودیوار بھی مضبوط ہے تو توسیع مسجد کے لئے جو جو دیوار توڑنے کی ضرورت پیش آجائے، شرعاً ان کو توڑنے کی اجازت ہے، اور جو دیوار باقی رکھی جاسکتی ہے، اور اس کو توڑے بغیر توسیع ہوسکتی ہے، تو ان دیواروں کو باقی رکھنا ضروری ہے، بلا وجہ توڑنے کی اجازت نہیں اور توسیع کی صورت میں جو قبریں حدود مسجد میں آرہی ہیں، اگر وہ قبریں مسجد کی ملکیت کی

جگہ میں ہیں، تو ایسی صورت میں ان قبروں کو ہموار کرکے اس جگہ کو حدود مسجد میں جہاں نماز پڑھی جاتی ہے، اس میں داخل کر لینا جائز ہے، اور اگر وہ قبریں مسجد کی ملکیت کی جگہ میں نہیں ہیں، بلکہ وہ جگہ موقوفہ قبرستان کی ہے، اور وہاں دفن کا سلسلہ بھی جاری ہے، تو قبروں کی جگہ کو مسجد میں لینا جائز نہیں ہے، اور اگر دفن کا سلسلہ باقی نہیں رہا ہے اور وہ قبریں ستر اسی سالہ پرانی ہیں، تو موقوفہ قبرستان کی پڑی ہوئی جگہ جس میں قبریں بھی ہیں، حدود مسجد میں لے لینا جائز ہے، اور قبروں کو ہموار کرنے کی بھی گنجائش ہے، اس لئے کہ خود مسجد نبوی قبروں کی جگہ پر بنی ہوئی ہے، لیکن قبروں کی جگہ چاہے مسجد کی ہو اس میں قبروں کو مسمار کرکے مسجد کی آمدنی کے لئے دوکان یا مکان بنانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

(فإن قلت) هل يجوز أن تبنى المساجد على قبور المسلمين (قلت) قال ابن القاسم لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلك بأساً وذلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين .

(عمدة القاری، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، داراحياء التراث العربی ٤/١٧٩، زکریا٣/٤٣٥، تحت رقم الحديث /٤٢٨، فتح الملهم، کتاب المساجد٢/١١٨، وهکذا فی الفتاویٰ التاتار خانية ٨/١٨٨، رقم: ١١٥٩٧، المحيط البرهانی، المجلس العلمی٩/١٤٤، رقم: ١١٤١١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵؍ ۷۱۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸؍ ۳؍ ۱۴۲۲ھ

پرانی مسجد کی جگہ نئی مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۷۹۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پرانی مسجد کو توڑ کر اسی جگہ پر نئی مسجد بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور پرانی مسجد کی جو لکڑی وغیرہ ہے،

اس کوجلا سکتے ہیں یانہیں؟ اور دیگر کام میں لا سکتے ہیں یانہیں؟ یا کیا کیا جائے،قرآن وحدیث کےمطابق فیصلہ فرمائیں؟

المستفتي: معراج الدین، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وہ لکڑی مسجد میں لگانے کے قابل ہے،تو مسجد ہی میں لگانا لازم ہوگا، اور اگر اس قابل نہیں ہے، تو اہل محلّہ اور کمیٹی کی رائے سے ان کو فروخت کر کے قیمت مسجد کی ضروریات اور تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶/ ۲۰۸، ڈابھیل ۱۴/ ۴۹۳، کفایت المفتی ۷/ ۶۱، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۱۰۷)

هل لواحد لأهل المحلة أن يبيع الخشب بأمر القاضي ويمسك الثمن ليصرفه إلىٰ بعض المساجد أو إلىٰ هذا المسجد قال نعم الخ. (شامی، الوقف، في نقل القاضي المسجد ونحوه زكريا ٦/ ٥٥٠، كراچی ٤/ ٣٦٠، منحة الخالق زكريا ٥/ ٤٢٥، كوئٹه ٥/ ٢٥٣، المحيط البرهاني المجلس العلمي ٩/ ١٥١، رقم: ١١٤٤٢، الفتاویٰ التاتار خانية زكريا ٨/ ١٩٧، رقم: ١١٦٢٦، هنديه، زكريا قديم ٢/ ٤٧٩، جديد ٢/ ٤١٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۸۴۸)

تعمیر جدید کی صورت میں مسجد میں ردو بدل کرنا

سوال: [۷۹۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) مسجد آٹھ در کی بنی ہوئی ہے، بیچ کے دو در کو توڑ کر ایک در بنانا چاہتے ہیں، تو کیا شریعت میں ایسا کرنا جائز ہے یانہیں؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ پرانی مسجد کا جو کھمبا ہے، اس کو وہاں سے ہٹا کر مسجد کے

حدود کے علاوہ باہر وضو خانہ میں لگانا چاہتے ہیں؟ شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد علی، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر نمازیوں کے لئے ایک در بنانے میں سہولت ہے اور مسجد میں وسعت پیدا ہوتی ہے، تو گنجائش ہے۔

(۲) نیز مسجد کے کھمبے کو ہٹا کر اسی مسجد کے وضو خانہ میں لگا سکتے ہیں، جبکہ اس کو ہٹانے میں مسجد کا کوئی نقصان نہ ہو۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/ ۲۵، جدید زکریا مطول ۱۰/۸۱، امداد المفتیین /۷۹۳)

مسجد أراد أهله أن يجعلوا الرحبة مسجداً والمسجد رحبة وأرادوا أن يحدثوا له بابا وأرادوا أن يحولوا الباب عن موضعه فلهم ذلك. (هندیه، الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، وما یتعلق به زکریاقدیم ۲/ ٤٥٦، جدید ۲/ ٤٠٩، شامی، کراچی ٤/ ٣٧٨، زکریا ٦/ ٥٧٦، الفتاویٰ التاتار خانیة زکریا ٨/ ١٥٧، ١٥٨، رقم: ١١٥٠٠، المحیط البرهانی، المجلس العلمی ٩/ ١٢٥ رقم: ١١٣٣٩، تبیین الحقائق، امدادیه ملتان ٣/ ٣٣١، زکریا ٤/ ٣٧٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۸۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۳۰ھ

زیر تعمیر مسجد میں نماز کو موقوف رکھنا

سوال: [۷۹۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک چھوٹی سی مسجد کی تعمیر ہورہی ہے، جس میں عمارت کا ملبہ پڑا ہوا ہے، اس میں نماز شروع کرنے سے دشواری ہوسکتی ہے، تو ایسی صورت میں جب تک تعمیر نہ ہوجائے اور سہولت سے نماز نہ پڑھ سکیں تب تک اس مسجد میں نماز موقوف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ پڑوس میں دوسری مسجد بھی ہے، جس میں تمام نمازیں ہوتی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مسجد میں تعمیر ہونے اور ملبہ پڑے ہونے کی وجہ سے نماز پڑھنا دشوار ہوتو ایسی مسجد میں نماز کوموقوف کر کے قریب کی مسجد میں جا کر نماز ادا کرنا جائز ہے اور اس مسجد میں نمازوں کوموقوف کرنے کی وجہ سے لوگ اس وعید میں داخل نہ ہوں گے، جو مسجد کو خراب کرنے اور اس میں ذکر اللہ سے روکنے والوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۱/ ۳۴۴، ڈابھیل ۱۴/ ۳۹۷)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا —— وَظَاهِرُ الآیة، العموم فی کل مانعٍ وفی کل مسجدٍ وخصوصُ السببِ لا یمنعهٗ . (روح المعانی زکریا ۱/ ۵۷۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ۳/ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۵۹)

کیا تعمیر جدید کے دوران نماز کا قائم رکھنا ضروری ہے؟

سوال: [۷۹۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد پرانی اور بوسیدہ ہوگئی تھی، اس کی تعمیر جدید ہورہی ہے، تو کیا پوری مسجد کو شہید کر کے ازسرنو تعمیر کی جائے یا کچھ حصہ میں نماز باجماعت کرتے رہنا ضروری ہے، یا جب تک تعمیر ہورہی ہے نماز و جماعت روک دی جائے، یہ مسجد شہر مرادآباد کی ایک چھوٹی مسجد ہے اس کے آس پاس اور قریب میں اور بھی مسجدیں ہیں، وہاں لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں، شرعی حکم کیا ہے؟ تحریر فرمادیں؟ نوازش وکرم ہوگا؟

المستفتي: عبدالقدیر، بانس منڈی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب چھوٹی مسجد ہے اور دوران تعمیر اس میں نماز کو

جاری رکھنا دشوار ہے تو جب تک مسجد تعمیر نہ ہوجائے اس وقت تک کسی الگ جگہ پر نماز کا سلسلہ جاری کرسکتے ہیں، اور جب مسجد تعمیر ہوکر اس قابل ہوجائے کہ بلاکسی دشواری کے اس میں جماعت ہوسکے تب جماعت کا سلسلہ اس میں جاری کیا جائے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ـــــ وَظَاهِرُ الآية العموم في كل مانعٍ وفي كل مسجدٍ، وخصوصُ السببِ لا يمنعهٗ . (روح المعاني زكريا ۱/ ۵۷۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۷۵/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۳/۱۴۳۵ھ

محراب نیچے منزل میں بنائی جائے یا اوپر والی میں؟

سوال: [۷۹۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صوبہ تمل ناڈو میں شہر وانمباڑی کی مشہور جامع مسجد نیلی کھیت کو چند سال قبل بغرض توسیع شہید کیا گیا اور از سر نو اس کی تعمیر کی گئی اور محراب کو پہلی منزل پر منتقل کردیا گیا، اور نچلی منزل بند رہتی ہے اور بوقت ضرورت اس کو کھولا جاتا ہے، چونکہ جماعت پہلی منزل پر ہوتی ہے، تو بعض دل کے مریض سیڑھی چڑھ کر جماعت میں شامل ہونے کی اپنی مجبوری ظاہر کرکے نچلی منزل میں ہی نماز ادا کرتے ہیں، دیکھا دیکھی نوجوان بھی نیچے ہی نماز پڑھنے لگے، اور نچلی منزل میں بمقابلہ پہلی منزل کے جماعت کثیر ہونے لگی، جس کی وجہ سے اکثریت کی رائے ہے کہ محراب کو نچلی منزل ہی میں منتقل کردیا جائے، مگر نچلی منزل کی اونچائی بہت کم ہونے کی بنا پر یہ سوچا جارہا ہے، کہ زمین دو تین گز کھدائی کرکے فرش بچھا دیا جائے، اور نچلی منزل ہی میں محراب ہو اور یہیں مستقل جماعت ہونے لگے اب قابل لحاظ سوال یہ ہے کہ:

(۱) جماعت پہلی منزل میں افضل ہے یا نچلی منزل میں؟

(۲) مسجد کے اگلے حصہ کی طرف قبرستان واقع ہے اور قبرستان اور جامع مسجد کے مابین ایک مستقل دیوار حائل ہے، کیا نچلی منزل کی دو تین گز کھدائی کرکے اسی کو مستقل محراب

بنانے اور وہاں جماعت ہونے سے کسی طرح کی کراہت لازم آتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اوپر کی منزل میں مستقل نماز ہو، معذور مقتدی نیچے کی منزل میں نماز پڑھ لیں، اور ان کو اوپر کی منزل کی تکبیر کی آواز پہونچتی ہے تو جائز ودرست ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ نیچے کی منزل کو مستقل جماعت گاہ بنایا جائے اور فرش کی حسب ضرورت کھدائی کر کے نیچے کیا جائے، تو یہ بھی جائز ہے، جب قبروں اور محراب کے درمیان دیوار حائل ہے تو وہاں محراب بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ دونوں منزلوں کو مستقل حیثیت دی جائے، اور جس منزل پر چاہے امام کھڑے ہوکر نماز پڑھائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۶/ ۵۲۷)

عن صالح مولى التوأمة قال كنت أصلى أنا وأبوهريرة فوق ظهر المسجد نصلى بصلوة الإمام للمكتوبة. (السنن الكبرى للبيهقى، جماع ابواب موقف الإمام والماموم …… دارالفكر ٤/ ٢٧٧، رقم: ٥٣٤٥)

والحائل لايمنع الإقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية، قال الشامى: ولما فى البرهان من أنه لوكان بينهما حائط كبير لايمكن الوصول منه إلىٰ الإمام ولكن لايشتبه حاله عليه بسماع أو رؤية لانتقالاته لايمنع صحة الإقتداء في الصحيح. (شامى، كتاب الصلاة، باب الإمامة زكريا ٢/ ٣٣٣ تا ٣٣٤، كراچى ١/ ٥٨٦)

إن كان للسطح باب فى المسجد ولا يشتبه عليه حال الإمام صح الإقتداء فى قولهم، وإن لم يكن له باب فى المسجد ولكن لايشتبه عليه حال الإمام صح الإقتداء به أيضا وإن اشتبه حال الإمام لايصح الإقتداء. (تاتار خانية، زكريا ٢/ ٢٦٦، برقم: ٢٣٨٥)

وإن كان بينه وبين القبر مقدار لوكان فى الصلوٰة ويمر إنسان لايكره

فههنا أيضاً لايكره. (تاتار خانية زكريا ۲/ ۲۱۳، برقم: ۲۱۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۰۳/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۵/۸ھ

بالائی منزل پر جانے کیلئے حدود مسجد میں سیڑھی بنانا

سوال: [۷۹۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں بادر پور میں ایک قدیم مسجد ایک منزلہ تھی مسجد چھوٹی ہونے کی وجہ سے گاؤں والوں نے اس کی توسیع وتعمیر کرنا شروع کیا قدیم مسجد بحال ہے، اور اس کے قریب میں مسجد کی جگہ میں توسیع کی اور مسجد کو ایک منزلہ کے بجائے دومنزلہ بنایا اور اوپر کے منزلہ میں برائے نماز جانے کے لئے مسجد قدیم کے صحن میں جو مسجد کی شرعی حد میں داخل ہے، سیڑھی بنانا شروع کیا حالانکہ مسجد کی شرعی حد کے علاوہ سیڑھی بنانے کے لئے دوسری جگہ موجود تھی، اور ستر فیصد سیڑھی تعمیر ہوچکی تھی اس کے بعد ایک شخص کے متنبہ کرنے پر گاؤں والوں نے ایک مدرسہ کے دار الافتاء سے فتویٰ پوچھا تو وہاں سے عدم جواز کا فتویٰ ملا اور اس کو توڑنے کا حکم دیا پھر گاؤں والوں نے دوسرے مدرسہ کے دار الافتاء سے فتویٰ پوچھا تو انہوں نے جواز کا فتویٰ دیا اور کہا کہ سیڑھی تعمیر ہونے کے بعد اس کو توڑنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ مسجد کی تعمیر میں بلاضرورت توڑ پھوڑ کرنا احترام مسجد کے خلاف ہے، نیز مال وقف کی اضاعت لازم آتی ہے، جو جائز نہیں ہے، اور سیڑھی بنانا ”ما أعد للصلوٰة“ کو ”للصلوٰة“ ہی مشغول کرنا ہے، اور یہ بلا شبہ جائز ہے، کیونکہ اوپر جانا مقصود نہیں ہے، نماز مقصود ہے تو سوال یہ ہے کہ مسجد کی شرعی حد میں سیڑھی بنانا جائز ہے یا نہیں اور کیا تعمیر شدہ سیڑھی کو توڑنا واجب ہے، یا اس کو توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کو توڑنا چاہئے یا نہیں؟

نوٹ: گاؤں والوں نے جواز کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے سیڑھی کا جو کام باقی تھا،

وہ مکمل کرلیا ہے۔

المستفتي: محمد عثمان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حدود مسجد اور جماعت خانے کے اندر سے اوپر کی منزل اور اوپر کے جماعت خانے میں جانے کے لئے سیڑھی اور زینہ بنانا بلاتردد جائز ہے، اس لئے کہ اوپر کی منزل میں نمازیوں کے جانے کے لئے جو زینہ بنایا جاتا ہے، وہ "**ما أعد للصلوٰة**" اور ضرورت صلوٰۃ میں شامل ہوتا ہے، اس لئے سوالنامہ میں دوسرا فتویٰ جو جواز سے متعلق ہے وہی صحیح اور درست ہے، نیز جماعت خانے کے اندر سے اوپر جانے کے لئے زینہ بنانے میں ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے، کہ اس زینہ سے معتکف اوپر نیچے آ جاسکتا ہے، نیز مسجد حرام میں اندورن مسجد متعدد زینے اوپر کی منزلوں میں جانے کے لئے بنائے گئے ہیں، لہٰذا جو زینہ اندورن مسجد سے اوپر کے جماعت خانے میں جانے کے لئے بنایا جاچکا ہے، اس کو ناجائز سمجھ کر توڑ دینا جائز نہیں ہوگا، بلکہ مسجد کے مال کو ضائع کرنا بھی لازم آئے گا، اور مسائل شرعیہ کو غلط رخ دینا بھی لازم آئے گا، حضرات فقہاء نے نمازیوں کی ضرورت کے لئے غیر مسقّف مسجد میں سایہ دار درخت لگانے کی اجازت دی ہے، اور ضرورت کی بنا پر حائضہ اور جنبی کے علاوہ لوگوں کو مسجد کے اندر سے گذرنے کی بھی اجازت دی ہے۔

غرس الأشجار في المسجد لابأس به إذا كان فيه نفع للمسجد بأن كان المسجد ذا نز والأسطوانات لا تستقر بدونها وبدون هذا لايجوز ١ه وفي الهندية: عن الغرائب إن كان لنفع الناس بظله ولا يضيق على الناس ولا يفرق الصفوف لابأس به. (شامی، الصلاۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا، مطلب فی الغرس فی المسجد زکریا ۲/۴۳۵، کراچی ۱/۶۶۱)

وفيه أيضاً نعم يوجد في أطراف صحن الجوامع رواقات مسقوفة للمشي فيها وقت المطر ونحو لأجل الصلوة أو للخروج من الجامع

لالمرور المارين مطلقاً . (شامی، الوقف، مطلب فی جعل شیئی من المسجد طريقاً زکريا ٦/ ٥٧٥ ، کراچی ٤/ ٣٧٨)

إذا جعل فی المسجد ممرّاً فإنه يجوز لتعارف أهل الأمصار فی الجوامع وجاز لكل واحد أن يمر فيه حتیٰ الكافر إلا الجنب والحائض والنفساء الخ. (هنديه ، الباب الحادی عشر فی المسجد ، زکريا قديم٢ /٤٥٧، جديد ٢/ ٤١٠، البحرالرائق، فصل فی أحكام المسجد كوئٹه ٥/ ٢٥٥، زکرياه/٨ ٤٢، تبيين الحقائق ، زكريا٤/ ٢٧٤، امداديه ملتان ٣/ ٣٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۹۴۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۱۵ھ

مسجد کے حوض وصحن اوراس سے ملحق عمارت کے نیچے تہ خانہ بنانا

سوال: [۷۹۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بستی میں قدیم زمانہ میں ایک بہت چھوٹی سی مسجد تھی مگر اب سے تقریباً ستر پچھتر سال قبل اس مسجد کو ازسرنو بنایا گیا جو کافی وسیع ہوگئی، اوراس سے ملحق ایک کمرہ امام صاحب کے لئے اور چار کمرے وہاں کے مدرسین کے قیام کے لئے اورایک درس گاہ بھی کافی وسیع بنائی گئی، مدرسہ میں تعلیم بھی شروع سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک ہوتی ہے، پھر کچھ عرصہ کے بعد مسجد کے آگے ایک برآمدہ بھی بنایا گیا اوراب تین چار سال قبل مسجد کے پیچھے جو زمین وقف بضر ورت مسجد تھی، اس میں بھی مسجد کی عمارت بنائی گئی اور قدیم مسجد میں غربی جانب یعنی قبلہ کی دیوار میں دروازے کھول دیئے گئے ، دونوں عمارتیں قدیم وجدید ایک سی ہوگئیں، اور بڑی خوشنما اور کافی وسعت ہوگئی، مسجد کے نیچے اوپر اور باہر جو کمرے بنے ہوئے تھے، ان پر تقریباً دو تین ہزار آدمی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں، اب چونکہ وہاں پر تبلیغی سلسلہ میں وفود کثرت

سے آتے رہتے ہیں، تو انجینئروں کے مشورہ سے یہ بات طے ہوئی کہ مسجد کے حوض اور صحن کو ختم کیا جائے اور مسجد سے ملحق جو عمارت اور جو زمین پڑی ہوئی ہے، اور برآمدہ کے نیچے اور حوض کی جگہ پر اور ملحقہ جو عمارت اور زمین پڑی ہوئی ہے، اس کے نیچے ایک بہت ہی بڑا وسیع تہ خانہ بنایا جائے جس میں ہزار پندرہ سو آدمی ایک وقت میں بیٹھ کر کھانا کھاسکیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ مسجد کی قدیم عمارت میں اور اس کے حوض اور ملحقہ حجروں میں یہ تصرف کرنا مصالح مسجد سمجھا جائے گا، یا مصالح ضیوف جبکہ فقہ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ تعمیر مسجد مکمل ہو جانے کے بعد کسی قسم کا تعمیر میں تغیر نہیں کیا جا سکتا ہے، اور مسجد کے نیچے اگر تہ خانہ بنایا گیا ابتدائے تعمیر کے وقت مصالح مسجد کے لئے یعنی مسجد کا ضروری سامان رکھنے کے لئے تو اس کی گنجائش ہے، امام کی رہائش کے لئے بھی اگر اوپر مکان ابتداء میں بنایا گیا تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے، بعد میں امام کے مکان بنانے کے لئے گنجائش نہیں تفصیل کے ساتھ اس کا جواب مرحمت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں، نوازش ہوگی؟

المستفتي: (حضرت مولانا) افتخار الحسن (صاحب مدظلہ)
کاندھلہ، مظفر نگر (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تبلیغی وفود کسی انسان کے ضیوف اور مہمان نہیں ہیں، اور نہ ہی مدرسہ یا مدرسہ کے منتظم کے مہمان ہیں، بلکہ یہ وفود خالص ضیوف اللہ ہیں، اللہ کے مہمان ہیں، جن کا قیام وطعام سب کچھ اللہ کے گھر میں ہونا ہے، اور سوالنامہ میں جس مسئلے کے بارے میں حکم شرعی معلوم کیا گیا ہے اس کے متعلق کتب فقہ کے جزئیات کا احاطہ کرنے کے بعد جو حکم سمجھ میں آیا ہے، وہ پیش خدمت ہے- سوال نامہ میں جس تہ خانہ کا ذکر کیا گیا ہے، اس میں دو قسم کی زمین آتی ہیں۔

(۱) مسجد کا برآمدہ اور صحن کا وہ حصہ جو پہلے سے شرعی مسجد کے دائرہ میں داخل ہے۔ (۲) مسجد سے ملحق کمرے، درس گاہ اور مسجد کا حوض جو پہلے سے شرعی مسجد کے دائرہ

سے خارج ہے، اسی طرح صحن کا وہ حصہ جو پہلے سے شرعی مسجد کے دائرہ سے خارج ہے تو ان دونوں قسموں کی زمینوں میں سے پہلی قسم کی زمین کے نیچے تہ خانہ کا جو حصہ ہوگا، وہ شرعی مسجد ہی رہے گا، اور اس کو شرعی مسجد ہی رکھنے کے لئے نیت کرنا لازم اور واجب ہے اور یہ توسیع مسجد کے حکم میں ہوگی جو کہ جائز ہے۔

رجل بنیٰ مسجداً ثم مات فأراد أهل المسجد أن ينقضوه ويزيدوا فيه فلهم ذلك. (هنديه، الباب الحادی عشر فی المسجد وما يتعلق به زكريا قديم ٢/٥٧، جديد ٢/٤١٠)

قوم بنوا مسجداً واحتاجوا إلىٰ مكان ليتسع المسجد وأخذوا من الطريق وأدخلوه فی المسجد – إلىٰ قوله– إن كان لايضربهم رجوت أن لايكون به بأس كذا فی المضمرات وهو المختار. (هنديه، زكريا قديم ٢/٤٥٦، جديد ٢/٤٠٩، حاشية چلپی، مكتبه امداديه ملتان ٣/٣٣١، زكريا ٤/٢٧٤، البحرالرائق، كوئٹه ٥/٢٥٥، زكريا ٥/٤٢٨، المحيط البرهانی، المجلس العلمی ٩/١٢٦، رقم: ١١٣٤١، الفتاویٰ التاتار خانية زكريا ٨/١٥٨، رقم: ١١٥٠٢)

اور دوسری قسم کی زمین کے نیچے جو تہ خانہ بنایا جائے گا اس کو شرعی مسجد کے دائرہ میں داخل کرنا ضروری نہیں بلکہ تہ خانہ کے اس حصہ کو خالص کھانا کھلانے کیلئے متعین کر لینا بھی جائز ہوگا، اور پہلی قسم کی زمین کے نیچے کے تہ خانہ میں بوجہ ضرورت معتکفین اور تبلیغی وفود کو کھانا کھلانا بھی جائز ہوگا، مگر اصالتۃً مسجد رہے گی، اور تبعاً کھانا کھلانے کی گنجائش ہے جیسا کہ دیگر مسجدوں میں ہوتا ہے، اگر اس طرح کے پروگرام کے تحت سوال نامہ میں ذکر کردہ وسیع ترین تہ خانہ بنالیا جائے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، البتہ اگر دونوں قسموں کے تہ خانہ کے اوپر کے حصے کو مکمل شرعی مسجد کے دائرہ میں داخل کرنا چاہے تو اس کی بھی گنجائش ہے کہ دوسری قسم کی زمین کے نیچے تہ خانہ شرعی مسجد سے خارج ہو اور اس کے اوپر کا حصہ شرعی مسجد کے دائرہ میں داخل ہو اس لئے کہ اس حصہ میں جو مسجد کا حصہ بن رہا ہے، وہ ابتداء بن رہا ہے، پہلے سے نہیں ہے، جیسا کہ اس گنجائش کی طرف سوال نامہ میں اشارہ ہے۔

إذا كان السفل مملوكاً وفوقه مسجد جاز– الخ. (تاتار خانيه

کوئٹہ٥/٤٨٣، زکریا ١٦١/٨، رقم: ١١٥٠٨)

إذا كان تحته شيئي ينتفع به عامة المسلمين يجوز لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلك لله تعالىٰ . (تقریرات رافعي تحت الشامي، زکریا٦/ ٨٠)

اوراس کے برخلاف اگر دونوں قسم کی زمینوں کوشرعی مسجد سے خارج کرکے صرف طعام ضیوف کے لئے متعین کرکے تہ خانہ میں شامل کرلیا جائے تو جائزنہ ہوگا، اس لئے کہ اس میں شرعی مسجد کی جگہ کومسجدیت سے خارج کرنالازم آتا ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۵؍ربیع الاول۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۴؍۶۵۲۱)

الجواب صحیح:
احقرمحمدسلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۵ھ

مسجد کے نیچے تہ خانہ بنانا

سوال: [۷۹۲۸]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد جوکہ چھوٹی ہےاوراس کی توسیع کے لئے ایک پلاٹ مسجد کےآگے کے حصے میں خریدا گیاہے، اوربانی مسجد کی نیت یہ ہے کہ اس پلاٹ کے نیچے تہ خانہ بنائیں گےاوراس تہ خانہ کوگودام یاکار خانہ کےطور پراستعمال میں لائیں گےاوراس سے جوآمدنی ہوگی اس کومسجد کےمصرف میں خرچ کریں گے،کیااس طرح کاتہ خانہ بنانادرست ہے،مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: ثاقب انور، پورنوی،امام مسجدحمزہ،لاجپت نگر،ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ پلاٹ میں جب پہلے ہی سے یہ پروگرام ہے، کہ اس پرمسجد بننے سے پہلے نیچے تہ خانہ کوگودام وغیرہ کی شکل دی جائے گی جوکرایہ پر چلے گا جس کی آمدنی مسجد میں آئے گی ، اوراس کے اوپر شرعی مسجد بنائی

جائے گی ، اور بیس مینٹ مسجد ہی کی ملکیت میں رہے گا اور جب مسجد کو اس کی ضرورت پڑے گی تو آسانی سے خالی کرایا جاسکے گا، تو ایسی صورت میں چونکہ نیچے کا حصہ مسجد کی ملکیت ہے اور مصالح مسجد کے لئے تہ خانہ وغیرہ بنانا جائز ہے، اور آمدنی اور منافع بھی مصالح مسجد ہی میں شامل ہیں اس لئے اس مقصد کے واسطے مذکورہ پروگرام کے تحت عمارت بنانے کی گنجائش ہے اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ پرانی مسجد کا کوئی حصہ گودام وغیرہ میں شامل کرنا جائز نہیں ہے، اس کے نیچے سے اوپر تک مکمل حدود مسجد ہی کے دائرہ میں رہنا لازم ہے۔

لو جعل تحته حانوتا وجعله وقفاً على المسجد قيل لايستحب ذلك ولكنه لو جعل فى الإبتداء هكذا صار مسجداً وما تحته صار وقفاً عليه ويجوز المسجد والوقف الذى تحته. (حاشية چلپي على التبيين، الوقف، فصل فى أحكام المسجد، زكريا ٤/ ٢٧١، امدادية ملتان ٣/ ٣٣٠)

وعن بعض المشائخ إذا كان العلو والسفل حوانيت موقوفة على المسجد أو على الأغلب لابأس به لأن الكل منقطع عن حقوق العباد.

(بنايه، مكتبه اشرفيه ديو بند٧/ ٤٥٥، مستفاد: امداد الفتاوىٰ زكريا ٢/ ٦٨٢، ٦٨٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۶۲)

مسجد کی قدیم سطح میں تہ خانہ بنانا

سوال: [۷۹۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک قدیم مسجد بھی بوجہ بوسیدہ ہونے کے اس کو از سر نو جدید طرز پر تعمیر

کیا گیا اوراس سے قبل زمین کی جس سطح پر نماز پڑھی جاتی تھی، اس سطح کو اپنی جگہ سے کچھ اوپر کرکے اس کے نیچے تہ خانہ بنا دیا گیا، جو مسجد کی ضروری اشیاء کے رکھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کی قدیم سطح کو بدل کراس کے اوپر کی سطح پر نماز پڑھنا اورقدیم سطح کو تہ خانہ میں بدل کراس کوسامان وغیرہ کے لئے مختص کرنا کیسا ہے؟ مدلل جواب سے نوازیں؟

المستفتي: سیدابراہیم قاسمی، پربھنی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد قدیم کے نیچے تہ خانہ بنا کرسطح زمین کو اونچا کرنے سے نماز میں کوئی فرق نہیں آتا ہے، نیز جماعت خانوں کوئی منزلہ بنا کرسب منزلوں پرنماز ہوتی رہے، تو سب منزل پر بھی مسجد کا ثواب ملتا رہے گا، تہ خانہ پر یا اوپر کے حصہ میں مسجد ہی کے ضروری سامان مثلاً مسجد کی صفیں ،قالین وغیرہ رکھنا بھی بلاتردد جائز ہے، لیکن تہ خانہ یا اوپر کا کوئی حصہ کرایہ پر دینا یا آمدنی کا ذریعہ بنانا جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ جس وقت پہلی مرتبہ مسجد بنی تھی، اسی وقت سے اوپر کی فضا اور نیچے کی زمین ہمیشہ کے لئے مسجد کے حکم میں ہوچکی ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/۳۳، جدید زکریا مطول ۱۰/۴۸۵، محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۴/ ۶۱۷)

قال العلاء وكره الوطئ فوقه لأنه مسجد إلىٰ عنان السماء (درمختار) وفي الشامية قال الزيلعي ولهذا يصح اقتداء من على سطح المسجد بمن فيه إذالم يتقدم على الإمام ولا يبطل الإعتكاف بالصعود إليه قوله: (إلىٰ عنان السماء) وكذا إلىٰ تحت الثرىٰ. (شامی، الصلاة، باب مایفسد الصلاة، ومایکره فیها، مطلب فی احکام المسجد زکریا۲/ ۴۲۸، کراچی ۱/ ۶۵۶)

وحاصله أن شرط كونه مسجدا أن يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ: وإن المساجد لله بخلاف ماإذا كان

السرداب أو العلو موقوفاً لمصالح المسجد فإنه يجوز إذ لاملك فيه لأحد بل هو من تتميم مصالح المسجد كسرداب بيت القدس . (البحرالرائق، كتاب الوقف ، فصل فی أحكام المسجد كوئٹه ۵/ ۲۵۱ ، زكريا۵/ ۴۲۱)

وإذا جعل تحته سردابا لمصالحه أي المسجد جاز . (شامی، زكريا۶/ ۵۴۷، كراچی ۴/ ۳۵۷)

ولايجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلاً ولا سكنیٰ .

(شامی، زكريا كتاب الوقف ، مطلب فی أحكام المسجد ۶/ ۵۴۸، شامی كراچی ۴/ ۳۵۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍صفر ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۰۲/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۲۴ھ

مسجد قدیم کی تعمیر جدید میں تہ خانہ بنانا

سوال: [۷۹۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے سیوہارہ میں ایک پرانی مسجد ہے، اس کی ازسرنو تعمیر ہونے جارہی ہے اس کی تعمیر میں یہ پلان بن رہا ہے، کہ مسجد کے نیچے کی منزل کو تہ خانہ بنادیا جائے، جس میں معذور حضرات یا سنتیں پڑھنے والے سنت پڑھ لیا کریں، اور اوپر کی منزل میں امام صاحب کا مصلیٰ محراب بنادیا جائے اور مسجد کے متصل مدرسہ کو بھی توسیع میں شامل کرلیا جائے تاکہ مسجد وسیع ہوجائے اور اوپر والی منزل میں ہی امام صاحب نماز پڑھائیں، جیسا کہ دارالعلوم دیوبند میں مسجد رشید میں نیچے تہ خانہ ہے اوپر محراب ہے اوپر نماز ہوتی ہے تو ہم لوگ بھی اسی طرح تعمیر کرسکتے ہیں یانہیں؟ شرعی حکم واضح فرمائیں؟

المستفتي: فرقان احمد، مہندی حسن، اکبر حسین، جابر حسین، محمد شاہد، احمد علی سیوہارہ، ضلع: بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں پرانی مسجد کو اپنی جگہ باقی رکھ کر اس کے اوپر کی منزل میں وسعت کے ساتھ تعمیر کر کے امام کا اوپر کی منزل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا بلا کراہت اور بلا شبہ جائز ہے، اور بوقت ضرورت شدت لو وغیرہ کے زمانے میں نیچے کی منزل میں بھی جماعت بنا کے نماز پڑھی جا سکتی ہے، یہ ایسا ہے جیسا کہ گرمیوں کے زمانے میں اصل مسجد کو چھوڑ کر کے مسجد کے صحن کے حصے میں جماعت بنا کر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہوتا ہے، اس لئے نیچے کی منزل کو بھراؤ کر کے بیکار کر دینے کے بجائے اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے، بوقت ضرورت اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے، اسی طرح معذور بھی نیچے نماز پڑھ سکتے ہیں، اور بعد میں آنے والے بھی سنتیں وغیرہ اس میں جا کر پڑھ سکتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۴/ ۴۱۸، امداد الأحکام ۲/۵۴، عزیز الفتاویٰ طبع دار الاشاعت کراچی ۱/ ۲۰۵، ۲۰۶)

وحاصله: أن شرط كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ: وأن المساجد لله. (الجن: ۸)

بخلاف ماإذا كان السرداب أو العلو موقوفاً لمصالح المسجد فإنه يجوز.

(البحرالرائق، الوقف، فصل في أحكام المسجد زكريا ٥/ ٤٢١، كوئٹه ٥/ ٢٥١، شامی، كراچی ٤/ ٣٥٧، زكريا ٦/ ٥٤٧)

اور فتاویٰ رحیمیہ وغیرہ میں جو بات لکھی گئی ہے، وہ بعض مصالح کی بنا پر کہی گئی ہے، اور اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ر صفر ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۹۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۲/۱۴۳۴ھ

قدیم مسجد کو منہدم کر کے نیچے مدرسہ اور اوپر مسجد بنانا

سوال: [۷۹۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک قدیم مسجد کو منہدم کر کے اس کی توسیع کرنا چاہتا ہے، لیکن نیچے مدرسہ اور اس کی بالائی منزل پر مسجد بنانا چاہتا ہے آپ شریعت کی روشنی میں مدلل مع حوالہ کے تحریر فرمائیں، کہ کیا زید کا یہ عمل درست ہوگا؟ اور اس طور پر مسجد اور مدرسہ بنانا اور نماز کا ادا کرنا جائز ہوگا؟

المستفتي: مصطفیٰ حسین، تکیہ پیر غائب، جھواں ٹولہ لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب ابتداء میں مسجد تھی تو دوبارہ اس پر مسجد ہی بنانا لازم ہوگا، اور اس کے اوپر یا نیچے باقاعدہ مدرسہ بنانا شرعاً جائز نہیں ہوگا۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق ...... فإذا كان هذا في الوقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلا ولاسكنىٰ. (الدر مع الرد، الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره زكريا ٦/٥٤٨، كراچی ٤/٣٥٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢١/٢٩٦، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت ٣/٣٣٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۳۵)

مسجد منہدم کر کے اس کے احاطہ میں مدرسہ اور مسجد بنانا

سوال: [۷۹۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک قدیم مسجد کو منہدم کر کے اس سے آگے مسجد کی بنیاد رکھی جائے اور قدیم مسجد کی جگہ مدرسہ

بنایا جائے تو آگے کی طرف مسجد ہوگی قدیم مسجد کی جگہ مدرسہ ہوگا، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ مدلل مع حوالہ کے جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: مصطفیٰ حسین، تکیہ پیر غائب، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے حصہ میں مدرسہ بنانا ہرگز جائز نہیں ہے، وہ حصہ تا قیامت مسجد ہی کے حکم میں رہے گا۔

ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلىٰ قيام الساعة وبه يفتي الخ. (الدر المختار، والوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أوغيره، زكريا ٦/٥٤٨، كراچی ٤/٣٥٨، مجمع الانهر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٥٩٥، مصری قديم ١/٧٤٨، هنديه زكريا قديم ٢/٤٥٨، جديد ٢/٤١٠، قاضيخان جديد ٣/٢٠٤، وعلى هامش الهنديه ٣/٢٨٨، تبيين الحقائق، امداديه ملتان ٣/٣٣٠، ٣٣١، زكريا ٤/٢٧٢، الفتاوىٰ التاتار خانيه زكريا ٨/١٦٤، رقم: ١١٥١٩) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۷۳۵)

تعمیر جدید میں نچلی منزل میں وضوخانہ اور دوسری میں مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۷۹۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بوسیدہ مسجد کی از سر نو تعمیر دومنزلہ اس طرح کی جائے کہ نچلی منزل میں وضو خانہ، غسل خانہ، استنجاء خانہ، حجرۂ امام صاحب ومؤذن صاحب رہے، اوراوپر کی منزل میں مسجد جو نماز کے لئے استعمال ہو، یا نچلی منزل کا کچھ حصہ مصارف مسجد کے لئے کرایہ پر دیا جائے، تو کیا مسجد کے واسطے کرایہ پر دینے کے لئے اس طرح مسجد کی تعمیر ہونا شرعی اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد سفیان، سکریٹری، مسجد محلہ شیخان، علی گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس جگہ مسجد بنادی جائے تو تحت الثریٰ سے آسمان تک اتنی جگہ مسجد کے حکم میں ہوجاتی ہے، لہٰذا مسجد میں جماعت خانہ کے حصہ کوئی تعمیر میں وضوخانہ، غسل خانہ، استنجاء خانہ وغیرہ سے بدلنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس جگہ کو جماعت خانہ ہی باقی رکھنا ضروری ہے، اور نہ جماعت خانہ کے حصہ کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/ ۳۰، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۱۷۳)

وفی الشامیة أمالو تمت المسجدية ثم أراد البناء (إلیٰ قوله) فيجب هدمه ولو علیٰ جدار المسجد الخ. (شامی، الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، زكريا ٦/ ٥٤٨، كراچی ٤/ ٣٥٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٢/ ٢٩٦، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت ٣/ ٣٣٠) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۳۳)

مسجد کی توسیع کے وقت دوکانوں کے اوپر مسجد کا حصہ بڑھانا

سوال: [۷۹۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد پہلے چھوٹی تھی لیکن بعد میں مسجد میں توسیع کرلی گئی تو کیا توسیع شدہ حصہ تعریف مسجد میں داخل ہے یا نہیں؟ اور یوں بھی کہا جاتا ہے، کہ مسجد عرش معلیٰ تک مسجد ہوتی ہے، اور تحت الثریٰ تک بھی مسجد ہوتی ہے، تو اس توسیع شدہ حصہ کے نیچے دوکانیں بنی ہوئی ہیں، آیا اس حصہ پر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس پر لوگ نماز پنجگانہ بھی ادا کرتے ہیں۔

المستفتی: امام جامع مسجد، دھنورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد پہلے سے بنی ہوئی ہے، اوراس کی توسیع کی جارہی ہے اور جس حصہ کی توسیع ہورہی ہے اس میں پہلے سے دوکانیں بنی ہوئی ہیں، اور دوکانوں کے اوپر مسجد کا حصہ بڑھانا ہے تو جائز اور درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دوکانوں کی آمدنی مسجد ہی کو ملتی ہو۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۸۳)

وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أی المسجد جاز كمسجد المقدس الخ. (الدر مع الرد، والوقف، مطلب فی احکام المسجد، زکریا ۶/۵۴۷، کراچی ۴/۳۵۷، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۷/۲۰۲، الدار المنتقیٰ، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/۵۹۴، قدیم ۱/۷۴۷، مجمع الانہر، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/۵۹۴، مصری قدیم ۱/۷۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/صفر ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۰۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۹/۲/۱۴۱۳ھ

مسجد کے نیچے حصہ میں دوکان بنا کر اوپر مسجد بنانا

سوال: [۷۹۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد ولایت علی خان عرف چھوٹی مسجد محلّہ گڑھی پیر خاں ٹھاکر گنج لکھنؤ جو کہ محلّہ کی آبادی میں اضافہ کی بناء پر تنگ ہورہی ہے، خاص طور سے رمضان میں کافی دقت پیش آتی ہے، اس مسجد میں تین دوکانیں ہیں جن کی آمدنی سے مسجد کا خرچ پورا ہوتا ہے، اہل محلّہ مسجد کی توسیع کرنا چاہتے ہیں، موجودہ وقت میں مسجد میں بیک وقت نیچے کے حصہ میں بمشکل تمام چالیس نمازی کھڑے ہوسکتے ہیں، اگر مسجد کو اوپر لاکر دیگر تمام ضرورتیں نیچے کے حصہ میں پوری کی جاتی ہیں، تو اس صورت میں لگ بھگ ایک سو چالیس نمازیوں کی گنجائش اوپر ہورہی ہے، اور تین دوکانوں سے بڑھ کر پانچ دوکانیں ہوجارہی ہیں، لیکن ایسا کرنے پر

مسجد کا وہ حصہ جہاں اس وقت پانچ وقت کی نمازیں ادا کی جارہی ہیں، کچھ دوکانوں کے صرفہ میں جارہا ہے، کیا یہ درست ہے؟

المستفتی: ابوالکلام، گڑھی پیرخاں، ٹھاکرگنج لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس جگہ پر ایک مرتبہ مسجد تعمیر ہوگئی وہ زمین قیامت تک مسجد ہی رہے گی، لہٰذا اس جگہ کو دوکان یا کسی اور مصرف میں لینا قیامت تک جائز نہیں ہے، نیز نیچے کا حصہ کسی حال میں بھی دوسرے مصرف میں استعمال نہیں ہوسکتا ہے، صرف مسجد ہی کی حالت میں رہ سکتا ہے، ہاں البتہ اس کے اوپر اور بغل کی دوکانوں کے اوپر مسجد کی دوسری منزل وسیع کرکے بنانا جائز ہے، جو آپ کے قول کے مطابق ایک سو چالیس نمازی اوپر آجائیں گے، اور نیچے کے پرانے حصہ میں بھی ۴۰؍چالیس نمازی آجائیں گے، کل ۱۸۰؍نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں، صرف یہی شکل آپ اختیار کرسکتے ہیں، اس کے علاوہ نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/۱۱۲، جدید زکریا دیوبند ۹/۹۳)

قال أبو یوسف: هو مسجد أبداً إلیٰ قیام الساعة إلیٰ قوله کانوا یصلون فیه أولا وهو الفتویٰ وبخلاف ماإذا کان السرداب أو العلو موقوفاً لمصالح المسجد فإنه یجوز إذ لاملک فیه لأحد بل هو من تتمیم مصالح المسجد. (البحر الرائق، الوقف، فصل في أحکام المسجد کوئٹه ۵/۲۵۱، زکریا ۵/۴۲۱، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/۵۹۵، مصری قدیم ۱/۷۴۸، شامی، زکریا ۶/۵۴۸، کراچی ۴/۳۵۸، خلاصة الفتاویٰ اشرفی ۴/۴۲۴، الولوالجیة، دارالإیمان سهارنپور ۳/۸۸)

وفی المجتبیٰ لایجوز لقیم المسجد أن یبنی حوانیت فی حد المسجد. (البحر الرائق، کوئٹه ۵/۲۴۹، زکریا ۵/۴۱۸، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۳۷/۲۲۶، هندیه زکریاقدیم ۲/۴۶۲، جدید ۲/۴۱۳) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍صفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر:۶۰۳۲/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۱۶ھ

غسل خانہ وپیشاب خانہ کی جگہ کو مسجد کے دالان میں شامل کرنا

سوال: [۷۹۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صحن مسجد کا وہ حصہ جس پر پہلے غسل خانہ وپیشاب خانہ بنے ہوئے تھے،اور پانی کی ٹنکی وہینڈ پمپ تھا، جب مسجد کی جدید تعمیر ہوئی تو اس کو دالان میں شامل کرلیا گیا بوقت تعمیر ایک عالم دین ومفتی صاحب کے مشورہ سے اس کو خارجی حصہ قرار دے کر وہاں جنازہ کی نماز پڑھائی جانے لگی، پہلے اس جگہ اکثر بچہ کی نماز جنازہ ہوا کرتی تھی،اور بڑے جنازہ کی نماز سڑک پر ہوتی تھی،جس سے بارش کے زمانہ میں پریشانی ہوتی تھی،اب کچھ لوگ اس کو مسجد کا حصہ مانتے ہیں،اور کہتے ہیں، یہاں نماز جنازہ نہیں ہوسکتی میری آپ سے گذارش ہے کہ آپ موقع پر پہونچ کر جگہ کا معائنہ فرما کر شرعی فیصلہ صادر فرمائیں؟

المستفتي: شبیر احمد، کچا باغ،مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ عالم دین مفتی صاحب نے اس جگہ کو اس مصلحت سے خارج رکھنے کا مشورہ دیا ہوگا، کہ اگر مسجد میں شامل کرلی جائے تو پھر بعد میں اس سے نماز جنازہ وغیرہ کا کام لینا ممنوع ہوجائے گا،اگر مسجد سے خارج رکھا جائے تو نماز جنازہ کا بھی کام لیا جاسکتا ہے،اور جماعت کثیرہ کے وقت وہاں جماعت کی صف قائم کی جاسکتی ہے،بس صرف شرعی مسجد کا ثواب وہاں سے حاصل نہ ہوسکے گا،اور جماعت کا ثواب ملتا رہے گا،اور بعد میں حدود مسجد میں شامل کرلینے کی ضرورت ہو تو اہل مسجد اور ذمہ داران مسجد کے اتفاق سے اس کو مسجد میں شامل بھی کیا جاسکتا ہے۔

في الكبرى مسجد أراد أن يجعلوا الرحبة مسجداً (إلىٰ قوله) فلهم

ذلک فإن اختلفوا نظر أیهم أکثر وأفضل فلهم ذلک . (عالمگیری ، الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به زکریا قدیم ۲/۴۵٦، جدید ۲/۴۰۹، المحیط البرهانی ، المجلس العلمی ۹/۱۲۵، رقم: ۱۱۳۳۹، الفتاویٰ التاتار خانیة زکریا۸/۱۵۷، ۱۵۸، رقم: ۱۱۵۰۰، حاشیة چلپی امدادیه ملتان ۳/ ۳۳۱، زکریا ۴/ ۲۷۴، شامی، زکریا ٦/۵۷٦، کراچی ۴/۳۷۸)

احقر نے موقع پر جا کر معائنہ کرلیا ہے اہل مسجد کو اختیار ہے کہ چاہے اس کو داخل کرلیں اور چاہے کسی مصلحت سے خارج رکھیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۰۰ ۳۵)

مملوکہ قبرستان میں مسجد کا چھجہ اور جنگلہ کھولنا

سوال: [۷۹۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے قصبہ میں ایک مسجد دوبارہ تعمیر ہورہی ہے، مسجد کے بائیں طرف ایک مملوکہ قبرستان ہے، اور دائیں طرف عام راستہ ہے، مسجد سے متعلق کچھ حضرات نے مسجد کا لینٹر اس طرح ڈلوایا ہے کہ وہ قبرستان کی طرف چوڑائی میں تقریباً چار فٹ نکلا ہوا ہے، نیز قبرستان کی طرف مسجد کی دیوار میں ایک جنگلہ لگانا بھی چاہتے ہیں، جبکہ قبرستان کے مالکین اس کی مخالفت کررہے ہیں معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح لینٹر نکالنا اور اس پر نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟ اسی طرح جنگلہ لگانے کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے، اگر مسجد کے دائیں طرف جنگلہ لگادیا جائے تو اس میں بظاہر کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا ہے لیکن اس طرف راستہ کی دوسری طرف غیر مسلم آباد ہیں، اور بے پردگی کا خوب احتمال ہے، اس بارے میں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں؟

المستفتي: حاجی قمر الزماں، کٹھور، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مسجد کی پڑوس میں ملکیت کا قبرستان ہے اور مالکان زمین اس قبرستان پر آئندہ کسی قسم کی تعمیر کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں تو ایسی صورت میں اس کی فضا میں مسجد کا لینٹر آجانے کی وجہ سے قبرستان کا کوئی نقصان نہیں ہے، اس لئے مالکان کو ایک مؤمن ہونے کی وجہ سے اس میں رکاوٹ پیدا نہیں کرنی چاہئے اسی طرح جنگلہ نکالنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ اس میں مالکان وقبرستان کا کوئی نقصان نہیں ہے، کیونکہ مسجد کسی شخص خاص کی ملکیت نہیں ہوتی ہے، بلکہ اللہ کی ملکیت ہے اس کا ہر مسلمان کو خیال رکھنا چاہئے اور مسجد میں ہوا اور روشنی کیلئے راستہ کی جانب یعنی دائیں طرف جنگلہ نکالنے پر بھی کوئی حرج نہیں ہے، اگر بے پردگی کا خطرہ ہوتو اس سے رکاوٹ کے لئے کوئی معقول نظم کرلیا جائے مثلاً جنگلہ اس طرح لگالیا جائے کہ سامنے کا منظر دکھائی نہ دے، لیکن ہوا آتی رہے۔ (مستفاد: محمود یہ ڈابھیل۱۴/ ۴۲۱، ۵۱۱)

المقبرة الداثرة إذا بني فيها مسجد ليصلى فيه فلم أرفيه بأساً لأن المقابر وقف وكذا المسجد فمعنا هما واحد. (عمدة القاری، باب هل تنبش قبور مشركی الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، داراحياء التراث العربی٤/ ١٧٤، زكريا٣/ ٤٢٨، تحت رقم الحديث: ٤٢٧، ارشادالساری، دارالفكر ٢/ ٤٣٧)

قوله: وإن جعل شيئي من الطريق مسجداً الخ. يعني إذابنى قوم مسجداً واحتاجوا إلىٰ مكان ليتسع فادخلوا شيئاً من الطريق ليتسع المسجد وكان ذلک لايضر بأصحاب الطريق جاز ذلک. (البحرالرائق، الوقف، فصل فی أحكام المسجد كوئٹه ٥/ ٢٥٥، زكريا٥/ ٤٢٨، هنديه زكريا قديم ٢/ ٤٥٦، جديد ٢/ ٤٠٩، حاشية چلپی امداديه ملتان ٣/ ٣٣١، زكريا ٤/ ٢٧٤، المحيط البرهانی، المجلس العلمی ٩/ ١٢٦، رقم: ١١٣٤١، الفتاوی التاتارخانية زكريا ٨/ ١٥٨، رقم: ١١٥٠٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۶۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۳/۵ھ

قبروں کی جگہ کو ہموار کر کے مسجد کے حصہ میں لینا

سوال: [۷۹۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد جس کے اندر والے حصہ میں چار صفیں ہیں، ہر ایک صف میں تقریباً ۳۰ر تیس نمازی آتے ہیں، برآمدہ میں بھی چار صفیں ہوجاتی ہیں، لیکن برآمدہ والے حصہ میں بائیں جانب چار قبریں بہت پرانی ہیں، جس کی وجہ سے برآمدہ والی صفوں میں صرف بیس آدمی آتے ہیں، جو نقشہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے، اراکین کمیٹی کی رائے یہ ہے کہ مزار کو کھود کر اور دو فٹ نیچی کردیں چونکہ ابھی بھی برآمدے کے فرش سے مزارات چار فٹ نیچے ہیں، تو دو فٹ اور نیچی کرکے فرش سے ملا کر مزار والے حصہ پر لینٹر ڈالدیں اور مزار میت کی جگہ بنادیں جہاں دفن کے وقت میت کو رکھا جاتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ قبر کی کھدائی نہ ہو لیکن اسی کے برابر والی جگہ کھودیں جو بونڈری کے اندر ہی ہے تو مزار اپنی جگہ رہے لیکن آس پاس کی جگہ کھود کر لینٹر ڈالدیں اس صورت میں آدمی اس لینٹر کے نیچے آرام سے کھڑے ہوکر ایصال ثواب کرسکتا ہے، بہر دو صورت ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس لینٹر پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر مفصل جواب تحریر فرمادیں؟

المستفتی: اراکین کمیٹی، مسجد کو کا شاہ، بروالان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مزار کی زمین مسجد ہی کی ہے تو بہت زیادہ پرانا ہونے کے بعد ان مزاروں کو ہموار کرکے ان کے اوپر مسجد بنانا جائز ہے، مسجد نبوی بھی پرانے قبرستان پر بنائی گئی تھی، اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ اگر قبریں بہت پرانی نہیں ہیں تو اوپر پلر

قائم کر کے پھر اس کے اوپر مسجد یا اس کا برآمدہ وغیرہ بنالیا جائے تاکہ لوگ اس پر نماز پڑھ سکیں، اور اگر قبروں کی جگہ وقف کی نہیں ہے، بلکہ انکی ملکیت کی ہے، تو مالکان کی اجازت سے مذکورہ دونوں طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ سے مسجد کے کام میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه الخ. (البحرالرائق، الصلاة، قبیل باب صلاة الشهید زکریا۲/ ۳۴۲، کوئٹه ۲/۱۹۵، تبیین الحقائق، امدادیه ملتان ۱/ ۲۴٦، زکریا ۱/ ۵۸۹، هندیه زکریا قدیم ۱/ ۱٦۷، جدید ۱/ ۲۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۵/۲۰ھ

توسیع مسجد میں قبروں کو شامل کرنا

سوال: [۷۹۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے صحن کے بغل میں جنوب کی جانب مسجد کی ایک قدیم خالی جگہ پڑی ہوئی ہے، جمعہ کے روز جگہ کی قلت کی بنا پر کافی لوگ واپس لوٹ جاتے ہیں، لہٰذا اس کے بارے میں اہل محلّہ کا یہ مشورہ ہے کہ اس پر فرش بچھوا کر صفیں بنوادی جائیں جس سے کہ لوگ آسانی سے نماز ادا کرلیں، اور رمضان المبارک میں ایک طرف بیٹھ کر افطار بھی کرلیا کریں، اس جگہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے، کہ یہاں ایک یا دو قدیم قبریں ہیں، جنکا اس وقت کوئی بھی نام ونشان باقی نہیں ہے، تو فرش بنوا کر اس جگہ میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد عزیز خانصاب، امان فیل، سرائے ترین، ضلع سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب سوال نامہ میں یہ ذکر ہے کہ وہ زمین مسجد کی ہے تو اس صورت میں اس کو مسجد میں ہر طرح سے شامل کرنے کی اجازت ہے، اور بوسیدہ قبروں کو برابر کرکے اس پر فرش بنایا جا سکتا ہے۔

ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ الخ. (شامی، الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ زکریا۳/۱۳۸، کراچی ۲/۲۳۳، تبیین الحقائق، امدادیہ ملتان ۱/۲٤٦، زکریا ۱/۵۸۹، البحر الرائق، کوئٹہ ۲/۱۹۵، زکریا۲/۳٤۲،الفقہ علی المذاهب الاربعة ، دارالفکر ۱/۵۳۸)

ولو کان بجنب المسجد أرض وقف علی المسجد فأرادوا أن یزیدوا شیئاً فی المسجد من الأرض جاز ذلک بأمر القاضی. (البحرالرائق ، الوقف، فصل فی أحکام المسجد ، کوئٹہ ۵/۲۵٦، زکریاہ/٤۲۸، حاشیة چلپی زکریا٤/۲۷٤، قدیم ۳/۳۳۱) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۸ ؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۶۰۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۲۸ھ

پرانی قبروں کو ہموار کرکے مسجد کے فرش میں شامل کرنا

سوال: [۷۹۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری اونچی مسجد بروالان مراد آباد کے صحن میں تقریباً سو سال پرانی قبر ہے محلے میں کوئی وارث بھی نہیں ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب مسجد کی جگہ میں اضافہ کیا جا رہا ہے، اس قبر کو مسمار و کھدائی کرکے مسجد میں شامل کر دینے کی ضرورت ہے ایسی صورت میں اس پر نماز پڑھنی درست ہوگی یا نہیں؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتي: اسخار بیگ، متولی مسجد بروالان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مسجد کی توسیع میں پرانی قبر کو مسجد کے فرش سے برابر کرکے حدود مسجد کے اندر داخل کرلینے کی گنجائش ہے۔ بشرطیکہ وہ زمین مسجد کی ملکیت کی ہو۔

لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلک بأساً لأن المقابر وقف من أوقاف السلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلىٰ المسجد لأن المسجد أيضاً وقف من أوقاف المسلمين. (عمدة القاری، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، دارإحياء التراث العربی ٤/ ١٧٩، زكريا٣/ ٤٣٥، تحت رقم الحديث: ٤٢٨، فتح الملهم، كتاب المساجد، اشرفيه ديوبند٢/ ١١٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شعبان ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۵/ ۸/ ۱۴۳۵ھ

پرانی قبروں کی جگہ کو حدود مسجد میں شامل کرنا

سوال: [۷۹۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد قبرستان میں واقع ہے اور یہ مسجد بہت پرانی ہے محلّہ کے بڑے بوڑھے سبھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں، کہ یہ مسجد ہمارے ہوش سے پہلے سے بنی ہوئی ہے، مسجد کے پورب میں بالکل ملحق مکتب ہے اور مسجد کے تینوں طرف پچھّم اتر دکھن قبریں ہیں، مسجد سے پچھّم میں بالکل مسجد کے سیدھ کچھ حصہ میں لکھوری اینٹوں کی باونڈری ہے اس باونڈری میں بغیر نشان کی بالکل زمین کے ہموار دو قبریں ہیں، کچھ سال قبل اس حصہ میں نمازیوں نے پھلواری لگائی تھی، اور اس وقت قبروں کے نشانات ختم کردیئے گئے تھے، اس باؤنڈری سے باہر تینوں طرف قبرستان ہے، اب الحمد للہ نمازیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے،

اور خاص خاص موقعوں پر جیسا کہ تبلیغی جماعت کے آ جانے پر یا ماہ رمضان المبارک کے موقع پر یا شہر میں فساد وغیرہ کے موقع پر نمازیوں کی تعداد اتنی بڑھ جاتی ہے، کہ مکتب میں صفیں بچھانی پڑتی ہیں، اور مسجد نمازیوں کیلئے چھوٹی پڑ جاتی ہے، اب ضرورت محسوس ہورہی ہے، کہ مسجد کو وسیع کیا جائے، اور پچھّم والا حصہ جو کہ باؤنڈری نما ہے اس کو مسجد میں لیا جائے، مسجد کا اگلا حصہ یعنی کہ امام صاحب کے نماز پڑھانے کی جگہ ان قبروں پر ہوگی جو باؤنڈری میں ہیں، ایسی شکل وصورت میں نماز میں کوئی کراہت تو نہیں ہوگی؟ اور اس جگہ کو مسجد میں لینے کیلئے اس حصہ پر لینٹر ڈال کر مسجد کی عمارت اٹھائی جائے یا بغیر لینٹر کے ہی مسجد کی عمارت بنائی جائے مکمل خاکہ آپکی خدمت میں ارسال ہے آپ علم کی روشنی میں شریعت کے مطابق جواب سے نوازیں آپکا عظیم احسان ہوگا؟

المستفتي: منجانب: منتظمان کمیٹی مسجد چشتی پہلوان، باغپت گیٹ شہر میرٹھ سٹی یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر باؤنڈری کے اندر کی قبریں بہت پرانی ہوچکی ہیں، میت کے اجزاء کے مٹی بن جانے کا ظن غالب ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں اس حصہ کو حدود مسجد کے اندر شامل کر لینے کی گنجائش ہے، اور نماز میں کوئی کراہت بھی نہیں آئیگی۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/۳۳، جدید زکریا مطول ۱۰/۴۸۵)

لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلك بأساً الخ. (عمدة القاری شرح بخاری، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركی الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، داراحياء التراث العربی ٤/١٧٩، زكريا ٣/٤٣٥، تحت رقم الحديث/٤٢٨، فتح الملهم، كتاب المساجد، اشرفيه ٢/١١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۴/ ۱۴۱۳ھ

مسجد کی توسیع میں قبرستان کو شامل کرنا

سوال: [۷۹۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے صحن میں قبر ہے، اب ضرورت مسجد بڑھانے کی ہورہی ہے نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے، تو کیا ان قبروں کو مسمار کرکے مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے، یا بڑھائی جاسکتی ہے، جواب شافی سے مع حوالہ مطلع فرمائیں؟ نوازش وکرم ہوگا؟

المستفتي: محفوظ احمد قریشی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جہاں قبر ہے، وہ زمین اگر مسجد کی ملکیت میں ہے، اور میت کے اجزاء کے باقی نہ ہونے کا ظن غالب ہے تو برابر کرکے مسجد کی تعمیر اس پر درست وجائز ہوگی۔

جاز زرعه والبناء عليه إذا بلى وصار تراباً. (الدر المختار، الصلاة، باب صلاة الجنازة، کوئٹه ۱/۶۶۲، زکریا۳/۱۴۵، کراچی ۲/۲۳۸، وهکذا زکریا۳/۱۵۵، ۱۳۸، کراچی ۲/۲۴۵، ۲۴۳، الفقه علی المذاهب الاربعة، دارالفکر ۱/۵۳۸)

ولو بلى الميت وصار تراباً جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه الخ. (تبیین الحقائق، ۱/۲۴۶، امدادیه ملتان ۱/۲۴۶، البحرالرائق، زکریا۲/۳۴۲، کوئٹه ۲/۱۹۵، عمدة القاری داراحیاء التراث العربی ۴/۱۷۹، زکریا۳/۴۳۵، تحت الرقم الحديث: ۴۱۸، فتح الملهم، کتاب المساجد اشرفیه ۲/۱۱۸، الفتاوی التاتار خانية زکریا ۸/۱۸۸، رقم: ۱۱۵۹۷، المحيط البرهاني ،المجلس العلمی ۹/۱۴۴، رقم: ۱۱۴۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۵۵۹)

سڑک کے کچھ حصہ کو مسجد میں شامل کرنے کا حکم

سوال: [۷۹۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) محلّہ میں ایک کافی پرانی مسجد موجود ہے، لیکن اسمیں جگہ کی تنگی تھی جس کے باعث مسجد کے منتظمین نے عام راستہ کی جگہ کو مسجد کے اندر کرلیا ہے، اور پرانی دیوار کو توڑ کر نئی جگہ اندر لیکر دیوار تعمیر کرلی ہے، جس کی وجہ سے عام راستہ کافی تنگ سا ہوگیا ہے، کیا شرعاً اس طرح عام راستہ تنگ کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) اور راستہ تنگ کرنے والوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

المستفتي: حاجی محمد اطہر، افضل گڈھ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) اگر عام لوگوں کے چلنے کا راستہ محلّہ والوں کا مشترکہ ہے اور عام لوگوں اور گرام پنچایت کی رضامندی اور مشورہ سے راستہ کا حصہ توسیع کیلئے مسجد میں شامل کرلیا ہے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ راستہ کچھ تنگ ہوجائے، اور اگر راستہ کے حصہ کو مسجد میں شامل کرنے میں محلّہ والے راضی نہیں ہیں، بلکہ متولی نے اپنی مرضی سے شامل کرلیا ہے، اور اس کی وجہ سے راستہ تنگ اور لوگوں کو مستقل پریشانی ہے تو راستہ کے حصہ کو مسجد میں شامل کرلینا جائز نہیں۔

قوم بنوا مسجداً و احتاجو إلیٰ مكان ليتسع المسجد و أخذوا من الطريق و أدخلوه فی المسجد إن كان يضر بأصحاب الطريق لايجوز ، و إن كان لايضر بهم رجوت أن لايكون به بأس الخ. (عالمگیری، الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد و مايتعلق به زکریا قدیم ۲/ ۴۵۶، جدید ۲/ ۴۰۹، البحرالرائق، زکریا۵/ ۲۲۸، کوئٹه ۵/ ۲۵۵، حاشية چلپی امدادیه ملتان ۳/ ۳۳۱، زکریا ۴/ ۲۷۴، المحيط البرهانی ، المجلس العلمی۹/ ۱۲۶، رقم: ۱۱۳۴۱،

الفتاویٰ التاتار خانية ، زکریا۸/۱۵۸ ، رقم:۱۱۵۰۲)

(۲) راستہ تنگ کرنے والوں کے بارے میں جو روایت صراحت کیساتھ ملتی ہے وہ اتنی ہے کہ اگر جانبین میں اختلاف ہوجائے تو اختلاف کوختم کرنے کیلئے راستہ کی چوڑائی سات ہاتھ متعین کرلی جائے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ : إذا اختلفتم في الطريق فاجعلوه سبعة أذرعٍ، الحديث: (ابن ماجه ،باب إذا تشاجروا في قدر الطريق، النسخة الهندية /۱۶۹ ، دارالسلام رقم: ۲۳۳۹ ، مسند البزار ، مكتبه العلوم و لحكم ۱۶/۲۵۱ ، رقم: ۹۴۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ر شعبان ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱ /۳۵۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۸/۳ھ

راستہ کو مسجد کی توسیع میں شامل کرنا

سوال: [۷۹۴۴]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید عمر بکر زفر چار بھائی ہیں، چاروں بھائیوں کا مشترکہ راستہ ہے، عمر نے مسجد تعمیر کی اور مسجد کا چار فٹ چھجہ مشترک راستہ میں بغیر زید بکر اور زفر کی مرضی کے نکالدیا عمر کے علاوہ باقی بھائیوں کو اسپر اعتراض ہے، چونکہ یہ مشترک راستہ ہے،تو کیا شرعی طور پر عمر کا یہ فعل اور تعمیر درست ہے یا مسجد کی توسیع کے نام پر مخصوص اور عام راستوں کو تنگ کیا جا سکتا ہے؟ حکم شرعی سے مطلع فرمائیں؟

المستفتي: ارشاد حسین، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کی توسیع کی غرض سے مخصوص یا عام راستہ کے کچھ حصہ کو مسجد میں شامل کرنے کی اگر راستہ چلنے والے تنگی محسوس کرتے ہوئے اس کی اجازت نہ دیں تو راستہ کے حصہ کو مسجد میں شامل کرلینا جائز نہیں ہے،لہٰذا صورت مسئولہ میں

عمر کا یہ فعل اپنے بھائیوں کی رضا مندی کے بغیر جائز نہیں ہے۔

قوم بنوا مسجداً واحتاجوا إلى مكان ليتّسع المسجد وأخذوا من الطريق وأدخلوه في المسجد إن كان يضر بأصحاب الطريق لايجوز الخ.

(عالمگیری، الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد و مایتعلق به زکریا قدیم ۲/٤٥٦، جدید ۲/٤٠٩، البحرالرائق، زکریا ٥/٢٢٨، کوئٹه ٥/٢٥٥، حاشیة چلپی امدادیه ملتان ۳/۳۳۱، زکریا ٤/٢٧٤، المحیط البرهانی، المجلس العلمی ۹/۱۲٦، رقم: ۱۱۳٤۱، الفتاویٰ التاتارخانیة زکریا ۸/۱٥۸، رقم: ۱۱٥۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۸۳۱/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۵/۱۴۱۷ھ

موقوفہ ہسپتال کو توسیعِ مسجد کیلئے فروخت کرنا

سوال: [۷۹۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بچھرایوں ضلع جے پی نگر کی جامع مسجد قدیمی ہے اب جبکہ آبادی قصبہ کی بہت بڑھ گئی ہے، تو جمعہ کی نماز کیلئے قصبہ واطراف قصبہ دیہات کے مسلمان جو جمعہ کی نماز پڑھنے کیلئے جامع مسجد آتے ہیں، ان کے لئے مسجد ناکافی ہوتی ہے، لہٰذا مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے، کہ جامع مسجد ہی سے متصل قدیمی ایک زنانہ ہسپتال تھا، جو کہ اب منہدم ہوگیا وہ جگہ زنانہ ہسپتال کیلئے وقف ہے، اب اگر متولی وقف زنانہ ہسپتال سے اس جگہ کو خرید کر توسیع مسجد میں وہ جگہ لے لی جائے اور متولی صاحب اس روپیہ سے کسی دوسری جگہ خرید کر زنانہ ہسپتال قائم کرلیں، جبکہ موجودہ صورت حال اس جگہ کی ایک کھنڈر کی ہے، اور موجودہ حالات میں وہ جگہ ہسپتال کی تعمیر کے لئے بھی ناکافی معلوم ہوتی ہے، تو کیا متولی وقف کو ضرورۃً اس جگہ کا بیچنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

المستفتي:صدر مسجد کمیٹی، بچھرایوں، دوبگر ممبران کمیٹی، چودھری راحت علی صاحب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زنانہ ہسپتال کی جو حالت سوالنامہ میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زنانہ ہسپتال غرض واقف کے مطابق نہیں چل رہا ہے، اور منہدم ہو چکا ہے، لہٰذا اس کے متولی یا ذمہ دار کے لئے جائز ہے کہ قدیم جامع مسجد کی توسیع کیلئے اسے جامع مسجد کے ہاتھ فروخت کر دیں تاکہ جامع مسجد کی توسیع ہو سکے اور اس پیسے کے ذریعہ زنانہ ہسپتال کے لئے کوئی ایسی مناسب جگہ خرید لیں جس میں زنانہ ہسپتال صحیح طور پر چل سکے، اور حکم شرعی یہ ہے کہ موقوفہ جائیداد اگر واقف کی منشاء کے مطابق باقی نہ رہے تو غرض واقف کے مطابق بنانے کیلئے استبدال جائز ہے۔

وكذلک سائر الوقوف عنده إلا أنها إذا خربت و خرجت عن انتفاع الموقوف عليهم به جاز استبدالها بإذن الحاكم بأرض أو دور أخر تكون وقفا مكانها . (اعلاء السنن ، کراچی ۱۳/ ۱۱۲، دارالکتب العلمية بيروت ۱۳/ ۲٤۷)

لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلک بأساً الخ. (عمدة القاری ، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشرك الجاهلية و يتخذ مكانها مساجد، داراحياء التراث العربی ٤/ ۱۷۹، زکريا۳/ ٤۳٥، تحت رقم الحديث /٤۲۸، فتح الملهم ، كتاب المساجد اشرفيه ۲/ ۱۱۸)

وإن كان للوقف ريع ولكن يرغب شخص فی استبداله إن أعطیٰ مكانه بدلاً أكثر ريعاً منه فی صقعٍ أحسن من صقع الوقف جاز عند أبی يوسفؒ والعمل عليه . (شامی، زکريا٦/ ٥٨٧، کراچی ٤/ ٣٨٦، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت ٣/ ٣٢٠، البحرالرائق ، کوئٹه٥/ ٣٢٣، زکريا ٥/ ٣٧٣)

ولو صارت الأرض بحال لاينتفع بها............ والمعتمد أنه يجوز

للقاضی بشرط أن یخرج عن الانتفاع بالکلیة. (هندیه ، زکریا قدیم ٤/٢٠١ ، جدید ٢/٣٧٦)

لا یجوز استبدال العامر إلا فی الأربع ، الرابعة أن یرغب إنسان فیه ببدل أکثر غلة و أحسن صقعا فیجوز علی قول أبی یوسفؒ وعلیه الفتویٰ. (شامی، مطلب لایستبدل العامر إلا فی أربع ، زکریا ٦/٥٨٨، کراچی ٤/٣٨٨ ، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ٤٤/١٩٨ ، الفقه الاسلامی وأدلته هدیٰ انٹر نیشنل دیوبند٨/٢٢٠، الاشباه والنظائر کراچی ١/٣٠٥)

إن الوقف إذا خرب وتعطلت منافعه کدار انهدمت أو أرض خرجت .... **إن لم یمکن الانتفاع بشئی منه بیع جمیعه**. (اعلاء السنن ١٣/٢٠٨، کراچی ، عباس احمد الباز، مکتبه المکرمه ١٣/٢٤٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۲۱۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱۱/ ۱۴۳۱ھ

توسیع مسجد کے وقت غیر ضروری مکان کو کرایہ پر باقی رکھنا

سوال: [۷۹۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب سے مسجد بنی اسی وقت سے مسجد کے سامنے ایک مکان مسجد کا ہے، جو مسجد کے مصارف کیلئے کرایہ پر رہا، پھر مسجد کی توسیع کا مسئلہ درپیش ہوا، تو مکان کو اسمیں شامل کرنا چاہا لیکن مکان اس انداز کا ہے کہ مسجد کی صفیں اسمیں صحیح رخ پر نہیں آ سکتی تھیں، اس لئے مسجد کو دومنزلہ کر دیا گیا، اور اس مکان کو علی حالہ چھوڑ کر کرایہ پر جاری رکھا گیا، اس سے حاصل شدہ کرایہ کی رقم مسجد کے مصارف میں کام آتی ہے، بعض لوگ اس پر معترض ہیں کہتے ہیں، کہ مسجد کا یہ مکان خالی کرالیا جائے، حالانکہ وہ مسجد کے کام نہیں آ سکتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس مکان کو کرایہ پر

رکھکر اسکی آمدنی بدستور مسجد میں لگانا جائز ہے یانہیں؟

المستفتي: اسرار احمد، دھام پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق : اگرسوال واقع کے مطابق ہےتو اس مکان کو کرایہ پر باقی رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے ، بلکہ اگر جماعت خانہ میں داخل کرنے کی صورت نہ بن سکے تو اس مکان کومسجد کی آمدنی کیلئے مناسب کرایہ پر باقی رکھنا بہتر ہے تاکہ مسجد کوفائدہ پہونچتا رہے۔

وحيث كان يدفع أجرة مثلها لم يوجد ضرر على الوقف فتترك في يده لعدم الضرر على الجانبين (وبعد أسطر) وكذا أصحاب الكدك في الحوانيت ونحوها فإن إبقاء ها في أيديهم سبب لعمارتها ودوام استغلالها ففي ذلك نفع للأوقاف الخ. (شامي، الوقف، مطلب في استيفاء العمارة بعد فراغ مدة الإجارة بأجر المثل زكريا ٦/ ٥٩٤، كراچی٤ /٣٩٢، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٤ /١٩٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٩/ ربیع الاول ١٤٢١ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٦٥٥١/٣٥)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٩/ ٣/ ١٤٢١ھ

مسجد کے جس حصہ میں نماز ہوتی ہےاس میں جنریٹر روم بنانا

سوال: [٧٩٤٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حاجی ضیاء النبی متولی وذمہ داران نے موتی مسجد واقع صدر بازار ٹانڈہ کو شہید کرکے از سرنو تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے، صورت حال یہ ہے کہ مسجد کے جس حصہ میں نماز ہوتی تھی، اس میں سے تقریباً ٥/ فٹ جگہ الگ کرکے اس میں جنریٹر روم بنانا چاہتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس جگہ پر ایک مرتبہ شرعی مسجد بن جاتی ہے، وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہی رہتی ہے، اس میں نماز اور اعتکاف کے علاوہ دیگر کسی طرح کا کام جائز نہیں ہے، مسجد قدیم جس میں نماز ہوتی تھی، پانچ فٹ جگہ الگ کر کے جنریٹر روم بنانا قطعاً جائز نہیں ہے۔

قيم المسجد لا يجوز له أن يبنى حوانيت في حدالمسجد أو في فنائه لأن المسجد إذا جعل حانوتا و مسكنا تسقط حرمته ، وهٰذا لايجوز .

(هندية، كتاب الوقف، جديد زكريا ٢/٤١٣،قديم ٢/٤٦٢)

قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالىٰ: لايجوز له أن يجعل شيئاً من المسجد مسكنا أو مستغلا. (قاضي خان ، باب الرجل يجعل داره مسجدا ، جديدزكريا ٢/٢٠٤، وعلى هامش الهندية ٢/٢٩٣) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۹۱۲)

مسجد کے وضوخانہ، حوض، پیشاب خانہ وغیرہ کی جگہ دوکانیں تعمیر کرنا

سوال: [۷۹۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موتی مسجد واقع صدر بازار ٹانڈہ کی نماز کی جگہ کے علاوہ اور بھی جگہ ہے، مثلاً وضوخانہ، حوض، پیشاب گھر، حجرہ اور اس کے سامنے کا حصہ جو خالی پڑا ہے، اس حصہ میں وضوخانہ ودیگر ضروریات مسجد اسی طرح مسجد کے مصارف کے لئے دوکانوں کی تعمیر کرنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

المستفتي: حاجی ضیاء النبی، متولی وذمہ داران موتی مسجد، قصبہ: ٹانڈہ، بادلی، ضلع رام پور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مسجد کی نماز کی جگہ کے علاوہ مسجد کی ملکیت کے وضوخانہ، حوض، پیشاب خانہ اور حجرہ وغیرہ کی جگہ چونکہ خارج مسجد ہے، اس لئے خارج مسجد کے حصوں میں مصالح مسجد اور منافع مسجد کی خاطر دوکانیں وغیرہ تعمیر کرنے کی گنجائش ہے۔

وسئل الخجندی عن قیم المسجد یبیح فناء المسجد لیتجر القوم هل له هذه الإباحة فقال إذا كان فيه مصلحة للمسجد فلا بأس به إن شاء الله تعالیٰ، قیل له: لو وضع في فناء سوراً فآجرها الناس ليتجروا عليها وأباح لهم فناء ذلک المسجد هل له ذلک فقال: لو كان لصلاح المسجد فلا بأس به. (فتاویٰ هنديه، كتاب الكراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد، زکریا قدیم ۵/ ۳۲۰، جدید۵/ ۳۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر رجسٹر خاص)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۲/۱۴۳۶ھ

الفصل الثامن: مسجد میں تصرف کرنے کا بیان

امام صاحب کے مصلے کا فرش سے ایک ردّہ اونچا ہونا

سوال: [۷۹۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد میں جہاں امام صاحب کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، وہ فرش سے ایک ردّہ اونچی ہے، یہ غلط تو نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اونچائی اگر ایک ہاتھ سے کم ہے، تو اسکی گنجائش ہے، اور آپ کے سوال سے بھی یہی معلوم ہورہا ہے، کہ آپ کی مسجد میں جو اونچائی ہے، وہ ایک ہاتھ سے کم ہے۔

وانفراد الإمام علی الدکان للنهي وقدر الإرتفاع بذراع ولا بأس بما دونه. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ الخ، کراچی ۱/ ٦٤٦، زکریا ٢/ ٤١٥)

وقد قال بعض مشائخنا: إن کان الدکان قدر ذراع یکره، وإن کان دون ذلک لا یکره،...... و علیه الاعتماد. (تاتارخانیة، زکریا ٢/ ٢١٢ رقم: ٢١٩٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۰۸۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۳/ ۱۴۲۰ھ

محراب کے نیچے ستون کا بنوانا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: [۷۹۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

مسجد جس کے نیچے دوکان بنی ہوئی ہے، محراب کے نیچے بھی ایک دوکان ہے، کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں، کہ محراب کے نیچے کی جگہ ٹھوس ہونی چاہئے، یعنی محراب کے نیچے ستون ہونا چاہئے، اس وقت محراب کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے، آپ حدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ اس مذکورہ محراب کے نیچے ستون ہونا چاہئے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالشکور دلی والے، کانٹھ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: محراب کے نیچے ستون کا ہونا شرط نہیں ہے! بس سجدہ ایسی سخت جگہ پر ہونا شرط ہے، کہ سجدہ کرنے میں پیشانی اندر کو چلی نہ جاتی ہو! جیسا کہ زیادہ نرم اور موٹے گدے پر ہوتا ہے، اور یہاں ایسی بات نہیں ہے! (احسن الفتاویٰ ۳/۳۳۲)

وأن يجد حجم الأرض و الناس عنه غافلون وفي الشامية تفسيره أن الساجد لو بالغ لايتسفل رأسه أبلغ من ذلك فصح علىٰ طنفسةٍ وحصير وحنطة وشعير وسرير وعجلة إن كانت على الأرض الخ.

(الدرالمختار مع الشامي، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، مطلب في إطالة الركوع، كوئٹه ١/ ٣٧٠، كراچی ١/ ٥٠٠، زكريا ٢/ ٢٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رشوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۹/۲۴)

غلط رخ پر بنی ہوئی اور قابل مرمت مسجد کو شہید کر کے صحیح رخ پر تعمیر کرنا

سوال: [۷۹۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں تقریباً ۲۰ رسال قبل ایک نئی مسجد تعمیر ہوئی تھی، مسجد بہت چھوٹی ہے، اور پوری مسجد پر چھت ہے صحن بالکل نہیں ہے، تین صف اندر اور ڈھائی صف باہر چند سال ہوئے ایک صاحب نے کہا کہ اس مسجد کا رخ قبلہ رخ کے خلاف ہے جب بذریعہ قطب ستارہ

رات کیوقت نیز بذریعہ قطب نما دیکھا گیا تو واقعی رخ تقریباً ڈھائی فٹ قبلہ رخ کے خلاف ہے جب یہ شکل ہوئی تو اندر تین صفوں کی جگہ دو صفیں ہونے لگیں، اور جگہ کم ہوگئی اس مسجد سے متعلق کچھ حالات اس طرح ہیں کہ مسجد چونکہ پوری مسقّف ہے اسلئے گرمی کے ایام میں عصر مغرب اور عشاء کی نمازیں بے حد مشکل میں ادا ہوتی ہیں، ہر شخص مع امام کے پسینہ میں رہتا ہے، اور اطمینان قلب سے محروم اسی طرح موسم سرما میں بھی دھوپ نہ آنے کی وجہ سے تری کی وجہ سے سردی زیادہ، دوسری بات یہ ہے کہ تعمیری کوتاہی کی بناء پر مسجد کا لینٹر خراب ہو چکا ہے، بارش کے ایام میں ساری چٹائیاں اٹھانی پڑتی ہیں، بعد مرمت بھی ٹھیک نہیں ہوسکا، شارع عام پر ہونیکی وجہ سے راستہ کی دھول مٹی ہوا کے ذریعہ بھاری مقدار میں مسجد میں آتی ہے، یہ تمام چیزیں واقعی ہیں بناوٹ یا غلط بیانی نہیں ہے، اسلئے متعلقین مسجد چاہتے ہیں، کہ مسجد کو شہید کریں اور ازسرنو تعمیر صحیح رخ پر کریں، اور مسجد کو اتنا اونچا بنائیں کہ جس جگہ اس وقت مسجد کی چھت ہے اتنی اوپر مسجد کا فرش یعنی کرسی رہے، تاکہ موجودہ تنگی اور موسمی تمام پریشانیاں ختم ہوجائیں اور نماز میں اطمینان قلب حاصل ہو، نیچے کی جگہ کو مسجد کی چٹائی، لوٹے وغیرہ رکھنے کے کام میں لے لیں اور وضوخانہ، غسل خانہ، پرانی جگہ رہیں گے، اسمیں ایک نئی چیز یہ چاہتے ہیں کہ مسجد شارع عام پر ہے اسلئے یہاں دوتین دوکانیں بنادی جائیں اوپر مع دوکانوں کے لینٹر کے مسجد رہے گی اس طرح مسجد کی ضروریات کی کفالت بھی ہوگی، اور موسمی پریشانیاں نیز تنگی ختم ہوسکتی ہے، اس میں آپ سے جواب طلب ہے ازراہ کرم جواب سے نوازیں؟

المستفتي: محمد عثمان، ڈھیال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غلط رخ سے صحیح رخ پر لانے کیلئے نیز مرمت اور توسیع کیلئے شہید کردینا اور اچھے نہج پر تعمیر کردینا درست اور جائز ہے۔

کما استفادہ من الشامي، ومفاد کلام البحر أو یراد بالعمارۃ

فیما مرّ الضرورية كرفع سقف أوجدارٍ فيصرف الريع إليها أولاً كما هو مفاد المتون (إلى قوله) ثم لا يخفىٰ أنه لو احتيج قطع الكل للعمارة الضرورية قد مت على جميع الجهات إذ ليس من النظر خراب المسجد الخ. (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی قطع الجهات لأجل العمارة زکریا ٦/٥٦٢، کراچی ٤/٣٦٨)

أراد أهل المحلة نقض المسجد وبناؤه أحكم من الأول أن الباني من أهل المحلة، لهم ذلك وإلالا الخ. (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب فی أحکام المسجد زکریا ٦/٥٤٦، کراچی ٤/٣٥٧)

نیز نیچے کے حصہ میں چٹائی، لوٹا، وغیرہ کیلئے تہخانہ کی شکل دینا اور اوپر کے حصہ کو جماعت خانہ قرار دینا بھی جائز ہے، لیکن نیچے کے حصہ میں دوکان بنانا ہرگز جائز نہیں ہوگا، اگرچہ منافع مسجد کیلئے ہی ہو، کیونکہ وہ قیامت تک مسجد ہی ہے، مسجدیت اس سے منقطع نہیں ہوسکتی۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق (إلىٰ قوله) فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئا منه مستغلاً ولا سكنى (بزازيه) ولو خرب ما حوله واستغنىٰ عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلىٰ قيام الساعة وبه يفتي. (شامی، کتاب الوقف، زکریا ٦/٥٤٨، کراچی ٤/٣٥٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ر شوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴ر ۹۲۴)

بے پردگی کی وجہ سے مسجد کے گیٹ کا رخ تبدیل کرنے کا حکم

سوال: [۷۹۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بزم

محمد مسجد محمد اسماعیل باکر کی ملکیت کا ایک جھوپڑا تھا، جس میں بچوں کو روزانہ صبح وشام دینی تعلیم دی جاتی تھی، اس سے قبل باجماعت نماز پڑھنے کے لئے کوئی مسجد نہیں تھی، نماز کیلئے محلّہ والوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی، اس تکلیف کو دیکھتے ہوئے محمد اسماعیل باکر صاحب نے وہ تعلیم والی جگہ اور صحن وغیرہ سب کا سب مسجد بزم محمدی کے نام سے وقف کردیا، اب تعلیم کے ساتھ امام، مؤذن، خادم، ٹرسٹ سب کا انتظام ہوگیا ہے، اور سارا نظام چلتا رہا، چند سال بعد جھوپڑا اور صحن دونوں کو ملا کر ایک کردیا، اور اندر کا دروازہ نکال کر باہر ایک دروازہ بنا دیا، مسجد کے شمال میں اور مسجد کے مشرق میں ۹-۱۰ر گھر فیملی والے پہلے سے رہتے ہیں، ان لوگوں کا راستہ مسجد کی مشرقی دیوار کے بغل والی گلی سے ہے، ۹۸ء میں محمد اسمٰعیل باکر صاحب کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد مسجد کی تعمیر ہوئی تعمیر سے قبل جو گلی تھی جس سے ۹-۱۰ر گھر کے پریوار اور مرحوم کی فیملی کا راستہ تھا آنے جانے کا وہ اب چھوٹی ہوگئی جس کو دیکھ کر مسجد کے پڑوسی نے اعتراض کیا کہ تعمیر سے قبل مسجد کا گیٹ چھوٹا تھا، تعمیر کے وقت ۶ر فٹ چوڑا کردیا گیا جس کی وجہ سے مسجد کے پڑوسیوں کو آنے جانے میں تکلیف ہونے لگی پھر اعتراض ہوا کہ گلی والوں سے ٹرسٹی حضرات کی کہاسنی ہوئی پھر گلی والے نظر انداز کردیئے، عرصہ گذر گیا اب پھر مسجد کی تعمیر ہو رہی ہے، پہلے نمازی کم تھے، زیادہ بھیڑ یا مجمع نہیں ہوتا تھا، اور مسجد کے پڑوس کا اور مرحوم کی فیملی کا چھوٹا چھوٹا پریوار تھا، اور اب گلی میں رہنے والوں کا اور مرحوم کا پریوار سب کے سب بڑی بڑی فیملی والے ہوگئے، جو بچے تھے آج ان کے بچوں کے بچے جوان ہوگئے جس سے ایک لمبا چوڑا پریوار ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے نمازوں کے وقت مسجد میں نمازیوں کے جانے آنے سے گلی میں رہنے والوں کا راستہ بند ہوجاتا ہے، اور یہ تکلیف ہمیشہ پانچوں نماز کے وقت رمضان کے پورے مہینے جمعہ کے دن عید کی نماز کا جب انتظام ہوتا ہے تب دینی پروگرام کے وقت پڑوس کا گھر سے نکلنا مشکل ہوجاتا ہے، جمعہ کو باہر بھی نماز ہوتی ہے، اب مرحوم کی لیڈس

اور پڑوسیوں کی لیڈس جوان عورتیں ماں بہن جب ۱۲؍بجے اسکول بچوں کو کھانا کھلانے جاتی ہیں، اور واپس آتی ہیں، تو گھر جانے کا راستہ نہیں ہوتا ہے، نمازیوں سے اور نمازیوں کے چپل جوتی اتارنے کی وجہ سے بھیڑ رہتی ہے، ایسے وقت میں ۲؍گھنٹہ یا تو اندر رہیں یا باہر گھر میں مجمع ختم ہونے کا انتظار کرتی رہیں، ان کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے، مذکورہ ۲؍آمیوں نے ٹرسٹی حضرات سے کہا کہ جب مسجد تعمیر ہورہی ہے، تو جو گیٹ گلی کی طرف ہے، اس گیٹ کو گلی سے ہٹا کر دوسری جانب گیٹ بنادو اس سے ہمیشہ کے لئے گلی والوں کی پریشانیاں دور ہوجائیں گی، جبکہ دوسری جانب جگہ ہے، گنجائش ہے اس بات کو لے کر کافی شورشرابہ ہوا، ٹرسٹی حضرات نے اپنے رسوخ اور دبدبہ کی وجہ سے باندرہ پولیس چوکی میں ہم لوگوں کے خلاف کمپلین کردی ہم لوگوں نے ٹرسٹی سے کہا بیٹھ کر بات سے مسئلہ حل کرلو مگر وہ میٹنگ یا مشورہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، انفرادی طور پر کچھ سے کچھ بول کر ہٹ جاتے ہیں، ہٹ دھرمی کے لئے تیار ہیں، مگر ہماری ماں بہنوں کی تکلیف ان لوگوں کو نظر نہیں آتی ہے، اچھائی کے لئے تو الٹا الزام لگاتے ہیں، کہ مسجد کا کام ہونے نہیں دیتے ہیں، مسجد کے گیٹ کی جگہ بدلنے کے لئے تیار نہیں ہیں، لہٰذا مجھے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب چاہئے ان تکالیف کو دیکھتے ہوئے گیٹ کی جگہ بدل سکتے ہیں یا نہیں؟ دوسری طرف جدھر چوڑا راستہ ہے ادھر وضوخانہ کے لئے ۱۷؍نل لگے ہوئے ہیں، اس میں سے ۴؍نل کم کرکے ۶؍فٹ چوڑا گیٹ بنایا جاسکتا ہے، چونکہ پہلے بیٹھی چال تھی، اب دو محلے کی مسجد تعمیر ہوئی ہے، اور ہر محلے پر وضوخانہ، غسل خانہ، طہارت خانہ، بنایا گیا ہے، آج کل آبادی کے حساب سے ہر وضوخانہ اور ہر مسجد چھوٹی پڑرہی ہے، اس لئے اگر یہ نل نکال کر گیٹ نکال دیا جائے، تو ہم لوگوں کی ہمیشہ کے لئے تکالیف دور ہوجائیں گی، بس ٹرسٹی حضرات کا یہ کہنا ہے کہ وضوخانہ کے لئے جگہ کم ہوجائیگی اور یہ پرانا دروازہ ۳۵؍سال سے بنا ہوا ہے، لہٰذا دروازے کی جگہ چینج نہیں ہوگی، اس لئے مجھے شریعت کی روشنی میں

مسئلہ کا حل نکالنا ہے، لڑائی یا جھگڑا نہیں چاہتے، نمازیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو اور دروازہ کی جگہ بدل جائے؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتي: محمد ایوب، محمد سلیم بن محمد اسمٰعیل باکر مرحوم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے، کہ مسجد بزم محمدی محمد اسماعیل باکر کی جائیداد میں بنی ہے، اور وہی اس مسجد کا واقف ہے، اور واقف کے خاندان اور پڑوس کے رہنے والوں کو اس طرف کے گیٹ کی وجہ سے بے پردگی اور سخت پریشانیوں کا سامنا ہے، جبکہ سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے، کہ دوسری جانب جہاں عام راستہ ہے، اس طرف گیٹ بنانے کی گنجائش ہے، اور اس طرف مسجد کا گیٹ بنانے میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں مسجد کی کمیٹی کی ذمہ داری ہے کہ مسجد کا گیٹ دوسری طرف بنادے، اور پڑوسی اور خاندان کے لوگوں کی بے پردگی سے مسجد اور نمازیوں کو بچائے، پرانے گیٹ کا علی حالہ باقی رکھنا مسجد کے لئے لازم نہیں ہے، بلکہ دوسری طرف بنادینا بلاشبہ جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ کراچی/ ۵۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۵ر ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۷۹۸)	۱/۱/ ۱۴۳۶ھ

حکومت کی ناجائز رکاوٹ مسجد شرعی ہونے میں مخل نہیں

سوال: [۷۹۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص مسجد بنانا چاہتا ہے لیکن سرکار کی طرف سے اجازت نہیں ہے، اب اگر کوئی شخص خفیہ طور پر مسجد بناوے تو وہ شرعی مسجد بنے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ایسی جگہ مسجد بنائی جائے جہاں شرعی طور پر کوئی

مانع نہیں ہے، یا اپنی مملوکہ زمیں میں مسجد بنائی جارہی ہے، مگر حکومت نے خواہ مخواہ رکاوٹ ڈال رکھی ہے، تو ایسی صورت میں حکومت کی اجازت کے بغیر مسجد بنالی ہے تو شرعاً وہ مسجد شرعی ہوگی، اور قیامت تک مسجد ہی رہے گی؟

إن كانت البلدة فتحت صلحاً لا ينفذ أمر السلطان لأن في الأول تصير ملكاً للغانمين فجاز أمر السلطان فيها وفي الثاني تبقى على ملك ملاكها فلا ينفذ أمره فيها. (البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في احكام المساجد، زكريا٥/٤١٧، كوئٹه ٥/٢٤٩)

بني في فنائه في الرستاق دكانا لأجل الصلاة يصلون فيه بجماعة كل وقت فله حكم المسجد. (البحر الرائق، مكتبه زكريا ٥/٤١٩، كراچی ٥/٢٥٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/۱/۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۹۴/۴۰)

مسجد کے صحن میں پانی کا موٹر لگانا یا وضو خانہ بنانا

سوال: [۷۹۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بڑی مسجد کے صحن میں ایک کمرہ بنا کر اس میں پانی کیلئے بجلی کا موٹر فٹ کیا گیا ہے، جس کے متعلق مفتی صاحبان نے ناجائز لکھا ہے، اور اس کمرہ کو توڑ دینے کا حکم صادر فرمایا ہے، اب اس کے بارے میں دو چیزیں قابل استفتاء ہیں، براہ کرم ان کا جواب ارسال فرما کر اظہار حق فرمائیں؟

کہ جب اس موٹر اور کمرہ کا بنانا صحن مسجد میں ناجائز ہے، پھر اس بجلی کے موٹر سے جو پانی پائپ میں ہو کر آرہا ہے، اس کے پانی سے شرعاً وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالسلام، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق : مسجد تیار ہو چکنے کے بعد جماعت خانہ کے حصہ کو کمرہ یا حوض وغیرہ کے ذریعہ گھیر لینا ناجائز ہے، البتہ اگر وہاں کے پانی سے کسی نے وضو کرلیا ہے تو نفس وضو درست ہے اور اس سے نماز بھی صحیح ہے، لیکن مسجد کو حوض یا کمرہ بنانے سے ہر وقت روکا جائے گا، دونوں کا حکم الگ الگ ہے، ناجائز اس لئے ہے کہ نماز کی جگہ کو نماز سے محروم کیا جارہا ہے۔

أما لو تمت السمجدية ثم أراد البناء منع . (درمختار ،کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد کراچی ٤/٣٥٨، زکریا٦/٥٤٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٢/ ٢٩٦، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت٣/ ٣٣٠) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۶۴)

نچلی منزل میں غسل خانہ وغیرہ بنانا اوراوپر مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۷۹۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کالا ڈھونگی میں لوگ اس طرح مسجد بنانے کا پروگرام رکھتے ہیں، کہ نچلی منزل میں چند کمرے غسل خانہ وغیرہ بنادیں اور دوسری منزل پر مسجد تعمیر کردی جائے اور اگر ضرورت پڑے تو نیچے کے کمروں میں بچوں کی تعلیم کا نظم کردیا جائے، اور وہ مدرسہ کی ملکیت میں ہوجائے اور دوسری منزل مسجد کی ملکیت رہے کیا یہ عمل درست ہے؟

المستفتي: عبداللہ، ٹانڈہ بادلی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد کی بنیاد رکھنے سے قبل نیچے وضوخانہ وغسل خانہ کا پروگرام ہے نیز نیچے مکتب بنانے کے بعد اوپر مسجد بنانے کا پروگرام ہے تو اس طرح کا

پروگرام جائز ہے۔

فإن قيل أليس مسجد بيت المقدس تحته مجتمع الماء و الناس ينتفعون به قيل إذا كان تحته شيئى ينتفع به عامة المسلمين يجوز لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلك لله تعالىٰ أيضا و منه يعلم حكم كثير من مساجد مصر التى تحتها صهاريج ونحوها الخ. (تقريرات رافعي على الشامي، كتاب الوقف كراچى ٤/ ٨٠، زكريا ٦/ ٨٠)

وإذا جعل تحته سردابا لمصالحه أى المسجد جاز كمسجد القدس، (درمختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب في احكام المسجد كراچى ٤/ ٣٥٧، زكريا ٦/ ٥٤٧، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٧/ ٢٠٢، الدر المنتقىٰ ،دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ٥٩٤، هدايه اشرفى ديو بند ٢/ ٦٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ر ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۰۸۹)

مسجد کے جماعت خانہ میں وضوخانہ کی تعمیر

سوال: [۷۹۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد ہے جس کی ایک جانب کی دیوار میں پہلے ایک وضوخانہ تھا، بعد میں مسجد کی توسیع ہوئی نئے وضوخانہ ہی کے برابر کی جگہ میں دوسری منزل پر امام صاحب کا کمرہ اور بیت الخلاء و غسل خانہ تعمیر کیا گیا، اور وضوخانہ کے نیچے بیت الخلاء کی نجاستوں کی ٹنکی بنائی گئی؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب وضوخانہ کا وہ حصہ جو مسجد کی حد کے اندر چلا گیا اسکا کیا حکم ہے؟ کیا اسکا توڑنا ضروری ہے، یا اور کوئی صورت اسکے باقی رکھنے کی ہوسکتی ہے، اسی طرح امام صاحب کا کمرہ اور بیت الخلاء اور بیت الخلاء کی ٹنکی کا حکم بھی واضح فرمائیں؟

المستفتي: بلال احمد، مشرقی کرلا، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ اورنقشہ سے واضح ہوا کہ مسجد کے جماعت خانہ کے حصہ میں وضوخانہ بنایا گیا تو اسکا حکم یہ ہے کہ جوحصہ ایک دفعہ جماعت خانہ میں آجائے تواس حصہ کا ہمیشہ قیامت تک کیلئے مسجد اور جماعت خانہ ہی رہنا لازم ہے، اسکو وضوخانہ میں لینا جائز نہیں ہے، لہٰذا وہاں سے وضوخانہ ختم کرکے جماعت خانہ میں شامل کرلینالازم اورضروری ہے۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع (إلیٰ قوله) فيجب هدمه ولوعلی جدار المسجد الخ. (درمختار، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، كراچی ٤/٣٥٨، زكريا ٦/٥٤٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢١/٢٩٦، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت ٣/٣٣٠) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۱؍شعبان ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۳۱۹/۳۴)

جنازہ رکھنے کیلئے جانب قبلہ کی دیوار توڑکر دروازہ لگانا

سوال: [۷۹۵۷]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں کی جامع مسجد کے قبلہ کی دیوار کے پیچھے مسجد کی جگہ ہے اسکے بعد سڑک ہے اگر قبلہ کی دیوار میں محراب کی جگہ پر جہاں امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں، اس جگہ کوتوڑکر جنگلا یا کھڑکی یا دروازہ لگوادیا جائے تاکہ جنازہ کو مسجد سے باہر رکھ کر امام مسجد میں اپنے مصلے پر کھڑے ہوکر نماز جنازہ ادا کرادے، اور جنازہ کی نماز بھی امام کے پیچھے مسجد میں ہی ادا کرلیا کریں، اس نیت سے مسجد کی قبلہ کی دیوار میں دروازہ وغیرہ لگانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: فضل الرحمٰن، بچھرایوں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح سے جنازہ کوحدودِ مسجد سے باہر رکھ کر امام ومقتدی سب مسجد کے اندر کھڑے ہوکر نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ اور ممنوع ہے، اس طرح نماز جنازہ اگرادا کی جائے تو نماز جنازہ کی فرضیت ذمہ سے ساقط ہوجائیگی لیکن ثواب نہیں ملیگا، لہٰذا اس نیت سے دیوار قبلی میں دروازہ لگوانا ممنوع ہوگا!(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۳۰۵، امداد الفتاویٰ ۱/ ۵۳۳)

وكرهت تحريما وقيل تنزيها في مسجد جماعة هو أي الميت فيه وحده أومع القوم واختلف في الخارجة عن المسجد وحده أو مع بعض القوم والمختار الكراهة مطلقاً وفي الشاميه سواء كان الميت فيه أو خارجه هو ظاهر الرواية . (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة ، مطلب في كراهة صلوٰة الجنازة ، في المسجد زكريا٣/ ١٢٦، كراچی ٢/ ٢٢٥)

وصلوٰة الجنازة في المسجد الذي تقام فيه الجماعة مكروهة سواء كان الميت والقوم في المسجد أو كان الميت خارج المسجد والقوم في المسجد الخ. (عالمگيری، كتاب الصلوٰة ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس زكريا قديم ١/ ١٦٥، جديد ١/ ٢٢٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رصفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۶۶۹/۲۵)

بالائی منزل پر جانے کیلئے جماعت خانہ میں سیڑھی بنانا

سوال: [۷۹۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں ایک شرعی مسجد ہے اس سال اس شرعی مسجد پر ایک نئی منزل تعمیر کرنیکا

ارادہ ہے، لیکن اس نئی منزل پر چڑھنے کیلئے سیڑھی کی ضرورت ہے وہ سیڑھی شرعی مسجد کے باہر بھی بن سکتی ہے، اور شرعی مسجد کے اندرونی حصہ میں بھی، شرعی مسجد کے حصہ میں بنانیکی وجہ سے تقریباً سات آٹھ نمازیوں کی جگہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائیگی ہم نے اپنے یہاں کے مقامی دارالافتاء دارالعلوم چھاپی اور دارالعلوم کاکوسی سے معلوم کیا تو وہ شرعی مسجد کے حصہ میں سیڑھی بنانے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں، وجہ اسکی یہ بتلا رہے ہیں، کہ سیڑھی والا حصہ ہمیشہ کے لئے مسجدیت سے منقطع ہوکر لغیر الصلوٰۃ کے لئے محبوس ہو جائیگا، اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ فتاویٰ محمودیہ میں وضوخانہ اور ٹنکی اور احسن الفتاویٰ میں کنواں بنانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے، وجہ اس کی یہی بیان کی گئی ہے، **ما اعد للصلوٰۃ** کو غیر صلوٰۃ کے لئے محبوس کرنا لازم آتا ہے، اور جبکہ دوسرے چند مفتیان کرام سے معلوم کیا تو وہ بتارہے ہیں، کہ شرعی مسجد کے باہر کے حصہ میں سیڑھی بنانیکی جگہ ہونے کے باوجود شرعی مسجد میں سیڑھی بنانے کی اجازت ہے وجہ اس کی یہ بتلا رہے ہیں، کہ سیڑھی بھی **ما اعد للصلوٰۃ** میں داخل ہے اس لئے کہ سیڑھی دوسری منزل پر چڑھنے کے لئے ہے، واضح رہے کہ دوسری منزل پورے سال میں صرف دوتین مرتبہ استعمال ہوتی ہے۔

نوٹ: شرعی مسجد سے مراد حرم کا وہ حصہ ہے جو نماز کے لئے طے ہو چکا ہے، اور معتکف اس سے باہر نہیں جاسکتا ہے، اب آنجناب سے گزارش ہے کہ اس بارے میں قول فیصل کیا ہے، اس کی نشاندہی فرمائیں گے؟ والاجر عنداللہ الکریم، بینواوتوجروا۔

المستفتي: محمد افضل ادر پوری،
مدرس مدرسہ دارالعلوم چھاپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب مسجد دومنزلہ بنائی جائے، نیچے بھی جماعت خانہ اور اوپر بھی جماعت خانہ ہی ہو، تو ایسی صورت میں حدود مسجد اور جماعت خانہ کے اندر سے اوپر کے جماعت خانہ میں جانے کیلئے زینہ اور سیڑھی بنانا بلاشبہ جائز

ہے، اس لئے کہ اوپر جانے کا جوزینہ ہے وہ ما اُعِدَّ للصلوٰۃ کا ذریعہ ہے، اور یہ زینہ ما اعد للصلوٰۃ سے خارج نہیں ہے، اگر اس زینہ کی وجہ سے سات آٹھ نمازیوں کی جگہ نیچے کی منزل میں گھر جاتی ہے، تو اس زینہ کے ذریعہ سے اوپر کی منزل میں تقریباً نیچے کی منزل کی تعداد کے برابر جگہ تیار ہوچکی ہے، چھ سات نمازیوں کی جگہ کی کمی پچاسوں نمازیوں کی جگہ کا ذریعہ بن رہی ہے، اس لئے نیچے کے جماعت خانہ کے اندر سے اوپر کے جماعت خانہ میں جانے کیلئے راستہ اور زینہ بنانا ما اعد للصلوٰۃ کے منافی نہیں ہے، نیز اس زینہ کے ذریعہ سے معتکف کیلئے نیچے کی منزل سے اوپر کی منزل میں آنا جانا بھی بلاتردد جائز ہوجائے گا، جیسا کہ مسجد حرام میں بیچ مسجد کے اندر اندر اوپر کے جماعت خانہ کے لئے متعدد زینے بنائے گئے ہیں، ضرورت صلاۃ اور ضرورت طواف کیلئے کئی زینے اندر اندر بنے ہوئے ہیں، اور عدم جواز کیلئے فتاویٰ محمودیہ اور احسن الفتاویٰ کی وضوخانے اور ٹنکی کی مثال ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، اس لئے کہ وضوخانہ، ما اعد للصلوٰۃ نہیں ہوتا ہے، اور اوپر کی منزل ما اعد للصلوٰۃ ہے اور یہ زینہ اس کا ذریعہ ہے اور باہر سے زینہ بنانے کی صورت میں معتکف شخص اس زینے سے اوپر نہیں جا سکتا ہے، اور اندورن مسجد جوزینہ بنایا گیا ہے وہ حدود مسجد سے خارج نہیں ہوتا ہے، بلکہ داخل مسجد شمار ہوتا ہے، نیز جگہ کے گھر جانے کا شبہ یوں بھی دور ہوسکتا ہے، کہ بڑے بڑے آثار کے ذریعہ سے بیچ مسجد میں بڑے بڑے ستون قائم ہوتے ہیں، پھر ان بیچ ستونوں کے درمیان میں صفوں کے برابر جگہ نہیں ہوتی ہے، مگر مسجد کی چھت کو قائم رکھنے کیلئے جماعت خانے کی جگہوں کو ستونوں کے ذریعہ سے مشغول کردیا جاتا ہے، جس میں نمازی، نماز نہیں پڑھ سکتے، لیکن ایسا کرنا بلاشبہ جائز ہے، ایسا ہی اگر اندرون مسجد سے اوپر کے جماعت خانہ میں جانے کیلئے زینہ کے ذریعہ سے کچھ جگہ گھر جائے، یہ بھی بلاشبہ جائز ہے، اس میں کوئی تردد نہیں ہونا چاہئے، اور حضرات فقہاء نے اسکی بھی اجازت دی ہے، کہ اگر جماعت خانہ مسقّف نہیں ہے، تو نمازیوں کے سایہ کیلئے درخت لگانا بھی جائز ہے، جیسا کہ فقہاء

کی اس طرح کی عبارات سے ظاہر ہے جو نیچے درج ہیں، اور یہ کہنا کہ اوپر کی منزل سال میں دو تین مرتبہ استعمال ہوتی ہے، یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک مسجد بیس صفوں کی بنائی جائے، اور سال بھر اس مسجد میں نمازیوں کے ساتھ صرف تین چار صف مشغول رہتی ہیں، باقی دس، پندرہ صفیں خالی رہتی ہیں، رمضان میں یا سال میں کبھی کبھار ایک دومرتبہ پوری مسجد کا استعمال ہوتا ہے تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اتنی بڑی مسجد بنانا بے ضرورت ہے، بلکہ آئندہ کی نسلوں اور بڑھتے ہوئے نمازیوں کے پیش نظر وسیع مسجد بنائی جاتی ہے، اور کبھی کبھار مجمع بڑھنے کے پیش نظر بھی بڑی مسجد یا دومنزلہ مسجد بنائی جاتی ہے، اور سال میں دو تین بار استعمال ہونا یا رمضان المبارک میں استعمال ہونا یہ بھی نمازیوں کی ضرورت ہے۔

فی الشامية: قال في الخلاصة: غرس الأشجار في المسجد لا بأس به إذا كان فيه نفع للمسجد ، بأن كان المسجد ذا نزّ والأسطوانات لا تستقر بدونها وبدون هذا لا يجوز ا ه، وفي الهندية: عن الغرائب : إن كان لنفع الناس بظله ، ولا يضيق على الناس ولا يفرق الصفوف لابأس به. (شامی، کتاب الصلوٰۃ ، باب مایفسد الصلوٰۃ ، مطلب فی الغرس في المسجد، زکریا ۲/ ۴۳۵ کراچی ۱/ ۶۶۱)

نعم :يوجد في أطراف صحن الجوامع رواقات مسقوفة للمشي فيها وقت المطر ونحوه لأجل الصلاة أو للخروج من الجامع لا المرور المارين مطلقاً. (شامی، کتاب الوقف ، مطلب فی جعل شيئی من المسجد طریقاً ، زکریا۶/ ۵۷۵، کراچی ۴/ ۳۷۸)

وفي الهندية: إذا جعل في المسجد ممراً فإنه يجوز لتعارف أهل الأمصار في الجوامع وجاز لكل واحد أن يمر فيه حتىٰ الكافر إلا الجنب والحائض والنفساء . (ہندیہ ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، زکریا

قدیم۲/ ۴۵۷، جدید ۲/ ۴۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ ر صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۷۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۲/ ۱۴۲۹ھ

داخل مسجد بالائی منزل پر جانے کیلئے زینہ بنانا

سوال: [۷۹۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک اہم مسئلہ میں ہمیں خلجان اور کچھ شبہات ہیں، اور ہم نے وہ شبہات وخلجان پیش کرنے کیلئے غور وفکر کے بعد آپ کی ذات عالی کا انتخاب کیا ہے، یہ توقع رکھتے ہوئے کہ آپ ہمارے شبہات وخلجان کو با حوالہ دلائل فقہیہ کی روشنی میں ضرور دور فرمائیں گے، اور ہمیں استفادہ کا موقع میسر فرمائیں گے،اور یہ بات ذہن میں رہے کہ شبہ کرنے والے بھی مفتی ہیں ،لہٰذا محقق ومدلل تحقیق مطلوب ہے، ہم اپنے شبہات وخلجان کو اپنے انداز سے بیان کرتے ہیں،لیکن پہلے صورت مسئلہ لکھتے ہیں؟

ایک قدیم مسجد ایک منزلہ تھی ،مسجد چھوٹی ہونے کی وجہ سے گاؤں والوں نے اس کی توسیع شروع کی اور مسجد کی توسیع کے لئے ایک منزلہ کے بجائے دومنزلہ بنایا اوپر کی منزل میں برائے نماز جانے کیلئے مسجد قدیم کے صحن میں جو مسجد کی شرعی حد میں داخل ہے، سیڑھی بنانا شروع کی (حالانکہ مسجد کی شرعی حد کے علاوہ سیڑھی بنانے کیلئے دوسری جگہ موجود تھی)اور نصف سے زیادہ سیڑھی تعمیر ہوچکی ہے،اب زید اور خالد میں دلائل فقہیہ کی روشنی میں اختلاف ہوا،جسکی تفصیل یہ ہے۔

زید-: کہتا ہے، کہ اس جگہ سیڑھی بنانا جائز نہیں ہے، اور اس کو توڑنا واجب ہے،اور زید اسکے دلائل یہ بیان کرتا ہے، کہ:

(۱) **لو بنى فوقه بيتا للإمام لايضر لأنه من المصالح أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع الخ.** (شامی، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب

المسجد، کراچی ٤/٣٥٨، زکریا٦/٥٤٨)

(۲) جوجگہ ایک مرتبہ مسجد بن جاتی ہے، اسکولغیر الصلوٰۃ محبوس ومشغول کرنا جائز نہیں ہے، اور سیڑھی بنانا **ما اعد للصلوۃ کو لغیر الصلوٰۃ** مشغول کرنا ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں ہے۔

(۳) سیڑھی مصالح مسجد میں سے ہے، اور تمامیت مسجد کے بعد، مسجد کی شرعی حد میں مصالح مسجد کیلئے کوئی تعمیر کرنا جائز نہیں۔

(۴) سیڑھی اگرچہ دوسری منزل پر برائے نماز جانے کے لئے ہے، لیکن یہ ضرورت خارج مسجد سیڑھی بنانے سے پوری ہوسکتی ہے۔

(۵) ما اعد للصلوۃ کو صرف سخت ضرورت کی وجہ سے مشغول کرنا جائز ہے اور سخت ضرورت کا معیار یہ ہے کہ وہ ضرورت یا مقصد اس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا (یہ ہندیہ کی عبارت کی طرف اشارہ ہے، جو خالد کے دلائل کے تحت آرہی ہے)۔

(٦) اگر بالفرض مسجد کی شرعی حد میں سیڑھی نہ بنانا اولیٰ ہے جیسا کہ خالد کا کہنا ہے تو بھی لوگوں کو اولیٰ پر ہی عمل کروانا چاہئے، اور سیڑھی توڑوا دینی چاہئے۔

(۷) اس مسئلہ میں دوسری منزل میں نماز کی ضرورت سال میں بہت کم پڑتی ہے، لہٰذا سیڑھی للصلوٰۃ نہیں ہے۔

خالد-: خالد کہتا ہے کہ مسجد کی شرعی حد میں برائے نماز دوسری منزل میں جانے کیلئے سیڑھی بنانا جائز ہے، لیکن اگر مسجد کی شرعی حد کے علاوہ دوسری جگہ موجود ہو تو مسجد کی شرعی حد میں سیڑھی نہ بنانا اولیٰ ہے، ناجائز نہیں ہے، اور اگر سیڑھی تعمیر کردی ہو تو اس کو توڑنا نہیں چاہئے، اور خالد اپنے دلائل یہ بیان کرتا ہے کہ:

(۱) **أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع الخ.** (شامی، کتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، کراچی ٤/٣٥٨، زکریا ٦/٥٤٨)

اس عبارت میں تمامیت مسجد کے بعد مصالح مسجد (لغیر الصلوٰۃ) تعمیر کی ممانعت ہے، جیسا کہ عبارت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے، مطلقاً اور لغیر الصلوٰۃ تعمیر کی ممانعت نہیں ہے،

لہٰذا مذکورہ عبارت سے اس سیڑھی کے عدم جواز پر استدلال درست نہیں ہے، اور اگر بالفرض اس عبارت کو اپنے عموم پر باقی رکھا جائے تو تمامیت مسجد کے بعد مطلقاً للصلوٰۃ اور لغیر الصلوٰۃ تعمیر ممنوع ہوگی، جس کا کوئی قائل نہیں اور نہ یہ بات فقہی اعتبار سے درست ہے، کیونکہ فتاویٰ ہندیہ میں صریح جزئیہ موجود ہے۔

أهـل محلة قسموا المسجد و ضربوا فيه حائطاً و لكل منهم إمام على حدة و مؤذنهم واحد لابأس به الخ. (هنديه ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس زكريا قديم ٥/ ٣٢٠، جديد ٥/ ٣٧٠)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ایک مسجد کے بیچ میں دیوار بنا کر دو مسجدیں بنانا جائز ہے، ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں تمامیت مسجد کے بعد تعمیر کرنا اور ما اعد للصلوٰۃ کو مشغول کرنا لازم آ رہا ہے، پھر بھی اس کو جائز کہا گیا ہے، کیونکہ بیچ میں دیوار بنا کر دو مسجدیں بنانا بھی نماز کیلئے ہے، اسلئے یہ للصلوٰۃ کو مشغول کرنا ہے۔

(۲) ما اعد للصلوٰۃ کو لغیر الصلوٰۃ مشغول کرنا ناجائز ہے، لیکن للصلوٰۃ مشغول کرنا بلاشبہ جائز ہے، اور سیڑھی بنانا ما اعد للصلوٰۃ کو للصلوٰۃ ہی مشغول کرنا ہے، لہٰذا سیڑھی بنانا جائز ہے۔

(۳) سیڑھی دومنزلہ مسجد کے لئے جزءِ مسجد ہے، کیونکہ بغیر سیڑھی کے دوسری منزل میں برائے نماز جانا ممکن ہی نہیں ہے، لہٰذا اس کو مصالح مسجد میں سے کہنا درست نہیں ہے۔

(۴) سیڑھی للصلوٰۃ ہے لہٰذا مسجد کی شرعی حد میں بنانا جائز ہے، اور مسجد کی شرعی حد کے علاوہ دوسری جگہ کا موجود ہونا مانع جواز نہیں بن سکتا ہے، کیونکہ خارج مسجد سیڑھی بنانے کا وجوب اور مسجد کی شرعی حد میں سیڑھی بنانے کی ممانعت کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ ''ما اعد للصلوٰۃ'' میں کوئی تعمیر بنانا صرف سخت ضرورت کی وجہ سے جائز ہے، اور سخت ضرورت کا معیار یہ ہے کہ وہ ضرورت ما اعد للصلوٰۃ ہی میں پوری ہوسکتی ہو' درست نہیں ہے کیونکہ ہندیہ میں مطلقاً ایک مسجد کی دو مسجدیں کرنے کے لئے بیچ میں دیوار بنانے کی اجازت دی ہے، یہ قید نہیں لگائی ہے کہ ایک مسجد کی دو مسجدیں بنانے کی کوئی

ضرورت واقعیہ موجود ہو، تو بیچ میں دیوار بنانا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں ہے۔

(۶) اس جگہ سیڑھی نہ بنانا اولیٰ تھا لیکن جب سیڑھی نصف یا زیادہ تعمیر ہو چکی ہے تو اب صرف اولیٰ پر عمل کرنے کیلئے اس کو توڑنا بھی جائز نہیں ہے؟ کیونکہ بلا ضرورت مسجد کی تعمیر میں توڑ پھوڑ کرنا احترام مسجد کے خلاف ہے، نیز مال وقف کی اضاعت بھی لازم آتی ہے، جو کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

(۷) سیڑھی دوسری منزل میں برائے نماز جانے کے لئے ہے، اس لئے وہ للصلوٰۃ ہی ہے، چاہے دوسری منزل میں نماز کی ضرورت سال میں کم پڑتی ہو یا زیادہ اس سے سیڑھی بنانے کے جواز وعدم جواز پر کچھ اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ ما اعد للصلوٰۃ کے مشغول کرنے کے جواز وعدم جواز کا مدار للصلوٰۃ ہونے نہ ہونے پر ہے، سخت ضرورت، معمولی ضرورت، قلت ضرورت اور کثرت ضرورت پر ہے ہی نہیں۔

نوٹ: ہم نے زید کے دلائل کے بالمقابل بالترتیب خالد کے دلائل ذکر کئے ہیں۔

تو اب سوال یہ ہے کہ زید اور خالد کی کتنی باتیں دلائل فقہیہ کی روشنی میں درست اور کتنی غلط ہیں، اس سیڑھی کے بنانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور مصالح مساجد میں کون کون سی چیزیں داخل ہیں، آنحضرت سے باحوالہ و مدلل جواب مطلوب ہیں، امید ہے کہ آپ ہمیں اپنی تحقیقات عالیہ سے مستفید فرمائیں گے؟ جتنا جلد جواب موصول ہوگا اتنی ہمیں راحت ہوگی؟

المستفتي: عبداللہ واصد قاء ہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ کو بغور پڑھا گیا ہے، حدود مسجد اور جماعت خانہ میں، اوپر کے جماعت خانہ میں جانے کیلئے زینہ سے متعلق زید کی طرف سے عدم جواز کے دلائل کو بھی دیکھ لیا ہے، اور خالد کی طرف سے جواز کے دلائل بھی دیکھ لئے گئے ہیں، دونوں طرف سے دلائل پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ خالد کے

دلائل جوجواز سے متعلق ہیں، ان سے ہم کو پوری طرح اتفاق ہے، اور وہی دلائل مذکورہ مسئلہ سے متعلق زیادہ صحیح اور درست ہیں، کہ جماعت خانہ کے اندر سے اوپر کے جماعت خانہ میں جانے کیلئے زینہ بنانا بلاتردد جائز ہے، چاہے جماعت خانہ سے باہر خارج مسجد میں زینہ بنانے کی گنجائش کیوں نہ ہو، اس لئے کہ داخل مسجد میں اوپر کے جماعت خانہ میں جانے کیلئے جو زینہ بنایا جاتا ہے، وہ اسی طرح جزء مسجد ہے، جیسا کہ مسجد کے ستون اور مسجد کی دیوار جزء مسجد ہوتی ہے، نیز داخل مسجد کے زینے سے معتکف کے واسطے اوپر نیچے آنا جانا بلاتردد جائز ہوگا، اور خارج مسجد کے زینہ سے جانا ممنوع ہوگا، نیز مسجد حرام میں اسی وجہ سے اندرونِ مسجد اوپر جانے کیلئے بہت سے زینے بنائے گئے ہیں، حالانکہ اوپر کی منزلیں مسلسل پورے سال استعمال نہیں ہوتی ہیں، صرف رمضان یا موسم حج میں استعمال ہوتی ہیں، اس لئے ہمیشہ اور مسلسل استعمال نہ ہونا عدم جواز کی دلیل نہیں، اور یہ شبہ بھی دور ہو جاتا ہے، کہ زینے کی وجہ سے پانچ سات نمازیوں کی جگہ گھر جاتی ہے، کیونکہ پانچ سات نمازیوں کی جگہ گھرنا جزء مسجد میں سے اوپر کے جماعت خانہ میں بچاسوں نمازیوں کے نماز کیلئے جانے کا ذریعہ ہے، اور خالد نے ہندیہ کے جزئیہ سے دیوار بنانے کے جواز کی جو دلیل پیش کی ہے، وہ عدم جواز کے تمام شبہات کو دور کر دیتی ہے، اور مصالح مسجد سے متعلق کیا کیا چیزیں ہیں، ان کو یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ اصل مسئلہ جماعت خانہ سے زینہ بنانے کے جواز اور عدم جواز سے متعلق ہے، اس لئے اسی کی حدود میں رہ کر مسئلہ کو سمجھنا چاہئے، اور مصالح مسجد میں وضوخانہ، سرداب اور آمدنی کی دکانیں ہوتی ہیں، جو جماعت خانے سے خارج ہوا کرتی ہیں، ان سے متعلق یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے، اور جواز کیلئے خالد نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہی کافی ہیں الگ سے مزید دلائل کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ر صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۸۴/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۵ھ

دوکان یا مکان کی چھت پر مسجد بنانا

سوال: [۷۹۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی توسیع کے سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ حسین بخش دہلی سے فتویٰ حاصل کیا گیا، مسجد بہت تنگ تھی، چھوٹی تھی اور مسجد نیچے سے ٹھوس یعنی سڑک سے ایک منزل اوپر بنی ہوئی تھی، جس پر نماز ہوتی تھی، مسجد کے آگے یعنی ٹھوس جگہ کے سامنے دوکانیں ہیں، جن کی چھت مسجد کے اس حصہ کے مقابل ہیں، جس پر نماز ہوتی ہے، اب مسجد کی توسیع کے لئے دوکانوں کے اوپر کے حصہ یعنی چھت کو خریدا گیا ہے، جس کے لئے مدرسہ حسین بخش دہلی اور دارالعلوم دیوبند سے فتویٰ حاصل کیا گیا ہے، اور دارالعلوم دیوبند سے عدم جواز کا حکم آیا ہے، مدرسہ حسین بخش کے فتویٰ کی روشنی میں توسیع وتعمیر کا کام شروع کر دیا گیا تھا، دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ تاخیر سے پہونچا دونوں فتوے آپ کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں، تحقیق کیلئے کہ کون سا فتویٰ صحیح ہے، اوراب مدرسہ حسین بخش دہلی کے فتویٰ پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: گلزار مرزا، دہلی، مدرسہ تعلیم القرآن دہلی

جواب منجانب دارالافتاء مدرسہ حسین بخش دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نمازیوں کی کثرت ہو، مسجد تنگ ہوتو توسیع کی شدید ضرورت ہو، تو سوال میں مذکور مملوکہ دوکانوں کے اوپر کے حصہ کو خرید کر مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے، اس پر نماز درست ہوگی، اور وہ مسجد شرعی کہلائیگی بشرطیکہ آگے چل کر مالکین دکان کی طرف سے مسجد کو کسی قسم کا نقصان پہونچنے کا خدشہ نہ ہو۔

وفی جامع الفتاویٰ إذا کان السفل مملوکاً وفوقه مسجداً جاز–

وعن ابی یوسفؒ أنه أجاز أن یکون الأسفل مسجداً والأعلی ملکاً ...... وعن محمدؒ أنه حین دخل الری ورأی ضیق الامکنة جوز ذلک الخ. (فتاویٰ تاتارخانیة زکریا ۸/ ۱۶۱، رقم:۱۱۵۰۸)

وعن محمدؒ انه حین دخل الری أجاز ذلک کله لما قلنا (من الضرورة). (هدایه، کتاب الوقف، اشرفی دیوبند ۲/۶۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ زبیر احمد غفرلہ	الجواب صحیح:	الجواب صحیح:
مدرسہ حسین بخش دہلی	نصیر الدین غفرلہٗ	احقر محمد اویس غفرلہٗ
یکم رمحرم ۱۴۳۳ء	یکم ۱/۱۴۳۳ھ	۱/۱/۱۴۳۳ھ

جواب منجانب: دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں مسجد کے آگے دو کانوں کے صرف اوپری حصہ کو مسجد میں شامل کرنے اور نیچے کے حصے میں دوکانیں انکے مالکان کی ملکیت میں باقی رہنے کی صورت میں وہ اوپری حصہ شرعی مسجد کا حصہ نہیں کہلا ئیگا، مسجد شرعی نیچے تحت الثریٰ سے اوپر عنان سماء تک مسجد کے حکم میں ہوتی ہے، نیچے کا حصہ بھی حق عبد سے منقطع ہوکر مسجد کے لئے وقف ہونا چاہئے ورنہ وہ حصہ مسجد کی حد میں داخل نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

وقار علی غفرلہٗ	الجواب صحیح:	الجواب صحیح:
دارالعلوم دیوبند	فخر الاسلام غفرلہٗ	حبیب الرحمٰن عفااللہ عنہ
۳رمحرم ۱۴۳۳ھ	۳رمحرم ۱۴۳۳ھ	۳رمحرم ۱۴۳۳ھ

جواب منجانب: دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مرادآباد

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ مذکورہ سے متعلق فقہاء احناف کے مختلف اقوال ہیں، کچھ اقوال ضعیفہ ہیں، اور کچھ اقوال ظاہر الروایۃ میں سے ہیں، جو راجح اور مفتیٰ

بہ ہیں، اور راجح اور مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ اگر دوکان یا مکان کی چھت کے اوپر مسجد بنائی جائے تو وہ شرعی مسجد اس وقت ہوسکتی ہے، جب نیچے دوکان اور مکان وغیرہ مسجد کے مصالح اور آمدنی کیلئے مسجد ہی کی ملکیت میں مسجد کیلئے وقف ہوں اور مسجد جب چاہے اس کو توڑ کر مسجد کے اندر داخل کر سکے یا مسجد کے دیگر مصالح وضوخانہ وغیرہ بنایا جاسکے یا امام صاحب یا مؤذن کا کمرہ بنایا جاسکے یا مسجد کا سامان وغیرہ رکھنے کیلئے استعمال ہوسکے، اور جب نیچے کا حصہ مسجد کی ملکیت نہ ہو اور مسجد پر وقف نہ ہو بلکہ کسی دوسرے انسان کی ملکیت ہو تو اوپر کا حصہ مسجد شرعی نہیں بنے گا، اس میں نماز پڑھنے سے شرعی مسجد کا ثواب نہیں ملیگا۔ یہی حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ ۲/٦۸۴ میں وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے، اسی طرح فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۴/ ۴۲۱ میں موجود ہے، لہٰذا مدرسہ حسین بخش کے جواب میں جو فقہاء کی عبارتیں لکھی گئی ہیں، وہ ہدایہ وغیرہ کے اقوال ضعیفہ ہیں، اور دارالعلوم دیوبند کا جواب فی الجملہ صحیح ہے، اب ہم اس سلسلہ میں ظاہر الروایۃ کے مطابق اور مفتیٰ بہ اقوال سے متعلق ذیل میں چند عبارتیں پیش کرتے ہیں۔

ومن جعل مسجداً تحته سرداب أو فوقه بيت وجعل باب المسجد إلىٰ الطريق وعزله بمن ملكه فلهٗ أن يبيعه وإن مات يورث عنه ؛ لأنه لم يخلص لله تعالىٰ لبقاء حق العبد متعلقاً به ولو كان السرداب لمصالح المسجد جاز كما في مسجد بيت المقدس وتحته في الكفاية قوله:" فله ان يبيعه" أي لايكون مسجداً وهو ظاهر الرواية لأن المسجد مايكون خالصاً له تعالىٰ : قال الله تعالىٰ : وأن المساجد لله أضاف المساجد إلىٰ ذاته مع أن جميع الأماكن له فاقتضىٰ ذلك خلوص المساجد لله تعالىٰ ومع بقاء حق العبادفي أسفله أو في أعلاه لا يتحقق الخلوص. (هدايه مع الكفاية ، كتاب الوقف، فصل وإذا بنى مسجداً لم يزل ملكه ،

دارالفکر بیروت ٦/٢٣٤، زکریا ٦/٢١٧،کوئٹہ٥/٤٤٤)

لانـه لـم يخلص لله ؛ لبقاء حق العبد فيه والمسجد لايكون إلا خالصاً لله لـمـاتلونا ، ومع بقاء حق العبد في أسفله أو فى أعلاه أو في جوانبه محيطاً بـه لايتـحـقـق الخلوص كله (إلىٰ قوله) بخلاف مسجد بيت المقدس فإن السرداب فيه ليس بمملوک لأحد بل هو لمصالح المسجد. (تبيين الحقائق، ملتان پاکستان٣/٣٣٠،زکریا ٤/٢٧١)

لـوجـعـل تـحتـه حـانوتاً وجعله وقفاً على المسجد قيل : لايستحب ذلک ، ولـكنه لو جعل فى الابتداء هكذا صار مسجداً ، وماتحته صار وقفاً عـليـه ويجوز المسجد والوقف الذى تحته . (حـاشيـه چلپی على التبيين ،امداديه ملتان٣/٣٣٠، زکریا ٤/٢٧١)

وحـاصـلـه أن شـرط كـونـه مسـجـداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً ليـنـقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ : " وأن المساجد لله " بخلاف ماإذا كان الســرداب أو الـعـلـو مـوقوفاً لمصالح المسجد فانه يجوز ، إذلا ملک فيه لأحـد بـل هـومـن تتـميـم مـصـالـح الـمسجد فهو كسرداب مسجد بيت الـمـقدس هذا هو ظاهر المذهب وهنا روايات ضعيفة مذكورة فى الهداية، وبـمـا ذكـرنـا عـلـم أنـه لـوبنى بيتاً على سطح المسجد لسكنىٰ الإمام فإنه لايـضـر فـى كـونـه مسـجداً لأنه من المصالح . (البـحـرالـرائق، کوئٹہ٥/٢٥١، زكرياه/٤٢١)

هكذا فى الشامية :(کراچی ٤/٣٥٧، زکریا ٦/٥٤٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٨ ربیع الاول ١٤٣٣ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩/١٠٦٣٨)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری
٨/٣/١٤٣٣ھ

مسجد کی موقوفہ زمین میں نیچے دوکان اوراوپر مسجد بنانا

سوال: [٧٩٦١]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تعمیر مسجد کا پروگرام ہے اور نیچے دوکانیں بنانے کا ارادہ ہے اوراوپر مسجد بنادیں کیا ایسا کرسکتے ہیں، کہ نیچے دوکانیں اوراوپر مسجد جبکہ واقفین زمین نے فقط مسجد کیلئے زمین دی ہے؟

المستفتي: مولانا اعجاز احمد، مدرس دارالعلوم چلہ امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دوہی آدمیوں نے مسجد کے لئے پیسے دئے ہیں، تو وہ لوگ نیچے دوکان بنانے کی اجازت دیں گے، تب اس کی گنجائش ہوسکتی ہے، اور اگر زمین دینے والے دوسرے لوگ ہیں، تو ان کی مرضی کے بغیر نیچے دوکانیں بنانے کی اجازت نہ ہوگی، اور اگر وہ اجازت دیدیں تو اس کی گنجائش ہے، اس لئے کہ واقفین کی غرض کی رعایت لازم ہوتی ہے۔

ان مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة زكريا ٦/ ٦٦٥، كراچی ٤/ ٤٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٢/ صفر المظفر ١٤١٥ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣١/ ٣٨٧٩)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٢/ ٢/ ١٤١٥ھ

دومنزلہ مسجد بنا کر نیچے دوکان بنانا

سوال: [٧٩٦٢]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دومنزلہ ایک جدید مسجد تعمیر کی گئی ہے، مسجد تیار ہونے کے بعد یہ بات طے ہوئی ہے کہ اوپر کی منزل میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے گی، اور نیچے کی منزل دوکان کیلئے کرایہ پر دیدی جائیگی، تاکہ اس سے جو کرایہ حاصل ہوگا، اس سے امام ومؤذن کی تنخواہ دی جائے گی، تو بتلائیں کہ مسجد

کے نیچے والی منزل کو دوکان کیلئے کرایہ پر دینا اوراس میں دوکان کرنا جائز ہے یانہیں؟

المستفتي: سعید الاسلام، مدنا پوری، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب نماز پڑھنے کی نیت سے دومنزلہ مسجد تیار کی گئی ہے، تو پوری مسجد مسجد شرعی بن گئی اب مسجد بننے کے بعد نیچے کی منزل کو امام ومؤذن کی تنخواہ وغیرہ کیلئے کرایہ پر دینا اوراس میں دوکان کرنا جائز نہیں۔ (عزیز الفتاویٰ/ ۵۹۷)

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجدز كريا٦/٥٤٨، كراچی ٣/٥١٢، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٢/٢٩٦)

قيم المسجد لايجوز له أن يبني حوانيت في حد المسجد أو فنائه لأن المسجد إذا جعل حانوتا أو مسكنا تسقط حرمته وهذا لايجوز. (فتاویٰ عالمگیری، الباب الحادی عشر فی المسجد وما يتعلق به زكرياقديم ٢/٤٦٢، جديد ٢/٤١٣، البحرالرائق، كوئٹه ٥/٢٤٩، زكريا٥/٤١٨، الموسوعة الفقهية الكويتية٣٧/٢٢٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۷۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۷/۱۴۲۳ھ

حدودِ مسجد سے باہر مسجد کا سامان رکھنے کیلئے حجرہ بنانا

سوال: [۷۹۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد میں صحن کے آخر میں وضو خانہ ہے، وضوخانہ کے اوپر دوچھتی ہے، جس پر ایک صف نمازیوں کی بن جاتی ہے جب نمازی تعداد میں بڑھ جاتے ہیں، اس دوچھتی کے اوپری منزل میں حجرہ ہے، واضح رہے کہ یہ مسجد پوری طرح تین منزل ہے دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ وہ

جو دوچھتی ہے اس میں صف کی جگہ پر ایک ایسا اسٹور بنایا جاسکتا ہے، جس میں مسجد اور جماعت کے متعلق سامان رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مسجد کا سامان جیسے صفیں لوٹے وغیرہ جماعت کا سامان یعنی وہ جماعتیں جن کا مسجد میں قیام ہوتا ہے، وقتی طور پر ان کا سامان بطور حفاظت اسٹور میں رکھ دیا جائے؟ بیان فرمائیں

المستفتي: سرفراز احمد، محلّہ بارہ دری، سرائے ترین، ضلع: سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وضوخانہ اور اس کے اوپر جو حجرے وغیرہ بنے ہوئے ہیں، وہ سب کے سب حدود مسجد سے خارج شمار ہوتے ہیں اور حدود مسجد سے خارجی حصہ میں مسجد کی ضروریات کیلئے حجرہ بنانا بلاشبہ جائز ہے اور مسجد میں نمازیوں کی کثرت کے وقت ان حجروں میں کھڑے ہوکر نماز میں شرکت کرنے والے کو جماعت کا ثواب تو ملیگا، البتہ حدود مسجد کا ثواب نہیں ملیگا، ان حجروں میں مسجد کی صفیں، لوٹے ضروری سامان وغیرہ رکھنا بھی جائز ہے، نیز تبلیغی جماعت کے لوگوں کا سامان رکھنا بھی بلاشبہ جائز ہے، اب ذمہ داران مسجد کو اختیار ہے، کہ اگر اس جگہ مسجد کا سامان رکھنے کیلئے الگ سے کوئی کمرہ مخصوص کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں، نیز اگر حدود مسجد کے اندر جماعت خانہ سے اوپر کی منزل میں یا نیچے تہہ خانہ میں مسجد کا سامان رکھنے کیلئے کوئی جگہ مخصوص کرلیں تو یہ بھی جائز ہے۔

یکره التوضؤ فی المسجد إلا إذا كان فيه موضع أعد لذلک لأنه مستثنیٰ منه حينئذ . (حلبی کبیر، فصل فی أحکام المسجد اشرفیه دیوبند/ ٦١١)

ولا بأس بأن يتخذ فی المسجد بيت يوضع فيه الحصير ومتاع المسجد به جرت العادة من غير نكير .(حلبی کبیر، اشرفی دیوبند/ ٦١٢)

إذا جعل تحته سردا بالمصالحه أی المسجد جاز .

(درمختار، كتاب الوقف، مطلب فی أحكام المسجد كراچی ٤ /٣٥٧،

زکریا ٦/٥٤٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۴۳/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۷/۱۴۳۱ھ

مسجد کا دروازہ توڑ کر مدرسہ کا چھجا نکالنا

سوال: [۷۹۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے دروازہ کو توڑ کر مدرسہ کا چھجا نکالنا کیسا ہے؟

المستفتی: شمس الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جائز نہیں ہے، بلکہ قیامت تک مسجد ہی کے حکم میں رہے گا!

لو خرب ماحوله واستغني عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبدا إلىٰ قيام الساعة وبه يفتى الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره كوئٹه ٣/٤٠٦، كراچی ٤/٣٥٨، زكريا٦/٥٤٨، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت٢/٥٩٥، قديم ١/٧٤٨، قاضي خان زكرياجديد٣/٢٠٤، وعلىٰ هامش الهندية زكريا٣/٢٨٨، هنديه زكريا قديم ٢/٤٥٨، جديد٢/٤١٠، البحر الرائق، كوئٹه ٥/٢٥١، زكريا٥/٤٢١، تاتار خانية زكريا٨/١٦٤، رقم: ١١٥١٩، المبسوط للسرخسي، دارالكتب العلمية بيروت ١٢/٤٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۴۳/۲۳)

احاطۂ مسجد میں تبلیغی جماعت کی کمیٹی کا اپنے مصارف سے مطبخ تعمیر کرنا

سوال: [۷۹۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی

باؤنڈری کے اندر اجتماعی تبلیغی جماعت کمیٹی اپنے مصارف سے جماعتوں کے کھانا بنانے اور ان کا سامان رکھنے کے لئے کمرہ تعمیر کرنا چاہتی ہے، کیا شریعت مطہرہ اس کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتي: عبدالسلام، سکریڑی منتظمہ کیمٹی جامع مسجد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مسجد کو اس جگہ کی ضرورت نہیں ہے، تو مسجد کی کمیٹی کی رضامندی سے مناسب قیمت ادا کر کے تبلیغی جماعت کمیٹی کے لئے مالکانہ طور پر اپنے مصارف سے مذکورہ مقاصد کے لئے تعمیر کرنا درست ہے ورنہ نہیں۔

اشتری المتولی بمال الوقف دارًا للوقف لا تلحق بالمنازل الموقوفة ويجوز بيعها في الأصح الخ. (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب اشتریٰ بمال الوقف داراً للوقف لا یجوز بیعها، زکریا ٦/٦٢٧، کراچی ٤/٤١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ / صفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۶۶۷)

منبر سے متصل مغربی جانب مسجد کا بیت الخلاء وغیرہ بنانا

سوال: [۷۹٦٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی مغربی جانب مسجد کے منبر سے بالکل متصل مسجد کی زمین ہے، اس زمین میں بیت الخلاء اور غسل خانہ بنانے اور نل لگانے کو متعلقین مسجد ناجائز سمجھ رہے ہیں، اسلئے کہ وہ زمین مسجد کی مغربی دیوار کے بالکل متصل ہے، لہٰذا آپ حضور والا سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں کہ وہاں نل، غسل خانہ اور بیت الخلاء بنانا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتي: مصلیان مسجد مرکز والی، معصوم پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نمازیوں کو کوئی خلل نہ ہو تو مسجد کی اس زمین میں جو منبر سے متصل مغربی جانب واقع ہے نل لگانے غسل خانہ بنانے اور بیت الخلاء بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، شرعاً درست ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۸۲)

وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أی المسجد جاز . (درمختار مع الشامی، کتاب الوقف، مطلب فی أحکام المسجد کراچی ٤/٣٥٧، زکریا٦/٥٤٧، الموسوعة الفقهية الكويتية٣٧/٢٠٢، الدر المنتقیٰ ، دارالکتب العلمیة بیروت٢/٥٩٤، هدایه اشرفی دیوبند ٢/٦٤٤)

وفی تقریرات الرافعی تحت قول لمصالحه : لیس بقید بل الحکم کذلک إذا کان ینتفع به عامة المسلیمن علی ما أفادهٗ فی غایة البیان: (الرافعی فی آخر الشامی، زکریا٦/٨٠، کراچی٤/٨٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۱۰۳)

مسجد میں انگریزی بیت الخلاء بنانا

سوال: [٧٩٦٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں ایک مسجد تعمیر ہوئی ہے، جس میں انتظامیہ نے انگریزی بیت الخلاء بنوا دیا ہے، جس کے بارے میں کافی چہ میگوئیاں ہوتی رہتی ہیں، کہ مساجد ومدارس یہ دین کے قلعے مانے جاتے ہیں، اس میں اس قسم کی چیزیں نہ ہونی چاہئے ،جبکہ انتظامیہ جواب میں کہتے ہیں کہ معذورین کیلئے بنوایا گیا ہے، واضح ہو کہ بمبئی جیسے شہر میں بھی نہ کسی مدرسہ میں اس قسم کا بیت الخلاء ہے، نہ مسجد میں بعض لوگ اس کے جواز میں سعودی عرب کی مثالیں دیتے ہیں، کہ وہاں اس قسم

کے بیت الخلاء بنے ہوئے ہیں، بہرحال شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتي: ابوالحسن، سیتامڑھی، مسجد صفہ منی ممبئی، انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مساجد ومدارس کے عمومی چندے سے انگریزی بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ہے، البتہ اگر ضرورت ہوتو خاص اسی ضرورت کیلئے مستقل چندہ کرلیا جائے یا کسی صاحب خیر کے ذریعہ سے بنوالیا جائے۔

إن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی مراعاة غرض الواقفين واجبة كراچی ٤/٤٤٥، زكريا ٦/٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۱/۲/۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۴۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۱۷ھ

اپنے اور مسجد کے پیسہ کو ملا کر تعمیر کرایا گیا کمرہ کس کی ملک ہے؟

سوال: [۷۹٦۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جناب حاجی اسماعیل صاحب اپنی بستی کی خستہ حالت کو مدنظر رکھکر مسجد ومکتب کے اخراجات پورے کرنے کی غرض سے مختلف جگہ سے چندہ جمع کر کے تقریباً ۲۴/ ہزار روپئے لائے اس کے بعد انھوں نے مذکورہ رقم سے چند کمرے بنانے کی غرض سے ایک مربع جگہ خریدی لیکن خریدتے وقت انھوں نے حساب کر کے دیکھا کہ اتنی رقم میں یہ جگہ خریدنے کے بعد اتنے کمرے بننے والے ہیں، تو انھوں نے اس وقت اور ۲۴/ ہزار روپئے اپنے ذاتی اس جمع شدہ چندے میں شامل کئے، اب کل ۴۸/ ہزار روپئے ہوئے، مذکورہ جگہ کو خرید کر باقی ماندہ پیسے سے چھ کمرے بنائے تین اپنے اور تین مسجد کے یہ چھ کمرے بنانے کے بعد بھی بلڈنگ کے مغرب سمت تقریباً ۲۰-۲۲/ فٹ جگہ خالی پڑی رہی، بلڈنگ مکمل تیار ہونے کے بعد چھ کمروں کو کرایہ پر دید یا تین کمروں کا پیسہ حاجی محمد

عمر صاحب جماعت کے حوالے کرتے رہے اور تین کمروں کا پیسہ خود لیتے رہے، لیکن پوری جگہ مع کمرہ کے اپنے نام رجسٹرڈ کرالی اس پر جماعت المسلمین نے حاجی عمر سے کہا کہ مسجد یا جماعت المسلمین کے نام پر چندہ جمع کیا ہے، لہٰذا نصف جگہ مع کمرہ کے مسجد کے نام یا جماعت المسلمین کے نام رجسٹرڈ وقف کر دیجئے، جواب میں حاجی عمر صاحب نے کہا کہ تم لوگ خیانت کروگے، جماعت نے کہا کہ آپ ٹرسٹ بنا کر رجسٹرڈ کر دیجئے تا کہ ہر سال سرکاری دفتر میں حساب ہوتا رہے، ساتھ ہی ساتھ خیانت کا بھی شک نہ ہو، پھر بھی حاجی عمر صاحب نے رجسٹرڈ وقف کرنے سے انکار کر دیا لیکن بدستور تین کمروں کا پیسہ جماعت کے حوالے کرتے رہے، اتفاقاً ایک دن جماعت اور حاجی عمر صاحب کے درمیان جھگڑا ہو جاتا ہے، اس دوران بہت ساری باتیں بڑھ جاتی ہیں، بالآخر جماعت نے حاجی عمر صاحب سے کہہ دیا کہ جب تک آپ تین کمروں کو مع ان کی جگہ کے مسجد کے نام یا جماعت کے نام رجسٹرڈ وقف نہیں کریں گے، جب تک آپکے پیسے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، جماعت المسلمین نے جو پیسہ لینے سے انکار کیا وجہ اس کی یہ ہے کہ حاجی عمر صاحب احسان جتلایا کرتے تھے، اس سے قبل جماعت دس سال تک تین کمروں کا کرایہ لیتی رہی، اب اس جھگڑے کے بعد حاجی عمر صاحب جماعت سے فوراً نکل گئے، اس کے بعد وہ اپنے گھر میں مکتب کھول کر اس پیسے سے مکتب چلاتے رہے، پہلے گاؤں کے پندرہ بیس بچے آتے تھے، بعد میں جماعت نے پابندی لگادی، اسلئے فی الوقت صرف گھر کے بچے پڑھتے ہیں، ، لہٰذا کیا شرعاً اس پیسے سے گھر میں مکتب چلانا اور اپنے بچوں کو گھر میں تعلیم دینا صحیح ہے برائے کرم مدلل تحریر فرمائیں؟

نوٹ: جس سے جگہ خریدی گئی ہے اس سے یہ کہا گیا کہ یہ مسجد کیلئے یعنی للہ خریدی جارہی ہے، جس کی وجہ سے بیچنے والے نے قیمت میں ترمیم کردی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ سے واضح ہورہا ہے کہ حاجی محمد عمر صاحب

مرحوم نے چھ کمروں میں سے تین اپنے لئے اور تین مسجد ومکتب کیلئے بنوائے تھے اس لئے تین کمرے حاجی عمر صاحب کی ملکیت میں داخل ہوں گے، اور باقی تین کمرے مکتب ومسجد کی ملکیت میں داخل ہوں گے، لہٰذا حاجی محمد عمر صاحب یا ان کے ورثہ پر لازم ہوگا کہ چھ کمروں میں سے تین کمروں کو مسجد ومکتب کے نام رجسٹری کر کے مسجد ومکتب کے ذمہ داروں کے حوالہ کردیں، ان تینوں کمروں کی آمدنی سے خاص کر گھر کے بچوں کو تعلیم دلانا درست نہیں ہوگا، بلکہ اس آمدنی سے عام لوگوں کے بچوں کیلئے مکتب چلانا لازم ہوگا۔

بنى المتولى من مال الوقف في عرصة الوقف أو من مال نفسه للوقف أو لم يذكر شيئاً كان وقفاً بخلاف الأجنبي، وإن أشهد أنه بناه لنفسه كان ملكاً له الخ. (فتاویٰ بزازیہ ،کتاب الوقف، الرابع فی المسجد ومایتصل به جدید زکریا ۳/ ۱٤٤، وعلی هامش الهندية زكريا ٦/ ۲۷۰)

وإن بناه من ماله لنفسه وأشهد أنه له فهو له الخ. (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی حکم بناء المتولی وغیرہ فی ارض الوقف زکریا ٦/ ٦۷۹، کراچی ٤/ ٤٥٥)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ رجب ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۳۱۶)

رام لکھی ہوئی اینٹوں سے مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۷۹٦۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر نے بھٹہ سے اینٹیں خریدی مسجد کے واسطے اینٹیں گھر آنے کے بعد جب دیکھا گیا تو اس پر لفظ رام لکھا ہوا تھا، جبکہ رام کو وہ اپنا امام اور خدا مانتے ہیں تو کیا اس طرح کی اینٹ کو مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد عبد المالک، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو اینٹیں مسجد کی تعمیر کیلئے لائی گئی ہیں، جس میں رام لکھا ہوا ہے، اس سے تعمیر کرنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے جس میں صرف خدا کی عظمت مقصود ہوتی ہے، اور رام غیر مسلموں اور اہل باطل کی عبادت میں عظمت کی چیز ہے جیسا کہ ذیل کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے۔

وإن وجدوا فی الغنیمة قلائد ذهب أو فضة فیها الصلیب والتماثیل فإنه یستحب کسرها الخ. (تاتار خانیة ۱۲۱/۷، رقم: ۱۰۱۰۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/صفر ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۵۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۲/۱۴۲۱ھ

۹ / الفصل التاسع: مسجد کی رقم ضروریات مسجد میں صرف کرنے کا بیان

مسجد کی رقم سے ضروریات مسجد کیلئے کمرہ بنانا

سوال: [۷۹۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد کے پاس اچھی خاصی رقم ہے اور مسجد کے پاس جگہ بھی ہے، مسجد کے متولی اور کمیٹی مسجد کے پیسے سے مسجد کے بالکل برابر میں ایک کمرہ بنانا چاہتے ہیں جس میں تبلیغی جماعت اپنا سامان اور کھانا وغیرہ پکا اور کھالیا کریں، کیا شرعاً متولی یا اراکین کمیٹی کو یہ حق حاصل ہے، کہ وہ اس مسجد کے پیسے سے مذکورہ کمرہ بنوادیں جو مسجد ہی کا ہوگا، زید کا کہنا ہے کہ چندہ دہندگان کی اجازت سے ایسا کر سکتے ہیں، مگر چندہ دہندگان متعین نہیں ہیں، باہر کے لوگ بھی آ کر نماز پڑھ جاتے ہیں، اور مسجد کی گولک میں پیسے ڈال جاتے ہیں، ان سے کیسے اجازت لی جائیگی، شرعاً فقہاء کا جو فیصلہ ہو وضاحت سے تحریر فرمادیں؟

المستفتي: عبدالرشید قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی زمین میں مسجد کے پیسے سے بوقت ضرورت کام آنے والا کمرہ بنانا جائز اور درست ہے، اس میں مسجد کی ضروریات کا سامان بھی رکھا جا سکتا ہے، اور بوقت ضرورت امام ومؤذن کی رہائش اور مہمان بھی رہ سکتے ہیں، اسی طرح تبلیغی جماعت والے بھی اپنی ضروریات اس کمرہ سے پوری کر سکتے ہیں۔

يبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب لعمارته ...... إلىٰ أخر المصالح . (شامی، الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بماهو أقرب إليها زكريا ٦/٥٥٩، ٥٦٠، كراچی ٤/٣٦٧، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/٢٩٢، هنديه زكريا قديم ٢/٣٦٨، جديد ٢/٣٥٦)

والذی یبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أولا ،ثم ماهو أقرب إلیٰ العمارة وأعم للمصلحة کالإمام للمسجد. (البحرالرائق، ، کوئٹه ۲۱۳/۵، زکریاه/۳۵٦)

لـو بنی فوقه بیتا للإمام لایضر لأنه من المصالح. (البحر، کوئٹه ۵/۲۱۵، زکریاه/۳۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹؍۱۰۳۴۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸؍۴؍۱۴۳۲ھ

مدرسہ کی آمدنی کو مسجد کی ضرورتوں میں صرف کرنا

سوال: [۱۷۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد سے ایک مدرسہ کا الحاق ہے، مدرسہ میں کچھ دوکانیں ہیں، کیا مدرسہ کی آمدنی کو مسجد کی ضرورتوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے، مذکورہ دونوں سوالوں کے جواب واضح فرمائیں؟

المستفتي: ابوالکلام، گردھی، پیر خاں، ٹھاکر گنج، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مسجد سے مدرسہ ملحق ہے، نیز چندہ مشترکہ طور پر ہوتا ہے اور دونوں کے ذمہ دار ایک ہیں، اور دونوں ایک نظام کے تحت ہیں، اور چندہ دینے والے جانتے ہیں کہ ہمارا چندہ ان سب کاموں میں مشترکہ طور پر خرچ کیا جاتا ہے، تو اس صورت میں مدرسہ کی آمدنی سے مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے، اور اگر دونوں کا نظام الگ الگ ہے اور دونوں کی آمدنی اور چندہ بھی الگ الگ ہے، تو ایک کی آمدنی دوسرے پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۹/۲۲۴، جدید زکریا دیوبند ۹/۸۸)

وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجداً ومدرسة، ووقف عليهما أوقافاً لايجوز له ذلك، تحته في الشامية: قال الخير الرملي أقول ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال فلا يصرف أحدهما للآخر وهي واقعة الفتوى.

(الدر مع الرد، الوقف، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه، كراچی ٤/ ٣٦٠، ٣٦١، زكريا٦/ ٥٥١، ٥٥٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/صفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۰۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۲/۱۴۲۰ھ

مسجد کے کام کے لئے مسجد کی رقم سے کرایہ دینا

سوال: [۷۹۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے کام کیلئے مسجد کی رقم سے کرایہ یا اجرت دینا کیسا ہے؟

المستفتي: عبدالرحیم، بڈیڈوی عفی عنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کے کام کیلئے مسجد کے روپیہ سے کرایہ اور اجرت دینا درست ہے۔

وللمتولي أن يستأجر من يخدم المسجد، يكنسه ونحو ذلك بأجر مثله. (هنديه، الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به، زكرياقديم ٢/ ٤٦١، جديد ٢/ ٤١٢، الفتاوى التاتار خانيه، زكريا ٨/ ١٧٥، رقم: ١١٥٥٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۳/۱۴۲۱ھ

مسجد کے روپیہ سے ٹنکی وغیرہ خریدنا؟

سوال: [۷۹۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے روپئے سے نمازیوں کیلئے پانی پینے کیلئے مہیا کرنا جیسے کہ (۱) ٹنکی کا خریدنا۔ (۲) برف کا خریدنا۔ (۳) جگ گلاس وغیرہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد سہراب، ٹال والی
مسجد، نئی سڑک، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کے روپئے سے مذکورہ چیزوں کا خریدنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر مذکورہ چیزوں کے بغیر مصلیوں کی جماعت بالکل کم ہوجانے کا خطرہ ہوتو بدرجہ مجبوری گنجائش ہے، ورنہ نہیں۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۲/ ۷۰۷)

والذي يبتدأ به من ارتفاع الوقف، أى من غلته عمارته شرط الواقف أولا، ثم ماهوأقرب إلىٰ العمارة وأعم للمصلحة...... ثم السراج والبساط كذلك إلىٰ آخر المصالح. (الدر مع الرد، الوقف، مطلب يبدأبعد العمارة بماهو أقرب إليها زكريا ٦/٥٦٠، كراچی ٤/٣٦٧، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/٢٩٢، هنديه زكريا قديم ٢/٣٦٨، جديد ٢/٣٥٦، البحرالرائق، كوئٹه ٥/٢١٣، زكريا ٥/٣٥٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ررمضان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۸۴/۲۵)

مسجد کی رقم سے اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر خریدنا

سوال: [۷۹۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد

کے پیسے سے مسجد میں اذان دینے کیلئے لاؤڈ اسپیکر خریدنا چاہتے ہیں، کیا خرید سکتے ہیں؟

المستفتي: صلاح الدین، ڈھکیہ جمعہ، کندرکی، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق :اگر مسجد اتنی مالدار ہے کہ لاؤڈ اسپیکر خریدنے کی وجہ سے اخراجات مسجد میں کوئی فرق اور نقصان نہیں آتا ہے، تو اسکی گنجائش ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۲۰۲/۹، جدید زکریا مطول ۴۵۲/۱۰)

البتہ اس میں کمیٹی اور ذمہ داران مسجد کی اجازت لازم ہے۔

ولهم أيضا أن يفرشوا بالآجر و الحصير ويعلقوا القنديل لكن من أنفسهم لامن مال المسجد إلا بأمر الحاكم الخ. (بزازيه ، الوقف، الفصل الرابع فى المسجد وما يتصل به، زكريا جديد۳/۱٤۳، وعلى هامش الهندية ٦/٢٦٨-٢٦٩)

قالوا: إن وسع الواقف ذلك للقيم وقال : تفعل ما ترى من مصلحة المسجد كان له أن يشترى للمسجد ماشاء . (هنديه، الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به زكريا قديم٢/٤٦١، جديد ٢/٤١٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ربیع الاول ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶؍۲۱۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳؍۳؍۱۴۱۱ھ

مسجد کی رقم سے مائک خریدنا

سوال: [۷۹۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے روپیہ سے مسجد کیلئے مائک خریدنا یا مائک خریدنے کیلئے چندہ متعین کر کے یا غیر متعین کر کے لینا اور اس روپیہ سے مائک خریدنا کیسا ہے؟ اور خرید کر کے مسجد کے کام کے علاوہ دوسرے کام میں استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد سعید الرحمٰن، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مائک خریدنے کے وجہ سے مسجد کے ضروری اخراجات پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، تو جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۲۰۲/۹، جدید مطول ۴۵۲/۱۰)

قالوا: إن وسع الواقف ذلک للقیم وقال: تفعل ما تری من مصلحة المسجد کان له أن یشتری للمسجد ماشاء. (هندیه، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به زکریا قدیم ۴٦۱/۲، جدید ۴۱۳/۲، وهکذا فی المحیط البرهاني المجلس العلمی ۱۳٦/۹، رقم: ۱۱۳۸۱، الفتاوی التاتار خانیة زکریا ۱۷۵/۸، رقم: ۱۱۵۵٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ربیع الاول ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶؍۲۱۷۰)

مسجد کی دوکان کوفروخت کرکے آمدنی تعمیر مسجد میں لگانے کا حکم

سوال: [٦٧٩٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گاؤں میں ایک مسجد خستہ حالت میں تھی، گاؤں کے لوگوں نے مسجد کو شہید کرکے از سرنو تعمیر شروع کردی مسجد کی تعمیر کے لئے گاؤں میں چندہ وغیرہ کیا گیا، لیکن گاؤں غریب ہونے کی وجہ سے مسجد کا تعمیری کام مکمل نہ ہوسکا، مسجد سے ۱۰۰؍گز کی دوری پر ایک دوسری مسجد ہے، اوراس کے برابر میں دودوکانوں کی جگہ ہے، جو دونوں مسجدوں کے نام ہے، اور مسجد کے لئے وقف نہیں ہے، تو تعمیر مسجد کی کمیٹی اور گاؤں کے لوگ اپنی مسجد کی جگہ فروخت کرنا چاہتے ہیں، تاکہ مسجد کا کام مکمل ہوسکے، کیا مذکورہ صورت حال کے پیش نظر نوتعمیر مسجد کے نام دوکان کی جگہ فروخت کرسکتے ہیں یانہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: فہیم انور قریشی، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زیرتعمیر مسجد کے نام جو دوکان ہے، اور کمیٹی اور گاؤں کے ذمہ دار حضرات اس دوکان کو بیچ کر اس کی آمدنی مسجد میں لگانا چاہتے ہیں، تو شرعی اعتبار سے ذمہ داران کمیٹی کو اس کا اختیار نہیں، اس لئے کہ مسجد کی ملکیت کی جائیداد فروخت ہوجانے کے بعد اگر اس کا بدل دوسری جگہ نہ مل سکے تو خرد برد کے مترادف ہوجاتی ہے، بعد میں مسجد کی آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے آگے چل کر دقتیں پیش آسکتی ہیں، اس لئے اس جگہ کو نہ بیچا جائے، اور مسجد کا تعمیری کام عامۃ المسلمین کے چندہ سے مکمل کرنے کی کوشش جاری رکھی جائے۔

أما أهل تلک المحلة فلهم أن يهدموا و يجددوا بناءه – لكن من مال أنفسهم، أما من مال المسجد فليس لهم ذلک . (هنديه، الباب الحادى عشر فى المسجد، و ما يتعلق به، زكرياقديم ۲/ ٤٥٧، جديد ۲/ ٤١٠)

أهل المسجد إذا باعوا غلة المسجد أونزل المسجد ——— قال الصدر الشهيد: والفتوىٰ على أنه لايجوز . (التاتارخانية، زكريا ۸/ ۱۷۸، رقم: ١١٥٦٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۰۰۳/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۶/۱۴۳۶ھ

۱۰؍۱الفصل العاشر: ایک مسجد کی اشیاء کا دوسری مسجد میں استعمال مسجد کی آمدنی کیلئے موقوفہ زمین پر مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۷۹۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں واقف مسجد نے ایک قطعہ زمین مسجد سے کچھ دوری پر دوسرے علاقہ میں مسجد کے خرچہ اخراجات کے لئے وقف کی جس سے مسجد کے امام ومؤذن کی تنخواہ اور دیگر ضروریات پوری کی جاتی ہیں، مسجد کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی نہیں ہے، اب جس علاقہ میں وہ زمین ہے، کچھ لوگ اس میں مسجد بنانا چاہتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس جگہ ازروئے شرع مسجد بنانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

المستفتي: اراکین کمیٹی مسجد مدن پور، دیوریا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مسجد کیلئے چونکہ اس قطعہ زمین کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی موجود نہیں ہے، اس لئے جب تک اس مسجد کیلئے کسی ذریعۂ آمدنی کا انتظام نہ کردیا جائے اور اس قطعۂ زمین سے مسجد مستغنی نہ ہوجائے، اس وقت تک اس زمین پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۶/۵۴)

شرط الواقف كنص الشارع أي في وجوب العمل به وفي المفهوم والدلالة. (الاشباه كراچی ۲/۱۰۶، قواعد الفقه، اشرفی/۸۵، رقم: ۱۵۲)

وقد علم بهٰذا التقرير إعمال الغلتين إحياءً للوقف ورعاية شرط الواقف هذا هو الحاصل من الفتاویٰ وقد علم أنه لايجوز لمتولي الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر. (البحرالرائق، الوقف، زكريا۵/۳۶۲، كوئٹه ۵/۲۷۱)

سئل عن شمس الأئمة الحلواني أنه سئل عن مسجد أو حوض

خرب ولایحتاج إلیه لتفرق الناس عنه: هل للقاضی أن یصرف أوقافه إلیٰ مسجد آخر أوحوض آخر؟ فقال نعم. (هندیة، الباب الثالث عشر فی الأوقاف التی یستغنی عنها زکریا قدیم ۲/ ٤۷۸، جدید۲/ ٤۱۹، مجمع الانهر ،دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ٥۹٦، قدیم۱/ ۷٤۸، ۷٤۹، المحیط البرهانی ، المجلس العلمی۹/ ۱٥۱،رقم: ۱۱٤٤۱، الفتاویٰ التاتار خانیة زکریا۸/ ۱۹٦، رقم:۱۱٦۲٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۱۱۵۳۱/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۵/۲۳ھ

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا کب جائز ہے؟

سوال: [۷۹۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ہمارے یہاں شادیوں کے موقعوں پر دولہا کی طرف سے مسجدوں کیلئے کچھ سامان دینے کا رواج ہے، جس میں بالٹی رسی قرآن پاک رحل لوٹے صفیں گھنٹے بالعموم اور بہت سے لوگ پنکھے وکولر وغیرہ بھی لاتے ہیں، تعمیر وغیرہ کا کام شروع ہوتا ہے، اور بغیر کام کے بھی مسجد کے لوگ اس سامان کو فروخت کر کے حسب مرضی رقم کو خرچ کرتے ہیں، ''یادگار شیخ'' سہارنپور پندرہ روزہ میں ایک استفتاء کے جواب میں مسجد کا سامان بیچنا ناجائز لکھا ہے، آپ وضاحت کیساتھ اس مسئلہ کو صاف تحریر فرمائیں کہ مسجد کے سامان کی فروختگی درست ہے یا نہیں؟ اگر کچھ گنجائش ہے تو کس صورت میں؟ اگر کمیٹی یا متولی کو اختیار ہے تو کس وقت؟

(۲) تقرر کس طرح سے کیا جائیگا، صرف نمازی ہی کرلیں گے یا بستی ومحلّہ کے سب لوگ بالاتفاق کمیٹی یا متولی بنائیں گے؟

المستفتي: عبدالرحیم، بڈبڈوی عفی عنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ اشیاء مسجد کی ضروریات سے زائد

ہیں، اور فروخت کرنے میں دینے والوں کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں فاضل اشیاء کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کی دوسری ضروریات میں صرف کرنا جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ١/ ٤٨٠، ڈابھیل ١٤/ ٥٧٥، فتاویٰ رشیدیہ قدیم/ ٥٣٥، جدید زکریا مبوّب/ ٥١٥)

لو اشترىٰ حشيشا ، أو قنديلا، للمسجد فوقع الاستغناء عنه ، كان ذلک له إن كان حياً . (البحر الرائق، الوقف ، فصل فی أحكام المسجد زكريا ٥/ ٤٢٣، كوئٹه ٥/ ٢٥٢، الدر مع الرد، زكريا ٦/ ٥٤٩، كراچی ٤/ ٣٥٩)

(٢) بہتر شکل یہی ہے کہ سب کے اتفاق سے کمیٹی یا متولی کا تقرر کیا جائے اور اگر محلّہ کے بااثر اور صاحب رائے حضرات کے اتفاق سے بنایا جائے تب بھی جائز اور درست ہوگا۔

كما استفيد من عبارة الشامی، ويصير القاضی قاضياً بتراضی المسلمين الخ. (شامی، الصلاة، باب الجمعة ، زكريا ٣/ ١٤، كراچی ٢/ ١٤٤، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالكتاب ديوبند/ ٥٠٧، هنديه زكريا قديم ١/ ١٤٦، جديد ١/ ٢٠٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
١٢/ ربیع الاول ١٤١٣ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٨/ ٣٠٩٣)	١٤١٣/٣/١٣ھ

ایک مسجد کا پیسہ دوسری مسجد میں دینا

سوال: [٧٩٧٤]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ کبھی کبھی مسجد کے پیسے چھپا لیا کرتے تھے، لیکن لکھ کر رکھتے تھے، ان کا بھی حساب موجود ہے تو کیا جس مسجد کے پیسے لئے تھے، اسی مسجد میں دینا ضروری ہے، یا دوسری مسجد میں دینے سے کام چل سکتا ہے؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: مشتاق احمد، محلّہ تھانہ امروہہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس مسجد کا روپیہ چھپا لیا ہے، اسی مسجد کو ادا کرنا ضروری ہے دوسری مسجد کو دینے سے وہ بری الذمہ نہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۱۰۷، فتاویٰ رشیدیہ قدیم/ ۵۳۶، جدید مبوب/ ۵۱۵، فتاویٰ محمودیہ ۱۰/ ۱۸۶، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۵۰)

وإن اختلف أحدهما بأن بنیٰ رجلان مسجدین أو رجل مسجداً ومدرسةً ووقف عليهما أوقافاً لايجوز لهٗ ذلک. (شامی، الوقف، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه زكريا ٦/ ٥٥١، كراچی ٤/ ٣٦٠، الفقه الإسلامی و أدلته ، دارالفكر ١٠/ ٧٦٦٤، هدیٰ انٹر نیشنل دیوبند ٨/ ٢١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۰ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۸۲)	۱۰/ ۶/ ۱۴۱۶ھ

ایک مسجد کے بچے ہوئے تعمیری سامان کو دوسری مسجد میں لگانا

سوال: [۷۹۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں کی ایک مسجد کی نئی تعمیر ہوئی ہے، اس کی پرانی اینٹیں کچھ سابوت اور کچھ ٹوٹی ہوئی ہیں، کچھ چھت کی سریا وغیرہ بھی بچی ہوئی ہیں، اب مسجد کی تعمیر مکمل ہوچکی ہے، سر دست اس مسجد میں ضرورت نہیں ہے، جس کی زمین پر یہ اینٹیں رکھی ہوئی ہیں، یا پورا ملبہ پڑا ہوا ہے، وہ وہاں سے جلد ہٹا لینے کا تقاضہ کررہا ہے، نیز اگر اس کو وہاں سے نہ ہٹایا گیا تو ضائع ہونے یا دھیرے دھیرے غائب ہوجانے کا بھی اندیشہ ہے، اسلئے دریافت یہ کرنا ہے کہ ان اینٹوں کو یا بچے ہوئے ملبہ کو کسی دوسری مسجد یا مدرسہ میں جہاں تعمیری کام جاری ہیں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟ تحریر فرما دیں؟

المستفتي: متولی مسجد فتح پور، کملا پور، سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورت مسئولہ میں جوائینٹیں اورسریا وغیرہ مسجد کی ضرورت سے زائد ہے اور تحفظ کی کوئی قابل اطمینان صورت بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں زائد از ضرورت ملبہ کو کسی دوسری مسجد یا کسی دینی مدرسہ میں لگانا جائز اور درست ہے۔

يصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامی، الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره زكريا٦/٥٤٩، كراچی ٤/٣٥٩، الموسوعة الفقهية الكويتية٤٤/١٦١)

فإن استغنى عنه هذا المسجد يحول إلىٰ مسجد اٰخر. (فتاویٰ عالمگیری، الباب الحادی عشرفی المسجد وما يتعلق به زكرياقديم٢/٤٥٨، جديد٢/ ٤١٠، البحر الرائق، كوئٹه٥/ ٢٥٢، زكريا ٥/٤٢٣)

والذى ينبغى متابعة المشايخ المذكورين في جواز النقل .... ولا سيما فى زماننا فإن المسجد أو غيره من رباط أو حوض إذا لم ينقل يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون كماهو مشاهد. (شامی، زكريا٦/ ٥٥٠، كراچی ٤/ ٣٦٠) مستفاد: انوار رحمت/ ١٤٤، فتاویٰ محمودیه ڈابهیل١٥/ ٤٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۱۱/ ۱۴۳۲ھ

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کرنا

سوال: [۷۹۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد ہے اور وہاں کے مسلمان اپنے مکانوں کو خالی کر کے دوسری جگہ جارہے ہیں، اب جو سامان ہے، اس کو اس مسجد کے لوگ دوسری مسجد میں دینا چاہتے ہیں، اور

اس میں نماز بھی نہیں ہوتی ہے، اور اگر وہ لوگ اس مسجد کے سامان کو وہاں چھوڑتے ہیں، تو کافر لے جائیں گے، اور مسجد کے منہدم ہونے کا پورا پورا امکان ہے، اور کافروں کے ظلم وستم سے وہ لوگ وہاں سے جارہے ہیں، اب وہ لوگ اس مسجد کا سامان دوسری مسجد کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں؟ مہربانی ہوگی؟ مسجد کا سامان یہ ہے، لاؤڈ اسپیکر، لوٹے صرف دو سامان ہیں؟

المستفتي: لیاقت حسین، محلّہ: اسلام نگر، کرولہ، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر واقعی وہاں سے تمام مسلمان منتقل ہوکر دوسری جگہ جارہے ہیں، اور اس مسجد کے ویران ہونے کا خطرہ ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے، کہ اس مسجد کو رجسٹرڈ کرالیں اور وقف بورڈ کے ماتحت اسکی حفاظت ہوتی رہے اور اس مسجد کے لوٹے اور لاؤڈ اسپیکر کو دوسری جگہ کی مسجد میں استعمال کرنا شرعاً جائز ودرست ہوگا۔ (مستفاد: امداد المفتیین کراچی/۷۷۰)

سئل شيخ الاسلام عن أهل قرية رحلوا وتداعى مسجدها إلى الخراب وبعض المتغلبة يستولون على خشبه وينقلون إلى دورهم هل لواحد لأهل المحلة أن يبيع الخشب بأمر القاضي ويمسك الثمن ليصرفه إلىٰ بعض المساجد أو إلىٰ هذا المسجد؟ قال: نعم الخ. (شامی، الوقف، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه، زكريا ٦/٥٥٠، كراچی ٤/٣٦٠، هنديه، زكريا قديم ٢/٤٧٩، جديد ٢/٤١٩، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ٩/١٥١، رقم: ١١٤٤٢، الفتاویٰ التاتار خانية زكريا ٨/١٩٧، رقم: ١١٦٢٦، منحة الخالق، زكريا ٥/٤٢٥، كوئٹه ٥/٢٥٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٨/رجب ١٤١٣ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٢٥٠/٢٩)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٨/٧/١٤١٣ھ

ایک مسجد کی رقم دوسری مسجد میں صرف کرنا

سوال: [٧٩٨٢]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قصبہ شیرکوٹ کی ایک مسجد المعروف بعلی اس کے دو فنڈ ہیں ایک فنڈ جائیداد کے کرایہ کی بابت جو رقم وصول ہوتی ہے، وہ رقم تو مسجد کی منتظمہ کمیٹی کے خازن کے پاس جمع رہتی ہے، جو مسجد کے ماہانہ اخراجات میں صرف ہوتی ہے، دوسرا فنڈ وہ ہے جو بیاہ شادی وغیرہ میں لوگ مذکورہ (علی مسجد) کو بطور امداد کرتے ہیں، اور وہ نامزد کر کے علی مسجد ہی کو دے کر جاتے ہیں، یہ رقم کمیٹی کے علاوہ برادری کے ایک امین شخص کے پاس جمع ہوتی رہتی ہے، کہ کسی وقت کوئی بڑا کام مسجد میں ہو تو یہ رقم کام آئے گی، اب علی مسجد میں ایک اہم کام کا آغاز ہے دوسرے فنڈ کے متعلق اس فنڈ کے خازن کا یہ کہنا ہے کہ یہ رقم بجائے علی مسجد کے دوسری ایک مسجد میں دیدی جائے، کیونکہ علی مسجد مالدار مسجد ہے، وہ دوسری مسجد رقم کے اعتبار سے کمزور ہے کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ معطی نے یہ رقم علی مسجد کے نام سے دی ہے، آپ صرف امین یا خزانچی ہیں، یہ علی مسجد میں ہی خرچ ہونی چاہئے اب سوال یہ ہے کہ ایک مسجد کا پیسہ دوسری مسجد میں خزانچی یا امین کا بغیر اجازت معطی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: حاجی اقبال احمد، سکریٹری،
علی مسجد، قصبہ: شیرکوٹ، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو پیسے لوگوں نے علی مسجد کو امداد کے طور پر

دیئے ہیں، ان پیسوں کو علی مسجد ہی کے مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے، کسی دوسری مسجد پر ان پیسوں کا صرف کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر دوسری مسجد مالی اعتبار سے بہت کمزور ہے تو علی مسجد کی کمیٹی کے تمام افراد کے اتفاق سے دوسری مسجد کو دیا جاسکتا ہے، نیز اگر معطیین موجود اور متعین ہوں تو ان کو بھی خبر کر دی جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/۱۸۵، ڈابھیل ۱۴/۵۸۱)

وإن اختلف أحدهما بأن بنیٰ رجلان مسجدین أو رجل مسجداً ومدرسةً ووقف عليهما أوقافاً لايجوز له ذٰلک. (شامی، الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه زکریا٦/٥٥١، کراچی٤/٣٦٠، الفقه الإسلامی وأدلته، هدیٰ انٹر نیشنل ٨/٢١٨، دارالفکر ١٠/٧٦٧٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۷۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۴/۲۴ھ

کیا ایک مسجد کی رقم دوسری مسجد یا مدرسہ میں صرف کر سکتے ہیں؟

سوال: [۷۹۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے کچھ رقم مسجد کی تعمیر میں دی تھی لیکن اس مسجد کی خود اتنی آمدنی ہے کہ ضرورت سے زیادہ بچی رہتی ہے، کیا وہ رقم وہاں سے نکال کر کسی دوسری مسجد کی یا مدرسہ کی تعمیر میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالمعید قاسمی، اعجاز پریس، کلین، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بینک سے ضائع ہونے کی بات نہیں ہے، تو دوسری مسجد یا مدرسہ میں صرف کرنا جائز نہیں ہوگا، البتہ اگر چندہ دہندگان سے رابطہ قائم کرنا

ممکن ہوتوان کی اجازت سے دوسری مسجد میں صرف کرنا جائز ہوسکتا ہے، نیز مدرسہ میں صرف کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔(مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ مبوب/۶ ۵۳، جدید زکریا مبوب/۵۱۵، امدادالفتاویٰ۲/۵۹۶)

وإن اختلف أحدهما بأن بنیٰ رجلان مسجدین أو رجل مسجداً ومدرسةً ووقف عليهما أوقافاً لايجوز له ذٰلک. (شامی، الوقف، مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه زکریا٦/ ٥٥١، کراچی٤/ ٣٦٠، الفقه الإسلامي وأدلته، هدیٰ انٹر نیشنل ٨/ ٢١٨، دارالفکر ١٠/ ٧٦٧٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۸۴۱)

ایک مسجد کی جانماز معطی کی اجازت سے دوسری مسجد میں دینا

سوال: [۷۹۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے مسجد میں چندہ دیا اس کی جانماز خریدی گئی اب اس جانماز کا استعمال اسی مسجد میں ہونا ضروری ہے جس کے واسطے اس نے چندہ دیا تھا، یا دوسری مسجد میں چندہ دہندگان کی اجازت سے استعمال کرنا درست ہے؟

المستفتي: مولانا ظہیر احمد، مفتی جامع العلوم، کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد یا دینی ادارہ کی جانماز یا دوسری چیز جبکہ ایسے چندہ کی رقم سے خریدی گئی، جو اسی مسجد کے لئے خاص ہے اور چندہ دیتے وقت چندہ دہندہ نے دوسری مسجد میں تصرف کی صراحت نہیں کی ہے، اور وہ جانماز وغیرہ اسی مسجد کی ضروریات کے لائق بھی ہے، تو دوسری مسجد میں تصرف ناجائز ہے، اگر وقت اعطاء رقم دہندہ نے دوسری

مسجد میں تصرف کی بھی صراحت کردی تھی، تو جائز ہے بعد کی اجازت معتبر نہیں، کیونکہ ملکیت سے خارج ہو جانے کے بعد کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

وإنما تثبت ولاية الاستبدال بالشرط وبدون الشرط لاتثبت الخ.

(قاضیخان، الوقف، فصل فی مسائل الشرط فی الوقف، زکریا جدید۳/۲۱٤، وعلی هامش الهندية۳/۳۰۷، البحرالرائق، کوئٹہ۵/۲۰٦، زکریا۵/۳٤۵، الموسوعة الفقهية الکويتية٤٤/۱۹۸)

وأجمعوا على أن الواقف إذا شرط الاستبدال لنفسه فى أصل الوقف يصح الشرط والوقف ويملك الاستبدال وأما بدون الشرط أشار فى السير أنه لايملك الاستبدال الخ. (قاضیخان، زکریاجدید۳/۲۱٤وعلی هامش الهندية۳/۳۰٦)

والملك يزول أى ملك الواقف فيصير الوقف لازماً للاتفاق على التلازم بين اللزوم والخروج عن ملكه الخ. (الردّ مع الدر، مطلب شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع کوئٹہ ۳/۳۹۵، کراچی ٤/۳٤۳، زکریا٦/۵۲۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۴۳)

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں استعمال کرنا

سوال: [۷۹۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صحن مسجد میں جو کنواں اور کمرہ تعمیر کیا گیا ہے، اس کی تعمیر میں ایک دوسری مسجد کے چوکے (اینٹیں) استعمال کی گئیں ہیں، جبکہ خود اس دوسری مسجد کا تعمیری کام ہو رہا ہے، لہٰذا شرعاً ایک مسجد کی اینٹیں دوسری مسجد کے غیر شرعی کام میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں براہ کرم مفصل ہر دو سوال

کا جواب با حوالہ تحریر فرمائیں؟

المستفتي: عبدالسلام، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: امدادالفتاویٰ ۲/ ۵۴۹، فتاوی رشیدیہ قدیم /۵۳۳، جدید زکریا مبوب/۵۱۲، کفایت المفتی ۷/۶۲، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۲۳۵، وغیرہ میں صراحت موجود ہے، کہ صورت مذکورہ میں دوسری مسجد کے کام میں استعمال ناجائز ہے!

وإن اختلف أحدهما بان بنیٰ رجلان مسجد ین أو رجل مسجداً أو مدرسة ووقف عليهما أوقافاً لايجوز له ذلک الخ. (الدر مع الرد، الوقف، مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه زکریا ٦/ ٥٥١، کراچی ٤/ ٣٦٠، الفقه الإسلامي وأدلته، هدیٰ انٹر نیشنل دیوبند ٨/ ٢١٨، دارالفکر ١٠/ ٧٦٧٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۴/۲۴)

پرانی مسجد کی جائیداد ورقم نئی مسجد میں لگانا

سوال: [۷۹۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پرانی مسجد کی جائداد ورقم نئی مسجد کی تعمیر میں لگانا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتي: ربیع الحق، مرشدآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر پرانی مسجد کی جائداد اور رقم اس کی ضرورت سے زائد ہے تو نئی مسجد میں اس کا اثاثہ لگانا جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: انوار رحمت/ ۱۳۹)

یصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامی، الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد أوغیره زکریا ۶/ ۵۴۹، کراچی ۴/ ۳۵۹، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۴۴/ ۱۶۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۶/۶/۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۴۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۶/۱۰ھ

الفصل الحادي عشر: اشیاء مسجد کا استعمال

مسجد میں موجود تاڑی کے درخت کی آمدنی کا مصرف

سوال: [٧٩٨٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی زمین میں یا قبرستان کی زمین میں جو تاڑی کا درخت ہوتا ہے، اس کی تاڑی جو بیچی جاتی ہے، اوراس سے جو آمدنی آتی ہے، اس رقم کو کیا کرنا چاہئے بتایا جائے یعنی یہ کہ مسجد وقبرستان کی تعمیر وغیرہ میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں یا سڑک کی نالی وغیرہ درست کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یا اس کے علاوہ کس مصرف میں لایا جاسکتا ہے؟

المستفتي: فیاض الدین، بہار شریف، نالندہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تاڑی اوراس کی آمدنی کی حلت اور حرمت کا مدار اس میں نشہ ہونے اور نشہ نہ ہونے پر ہے، اگر نشہ دار نہ ہو صرف میٹھا عرق فروخت ہوتا ہو تو وہ جائز اور حلال ہے اسکی آمدنی اسی مسجد یا قبرستان کے اخراجات تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا ضروری ہے، اور اگر با قاعدہ اس میں نشہ آچکا ہے، تو حضرت امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور یہی مفتی بہ قول ہے، لہٰذا نشہ دار تاڑی کا کاروبار ہرگز نہ کیا کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ١/٢٣٠)

عن ابن عباس قال: حرمت الخمر بعينها قليلها وكثيرها، والسكر من كلّ شراب. (سنن النسائی، الاشربة، النسخة الهندية ٢/٢٨٣، دارالسلام رقم: ٥٦٩٥، السنن الكبرىٰ للبيهقي، دارالفكر بيروت ١٣/٨٦، رقم: ١٧٨٩٢)

وحرمها محمدؒ أي الاشربة المتخذة من العسل والتين ونحوهما قاله المصنف مطلقا قليلها وكثيرها وبه يفتىٰ. (درمختار كتاب الاشربة، كراچی

٦/ ٤٥٤، زکریا ١٠/ ٣٦١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۶۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/ ۲/ ۱۴۱۷ھ

کیا مسجد کی چیزوں کا استعمال عوام کیلئے جائز ہے؟

سوال: [۷۹۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک مسجد کا خادم ہوں یہ بازار کی مسجد ہے، نمازیوں میں اکثر دوکاندار حضرات ہیں ،دوکاندار مسجد کا بیت الخلاء استعمال کرتے ہیں، کچھ دوکاندار اپنے برتن بھی مسجد ہی میں دھوتے ہیں، محلّہ کے نمازیوں میں سے کچھ لوگ مسجد کا گرم پانی اپنے گھر پر لیجا کر استعمال کرتے ہیں، کچھ لوگ اپنے کپڑے مسجد میں ہی دھولیتے ہیں، میں دریافت کرنا چاہتا ہوں ، کیا مسجد کی چیزیں عوام کیلئے جائز ہیں، کیا مسجد کی سیڑھی اسٹول وغیرہ لوگوں کو ان کے گھروں کے استعمال کیلئے دیا جاسکتا ہے، کیا مسجد کی چیزیں اجرت لے کر لوگوں کو کچھ وقت کے لئے دی جاسکتی ہیں، کیا انتظامیہ کے مانگنے پر بھی اجرت نہ دئے جانے پر انتظامیہ ذمہ دار ہے؟ جبراً اجرت نہ دینے پر انتظامیہ کیا کرے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

المستفتي: ناصر پرویز، مسجد ترپولیہ، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) محلّہ کے لوگوں کا مسجد میں آ کر مسجد کے پانی سے غسل کرنا، کپڑے وغیرہ دھونا اور سردی کے زمانہ میں مسجد کا گرم پانی بالٹیوں میں بھر کر اپنے گھروں میں لے جانا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ یہ ساری چیزیں نمازیوں کیلئے وقف ہوتی ہیں، رفاہ عام کیلئے وقف نہیں ہوتیں اسلئے نمازیوں کیلئے نماز کے اوقات میں تو استعمال کرنا جائز ہے لیکن دیگر لوگوں کیلئے استعمال کی اجازت نہیں ہے، البتہ ہینڈ پائپ (ہتھی کانل) سے پانی لینا جائز ہے، اسلئے کہ ہینڈ پائپ (ہتھی کانل) سے پانی زمین سے نکلتا ہے،

جس کی کوئی قیمت نہیں، دریائی پانی کے مانند ہے۔

ولا یحمل الرجل سراج المسجد إلیٰ بیته . (عالمگیری، کتاب الصلوٰۃ ، الباب السابع فیما یفسد الصلوٰۃ ، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ الخ، زکریا قدیم ۱/۱۱۰، جدید ۱/۱۶۹)

وإذارأی حشیش المسجد فرفعه إنسان جاز، إن لم یکن له قیمة فإن کان له أدنیٰ قیمة لایأخذه إلا بعد الشراء من المتولی والقاضی أو أهل المحلة أو الإمام . (البحرالرائق، کتاب الوقف ، فصل فی احکام المسجد زکریا۵/۴۲۰)

(۲) مسجد کی اشیاء کا عام لوگوں کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس کے باوجود استعمال کرلیا تو اس مسجد کیلئے اس پر اجرت لازم ہوگی۔

فإن کان له أدنیٰ قیمة لایأخذه إلابعد الشراء من المتولی والقاضی أو أهل المسجد أو الإمام . (البحرالرائق، زکریا ۵/۴۲۰، کوئٹہ ۵/۲۵۱)

(۳-۴-۵) مسجد کی سیڑھی اور اسٹول وغیرہ لوگوں کے مانگنے پر ان کو عاریۃً نہیں دیا جاسکتا ہے، البتہ اجرت پر دیا جاسکتا ہے، اجرت کے بغیر دینا درست نہیں ہے، اور انتظامیہ کے مطالبہ کے باوجود اگر کوئی شخص اجرت ادا نہ کرے اور ظالمانہ رویہ اختیار کرے تو وہ شخص گنہ گار ہوگا، اور مسجد کی انتظامیہ اس کی ذمہ دار نہ ہوگی، جبکہ انتظامیہ کی طرف سے اجازت نہ ہو۔

سئل القاضی الإمام شمس الاسلام محمود الأوزجندی عن أهل المسجد تصرفوا فی أوقاف المسجد یعنی آجروا المستغل وله متول قال لا یصح تصرفهم ولکن الحاکم یمضی مافیه مصلحة المسجد. (عالمگیری، زکریا قدیم ۲/۴۶۳، جدید ۲/۴۱۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۷۵/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۴/۲۷ھ

مسجد کی دیوار میں تصرف کر کے دوکان بنانا

سوال: [۷۹۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد گھیر ملاملوک کی جنوبی دیوار بارہ فٹ اونچی اور چار فٹ چوڑی ہے اس دیوار میں آٹھ فٹ اونچی اور تین فٹ چوڑی ڈاٹ نکالکر ایک دوکان بنالی ہے، اس دیوار کے اوپری حصہ کو بالکل نہیں چھوا گیا ہے، اور نہ ہی مسجد کی چار دیواری میں تصرف کیا گیا صرف سڑک کی جانب سے ڈاٹ نکال کر اور دیوار کے ساتھ افتادہ زمین پر یہ دکان تعمیر کی گئی ہے، تاکہ مسجد کے مصارف میں کام آسکے کیا شرعی طور پر ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کی رو سے مفصل ومدلل جواب مطلوب ہے؟

المستفتي: خالد حسین صدیقی،
بازار گنج، شاداب مارکیٹ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب مسجد کی مسجدیت مکمل ہوگئی ہے، تو اب اس کی دیواروں پر تصرف کر کے دوکان وغیرہ بنانا جائز نہیں ہوگا، نیز اسکی دیوار پر دوسری عمارت کی کڑی رکھنا بھی جائز نہیں ہے، اگر چہ اس سے مسجد کو اجرت وغیرہ بھی ملتی ہو!

أما لو تمّتِ المسجدية ثم أراد البناء منع (قوله) فإذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلًّا الخ. وفي الشامية وبه علم حكم ما يصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره فإنه لا يحل ولو دفع الأجرة الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد كراچی ٤/٣٥٨، زكريا ٦/٥٤٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٢/٢٩٦، النهر الفائق، الكتب

العلمية بيروت ٣/ ٣٣٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۲/۲۴)

مسجد کی چٹائی وغیرہ کا عیدگاہ میں استعمال کا حکم

سوال: [۷۹۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی چٹائی اور ٹاٹ کا عیدگاہ میں عید کی نماز ادا کرنے کیلئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، اسی طرح مسجد کا مائک عیدگاہ میں تقریر اور نماز کیلئے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: عبداللہ، اصالتپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کی چٹائی اور فرش اسی طرح مسجد کا مائک وقف کرنے والے نے اگر خاص مسجد کیلئے وقف کیا ہے، تو اس کو عیدگاہ میں نماز وغیرہ کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ معطی اور واقف کی غرض کے مطابق مسجد ہی میں استعمال کرنا واجب ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱۶۳/۳، جدید زکریا ۹۳/۹، عزیز الفتاویٰ کراچی/۵۹۲، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲۰۴/۶، جدید ڈابھیل ۶۲۳/۴)

نیز اس طرح کی عبارت جس سے مذکورہ مسئلہ مستفاد ہوتا ہے ہندیہ میں ان الفاظ سے موجود ہے۔

وإذا أراد أن يصرف شيئاً من ذلک إلیٰ إمام المسجد أو إلیٰ مؤذن المسجد فليس له ذلک إلا إذا كان الواقف شرط ذلک في الوقف كذا في الذخيرة. (هنديه، الوقف، الباب الحادی عشر في المسجد، الفصل الثاني في الوقف على المسجد الخ، زكريا قديم ٤٦٣/٢، جديد ٤١٣/٢، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت ١٣٧/٩، رقم: ١١٣٨١، تاتار خانية زكريا

۱۷۵/۸، رقم: ١١٥٥٤)

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة . (شامی، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة کراچی ٤/٤٤٥، زکریا٦/٦٦٥)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۵۰/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۱۱ھ

مسجد کی صفوں اور لاؤڈ اسپیکر کو عیدگاہ میں لے جانا

سوال: [۷۹۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی صفوف اور لاؤڈ اسپیکر کا عیدگاہ میں استعمال کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: عبدالمعید قاسمی، آزادنگر، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: جب صفیں اسی مسجد کیلئے وقف کی گئی ہیں تو ان وقف شدہ صفوں کو عیدگاہ میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔

ولا يجوز نقله ونقل ماله إلىٰ مسجد آخر الخ. (شامی، کتاب الوقف مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره کراچی ٤/٣٥٨، زکریا٦/٥٤٨، البحرالرائق، کوئٹہ ٥/٢٥١، زکریا٥/٤٢١، خلاصة الفتاویٰ اشرفيه دیوبند ٤/٤٢٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۷۹/۲۸)

متولی یا عوام کا مسجد کا موٹر چلا کر ذاتی طور پر پانی استعمال کرنا

سوال: [۷۹۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

ایک مسجد کا متولی ہے، باجازت متولی ایک ہندو مسجد کے اندر جاکر موٹر چلاتا ہے، اور مسجد کا پانی اپنے استعمال میں لاتا ہے، کیا متولی کو ایسی اجازت دینا اور کسی ہندو کو مسجد کے اندر جانا اور مسجد کا پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد حسین، دولت باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متولی اور ذمہ داران کیلئے ہندو یا مسلمان کو مسجد کا موٹر چلاکر ذاتی طور پر پانی استعمال کرنے کی اجازت دینے کا حق نہیں، ہاں البتہ موٹر استعمال کرنے میں جو خرچ ہوتا ہے وہ اگر ہندو یا وہ مسلمان ادا کردیتا ہے، تو متولی کیلئے اجازت دینے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۱۷۸، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۶۵۵)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتمنعوا فضل الماء . الحدیث:

(مسلم شریف، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع فضل الماء الذی یکون بالفلاۃ، النسخۃ الهندیۃ ۲/ ۱۹، بیت الافکار، رقم: ۱۵۶۶) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۸ محرم ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۳۰/۳۱)	۱۸/۱/۱۴۱۵ھ

ذاتی ضرورت کیلئے مسجد کی لائٹ پنکھا وغیرہ استعمال کرنا

سوال: [۷۹۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی لائٹ پنکھے اور دیگر چیزیں اپنی ذاتی ضرورت کیلئے استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: محمد شریف، محلّہ رانڈ، ٹانڈہ بادلی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی لائٹ پنکھے اور دیگر چیزیں اپنی ذاتی ضرورت کیلئے استعمال کرنا ممنوع ہے۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۲۹۶) جدید ڈابھیل ۱۴/ ۶۲۴)

متولی المسجد لیس له أن یحمل سراج المسجد إلیٰ بیته. (هندیه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی زکریا قدیم ۲/ ۴۶۲، جدید ۲/ ۴۱۳، فتاویٰ قاضی خان، باب الرجل یجعل داره مسجداً جدید زکریا ۳/ ۲۰۵، وعلیٰ هامش الهندیة زکریا ۳/ ۲۹۴، تاتار خانیة زکریا ۸/ ۱۶۹، رقم: ۱۱۵۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۸۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۴/ ۱۴۲۱ھ

مسجد کی بجلی کے بل کی ادائے گی کرنے والے کا اپنے گھر میں کنکشن لینا

سوال: [۷۹۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مسجد کی بجلی کا بل دیتا ہے، یعنی جتنا بل آجائے وہی شخص دیتا ہے، کیا وہ بجلی مسجد میں سے اپنے گھر میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ بجلی لینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

المستفتي: عبد الستار، بچھرایوں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب مسجد کا کوئی نقصان نہیں ہے، اور اسمیں حکومت کی طرف سے کوئی مخالفت نہیں اور یہ قانونی جرم بھی نہیں ہے، تو بجلی کا کنکشن لینا جائز ہوگا جبکہ پورا بل ادا کر دیا جائے، اور اگر قانوناً جرم ہے تو اس سے احتراز لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: وَلاَ تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ إِلیٰ التَّهْلُکَةِ، الآیة: (البقرة: ۱۹۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۵/ ۱۴۱۱ھ

مسجد کا کولر بیچ کر بجلی کا بل ادا کرنا

سوال: [۷۹۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں گل پورہ میں ایک مسجد ہے، جو ہمارے باپ دادا کی بنوائی ہوئی ہے، اور اس میں گاؤں کے سبھی لوگ نماز پڑھتے تھے، اسی دوران ایک صاحب ایک کولر مسجد کے لئے دے گئے تھے، لیکن کچھ حالات بگڑنے کی وجہ سے ہم لوگوں نے اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد بنانے کا ارادہ کرلیا ہے، اور مسجد کا بجلی کنکشن ہم لوگوں کے نام تھا، اور ہم لوگوں نے مشورہ کرکے بجلی کے کنکشن کا بل ادا کرنے کے پیسے مانگے وہ لوگ دینے سے منع کرتے ہیں، اس وجہ سے وہ کولر ہمارے قبضہ میں ہے اور اس بل کی قیمت تقریباً ۴ر ہزار روپیہ ہے، تو اس کولر کو بیچ کر اسکی رقم کو بل کے ادا کرنے میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: زاہد حسین، مناظر حسین، گل پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مسجد کے اس کولر کو بیچ کر بل ادا کرنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ واقف نے نمازیوں کی راحت رسانی کیلئے کولر کو وقف کیا ہے، نہ کہ بیچ کر بل ادا کرنے کیلئے، لہٰذا آپ لوگ بل والے روپیہ کے سلسلہ میں کمیٹی والوں سے بات کریں، لیکن مسجد کے کولر کو بیچنے کی اجازت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/۱۴۸، جدید ڈابھیل ۱۴/۲۷۴، احسن الفتاویٰ ۶/۴۵۰)

شرط الواقف كنص الشارع. (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، کراچی ٤/٤٣٣، زکریا ٦/٦٤٩)

لايباع ولايوهب. (شامی، الوقف، مطلب متى ذكر الواقف شرطين متعارضتين الخ، کراچی ٤/٤٤٤، زکریا ٦/٦٦٣)

لو باعوا غلة المسجد الأصح أنه لايجوز. (فتاویٰ عالمگیری،

الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی زکریاقدیم ۲/ ۴۶۳، جدید ۲/ ۴۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍جمادی الثانیہ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۵؍۷۲۶۴)

مقروض مسجد میں پانی گرم کرنے کیلئے گیزر لگوانا

سوال: [۷۹۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد تقریباً اٹھانوے ہزار روپیہ کی مقروض ہے، بجلی کا بل سالوں سے ادانہیں ہوسکا ہے، تو ایسے حالات میں مسجد میں پانی گرم کرنے کیلئے گیزر لگوانا اور اس طرح نمازیوں کوگرم پانی فراہم کرکے مسجد کومزید زیربار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اوراس مسجد میں نماز پڑھنے والے نمازیوں کی نماز میں مسجد کے مقروض ہونے سے کوئی کراہت تو نہیں اس کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

المستفتي: ایم محبوب،اصالت پورہ،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب مسجد مقروض ہے گیزر سے پانی گرم کرکے مسجد کومزید مقروض کردینا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگرکوئی صاحب خیر اپنی جیب سے اس کا خرچہ برداشت کرلے تو گنجائش ہے، ورنہ جائز نہ ہوگا اور ٹھنڈے پانی سے وضوکرکے نماز پڑھ لیا کریں۔

عن عمر بن یحیٰ المازنی عن أبیه أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: لاضرر ولا ضرار . (مؤطا امام مالکؒ، کتاب القضاء، القضاء فی الرفق، النسخة الهندیه/ ۳۱۱)

لاضرر ولا ضرار ، الحدیث: (الاشباه، قدیم/ ۱۳۹)

اوراب تک جومحلّہ والوں نے گیزرچلاکربل میں اضافہ کیاہے،اس کاخرچہ محلّہ والوں پر لازم ہے،اورجب محلّہ والے بل اداکردیں گےتوان کی نمازبھی کراہت سے محفوظ ہوجائیگی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرىٰ، الأية: (الانعام: ۱٦٤، الاسراء ۱۵، الفاطر: ۱۸، الزمر: ۷، النجم: ۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۲۶؍شعبان۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍۵۴۲۴)

مسجد کا سامان غصب کرنے کا حکم؟

سوال: [۷۹۹۷]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد کا کچھ سامان وہاں کے لوگوں نے اپنے صرفہ میں لےلیاہے،اب وہ لوگ اس سامان کویااسکی قیمت کودینانہیں چاہتے،توایسے لوگوں کے بارے میں شرع کاکیاحکم ہے،اوران لوگوں پراس سامان کاواپس کرناضروری ہے یانہیں؟جواب باصواب سےنوازکرعنداللہ ماجورہوں؟

المستفتي: محمد یوسف،موضع شاہ نگلا،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا سامان اپنے صرفہ میں لانا ناجائز اورحرام ہے،مسجد کا سامان ان لوگوں سے واپس لیناضروری ہے،اوراگرسامان موجودنہ ہو تو قیمت وصول کی جائے۔(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۷/۵۹، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۱۱٦،امدادالفتاویٰ ۲/۷۷٦،فتاویٰ رشیدیہ،قدیم/۵۳۳،جدیدزکریا/۵۱۲)

وفي الحاوی ویفتی بالضمان في غصب عقار الوقف وغصب منافعه وكذاكل ماهو أنفع للوقف الخ. (البحرالرائق، كتاب الوقف زكريا ۵/۳۹٦، كوئٹه ۵/۲۳۷)

أمـا الوقف فقد قال فی الذخیرة : الغاصب إذا غصب الدار الموقوفة فهـدم بـنـاء الـدار وقـطـع الأشجار للقیم أن یضمنه قیمة الأشجار والنخیل والبـنـاء إذا لـم یـقـدر الـغـاصـب علی ردها ویضمن قیمة البناء مبنیًا وقیمة الـنخیل نابتاً فی الأرض لأن الغصب ورد هکذا (وقوله) ولم یفصل فیه بین المسجد وغیره من الوقف الخ. (شـامی، کتاب الغصب مطلب فیما لوهدم حائط ، مـطبـوعـه کـوئـٹه ٥/ ١٢٧، کراچی ٦/ ١٨١، زکریا ٩/ ٢٦٥، هندیه زکریا قدیم ٢/ ٤٤٨، جـدیـد ٢/ ٤٠٤، المحیط البرهانی ، المجلس العلمی بیروت ٩/ ١٠٨، رقم: ١١٢٩، تاتا ر خانیة،زکریا٨/ ١٤٠، ١٤١، رقم: ١١٤٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۳/۸۷۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍رمضان ۱۴۰۸ھ

غیر شرعی مسجد کا ملبہ اپنے کام میں لانا

سوال: [۷۹۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک پلاٹ ۱۵×۳۰ فٹ کا دوکان کیلئے سرکاری کرایہ پر الاٹ ہے جن صاحب نے کرایہ پر اپنے نام الاٹ کرایا ،انھوں نے اپنے خرچہ سے اس کو تعمیر کرا کرا گلے حصہ میں میں دوکان اور پچھلے حصہ میں نماز قائم کرائی وہاں جماعتیں بھی ٹھہرتی تھیں پنج وقتہ نمازیں بھی ہوتی تھیں، رمضان میں تراویح بھی ہوتی تھی ،اب وہ جگہ تقریباً دس سال سے بند ہے،کوئی نماز وغیرہ کا سلسلہ نہیں ہے،اس میں کوئی پیسہ چندہ سے نہیں لگا تھا ،اب وہ شخص اپنا ملبہ فروخت کرر ہے ہیں جبکہ زمین گورنمنٹ سے کرایہ پر ہے،تو اس کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور خریدنے والے کو اس میں رہائش اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: حاجی ابرار احمد، لائن مین،نئی کالونی، کالا گڈھ پوڑی گڑھوال، اترا کھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ کے انداز سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ جس حصہ پر نماز پڑھی جارہی تھی، اس کو باضابطہ مسجد نہیں بنایا گیا اور نہ اس کو مسجد بنانے کا حق تھا، بلکہ عارضی طور پر نماز کیلئے عبادت خانہ کے طور پر بنایا گیا تھا، جیسا کہ بڑے بڑے فرموں اور فیکٹریوں میں بھی یہ سلسلہ اور دستور ہے کہ عارضی طور پر فرم کے کسی ایک حصہ کو نماز کیلئے خاص کر لیتے ہیں، اس میں شرعی مسجد کا ارادہ نہیں ہوتا ہے بلکہ پنجوقتہ نماز اس میں پڑھنا مقصد ہوتا ہے، ایسی جگہ مسجد نہیں بنتی ہے، جب چاہے اسے توڑ کر یا اسی حالت میں اسے دوسرے کام میں لانا جائز ہے، لہٰذا سوالنامہ میں بھی یہی صورت معلوم ہوتی ہے، لہٰذا اس جگہ کے ملبہ کو اپنے دوسرے کام میں لانا یا اس کو فروخت کرنا بلاشبہ جائز ہوگا۔

أو یرضیٰ المؤجر عطفاً علی یغرم بترکه أی البناء والغرس فیکون البناء والغرس لهٰذا والأرض لهٰذا وهذا الترک إن بأجر فإجارة وإلا فإعارة فلهما أن یؤاجراهما لثالث ویقسما الأجر علی قیمة الأرض بلا بناء وعلی قیمة البناء بلا أرض فیأخذ کل حصّته. (شامی، کتاب الاجارۃ، باب مایجوز من الاجارۃ کراچی ۶/۳۱، زکریا ۹/۴۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۶۵۶)	۱۴۲۳/۵/۱۹ھ

مسجد میں آئی مٹھائی وپھل کا استعمال

سوال: [۷۹۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کچھ مٹھائی لیکر مسجد میں دیکر چلا آیا زید نے کس نسبت سے دی ہے یہ کسی کو معلوم نہیں تو اس مٹھائی کو کیا لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے، یا اس کو بیچ کر مسجد میں دیا جائے۔

فاطمہ نے ارادہ کیا کہ ہمارے پیڑ کے پہلے پھل جو ہوں گے، مسجد میں دونگی اس کے بعد فاطمہ نے اس پھل کو مسجد میں دیدیا اب اس کو مصلی یا امام یا مؤذن صاحب کھا سکتے ہیں یانہیں؟ اگر کھا سکتے ہیں، تو کس شکل میں کھا سکتے ہیں، قیمتاً یا بغیر قیمت کے اگر نہیں کھا سکتے تو اس پھل کو کیا کیا جائے؟

المستفتي: حسیب محمد حسین، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ کھانے پینے کی اشیاء جو مسجدوں میں بھیجی جاتی ہیں، وہ نمازیوں کے کھانے کیلئے بھیجتے ہیں، اور پیڑ کا پہلا پھل اور مرغی کا پہلا انڈا نمازیوں کو کھلا کر برکت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں سارے نمازی اس کو کھا سکتے ہیں، اور کسی کام کے رک جانے کی وجہ سے یوں نذر مانی ہے کہ اگر فلاں کام ہوجائیگا، تو مسجد میں فلاں کھانے کی چیز دونگا، تو ایسی چیز غریب اور فقیر نمازی کھا سکتے ہیں، اور اگر کھانے کی چیز نہیں ہے، تو اس کو یا اس کی قیمت کو مسجد کی ملکیت میں دیدینا لازم ہوگا، کیونکہ غیر ماکول اشیاء نمازیوں کیلئے نہیں بھیجی جاتیں بلکہ صرف مفاد مسجد کیلئے بھیجی جاتی ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۲/۱۳۴، ۱۲/۱۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۳/ ۳/ ۱۴۱۷ھ

شادی میں مسجد کی ٹنکی کا پانی استعمال کرنا

سوال: [۸۰۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی بیاہ کے موقع پر کھانا پکانے کیلئے مسجد کی ٹنکی کے پانی کا استعمال جائز ہے یانہیں؟

المستفتی: عارف حسین، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی ٹنکی کا پانی مسجد ہی کے لئے خاص ہے شادی بیاہ کیلئے اس کا استعمال کرنے سے مسجد کی چیز کو دوسرے مقاصد میں لگانا لازم آئے گا، لٰہذا اگر کسی کو مسجد کی ٹنکی کے پانی کی ضرورت ہوتو مسجد کو اس کا کرایہ دے کر کے پانی استعمال کرنا چاہئے، بغیر کرایہ کے استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

ولایحمل الرجل سراج المسجد إلیٰ بیته. (هندیه، کتاب الصلوٰة قبیل الباب الثامن فی صلوٰة الوتر زکریاقدیم۱/ ۱۱۰، جدید۱/ ۱۶۹، بزازیه، کتاب الوقف، فصل فی المسجد ۶/ ۲۷۰جدید۳/ ۱٤٤)

ولیس لمتولی المسجد أن یحمل سراج المسجد إلیٰ بیته. (البحرالرائق، کتاب الوقف، فصل ومن بنی مسجداً لم یزل ملکه کوئٹه ٥/ ۲٥۰، زکریا٥/ ٤۲۰، هندیه، الباب الحادی عشر فی المسجد الفصل الثانی زکریا قدیم۲/ ٤٦۲، جدید۲/ ٤۱۳، قاضی خان باب الرجل یجعل داره مسجداً جدید زکریا۳/ ۲۰٥، وعلیٰ هامش الهندیةزکریا۳/ ۲۹٤، تاتار خانیة زکریا۸/ ۱٦۹، رقم: ۱۱٥۳٥)

ولا تجوز إجارة الوقف إلا بأجر المثل. (هندیه، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف زکریا قدیم ۲/ ٤۱۹، جدید ۲/ ۳۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۷ / ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۲۹)	۱۴۳۲/۱۱/۱۷ھ

مسجد کے پڑوسیوں کا مسجد سے پانی بھرنا

سوال: [۸۰۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے پڑوسیوں کا مسجد سے پانی بھرنا کیسا ہے؟

المستفتي: عبدالمعید قاسمی، آزادنگر، ہلدوانی ضلع: نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر کنواں مسجد کے حدود سے باہر ہے، تو سب لوگ پانی بھر سکتے ہیں، اور اگر حدود مسجد کے اندر ہو تو عورتوں اور بچوں کو وہاں سے پانی بھرنا جائز نہیں ہے اسلئے کہ یہ حرمت مسجد کے خلاف ہے، کنویں کے پانی سے کسی کو روکنا ممنوع ہے، ہاں البتہ سرکاری نل کا پانی ہے اور اس کی فیس منجانب مسجد ادا کرنی پڑتی ہے، تو محلّہ والوں کو اس میں سے پانی بھرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۶۰/۶، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۶۳۶)

ولا بأس أن يشرب من الحوض والبئر ، ويسقى دابته، ويتوضأ منه .

(البحرالرائق، کتاب الوقف ، فصل فی أحکام المسجد زکریا ۵/ ۴۲۷، کوئٹه ۵/ ۲۵۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸؍ ۳۰۷۹)

مسجد کا لوٹا لیکر مدرسہ میں وضو کرنا

سوال: [۸۰۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کا لوٹا لیکر مدرسہ میں وضو کرنا اور پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: اشرف الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر مسجد و مدرسہ دونوں کے ذمہ دار الگ الگ ہیں اور دونوں کا چندہ بھی الگ الگ آتا ہے، تو مسجد کا لوٹا مدرسہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

وإذا أراد أن يصرف شيئاً من ذلك إلىٰ إمام المسجد أو (إلىٰ غيره) مؤذن المسجد فليس له ذلك إلا إذا كان الواقف شرط ذلك في الوقف الخ. (هنديه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد ، الفصل

الثانی فی الوقف علی المسجد زکریا قدیم ۲/ ٤٦٣، جدید ۲/ ٤١٣، المحیط البرهانی، المجلس العلمی بیروت ۹/ ۱۳۷، رقم: ۱۱۳۸۱، تاتار خانیة زکریا ۸/ ۱۷۵، رقم: ١١٥٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍صفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍۵۶۰۷)

مسجد میں لگے درخت کا پھل کھانا

سوال: [۸۰۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ استاذی جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم فتاوی رشیدیہ میں ہے کہ، جو درخت کسی نے مسجد میں نمازیوں کے کھانے کو لگایا ہو، اس میں سے کھانا درست ہے، مگر اس مسئلہ کے بارے میں عالمگیری کی عبارت اس طرح ہے۔

مسجد فيه شجرة تفاح للقوم أن يفطر بهذا التفاح قال الصدر الشهيد المختار أنه لايباح كذا في الذخيرة . (الهنديه ، ۲/ ٤٧٧)

تاتارخانیۃ ۵/ ۸۷۶ اور شامی میں یہ ہے:

لو غرس شجرة للمسجد فثمر تها للمسجد. (شامی ، باب احکام المسجد ٤، کراچی/ ٤٤٤)

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ نمازیوں کیلئے مسجد سے لگائے گئے درخت کا پھل کھانا درست نہیں ہے، جس میں لگانے والے کی نیت کا کچھ تذکرہ نہیں ہے اگر فتاویٰ رشیدیہ کے مطابق کوئی عربی جزئیہ ہوتو امید ہیکہ جوابی خط میں رقم فرمائیں گے، اور اس بارے میں فتویٰ کیا ہے، وہ تحریر کریں گے مذکورہ مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ جو رحیمیہ سے چھپی ہے اس میں/ ۴۱۴، پر مسجد کے پھل دار درخت کے حکم کے عنوان سے لکھا ہے یہ خط میں ایک ادنیٰ شاگرد عبد السلام معماری سے لکھ رہا ہوں؟

المستفتي: عبد السلام غفرلہ، بردوان، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فتاویٰ رشیدیہ کے موافق عربی عبارت ذیل میں درج ہے:

أما غرس في المسجد من الأشجار المثمرة إن غرس للسبيل وهو الوقف على العامة كان لكل من دخل المسجد من المسلمين أن يأكل منها وإن غرس للمسجد لايجوز صرفهاإلا إلىٰ مصالح المسجد الأهم فالأهم كسائر الوقوف. (البحر الرائق، کتاب الوقف، زکریا٥/ ٣٤٢، کوئٹہ ٥/ ٢٠٥، درمختار مع الشامی، کتاب الوقف، مطلب استأجر داراً فيها اشجار کراچی٤/ ٤٣٢، شامی، زکریا ٦/ ٦٤٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍ ۵۵۵۴)

مسجد کی دیوار پر اپنے گھر کا بھیم یا لینٹر رکھنا

سوال: [۸۰۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد کے دکھن طرف عام راستہ ہے جو مغرب سے مشرق یا مشرق سے مغرب کو جاتا ہے، اس راستہ کے دکھن طرف رہائشی مکانات ہیں، مسجد کے بالکل پڑوس میں جو مکان ہے اس کی بالائی منزل کی تعمیر اس طرح کی گئی ہے کہ مسجد کی دیوار پر اور اپنے مکان کی دیوار پر بھیم اور لینٹر ڈال کر راستہ کو پاٹ دیا گیا ہے، اس پر دو منزلہ تعمیر کی گئی ہے، اس پر ایک عالم صاحب نے ہی جواب دیا کہ مسجد مس ذاتی تصرف کسی بھی شخص کیلئے جائز نہیں کیونکہ مساجد وقف ہوتی ہیں، مسجد کی دیوار پر دو منزلہ عمارت تعمیر ہوگئی ہے اسلئے نقصان سے بچانے کیلئے یہ راستہ اختیار کیا جائے، کہ اتنی جگہ کا مناسب کرایہ اہل محلّہ اپنی صوابدید پر طے کردیں اور اس آمد کو مسجد کے صرفہ میں استعمال کریں، تو دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس طرح کرایہ لیکر معاملہ ختم

کیا جائے تو کیا ایسا کرنا دوسری مساجد کیلئے نظیر ثابت نہیں ہوگا، دوسرے حضرات تو اس سے بہت آگے کی حدیں پار کرجائیں گے، یہاں تک کہ مسجدوں کو ہی گھروں کے طور پر استعمال کرنے لگیں گے یہاں تک کہ مسجد کی دیوار پر سے اس کے بھیم اور لینٹر کو ہٹایا جائے؟

المستفتي: جمیل احمد قاسمی، بازار پہاڑ دروازہ، قصبہ نگینہ، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کی دیوار پر کسی شخص کو بھی اپنے گھر کا بھیم یا لینٹر رکھنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، اور جو دومنزلہ عمارت مسجد کی دیوار پر بنائی گئی ہے اس کا کرایہ بھی اہل مسجد کو لینا جائز نہیں ہے، بلکہ اس دومنزلہ عمارت کو فوراً توڑ کر وہاں سے بھیم اور لینٹر الگ کرلیا جائے، ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔

فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز أخذ الأجرة منه.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد كراچى ٤/٣٥٨، زكريا٦/٥٤٨، الموسوعة الفقهية الكويتية٢١/٢٩٦)

وبه علم حكم مايصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوعه على جداره فإنه لايحل ولو دفع الأجرة. (شامى، كراچى ٤/٣٥٨، زكريا٦/٥٤٨)

ولا يوضع الجذع على جدار المسجد وإن كان من أوقافه.

(البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل ومن بنى مسجداً لم يزل ملكه زكريا ٥/٤١٩، كوئٹه٥/٢٥٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۷۴۹/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۴/۱۴۱۷ھ

۱۲/ الفصل الثاني عشر: مسجد کی رقم کا دوسری جگہ استعمال

مسجد کا سامان عیدگاہ کیلئے استعمال کرنے کا حکم

سوال: [۸۰۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد وعیدگاہ کی انتظامیہ کا آمدوصرف علیحدہ ہونے کی صورت میں مسجد کی صفیں ولوٹا و مائک وغیرہ جملہ سامان عیدین کی نماز کیلئے عیدگاہ لیجانے کا کیا حکم ہے، جبکہ عیدگاہ کے قیام سے ہی ایسا ہوتا آرہا ہے، اگر درست نہیں ہے، تو کیا مسجد کی انتظامیہ عاریۃ یا واجبی اجرت پر مذکورہ بالا سامان دے سکتی ہے، حالانکہ اجرت پر دینے کا رواج نہیں ہے؟

المستفتي: حمید الرحمٰن، ساکن رسول پور، کھیری لکھیم پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کی دریاں لوٹا، مائک، جملہ سامان عیدین کی نماز کیلئے عیدگاہ لیجانا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ مسجد کی انتظامیہ یہ سب سامان کرایہ پر دے سکتی ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳/ ۱۰۸، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۱۸۰، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۶/ ۲۰۴، ۱۵/ ۲۳۶، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۶۲۳، ۶۵۳)

متولی الوقف إذا أسكن رجلاً بغير أجر ذكر هلال أنه لا شئی علی الساكن وعامة المتأخرين من المشائخ أن عليه أجر المثل سواء كانت الدار معدة للاستغلال أولم تكن. (التاتارخانية، زكريا ۸/ ۷۰، رقم: ۱۱۲۳۹، هنديه، كتاب الوقف، الباب الخامس فی ولاية الوقف الخ، زكريا قديم ۲/ ۴۲۰، جديد ۲/ ۳۸۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ۷/ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۳۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/ ۷/ ۱۴۲۲ھ

مسجد کی چیزیں عیدگاہ یا دیگر دینی امور میں استعمال کرنا

سوال: [۸۰۰٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے فرش مائک وغیرہ عیدگاہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور دیگر دینی امور میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: محمد یونس علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے فرش، مائک وغیرہ عیدگاہ اور دوسرے امور دینیہ میں استعمال کرنا واقف کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے، ہاں البتہ کرایہ دیکر گنجائش ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱۰۸/۳، جدید زکریا مطول ۱۸۰/۱۰)

لایجوز نقله ونقل ماله إلیٰ مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیه أولا. (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد أوغیره کراچی ٣٥٨/٤، زکریا٦/٥٤٨، البحرالرائق، کوئٹه٥/٢٥١، زکریا٥/٤٢١، خلاصة الفتاویٰ اشرفیه دیو بند٤/٤٢٤)

لاتجوز إجارة الوقف إلا بأجر المثل. (الهندیه، الباب الخامس فی ولایة الوقف الخ، زکریا قدیم٢/٤١٩، جدید٢/٣٨٧) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۲۴٦/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۴/۱۳ھ

مسجد کے نام پر چندہ کر کے مدرسہ کے اساتذہ کو تنخواہ دینا

سوال: [۸۰۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا مسجد کے نام پر چندہ کر کے اس سے مدرسہ کے اساتذہ کو تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ دلائل سے

وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتی: نورالامین، بردوان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے نام پر چندہ کر کے اس پیسے سے مدرسہ کے اساتذہ کو تنخواہ دینا جائز نہیں ہے، لیکن امام ومؤذن کی تنخواہ مسجد ہی کے اخراجات میں شامل ہے، اس لئے امام ومؤذن کی تنخواہ دینا جائز ہے، ہاں البتہ اگر مسجد کے زیر انتظام مکتب چلتا ہے، تو مکتب کا سارا خرچہ مسجد ہی کے ضمن میں آتا ہے، اس لئے مکتب کے استاذ کی تنخواہ مسجد کے اخراجات میں شامل ہونے کی وجہ سے مسجد کے فنڈ سے دینا جائز ہے۔

قال الخير الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ماإذاكان الوقف منزلين: أحدهما للسكني والآخر للاستغلال فلا يصرف أحدهما للآخر وهي واقعة الفتاوىٰ . (شامی، کتاب الوقف ، مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه زکریا دیوبند ٦/٥٥١، کراچی ٤/٣٦٠، ٣٦١)

أي مصالح المسجد يدخل فيه المؤذن والناظر ويدخل تحت الإمام الخطيب لأنه إمام الجامع . (شامی، کتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها، کراچی ٤/٣٦٧، زکریا دیوبند ٦/٥٦١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۲۰۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۵/۱۶ھ

مسجد کے نام سے چندہ کر کے مدرسہ میں صرف کرنا

سوال: [۸۰۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا مسجد کے نام پر چندہ کر کے مدرسہ کی ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے صریح جزئیات نقل فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتي: نورالامین، بردوان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے نام سے چندہ کر کے مدرسہ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح مدرسہ کے نام سے چندہ کر کے مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر مسجد کے زیر انتظام مسجد ہی میں مکتب بھی چلتا ہے، تو مکتب کا خرچہ مسجد کے پیسے سے چلانا جائز ہے، اس لئے کہ مکتب مسجد کے ضمن میں ذیلی طور پر چلتا ہے، مستقل نہیں ہے، اسی طرح مدرسہ کے زیر انتظام مدرسہ ہی کی مسجد بھی ہے، تو مدرسہ کے چندہ کے پیسے سے مسجد کا خرچ چلانا بھی جائز ہے، اس لئے کہ مسجد مدرسہ کے ضمن میں شامل ہے، مستقل الگ سے نہیں ہے، اور اس طرح کا معاملہ مسلمانوں میں رائج اور متعارف ہے۔

قال الخير الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ماإذاكان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال فلا يصرف أحدهما للآخر وهي واقعة الفتاوىٰ. (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه زکریا دیوبند ٦/٥٥١، کراچی ٤/٣٦٠، ٣٦١)

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (عقود رسم المفتی، دارالکتاب دیو بند/١٥٣، قواعدالفقه، اشرفی /٧٤، رقم: ١٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	١٦/ جمادی الاولیٰ ١٤٣٦ھ
١٤٣٦/٥/١٦ھ	(الف فتویٰ نمبر: ١٢٠٤٠/٤١)

مسجد کے نام سے چندہ کر کے مدرسہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: [٨٠٠٩]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد مدرسہ کے ضمن میں ہے جیسا کہ شاہی مسجد، مدنی مسجد، تو اب سوال یہ ہے کہ اس مسجد کے نام پر چندہ کر کے اس پیسے کو مدرسہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر اس مدرسہ کا کوئی مدرس اس مسجد کے نام پر چندہ کر کے حاصل شدہ رقم سے اپنی تنخواہ وصول کر لے تو

اس طرح مسجد کے نام پر چندہ شدہ رقم سے تنخواہ لینا مدرس کے لئے جائز ہے یانہیں؟ واضح رہے کہ جب مدرس صاحب اس پیسے سے تنخواہ وصول کرتے ہیں، تو وہ پیسے مدرسہ میں بالکل جمع نہیں کرتے؟

المستفتي: محمد عبدالستار، جلپائی گوڑی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق : مدرسہ کے ماتحت اوراس کی زمین میں جومسجد بنی ہوتی ہے، آمدنی اور خرچ کے اعتبار سے وہ مدرسہ کے تابع ہوتی ہے، اس کے خرچہ اور اخراجات کے لئے الگ سے چندہ کرکے ضرورت پوری کی جاسکتی ہے، اوراس کی گنجائش ہے، کہ مدرسہ کے نام سے جو چندہ آتا ہے، اس کے ذریعہ اس مسجد کی ضروریات پوری کی جائیں اسی طرح جو مدرسے اور مکتب کسی مسجد کے ضمن اور ماتحت میں چلتے ہوں، اس کا خرچہ اور اخراجات مسجد کی آمدنی کے ذریعہ سے پورا کرنا جائز ہے، لیکن چندہ کرنے والے کے لئے چندہ کا پیسہ دفتر میں یا ذمہ دار کے پاس جمع کئے بغیر اپنے طور پر اس میں سے اپنی تنخواہ وصول کر لینا اس کیلئے جائز نہیں ہے، بلکہ اس پر لازم ہے کہ پہلے دفتر یا ذمہ دار کے پاس جمع کردے، اس کے بعد اپنا مشاہرہ وصول کرے۔

والذی يبدأ به من ارتفاع الوقف: أی من غلته – عمارته شرط الواقف أولا، ثم ماهو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف إليهم إلىٰ قدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذلک إلىٰ آخر المصالح . (شامی، کتاب الوقف، مطلب : يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها، زكريا ٥٦٠/٦، کراچی ٣٦٧/٣، هنديه، زكريا قديم ٣٦٨/٢، جديد ٣٥٦/٢، البحرالرائق، زكريا ٣٥٦/٥، کوئٹه٥ /٢١٣)

الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل وقد أمره بالدفع إلىٰ فلان فلا يملک الدفع إلىٰ غيره كما لو أوصىٰ لزيد بكذا ليس للوصي الدفع

إلیٰ غیره . (شامی، الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاءً، زکریا ۳/ ۱۸۹، کراچی ۲/ ۲۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۲۰۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۶/۱۷ھ

مسجد کی مد سے مدرس کی تنخواہ دینا

سوال: [۸۰۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا مدرس کو جو امامت بھی کرتا ہو اور امامت کی اجرت نہ لیتا ہو مسجد کی مد سے مدرس کی تنخواہ دی جاتی ہے جبکہ چندہ مسجد کے نام سے ہوتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد ریحان، اسرائیل، کالا گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مدرس کو مدرسہ کی تنخواہ مسجد کے مد سے دینا اس وقت درست ہے جبکہ مدرسہ مسجد کے نظام کے تحت چلتا ہو یا مسجد مدرسہ کے نظام کے تحت چلتی ہو اور دونوں کا نظام ایک ہی ذمہ دار کے ماتحت ہو۔

ويبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون، وفي الشامية: ثم ماهو أقرب إلىٰ العمارة وأعم للمصلحة . (الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بماهو اقرب إليها کراچی ٤/ ٣٦٧، زکریا ٦/ ٥٦٠)

الذی يبدأ من ريع الوقف عمارته، شرط الواقف أم لا، ثم إلىٰ ماهو أقرب إلىٰ العمارة وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة . (هنديه، الباب الثالث فی المصارف زکریا قدیم ٢/ ٣٦٨، جدید ٢/ ٣٥٦، البحرالرائق،

زکریا ۵/ ۳۵۶، کوئٹہ ۵/ ۲۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/۱/ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۵۰)

مسجد کی دوکانوں کی آمدنی مدرسہ کی تعمیر میں لگانا

سوال: [۸۰۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک زمین جو مدرسہ ومسجد کے نام وقف ہے، اسی زمین میں مدرسہ ہے اور اسی زمین میں مسجد ہے، مسجد میں جو امام نماز پڑھاتے ہیں، مدرسہ میں بھی وہی امام بچوں کو پڑھاتے ہیں، اور تنخواہ مسجد ہی سے دی جاتی ہے، اسی زمین میں مسجد کی دوکانیں ہیں، جس کا کرایہ آتا ہے، تو کیا ان دوکانوں کی آمدنی سے اس مدرسہ کی ازسرنو تعمیر کرنا جائز ہے، جبکہ اس مدرسہ کا تعلق مسجد ہی سے ہے؟

المستفتي: محمد تسلیم راعینی، محمد وسیم قاسمی،
بازار کلاں، قصبہ منڈوار، ضلع: بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب مدرسہ ومسجد دونوں کیلئے مخلوط طور پر وقف کیا ہے، تو دوکانوں کی آمدنی میں سے مدرسہ میں بھی اور مسجد میں بھی اور دونوں کی تعمیر میں بھی خرچ کرسکتے ہیں، اسلئے کہ یہ غرض واقف کے خلاف نہیں ہے۔

انهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة، زکریا ٦/ ٦٦٥، کراچی ٤/ ٤٤٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ شوال ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۵۰۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/ ۱۰/ ۱۴۱۷ھ

مسجد کی آمدنی دارالافتاء و مدرسہ کے مصارف میں لگانا

سوال: [۸۰۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک مسجد میں دارالافتاء قائم ہے، جس میں مفتی صاحب کی تنخواہ مسجد ہی کی آمدنی سے دی جاتی ہے، نیز اگر کتابیں خریدنے کی ضرورت ہوتو کتابیں بھی مسجد ہی کی آمدنی سے خریدی جاتی ہیں، الغرض دارالافتاء کے تمام مصارف، مسجد کی آمدنی سے ادا ہوتے ہیں، تو اس طرح مسجد کی آمدنی سے دارالافتاء کے مصارف ادا کرنا جائز ہے یانہیں؟ واضح ہوکہ دارالافتاء مسجد ہی کے تابع ہے، نیز مسجد کی آمدنی اتنی ہے کہ ان مصارف کا مسجد پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا ہے؟

نیز مسجد میں مدرسہ بھی چلتا ہے، فی الحال تو مدرسین کی تنخواہ چندہ وصول کر کے ادا کی جاتی ہے، مسجد والے چاہتے ہیں، کہ مدرسین کی تنخواہ مسجد کی آمدنی سے ہی دی جائے مدرسہ مسجد ہی کے تابع ہے تو ایسا کرنا جائز ہے یانہیں؟

المستفتي: محمد زبیر مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب دارالافتاء اور مدرسہ دونوں مسجد ہی کے تابع ہیں، اور مسجد ہی کے خرچہ سے دارالافتاء اور مدرسہ قائم کیا گیا ہے، اور سب چیزوں کا ذمہ دار فرد واحد ایک ہی شخص ہے یا سب چیزوں کی ذمہ دار مسجد کی کمیٹی ہی ہے، اور مسجد ہی کی رسید سے سب کیلئے چندہ کیا جاتا ہے، اور الگ رسید کے ذریعہ سے الگ الگ چندہ کا انتظام نہیں ہے، اور مسجد کے الگ ذمہ دار یا دارالافتاء کے الگ ذمہ دار نہیں ہیں، اور چندہ وغیرہ بھی صرف مسجد ہی کے نام سے ہوتا ہے، اور اسی سے سب کے اخراجات پورے ہوتے ہیں، اور اکثر چندہ دہندگان کو اس کا علم بھی ہے، کہ منجانب مسجد، مسجد اور دارالافتاء اور مدرسہ کے سب کا خرچہ چلتا ہے، تو ایسی صورت میں نہ دارالافتاء مسجد سے الگ ہے اور نہ ہی مدرسہ مسجد سے

الگ ہے، سب چیزوں کی آمدنی اورخرچہ مشترک طور پر جائز اور درست ہے ہاں البتہ اگر دارالافتاء کے ذمہ دار مسجد سے الگ ہیں، یا مدرسہ چلانے کا ذمہ دار مسجد سے الگ کوئی دوسرا ہے یا دارالافتاء یا مدرسہ کی رسیدیں مسجد سے الگ الگ ہیں، تو ایسی صورت میں مسجد کی آمدنی سے دارالافتاء اور مدرسہ کا خرچہ درست نہیں ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/۶۷۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۸/۸/۱۷۱، جدید ڈابھیل ۱۵/۵۴)

اتّحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه : لانهما حينئذ كشيئى واحد وفى الشامية: لآن غرضه إحياء وقفه وذلک يحصل بما قلنا. (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد کراچی ٤/٣٦٠، زكريا٦/٥٥١)

أما إذا اختلف الواقف أو اتحد الواقف واختلفت الجهة ، بأن بنیٰ مدرسة ومسجداً ، وعين لكلٍّ وقفا، وفضل من غلة أحدهما ، لايبدل شرط الواقف ، وكذا إذا اختلف الواقف لاالجهة ، يتبع شرط الواقف ، وقد علم بهذا التقرير إعمال الغلتين إحياء للوقف ورعاية شرط الواقف ، هذا هو الحاصل من الفتاویٰ، وقد علم أنه لايجوز لمتولى الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر. (البحر الرائق، کوئٹہ ٥/٢١٦، زکریا٥/٣٦٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۳۹/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۶/۱۹ھ

مسجد کے فنڈ سے افطار کا انتظام کرنا

سوال: [۸۰۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان شریف میں مسجد کے مصلیوں کیلئے مسجد کے فنڈ سے افطار کا انتظام کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

درصورت مذکورہ افطار کا بندوبست کسطرح ہونا چاہئے؟

المستفتي: مسیح الرحمٰن قاسمی، ۲۴ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے فنڈ کو مسجد کی ضروریات میں ہی استعمال کرنا ضروری ہے، اسکے خلاف کرنیکی صورت میں منتظمہ کمیٹی پرضمان واجب ہوگا۔

أهل المسجد تصرفوا، في أوقاف المسجد............! لايصح تصرفهم . (هنديه كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، الفصل الثانى زكريا قديم ٢/٤٦٣، جديد٢/٤١٤)

أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة . (شامى، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة كراچى ٤/٤٤٥، زكريا٦/٦٦٥)

ہاں اگر کمیٹی اور محلّہ والوں کی طرف سے آپس کے مشورہ سے یہ بات طے ہوجاتی ہے، کہ افطار وضیافت کا ایک فنڈ مقرر کرلیا جائے، اور لوگ بخوشی اسی فنڈ میں چندہ دیدیں تو اس پیسہ سے افطاری کا نظم کرنا جائز ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/۷/۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۲۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۷/۱۴۲۶ھ

مسجد یا مدرسہ کی رقم ذاتی تجارت میں لگانا

سوال: [۸۰۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام مسجد نے دو ہزار روپئے مسجد کی جمع میں سے اٹھائے اوران سے سامان خریدا اور ایک مہینہ بعد اس سامان کو بیچ دیا جس سے ۵۵۰/روپیہ نفع ہوا، اور ایک مہینہ بعد مسجد کی رقم پھر مسجد کی جمع میں رکھدی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام مسجد کیلئے وہ نفع استعمال کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: رئیس احمد، قصبہ: منگلور،

محلّہ پٹھان پورہ، ضلع: ہری دوار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد یا مدرسہ کی رقم امانت ہوتی ہے، ذمہ دار کیلئے اس رقم سے اپنی تجارت کرنا جائز نہیں ہے، یہ سخت خیانت ہے اس گناہ سے توبہ کرنا لازم ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم/۵۳۴، جدید زکریا/۵۱۳)

عن ابی هريرة عن النبي صلى عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاری، کتاب الإيمان، باب علامة المنافق ۱/ ۱۰، رقم: ۳۳)

ومقتضى ماقاله أبو السعود أنه يقبل قوله في حق براءة نفسه، لا في حق صاحب الوظيفة، لأنه أمين فيما في يده، فيلزم الضمان في الوقف، لأنه عامل له، وفيه ضرر بالوقف. (شامی، کتاب الوقف، مطلب إذا كان الناظر مفسداً لا يقبل قوله کراچی ٤/ ٤٤٩، زکریا ٦/ ٦٧٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۵۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۲/۲۱ھ

مسجد یا مدرسہ کی رقم سے کاروبار کرنا یا قرض دینا

سوال: [۸۰۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس مسجد اور مدرسے کی رقم ہے کیا اس رقم کو کسی کاروبار میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز اس میں سے کسی کو قرض دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی مدرسہ یا مسجد ضرورت مند ہو تو اس رقم سے اس کا تعاون کردیں تو کیا حکم ہے؟

المستفتي: مولانا عبد الناصر، مدرس:

مدرسہ ہذا،محلّہ :لالباغ،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد یامدرسہ کی رقم کوکاروبار میں لگانا جائز نہیں اگر لگادیگا تو لگانے والا ذمہ دارضامن ہوگا،نقصان کی تلافی اپنی جیب سے کریگا،اورجونفع ہوگا وہ مسجد یامدرسہ کو ملے گا۔(مستفاد:احسن الفتاویٰ ۶/۴۶۳،فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۲۸۸)

ومقتضى ماقاله أبو السعود أنه يقبل قوله في حق براء ة نفسه، لا في حق صاحب الوظيفة ، لأنه أمين فيما في يده ، فيلزم الضمان في الوقف، لأنه عامل له ، وفيه ضرر بالوقف. (شامی، كتاب الوقف، مطلب إذا كان الناظر مفسداً لا يقبل قوله كراچی ٤/٤٤٩، زكريا٦/٦٧٠)

نیزمسجد یا مدرسہ کی رقم کسی خاص شخص کو بطورقرض دینا جائز نہیں ۔(مستفاد:احسن الفتاویٰ ۶/ ۴۱۷،فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۶/ ۱۰۷،جدیدڈابھیل ۱۵/۵۰۳)

وأما حكمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال أمانة في يده ووجوب أدائه عند طلب مالكه، والوديعة لاتودع ولاتعار ولا تؤاجر ولا ترهن وإن فعل شيئاً منها ضمن. (هنديه، كتاب الوديعة زكريا قديم ٤/٣٣٨، جديد ٤/٣٤٩، البحرائق، كوئٹه ٧/٢٧٥، زكريا٧/٤٦٧)

نیزمسجد یا مدرسہ کی رقم دوسری ضرورت مندمسجد یامدرسہ کوبطورقرض دینے کی گنجائش ہے۔(مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۱۷۸،جدیدزکریا ۹/ ۸۸،۸۹)

اورتعاون اس وقت کرنے کی گنجائش ہے کہ جب تعاون کرنے والی مسجد یامدرسہ کو اس رقم کی کبھی بھی ضرورت نہ ہو۔(مستفاد:فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/۲۸۳،جدیدڈابھیل ۱۵/۴۸)

يجب عليه أن يجعل لكل نوع منها بيتا يخصه ولا يخلط بعضه ببعض ، وأنه إذا احتاج إلىٰ مصرف خزانة ، وليس فيها مايفي به ، يستقرض من خزانة غيرها، ثم إذا حصل للتي استقرض لها مال، يُرَدّ إلىٰ

المستقرض. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب فی بیان بیوت المال، کراچی ۲/۳۳۷، زکریا ۳/۲۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/۴/۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۱۳۱)

مسجد کی رقم سے اپنی ضرورت پوری کر کے واپس مسجد کو دینا

سوال: [۸۰۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مرتبہ میں اور میرے دوست اپنے محلّہ کی مسجد کے لئے کچھ روپیہ چندہ اکٹھا کر کے لائے اس رقم میں سے ہم نے ۵۰/۵۰ روپیہ لے لئے تھے، اب ہم اس رقم کو (یعنی ۵۰/۵۰ روپئے کو مسجد کو ادا کرنا چاہتے ہیں، تو آپ ہمیں یہ بتائیں کہ ہم یہ رقم مسجد کو کس طرح اداء کریں، آپکی عین نوازش ہوگی؟ اور آپ ہمارے اس گناہ کے لئے خدا سے بھی دعاء کریں کہ خدائے پاک ہمیں اس غلطی کے لئے معاف فرمائیں؟

المستفتي: محمد عارف نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر دونوں پچاس، پچاس روپیہ مسجد کو ادا کر دیں گے، تو ادا ہوجائیگا، اور مسجد کا کوئی حق آپ دونوں کے ذمہ باقی نہیں رہیگا!

ولو جمع مالاً لینفقه في بناء المسجد فأنفق بعضه فی حاجته ثم رد بدله فی نفقة المسجد لایسعه أن یفعل ذلک فإذا فعله (إلیٰ قوله) قالوا شرحوا له فی الاستحسان الجواز إذا أنفق مثله فی المسجد ویخرج عن العهدة فیما بینه وبین الله تعالیٰ. (البحر الرائق، کتاب الوقف، فصل ومن بنی مسجداً لم یزل ملکه کوئٹه ۵/۲۵۱، زکریا ۵/۴۲۰، فتاویٰ قاضی خان جدید زکریا ۳/۲۰۹، وعلیٰ هامش الهندیة زکریا ۳/۲۹۹، تاتار خانیة زکریا ۸/۱۹۸، رقم: ۱۱۶۲۹)

البتہ کی ہوئی خیانت پر ندامت سے توبہ کر لینی چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ : إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰہِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَأُولٰئِكَ يَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰہُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا . (النساء: ۱۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ ر رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۳۵/۲۵)

مسجد کا پیسہ ذاتی معاملات کیلئے بطور قرض دینا

سوال: [۸۰۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی آمدنی سے کسی شخص کو اپنے ذاتی معاملات کیلئے قرض دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد سردار، بمبئی، لیٹنگ، کیلو، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مسجد کی پوری کمیٹی کی اجازت سے ایسے مالدار شخص کو بطور قرض کے مسجد کی ضرورت سے فاضل رقم دی جائے، جو امانت دار قابل اطمینان ہو تو اسکی گنجائش ہوگی۔

يقرض القاضى مال الوقف والغائب واللقطة واليتيم من ملئى مؤتمن وتحته فى الشامى، يسع للمتولى إقراض مافضل من غلة الوقف لو أحرز.

(الدر المختار مع الشامی، کتاب القضاء، مطلب للقاضی اقراض مال الیتیم، ونحوہ کراچی ٥/٤١٧، زکریا ٨/ ١١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ رصفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۶۲۴/۲۵)

مسجد کی رقم کسی کو بطور قرض دینا

سوال: [۸۰۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کا کوئی شخص مسجد کی لمبی رقم کو اس حالت میں جبکہ مسجد خود مقروض ہو اپنے ایسے دوست کو دے جس سے مسجد کا کوئی فائدہ بھی نہ ہو یہ عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عقیل احمد، فروز آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کی رقم لمبی ہو یا مختصر مسجد کی ضروریات کے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے کسی دوسرے شخص کو قرضہ کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔

مع أن القيم ليس له إقراض مال المسجد ...... فلو أقرضه ضمن، وكذا المستقرض. (البحرالرائق، کتاب الوقف، زکریا ۵/ ۴۰۱، کوئٹہ۵/ ۲۳۹)

اور جو شخص مسجد کی رقم کو اس طرح مالکانہ طور پر جس کو چاہے جہاں چاہے دیتا ہو ایسا آدمی شرعاً مسجد کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا ہے محلّہ کے سب لوگوں کو مل کر ایسے شخص کو ذمہ داری سے سبکدوش کر دینا چاہئے۔

ولو شرط الولاية لنفسه وكان خائناً تنزع منه وإن شرط الواقف أن لاتنزع لأنه مخالف للحكم الشرعي فيبطل. (مجمع الانهر، کتاب الوقف، فصل إذا بنى مسجداً لايزول ملكه، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۶۰۲)

فاستفيد منه أنه إذا تصرف بمالايجوز كان خائنايستحق العزل.

(البحرالرائق، کتاب الوقف کوئٹہ ۵/ ۲۳۴،زکریا ۵/ ۳۹۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍محرم ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰؍۱۰۹۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲؍۱؍۱۴۳۴ھ

تبلیغی جماعت والوں کیلئے مسجد کے فنڈ سے بیت الخلاء بنانا

سوال: [۸۰۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے فنڈ سے تبلیغی جماعت والوں کیلئے بیت الخلاء و پیشاب گھر بنائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: عطاء الرحمٰن، کوری روانہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کے فنڈ سے محض تبلیغی جماعت والوں کیلئے بیت الخلاء اور پیشاب گھر بنانا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ ایسا ہوسکتا ہے، کہ اس کام کیلئے الگ سے چندہ جمع کیا جائے پھر اسی پیسہ سے مذکورہ چیزوں کی تعمیر کی جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۱۶۶، ڈابھیل ۱۴/ ۳۱۵)

لايجوز صرف وقف مسجد خرب إلىٰ حوض وعكسه. (شامي، كتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد كراچی ٤/٣٥٩، زکریا ٦/٥٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۳۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۴/۱۴۲۵ھ

مسجد کی رقم سے سڑکیں بنانا

سوال: [۸۰۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے روپئے سے مسجد میں بیت الخلاء، غسل خانہ، مسجد میں آمد ورفت کی سہولت کیلئے سڑکیں بنانا، یا پرانی بنی ہوئی سڑک کی مرمت کرانا، اسی طرح لوگوں کی راحت رسانی کیلئے مسجد کے آگے پارک بنانا، یا مسجد کے احاطہ میں پھول وغیرہ درخت خرید کر لگانا، از روئے شریعت کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل تشفی بخش جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: مفظر الحق، گڈاوی، متعلم مدرسہ ہذا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کے پیسے سے مسجد میں بیت الخلاء غسل خانہ وغیرہ بنانا تو جائز ہے، تاکہ وقت بوقت نمازیوں کی ضرورت پوری ہو سکے، البتہ مسجد کے پیسہ سے سڑکیں بنانا یا ان کی مرمت کرانا، نیز پارک وغیرہ بنانا شرعاً جائز نہیں، ایسی چیزوں کی ضروریات باہمی تعاون سے پوری کی جائیں ۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۵/ ۲۲۶، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۶۱)

إن أرادوا أن يجعلوا شيئاً من المسجد طريقاً للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلک وأنه صحيح. (عالمگيری، کتاب الوقف، الباب الحادی عشرفی المسجد زکريا قديم ۲/ ۴۵۷، جديد زکريا ديوبند ۲/ ۴۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵؍ ۷۰۲۹)

مسجد کے پیسے سے عام راستے کی نالی بنوانا

سوال: [۸۰۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کا پانی عام راستے کے کنارے بہتا ہے، مگر چونکہ نالی پختہ نہیں ہے، اسلئے کوڑے کباڑے میں رکتا ہے جس سے نمازیوں کو بھی پریشانی ہوتی ہے، اور مسجد کے متصل آباد لوگوں کو بھی سخت دشواری کا سامنا ہے، اگر مسجد کے پیسہ سے نالی بنا کر دور پہونچایا جائے تو اسکی اجازت ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالرحیم، بڑبڑوی عفی عنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندیہ میں ہے: **إن أرادوا أن يجعلوا شيئاً من المسجد طريقاً للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلک وأنه صحيح.**

(هنديه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد زکريا قديم ۲/ ۴۵۷، جديد ۲/ ۴۰۹)

جیسا کہ اس عبارت سے مسجد کی زمین میں لوگوں کیلئے عام گذرگاہ بنانا ممنوع قرار دیا گیا ہے، اسی طرح مسجد کے پیسے سے نالی بنانا بھی ممنوع ہے ہاں البتہ نالی بنانے کیلئے لوگوں سے الگ سے چندہ کیا جا سکتا ہے، پھر اس چندہ کے پیسہ سے نالی بنا کر دور تک پہونچایا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۶۲/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲ھ

مسجد کے پیسے سے جنازہ کی چارپائی وتختہ وغیرہ خریدنا

سوال: [۸۰۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں مسجد کیلئے جو پیسہ گاؤں ہی سے چندہ کرتے ہیں، گاؤں والوں کے مشورہ سے وہی پیسہ امام ومؤذن مسجد کی دیگر ضروریات بیت الخلاء وغیرہ میں خرچ کرتے ہیں، اور اسی مسجد کے پیسے سے گاؤں والوں کے ہی مشورہ سے جنازہ کی چارپائی اور نہلانے کا تختہ بھی خرید لیتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا چندہ دہندگان کی اجازت سے مسجد کے پیسے سے جنازہ کی چارپائی تختہ وغیرہ خرید سکتے ہیں، جبکہ یہ سب سامان مسجد ہی کے کمرہ میں رکھا رہتا ہے؟

المستفتي: عبدالرشید قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کے لئے جو چندہ کیا جاتا ہے، اس کو مسجد ہی کی ضروریات میں خرچ کرنا لازم ہے، اور جنازہ کی چارپائی وغیرہ مسجد کی ضروریات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے؛ اسلئے اسکا انتظام محلّہ کے لوگ اپنے ذاتی پیسہ سے کریں مسجد کا پیسہ اسمیں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل وقد أمره بالدفع إليه، فلا

یملک الدفع إلیٰ غیره. (شامی، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کراچی ۲/۲٦۹، زکریا ۳/۱۸۹)

ولیس لقیم المسجد أن یشتری جنازة وإن ذکر الواقف أن القیم یشتری جنازة. (هندیه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی زکریا قدیم ۲/٤٦۲، جدید ۲/٤۱۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/۴/۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۳۴۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۴/۱۴۳۲ھ

۱۳/ الفصل الثالث عشر: مساجد کی چیزیں کرایہ پر دینے کا بیان

کیا متولی اور کرایہ داروں پر معاہدہ کی پابندی لازم ہے؟

سوال: [۸۰۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائل کی پردادی کی کچھ جائداد تھی جس کو انھوں نے وقف علی الاولاد کردیا اور تقرر متولی کیلئے یہ شرط رکھی کہ تا قیام نسل میری اولاد ذکور میں سے ہی متولی ہوتے رہیں گے، اسی طرح سائل اس جائیداد کا متولی ہے، واقفہ نے انتظامی امور سے متعلق جملہ اختیارات متولی کو عطا کئے ہیں، اس جائیداد میں اس وقت علی گڑھ میں کچھ مکانات اور کچھ دوکانیں اور کچھ آراضی ہے جو سب ہی کرایہ پر اٹھے ہوئے ہیں، ان میں کچھ کرایہ دار ۱۹۵۷ء سے آباد ہیں، اور کچھ اس سے پہلے کے بھی ہیں، اور کچھ اس کے بعد کے بھی ہیں، مکانوں اور دوکانوں کے جو کرایہ دار ہیں وہ اپنے زیر کرایہ داری جائیداد کی مرمت ودیکھ بھال اور اپنی آسائش اور ضرورت کے لحاظ سے ردو بدل وغیرہ اپنے صرفہ سے کرواتے رہتے ہیں، اور جن لوگوں نے آراضی کرایہ پر لی ہے، وہ اس شرط پر ہے کہ آراضی پر اپنی ضرورت کے لحاظ سے اپنے صرفے سے تعمیرات کروالیں گے، اسطرح وقف کی آراضی پر کرایہ داروں نے اپنی ضرورت کے مطابق تعمیرات کروالی ہیں، اوران تعمیرات کی مرمت ودیکھ بھال اپنے صرفے سے خود کرواتے رہتے ہیں؟

(۲) ۱۹۹۵ء سے پہلے وقف جائیداد پر قانون کرایہ داری کا نفاذ ہوتا تھا، جس کے تحت دوکانیں ومکانات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے یہاں سے الارٹ ہوتے تھے، متولی کو دوکانیں ومکانات کو کرایہ پر اٹھانے یا دوکانوں مکانوں وآراضی کے کرایہ میں اضافہ کرنے کا اختیار حاصل نہیں تھا، ۱۹۹۵ء میں قانون پاس کرکے وقف جائیدا د کو کرایہ داری سے مستثنیٰ کردیا گیا جس کے تحت متولی کو قانوناً وقف جائیداد کو کرایہ پر اٹھانے کرایہ دار سے خالی کرانے اور کرایہ میں اضافہ کرنے اور وقف جائیداد کی آمدنی میں اضافہ کرنے کی غرض سے نئی تعمیرات کرانے کا حق حاصل ہوگیا، وقف جائیداد کے قانون کرایہ داری سے مستثنیٰ ہونے کے بعد

وقف بورڈ کی جانب سے متولیان کیلئے ہدایت جاری کی گئی کہ وقف جائیداد کے کرایہ میں موجودہ بازار در سے اضافہ کیا جائے، اور جو جو کرایہ دار موجودہ بازار در سے کرایہ میں اضافہ کرنے کیلئے تیار نہ ہو اس کو بے دخل کرنے کی کارروائی کی جائے؟

(۳) جب کرایہ داروں سے کرایہ اضافہ کرنے کیلئے کہا گیا تو کچھ کرایہ داروں نے کرایہ میں معمولی سا اضافہ کر دیا جو موجودہ بازار کا پچیس فیصدی بھی نہیں ہے، کرایہ میں اضافہ کرتے وقت جو اقرار نامہ لکھا گیا اس میں ایک شرط یہ بھی رکھی گئی ہے، کہ کرایہ دار تین سال کے بعد اصل کرایہ میں پانچ فیصد کا اضافہ کرتا رہے گا، لیکن کچھ کرایہ دار ایسے ہیں، جو کرایہ میں معمولی سا اضافہ بھی کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں؟

(۴) اس وقت حالات یہ ہیں، جو مکان اس وقت سو روپیہ ماہوار کرایہ پر اٹھا ہوا ہے، اس کا کرایہ موجودہ بازار در سے سات آٹھ ہزاروں روپیہ ماہوار بنتا ہے اتنا کرایہ دینے کیلئے کرایہ دار تیار نہیں ہے اگر کرایہ دار کے خلاف بے دخلی کی کارروائی کی جاتی ہے، تو عدالت میں برسوں لگ جاتے ہیں، اور میں عدالتی اخراجات اور پریشانیوں کی وجہ سے عدالتی کاروائی سے بچتا ہوں؟

(۵) جن کرایہ داروں نے کرایہ میں معمولی سا اضافہ کیا ہے انھوں نے ایک اقرار نامہ لکھا ہے، جس میں کرایہ دار اور متولی کی رضامندی سے کچھ شرائط لکھی گئی ہیں، جیسے کرایہ ماہ بماہ ادا کردوں گا، ذیلی کرایہ دار نہیں رکھوں گا، بغیر متولی اجازت کے مکان یا دوکان میں کوئی ردو بدل یا نئی تعمیرات نہیں کروں گا، جس کام کیلئے مکان یا دوکان یا آراضی کو کرایہ پر لیا ہے، صرف اسی کام کیلئے استعمال کروں گا، اور قانوناً بھی کرایہ دار مندرجہ بالا شرائط کا پابند ہے، ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس ماہ کا کرایہ ہے اسی ماہ میں ادا کروں گا، مندرجہ بالا حالات وواقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا فرماتے ہیں:

الف: کہ کرایہ دار جو وقف کے مکان میں رہ رہا ہے، یا کاروبار کر رہا ہے یا دوکان میں کاروبار کر رہا ہے، لیکن متولی کے طلب کرنے کے باوجود بازار در سے کرایہ نہیں دیتا، متولی

کا کہنا ہے کہ یا تو موجودہ بازار در سے کرایہ دو یا جگہ خالی کردو تو کیا ایسی صورت میں کرایہ دار غاصب سمجھا جائے گا، اور کیا کرایہ دار عنداللہ ماخوذ ہوگا؟ اور ایسے کرایہ دار جو مکان دوکان یا آراضی پر بطور غاصب قابض ہیں، کیا اس جگہ پر ان کی نماز عنداللہ مقبول ہوگی؟

ب: مکان یا دوکان میں جو کرایہ دار آباد ہیں، انھوں نے بغیر متولی کی اجازت کے ذیلی کرایہ دار رکھ رکھے ہیں، یا جن لوگوں نے آراضی کرایہ پر لے کر مکان تعمیر کرلیا اس میں بغیر متولی کی اجازت کے ذیلی کرایہ دار رکھتے ہیں، جبکہ قانون یہ ہے کہ اگر کسی نے وقف کی زمین کرایہ پر لیکر تعمیرات کرالیں تو وہ تعمیرات وقف کی ملکیت ہوجائیں گی ، ایسی صورت میں کیا ذیلی کرایہ دار رکھنا جائز ہوگا ، اور کرایہ دار نے ذیلی کرایہ دار سے جو رقم بطور کرایہ وغیرہ وصول کی ہے، کیا وہ رقم کرایہ دار کیلئے حلال ہوگی؟

ج: اگر کرایہ دار ماہ بماہ کرایہ ادانہیں کرتا یا ذیلی کرایہ دار رکھتا ہے یا مکان رہائش کیلئے کرایہ پر لیا تھا، اور اس میں کاروبار بھی کرتا ہے، یا دوکان جس کام کیلئے لی تھی اس کام کے بجائے یا اس کام کے ساتھ ساتھ دوسرا کام بھی کرتا ہے، یا متولی کی اجازت کے بغیر مکان یا دوکان میں ردو بدل یا نئی تعمیرات کرتا ہے، تو کیا کرایہ دار وعدہ خلافی کا مرتکب مانا جائے گا، اور گنہگار ہوگا؟

د: کرایہ دار مکان میں رہ رہا ہے، یا کاروبار کررہا ہے، یا دوکان میں کاروبار کررہا ہے، یا وقف کی آراضی کرایہ پر لیکر اپنے صرفہ سے تعمیرات کرانے کے بعد اس میں رہ رہا ہے، یا کاروبار کررہا ہے، لیکن متولی کے طلب کرنے کے باوجود موجودہ بازار در سے کرایہ نہیں دیتا اور متولی یہ کہتا ہے، کہ یا تو موجودہ بازار در سے کرایہ دو یا جگہ خالی کردو لیکن کرایہ دار نہ تو موجودہ بازار در سے کرایہ دیتا ہے، اور نہ جگہ خالی کرتا ہے، تو کیا اس جگہ پر کرایہ دار کا قبضہ غاصبانہ سمجھا جائے گا ، اور اس جگہ پر کاروبار کرکے کرایہ دار جو پیسہ کمارہا ہے، کیا وہ پیسہ کرایہ دار کیلئے حلال ہوگا؟

ہ: جن لوگوں نے وقف کی آراضی کرایہ پر لیکر اپنے صرفہ سے تعمیرات کروالیں اور قانوناً وہ تعمیرات وقف کی ملکیت ہوگئیں تو کیا وہ کرایہ دار ان تعمیرات میں بغیر متولی کی

اجازت کے ردو بدل یا نئی تعمیرات کر سکتے ہیں؟

المستفتي: محمد مجیب علی خاں، انونہ ہاؤس، سول لائن، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آپ کی منتشر فائل کے منتشر سوالات کا جواب ایک ساتھ دیا جاتا ہے، سوالنامہ میں مذکورہ جن شرائط کیساتھ مقید کر کے وقف کی جائیداد کرایہ پر دی گئی ہے، اور فریقین پر ان شرائط کی پابندی لازم اور واجب ہے، اور جن شرائط کے مطابق کرایہ بڑھانے کی قید لگائی گئی ہے، ان کی پابندی کرایہ دار پر لازم ہے متولی کی اجازت سے کرایہ دار کا وقف کی عمارت میں تعمیر و مرمت کرنا جائز ہے اور تعمیر و مرمت کا خرچہ کرایہ میں مجریٰ ہوتا رہے گا، لہٰذا اگر کرایہ دار کرایہ نامہ میں لگائی گئی شرائط کی پابندی نہیں کرتا اور ضابطہ کے مطابق کرایہ نہیں بڑھاتا ہے، تو اس کے اوپر لازم ہے کہ جائیداد کو خالی کردے اور متولی کیلئے جائز ہے کہ کرایہ دار سے خالی کرا کر اپنے قبضہ میں لے لے پھر مناسب کرایہ پر دوسرے لوگوں کو کرایہ پر دیدے اور اگر کرایہ دار کسی بھی بات پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں ہے، تو قبضہ غاصبانہ کے مرادف ہوگا، اور گناہ عظیم کا مرتکب ہوگا، اور وہاں پر نماز پڑھنا غصب کی زمین پر نماز پڑھنے کے درجہ میں ہوگا، یعنی اس کی نماز مکروہ ہوگی، حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان آپس کے معاملات میں شرائط متعین کریں اس کی پابندی لازم ہے اسی طرح جس بات پر صلح اور اتفاق کرلیں، اس کی پابندی بھی لازم ہے اور اسکی خلاف ورزی جائز نہیں ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن عمرو بن عوف المزني، عن أبيه، عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين، إلا صلحا حرم حلالا، أو أحل حراماً، والمسلمون على شروطهم، إلا شرطاً حرم حلالاً، أو أحل حراماً. (سنن الترمذي، الأحكام، باب ماذكر عن رسول الله

صلی اللّٰہ علیہ و سلم فی الصلح بین الناس ، النسخۃ الھندیۃ ۱/ ۱ ۰ ۲، دار السلام رقم: ۱۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍شعبان ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۵۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۸/۱۶ھ

ذمہ داران مسجد کا کرائے دار سے ایک لاکھ روپیہ مانگنا

سوال: [۸۰۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے شہر کی جامع مسجد کی دوکانوں میں سے ایک دوکان پچیس سال قبل سے محمد اسلم نے بطور کرایہ لے رکھی ہے اسی دوکان پر محمد اسلم کی روزی روٹی زندگی کے اخراجات چلتے ہیں کچھ مہینے پہلے مسجد کے ذمہ داروں نے محمد اسلم سے ایک لاکھ روپئے کا مطالبہ کیا اور ایک لاکھ نہ دینے پر دوکان خالی کرنے کو کہا محمد اسلم نہایت ہی غریب آدمی ہے، اور ابھی قریب ہی اس کی دونوں آنکھوں کا آپریشن بھی ہوا ہے، ایک لاکھ روپئے دینے کی قطعاً اس کی حیثیت نہیں ہے، محمد اسلم نے ذمہ داروں سے یہ بھی کہا کہ اگر آپ کو دوکان کے کرایہ میں اضافہ کرنا ہو تو میں راضی ہوں، مگر میں ایک لاکھ روپئے نہیں دے سکتا، بالآخر ایک دوسرا شخص ایک لاکھ روپئے ذمہ داروں کو دینے پر تیار ہو گیا، اور محمد اسلم کو کہا کہ تم دوکان خالی کر دو ہم یہ دوکان دوسرے شخص کو دے رہے ہیں، محمد اسلم کے انکار کرنے پر معاملہ کورٹ میں گیا، اور کورٹ میں مسجد والوں نے جج کو ایک موٹی رقم دے کر فیصلہ اپنے حق میں کروالیا، دریافت طلب امور یہ ہیں؟

(۱) جج کو رشوت کی رقم مسجد کی آمدنی سے دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس طرح جج کو خرید کر اپنے حق میں کروایا گیا فیصلہ کیا شرعاً قابل قبول ہے؟

(۳) اس بدترین حرکت میں جاہل، خاندانی قاضی بھی ملوث ہے کیا شہر قاضی کی یہ حرکت درست ہے؟ کیا ایسے قاضی سے نکاح پڑھوانا جائز ہے؟

(۴) اسی قاضی نے کورٹ میں کھلم کھلا جھوٹے بیان بھی دیئےاور لوگوں نے کہا کہ تم نے قاضی صاحب بہت جھوٹ بولا ہے، تو قاضی نے کہا کہ کورٹ میں تو جھوٹ ہی چلتا ہے، اسلئے میں نے بھی جھوٹ بولا قاضی کی یہ دلیل کہاں تک صحیح ہے، ایسے قاضی پر شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟

المستفتي: امام الدین جوئے، سابق صدر ضلع
وقف کمیٹی کھرگون، مدھیہ پردیش

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سوال نامہ میں جامع مسجد کے ذمہ داروں کا محمد اسلم سے بیجا ایک لاکھ روپئے کا مطالبہ کرنا اور نہ دینے کی صورت میں اس سے دوکان خالی کرانا ناجائزاور محمد اسلم پرظلم وزیادتی ہے، اوروہ ایک لاکھ روپیہ مسجد کیلئے حلال نہ ہوگا، کیونکہ سوال نامہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد اسلم دوکان کا برابر کرایہ ادا کرتا رہاہے، اور کرایہ میں اضافہ کرنے پر بھی راضی ہے۔

المستاجر الأول أولیٰ من غیرہ إذا قبل الزکاۃ وتحته في الشامیة: قد علم مما قررناہ أن قولهم إن المستأجر الأول أولیٰ إنما هو فیما إذا زادت أجرۃ المثل في أثناء المدۃ قبل فراغ أجرته وقد قبل الزیادۃ، وأما إذا فرغت مدته، فلیس بأولیٰ إلا إذا کان له فیها حق القرار، وهو المسمیٰ بالکردار علی ما قدمناہ مبسوطاً في مسألة الأرض المحتکرۃ من أن له الاستبقاء بأجرۃ المثل دفعاً للضرر عنه مع عدم الضرر علی الوقف. (شامی، الوقف، مطلب مهم في معنی قولهم المستأجر الاولیٰ ، زکریا ٦/ ٦١٠، کراچی ٤/ ٤٤٠)

(۲) مسجد کی آمدنی کورشوت میں دینا قطعی طور پر ناجائز ہے، اور جو ذمہ دار مسجد کی آمدنی کورشوت میں خرچ کرے گا، اس کے اوپر مسجد کے اس پیسے کا تاوان لازم ہوگا۔

قال في البحر ! قدمنا أنه لا یعزله القاضي بمجرد الطعن في أمانته بل

بخيانة ظاهرة ببينة ...... وإن امتناعه من التعمير خيانة وكذا لو باع الوقف أو بعضه أو تصرف تصرفاً جائزاً عالماً به . (شامی، الوقف، مطلب يأثم بتولية الخائن، زكريا ٦/٥٧٨، كراچی ٤/٣٨٠، البحرالرائق، كوئٹه ٥/٢٤٥، زكريا ٥/٤١١، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/١٠٤)

عن عبد الله بن عمرو قال لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي . (ترمذی شريف، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحكم، النسخة الهندية ١/٢٤٨، دارالسلام رقم:١٣٣٧)

(۳) جج کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرانا شرعاً ناجائز ہے۔

الرشوه أربعة أقسام منها ماهو حرام علىٰ الآخذ والمعطی وهو الرشوة علی تقليد القضاء والأمارة والثانی ارتشاء القاضی ليحكم وهو كذلك ولوالقضاء بحق .... وفی الخانية: أجمعوا أنه إذا ارتشیٰ لا ينفذ قضاءه فيما ارتشیٰ فيه قلت حكاية الإجماع منقوضة بما اختاره البزدوی واستحسنه فی الفتح وينبغی اعتماده للضرورة فی هذا الزمان وإلا بطلت جميع القضايا الواقعة الآن لأنه لاتخلوا قضية عن أخذ القاضی الرشوة المسماة بالمحصول قبل الحكم وبعدهٗ فيلزم تعطيل الأحكام . (شامی، القضاء، مطلب فی الكلام علی الرشوة والهداية، زكريا ٨/٣٤، ٣٥، كراچی ٥/٣٦٢، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٢/٢٢٢، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت ٣/٥٩٨، فتح القدير، دارالفكر حلبی مصر ٧/٣٥٤، زكرياديوبند ٧/٢٣٦، كوئٹه ٥/٣٥٨)

(۴-۵) ایسا قاضی جو عدالت میں جا کر جھوٹی گواہی دے وہ مرتکب کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ فاسق ہوتا ہے، اور قاضی کا یہ کہنا کہ عدالت میں تو جھوٹ ہی چلتا ہے، بے اصل ہے، شریعت نے نکاح میں بہت سہولت رکھی ہے، چنانچہ فاسق کی گواہی کے ساتھ اور فاسق نکاح خواں کے ذریعہ سے بھی نکاح شرعاً درست ہوجاتا ہے، لہٰذا مذکورہ قاضی کے فاسق

ہونے کے باوجود اس کا نکاح پڑھانا جائز اور درست ہوگا، لیکن افضل اور بہتر یہی ہے کہ متبع شریعت عالم دین کے ذریعہ سے ہی نکاح پڑھوایا جائے۔

والفاسق من فعل كبيرة أو أصرعلى صغيرة . (شامی، کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه زكريا٨/ ٢٠٤، كراچی ٥/ ٤٨٣)

ويندب إعلانه وتقديم خطبته وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول . (شامی، زكريا٤/ ٦٦، كراچی ٣/ ٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤١/ ٢٢٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۶۰۴)

موقوفہ کرایہ کی دوکان میں ملکیت ثابت نہیں ہوتی

سوال: [۸۰۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حکیم یامین حسین خان کے دو بیٹے ہیں۔

(۱) نسیم حسین۔

(۲) تسلیم حسین۔ نسیم حسین خاں والد کی وفات سے ۲۶؍۲۷ سال قبل الگ ہوگئے تھے، وہ اپنا الگ کاروبار کررہے تھے، تسلیم حسین خاں والد صاحب کے ساتھ رہے، اور باپ کی تحویل میں کرایہ کی دو دکانیں تھیں، ایک دوکان وقف کی جائیداد کی جو کہ سرکاری قانون کے اعتبار سے متولی جب چاہے خالی کراسکتا ہے، اور دوسری دوکان باضابطہ قانون کے مطابق کرایہ داری کی نہیں اور اس دوکان کے کرایہ کی کوئی سند بھی نہیں صرف زبانی اور تعلقات کے کرایہ کی ہے، اس دوکان کے خالی کرانے میں کرایہ دار کو کچھ نہیں مل سکتا اور نسیم حسین کے پاس کاروبار کیلئے ذاتی دوکان ہے اب والد کی وفات کے بعد کرایہ کی مذکورہ دونوں دوکانیں تسلیم حسین کے پاس آگئی ہیں، مگر تسلیم حسین کا کہنا ہے کہ ایک دوکان شرع کی رو سے مجھے بھی ملنی

چاہئے ،تو اب سوال یہ ہے کہ اس طرح کی کرایہ کی دوکان میں کیاوراثت کا تعلق ہوسکتا ہے؟

المستفتي: حکیم تسلیم حسین ،اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف کی جائیداد کی دوکان کرایہ پر لینے سے ملکیت میں نہیں آتی کیونکہ موقوفہ زمین میں ملکیت ثابت نہیں ہوتی نیز آجکل حکومت ہند کا قانون بھی یہی ہے کہ اوقاف کی جائیداد جو کرایہ پر ہے، ذمہ داران وقف اسے خالی بھی کرا سکتے ہیں، اور مناسب کرایہ بھی بڑھا سکتے ہیں، اسی طرح جو دوکان غیر ضابطہ کرایہ پر ہے جس کی قانونی رسید وغیرہ نہیں ملتی ہے، ایسی دکانوں کے خالی کرانے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہے، اور نہ ہی پگڑی وغیرہ دینی پڑتی ہے، اور نہ ہی کرایہ دار کو پگڑی ملتی ہے، کرایہ دار کی جو اولاد مالک کو کرایہ ادا کرتی چلی آرہی ہے، وہی پگڑی سمجھی جاتی ہے، اور اس میں شریعت کی رو سے وراثت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، لہٰذا کرایہ دار کی دوسری اولاد کو اسمیں اپنے حق وراثت کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے، اسلئے کہ شریعت کی رو سے وراثت مرحوم کی ملکیت میں جاری ہوتی ہے، اور یہ دکانیں مرحوم کی ملکیت کی نہیں ہیں۔

إن الأجارة عندنا تنعقد ساعة فساعة على حسب حدوث المنافع شيئاً فشيئاً ،وإن كان كذلك في ما يحدث من المنافع فى يد الوارث لم يملكها المورث لعدمها ، والملك صفة الموجود لاالمعدوم فلا يملكها الوارث إذ الوارث إنما يملك ماكان على ملك المورث فمالم يملكه يستحيل وراثته بخلاف بيع العين. (بدائع الصنائع ، كتاب الإجارة ، باب ماينتهى به عقد الإجارة زكريا ٤/ ٩٠، كراچى ٤/ ٢٢٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴ /۶۱۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۴/۲۵ھ

مسجد کی آراضی کو کرایہ دار سے خالی کرانا

سوال: [۸۰۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد موقوفہ سے ملحق ایک آراضی افتادہ موقوفہ مسجد مذکور کے متعلق ایک کرایہ دار کو عرصہ بیس سال کا ہوا کرایہ پر اس شرط کیساتھ دی گئی تھی، کہ وہ اپنے خرچ سے اس میں اپنا موٹر گیرج برائے مرمت وغیرہ تعمیر کر کے اپنے تصرف میں لاوے، اور جو کچھ تعمیر میں خرچ ہوگا، وہ کرایہ میں مجرا ہوجائے گا، خرچہ تعمیر گیرج بعد حساب فہمی کرایہ میں مجریٰ ہو چکا ہے، اور کرایہ بھی دوگنا مقرر کر دیا گیا ہے، اب مسجد کی توسیع کیلئے موٹر گیرج کی آراضی میں سے کچھ آراضی اپنی زیر تعمیر مسجد کیلئے ضرورت در پیش ہے، کرایہ دار سے کہا گیا، تو وہ کرایہ دار نصف آراضی اپنی زیر کرایہ داری میں سے دینے کو تیار ہے۔

(۱) کہ میں یا میرے وارثان وقائم مقامان ہی موجودہ کرایہ بدستور دیتے رہا کریں گے؟

(۲) متولی کو کبھی کسی وقت میں کرایہ کے اضافہ کرنیکا کوئی حق نہ ہوگا؟

(۳) اگر میں یا میرے وارثان یا قائم مقامان کسی دوسرے شخص یا پارٹی کی شرکت میں کوئی دیگر کام کرنا چاہیں گے تو متولی کو اعتراض نہ ہوگا، یہاں پر یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ کرایہ دار موصوف اب تک تین اشخاص کو اس آراضی میں جگہ دیکر مختلف کام کرتے رہے اوران تینوں کی کل آمدنی سے نصف خود لیتے رہے جبکہ مسجد کو صرف مقررہ کرایہ ہی ادا کرتے رہے، بقیہ آمدنی جو مقررہ کرایہ سے آٹھ دس گنا زیادہ تھی، خود فائدہ اٹھاتے رہے، اب دریافت طلب مسئلہ حسب ذیل ہے۔

(۱) کیا کسی موقوفہ آراضی پر بحثیت کرایہ دار ہمیشہ کیلئے اپنی وراثت قائم کرسکتا ہے؟

(۲) کیا موجودہ کرایہ پر ہمیشہ کیلئے پابندی لگانا کہ آئندہ کسی کرایہ کے اضافہ کا کوئی حق متولی کو نہ ہوگا شرعاً جائز ہے؟

(۳) کیا جس کام کیلئے کرایہ دار کو آراضی دی گئی ہے وہ اپنی طرف سے کسی دیگر شخص

کے ذریعے شرکت کر کے کوئی دیگر کام کر کے مقررہ کرایہ کے علاوہ بقیہ آمدنی سے خود فائدہ اٹھاسکتا ہے، جبکہ مسجد کو صرف مقررہ کرایہ ہی دیا جاتا ہے؟

(۴) کیا موقوفہ آراضی کا کرایہ دار اپنی مرضی سے خود بغیر متولی کی رضا مندی کے دیگر غیر متعلقہ لوگوں کے ذریعے یہ فیصلہ کرلے کہ وہ اپنے زیر کرایہ داری میں سے صرف نصف آراضی مسجد کے مفاد کیلئے دیدے جبکہ کل آراضی میں پندرہ سولہ دوکانات تعمیر ہونے سے مسجد کو کافی آمدنی ہوسکتی ہے، جس سے اس کا خرچ بخوبی پورا ہوسکتا ہے؟

(۵) کیا موجودہ کرایہ کے علاوہ جوزائد کام سے فائدہ خود حاصل کیا ہے، وہ شرعاً جائز ہے؟

گذارش ہے کہ براہ کرم مذکورہ بالا حالات پر غور فرما کران پانچوں مسائل کا مکمل شرعی نقطۂ نظر سے جواب مرحمت فرمایئے، اور شکریہ کا موقع دیں؟

المستفتي: محمد جان، متولی مسجد منشی
کریم اللہ والی، وقف ۶۵۳، پرنس روڈ،
گاندھی نگر، مرادآباد، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) وقف کی سکنائی جائیداد کو ایک سال سے زیادہ اور صحرائی جائیداد کو تین سال سے زیادہ کرایہ کیلئے دینا جائز نہیں ہے، نیز مذکورہ معاملہ میں کرایہ دار کی موت کے بعد بھی کرایہ داری کی باقی رہنے کی شرط شرعاً باطل ہے، اور شرائط فاسدہ کی بناء پر عقد کرایہ داری فسخ ہوجاتا ہے، اس لئے مذکورہ کرایہ داری شرعاً ناجائز اور فاسد ہے، اسلئے اس معاملے کو ختم کر کے مسجد کی پوری جائیداد مسجد کے حوالے کر دینا لازم ہے۔

الإجارة تفسدها الشروط كما تفسد البيع. (هدايه، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة اشرفى ۳/ ۳۰۱)

وإذا مات أحدالمتعاقدين وقد عقد الإجارة لنفسه انفسخت الإجارة الخ. (هدايه، باب فسخ الإجارة اشرفى ۳/ ۳۱۵، قدورى/ ۱۰۵)

وبها أي بالسنة يفتى فى الدار وبثلاث سنين في الأرض الخ. (الدر المختار، الوقف، فصل يراعى شرط الواقف فى إجارته زكريا ديوبند٦/٦٠٥، كراچی ٤/٤٠٠، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/١٧٧، الفقه الإسلامى وأدلته ،دارالفكر ١٠/٧٦٨٨، هدىٰ انٹر نيشنل ديوبند٨/٢٣٢، مجمع الأنهر دارالكتب العلمية بيروت٣/٥١٤، قديم ٢/٣٦٩)

(۲) یہ شرط منفعت وقف کے خلاف ہے اور ناجائز ہے نیز اجرت مثل سے کم میں وقف کی جائیداد کو کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔

ويؤجر بأجر المثل فلا يجوز بالأقل الخ. (الدر مع الرد، مطلب فى الإجارة الطويلة بعقود، زكريا ٦/٦٠٨، كراچی ٤/٤٠٢، الفقه الإسلامى وادلته ، دارالفكر ١٠/٧٦٨٩، هدىٰ انٹر نيشنل ديوبند٨/٢٣٣، هنديه ،زكريا قديم ٢/٤١٩، جديد ٢/٣٨٧، مجمع الانهر ،دارالكتب العلمية بيروت٣/٥١٤، مصرى قديم ٢/٣٦٩)

(۳-۴) جب معاملہ شرعاً واجب الفسخ ہے تو بعد کے سارے معاہدے اور معاملے ناجائز ہیں، ان پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

(۵) کرایہ داری ختم کر کے مسجد کو جائیداد واپس کرنا اور جتنے عرصہ کرایہ دار نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے، اس کے مثل اجرت مسجد کو دیدینا لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۰۳)

نیچے دوکان اوپر مسجد کا حکم

سوال: [۸۰۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کیلئے ایک زمین خریدی گئی اور پروگرام یہ ہے کہ نیچے تہ خانہ بنایا جائے گا، پھر اس کے اوپر

مسجد کا جماعت خانہ بنایا جائے گا، جیسے کہ مسجد رشید بنی ہوئی ہے، اور نیچے کے تہہ خانہ کو مسجد کی آمدنی کیلئے کرائے پر دیا جائے گا، جس کو کرایہ دار اپنا مال گودام بنائے گا، یا دوکان وغیرہ بنائے گا، جس میں خرید وفروخت ہوگی اور کرائے دار مسجد کو ماہانہ کرایہ دیتا رہے گا، جس سے مسجد کی ضروریات پوری ہوتی رہیں گی، جیسے کہ یہاں کی سنہری مسجد ہے، تو اس طرح نیچے آمدنی کی دوکانیں اور اوپر شرعی مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں، اور ظاہر بات ہے کہ جب تہہ خانہ میں خرید وفروخت ہوگی، تو وہ مسجد کی زمین تو ہوسکتی ہے، لیکن مسجد کی حد میں داخل نہیں ہوسکتی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسجد کیلئے خریدی گئی زمین میں مسجد کی مصلحت کے پیش نظر نیچے کے حصہ میں مسجد کی آمدنی کیلئے دوکان وغیرہ بنانا اور اوپر شرعی مسجد بنانا جائز ہے ، اور اس میں یہ شرط بھی ہے کہ نیچے کے حصہ میں جو دکان وغیرہ بنائی جائے وہ بھی مسجد ہی کی ملکیت میں رہے اور مسجد جب چاہے اس کو خالی کرا کے مسجد میں کرسکتی ہے! (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۸۳، فتاویٰ رحیمیہ ۹/۹۳)

ولو كان السرداب لمصالح المسجد جاز كمافى مسجد بيت المقدس كذا فى الهداية. (هنديه ، الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد ومايتعلق به زكريا قديم ۲/۴۵۵، جديد ۲/۴۰۸)

وإذا جعل تحته سرداباً لمصاحله أي المسجد جاز كمسجد المقدس . (شامى، كراچى ۴/۳۵۷، زكريا۶/۵۴۷)

بخلاف مإاذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد فإنه يجوز إذلا ملك فيه لأحد بل هو من تتميم مصالح المسجد فهو كسرداب مسجد بيت المقدس هذاهو ظاهر المذهب. (البحرالرائق، زكرياه/۴۲۱، كوئٹه ۵/۲۵۱)

ولوجعل تحته حانوتاً وجعله وقفا على المسجد قيل لا يستحب ذلك ولكنه لو جعل في الابتداء هكذا صار مسجداً وماتحته صار وقفا عليه ويجوز

المسجد والوقف الذی تحته . (تبیین الحقائق، زکریا ٤/٢٧١، امدادیه ملتان٣/٣٣٠)

ولو جعل العلو مسجداً والسفل وقفا على المسجد وأخرجه من يده يجوز وكذلك لو جعل السفل مسجداً للناس أو سردابا وقفا على ذلك وأخرجه من يده يصح لأنه لله تعالىٰ . (تاتارخانية زكريا٨/١٦٢، رقم: ١١٥١٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۵/۱/۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۶۹/۴۰)

نیچے دوکان اور اوپر مسجد بنانے کا حکم

سوال: [۸۰۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چند بھائیوں نے اپنی جگہ برائے تعمیر مسجد وقف کی ہے، مسجد کے موجودہ ذمہ دار یہ چاہتے ہیں، کہ مسجد دوسری منزل پر بنادی جائے، اور اس کے نیچے دوکانیں اور ہال کی تعمیر ہو جائے تاکہ آمدنی کا سلسلہ بھی ہو جائے، اور ہوا روشنی کا اس کے ذیل میں نظم ہو جائے آپ مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں، کہ اس طور پر تعمیر کرنا درست ہے؟

المستفتي: حاجی عقیل الرحمٰن،
کلاتھ مرچنٹ، تحصیل: ٹانڈہ، ضلع: رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وقف کرنیوالوں کی طرف سے اس کی اجازت ہے تو تعمیر کی ابتداء میں اس طرح دوکانیں وغیرہ بنانے کی فقہاء نے اجازت دی ہے بشرطیکہ مسجد کے منافع ومصالح مقصود ہوں اور اگر واقف کی طرف سے اجازت نہیں ہے، تو جائز نہیں ہے، اس لئے کہ غرض واقف کی رعایت واجب ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۷۰۷، فتاویٰ رحیمیہ ۳/ ۱۶۲، جدید زکریا دیوبند ۹/ ۹۳، کفایت المفتی ۷/ ۱۷، جدید

زکریا مطول ۱۰/ ۱۲۵، فتاویٰ محمودیہ ا/ ۴۹۶، ڈابھیل ۱۴/ ۵۲۳)

لـو جـعـل تـحـتـه حـانـوتـاً وجعله وقفا على المسجد قيل لايستحب ذلک ولـكـنـه لـوجعل فى الابتداء هكذا صا ر مسجداً و ماتحته وقفا عليه ويـجـوز الـمسجد والوقف الذى تحته ولو أنه بنىٰ المسجد أولاً ثم أراد أن يـجـعل تحته حانوتاً للمسجد فهو مردود باطل الخ. (حاشیة چلپی علی التبیین، الوقف، فصل في أحكام المسجد زكريا٤/ ٢٧١، امداديه ملتان٣/ ٣٣٠)

إن مراعـاة غـرض الـواقفين واجبة الخ. (شـامـی، مـطـلـب مراعاة غرض الواقفين واجبة كوئٹه٣/ ٤٦٤، کراچی ٤/ ٤٤٥، زكريا ٦/ ٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۵۷)

مسجد کے حصہ اور وضوخانہ کی جگہ پر دوکان بنانا

سوال: [۸۰۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد کے دائیں بائیں جانب مسجد سے متصل جماعت خانہ سے الگ احاطۂ مسجد میں داخل کچھ جگہ خالی تھی جس میں دائیں جانب ایک کنارہ پر امام صاحب کا حجرہ اور دوسرے کنارے پر ایک کمرہ بنا ہوا تھا، حجرہ اور کمرہ کے درمیان جگہ خالی تھی، جس میں محلّہ کے بچے پڑھتے تھے، بائیں جانب میں ایک کنارے پر دوکان تھی، باقی جگہ خالی تھی جس میں مسجد کا سامان جنازہ کی چارپائی وغیرہ رکھی رہتی، قدیم طرز پر بنی ہوئی مسجد نمازیوں کیلئے ناکافی ہوگئی تھی، حتی کہ بسا اوقات بہت سے لوگوں کو مسجد میں جگہ نہیں مل پاتی تھی، اہل محلّہ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس کے دائیں بائیں جانب کو مسجد میں شامل کر کے وسعت پیدا کر لی جائے لہٰذا اس ارادہ کو لیکر قدیم مسجد کو شہید کر کے ازسرنو

تعمیر کی گئی جس سے مسجد میں کافی وسعت ہوگئی، دائیں جانب کا اندر باہر کا مکمل حصہ مسجد میں اور بائیں جانب کا اندر کا حصہ مسجد میں اور باہر کے توڑے ہوئے حصہ میں وضوخانہ بنایا گیا ہے، باقی حصہ مسجد ہی میں شامل رہا اب کچھ عرصہ بعد کچھ لوگوں کا یہ خیال ہوا کہ مسجد کی جگہ میں دوکان تھی، وہاں اب بھی دوکان بنالی جائے، کیونکہ مسجد کا حق صرف مینار تک ہے، تو اب اس میں معلوم یہ کرنا ہے کہ جو جگہ مسجد کے اندر شامل کرلی گئی تھی اور تعمیر کے وقت اس میں دوکان وغیرہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے جیسا کہ قدیم مسجد کو شہید کر کے ازسرنو تعمیر کر کے نیز دائیں جانب کے اندر باہر کے حصہ کو مسجد میں شامل کرنے اور بائیں جانب کے اندر حصہ کو شامل کرنے اور باہر کے کچھ حصہ کو شامل کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ اہل محلّہ کا ارادہ اس جگہ کو مسجد میں شامل کرنے کا ہے، دوکان وغیرہ کا نہیں ہے، تو کیا اس صورت حال کے ہوتے ہوئے اب وضوخانہ کو ختم کر کے اور جو حصہ مسجد میں شامل کیا تھا، اس کو ختم کر کے دوکان وغیرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: حسین احمد، خادم: مدرسہ فیض القرآن، قصبہ، نگینہ، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جماعت خانہ سے متصل دائیں اور بائیں جانب کی افتادہ زمین تعمیر نو میں جماعت خانہ میں شامل کرلی گئی اور مکمل طور پر مسجد ہوگئی تو اب اس جماعت خانہ کے کسی حصہ کو خارج کر کے اس پر دوکان وغیرہ بنانا قطعاً جائز نہیں ہے، بلکہ جو حصہ مسجد میں شامل ہوگیا ہے، وہ قیامت تک مسجد ہی شمار ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۱۷۶)

اب رہی وضوخانہ کی پٹی تو اس کو مصالح مسجد و منافع مسجد میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے، اگر دوکان کے کرایہ کی مسجد کو شدید ضرورت ہے اور مسجد کو اس سے زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے، تو صرف وضوخانہ کی پٹی ہی میں دوکان بنانے کی گنجائش ہے اس سے زائد ایک انچ دوکان وغیرہ کیلئے بڑھانا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع فيجب هدمه ولو على جدار المسجد. (درمختار مع الشامي، الوقف، مطلب في أحكام المسجد زكريا٦/٥٤٨، كراچی ٤/٣٥٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٩٦/١٢، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت٣/٣٣٠) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۶۹/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۲۱ھ

صحن مسجد کے نیچے دوکانیں تعمیر کرنا

سوال: [۸۰۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد سطح زمین سے سات فٹ اونچائی پر واقع ہے اس میں داخل ہونے کیلئے چھ سیڑھیاں ہیں جانب شمال مسجد سے متصل ایک کمرہ مع برآمدہ ہے جو ایک زمانہ میں مدرسہ کے طور پر مستعمل رہا ہے، مسجد کے جنوبی جانب بھی ایک حجرہ ہے، مسجد کی پوری عمارت قدیم ہونے کی وجہ سے خستہ ہے جس کو شہید کر کے ازسرنو تعمیر کرنے کا ارادہ ہے، مسجد کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے، اہل محلّہ چاہتے ہیں، کہ مسجد کی کفالت کیلئے صحن مسجد کے نیچے والے حصہ میں دوکانیں تعمیر کرلیں ان دوکانوں کی چھت صحن مسجد میں شامل ہوگی، اب سوال یہ ہے کہ

(۱) کیا جانب شمال والا حجرہ جو مدرسہ کی حیثیت میں بھی رہا ہے، مسجد میں شامل کیا جا سکتا ہے؟

(۲) کیا صحن مسجد کے نیچے دوکانیں بنائی جا سکتی ہیں، امید کہ وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں گے؟

المستفتي: جناب تسلیم احمد، محلّہ: چودھریان، قصبہ سہسپور، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق : جانب شمال والا حجرہ جو مسجد کے زیر تحت مدرسہ کی شکل میں تھا، اس کو مسجد میں شامل کر لینا شرعاً جائز اور درست ہوگا، لیکن صحن مسجد جو حدود مسجد میں داخل ہے اس کے نیچے دوکانیں بنانا جائز نہیں ہوگا۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع (إلیٰ قوله) فإذا كان هذا في الوقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولايجوز أخذ الأجرة منه الخ. (درمختار ، الوقف، مطلب فی احكام المسجد زكريا٦/٥٤٨، كراچی ٤/٣٥٨، الموسوعة الفقهية الكويتية٢٩٦/١٢، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت ٣/ ٣٣٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شوال ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸؍۲۸۵۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵؍۱۰؍۱۴۱۲ھ

مسجد کے نیچے خالی حصہ کو دوکان بنانا

سوال: [۸۰۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد تین منزلہ ہے جس کے نیچے والی منزل جو ہے اس میں دس فٹ چوڑائی میں کمرے بنے ہوئے ہیں، اور سولہ فٹ جگہ ٹھوس ہے، نماز دوسری منزل پر پڑھتے ہیں، امام گاہ بھی دوسری منزل پر ہے اس وجہ سے مسجد دوسری منزل کو قرار دیا ہے، اور وہ جگہ بالکل خالی ہے، اگر ان کمروں کو دوکان کیلئے کرایہ پر دیدیا جائے تو کیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز پہلی منزل میں یعنی بالکل نیچے کبھی باجماعت نماز ادا نہیں ہوتی ہے، جواب دیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتي: ضمیر الدین، موضع شہزاد پور، بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: نچلی منزل بانیان نے شروع ہی سے مسجد کی غرض

سے نہیں بنائی بلکہ اس کو خارج مسجد رکھکر دوسری منزل سے مسجد کا سلسلہ شروع کیا ہے، اگر واقعۃً ایسا ہی ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ دوسری منزل ہی سے مسجد کا سلسلہ شروع ہے اسلئے نچلی منزل میں مسجد کی آمدنی کی غرض سے دوکان وغیرہ کی گنجائش ہے، مگر جو حصہ ٹھوس تھا، اس کو اب مسجد کے جماعت خانہ کے علاوہ کسی دوسرے کام میں لینا قیامت تک کیلئے کسی طرح جائز نہ ہوگا، بلکہ اس کا مسجد کے لئے رہنا لازم ہوگا۔

وإذا كان السرداب والعلو لمصالح المسجد أو كان وقف عليه كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد لقوله تعالىٰ وأن المساجد لله بخلاف ماإذا كان السرداب أو العلو موقوفاً لمصالح المسجد كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية. (شامی، الوقف، مطلب فی احکام المسجد زکریا ٦/٥٤٧، کراچي ٤/٣٥٧، البحرالرائق، زکریا ٥/٤٢١، کوئٹه ٥/٢٥١)

لیکن پھر بھی یہ سوال باقی رہتا ہے، کہ جب سے اس عمارت کی بنیاد رکھی گئی تھی، اس وقت سے یہ منزل خالی کیوں رہی آخر کس وجہ سے بنائی گئی، سوال میں یہ واضح نہیں ہے، اگر یہ بات واضح ہوجاتی تو زیادہ بہتر ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴ر ۶۱۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۵/۱۴۲۰ھ

مسجد کے نچلے حصہ کو رہائش گاہ بنانا

سوال: [۸۰۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے نچلے حصہ میں عورت ومرد رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: محمد عباس، رائے پور، رانی پور روڈ، ضلع، جھانسی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورت ومرد کا فیملی کی حیثیت سے مسجد کے نیچے کی

منزل یا تہہ خانہ کو رہائش گاہ بنالینا جائز نہیں ہے، نیز آداب مسجد کے خلاف امور کا اس میں صادر ہونا جائز نہیں۔

لأنه مسجد إلىٰ عنان السماء (إلىٰ قوله) وكذا إلىٰ تحت الثرىٰ الخ.

(الدر المختار، الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب فى أحكام المسجد زكريا ۴۲۸/۲، كراچی ۶۵۶/۱)

وكذا يكره أن يتخذ طريقاً وأن يحدث فيه حديث الدنيا الخ.

(البحرالرائق، الوقف، فصل فى احكام المسجد كوئٹه ۴۲۰/۵)

ولا يحل للجنب والحائض والنفساء الوقوف عليه الخ. (شامی، کراچي ۶۵۶/۱، زكريا ۴۲۸/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/رجب ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۴۴/۲۵)

پٹہ پرزمین لیکر مسجد کی آمدنی کیلئے دوکانیں بنانا

سوال: [۸۰۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا مسجد یا مسجد کیلئے مکانات یا دوکانیں بنانا جس کے کرایہ سے مسجد کا خرچ پورا ہوتا رہے، سرکار سے یا نگر پالیکا وغیرہ سے پٹے پر زمین لیکر تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: مظہر احمد، بنیانگر، دہرادون

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ شکل میں مسجد کے منافع اور اس کی مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دوکانیں بنا کر کرایہ پر دینا شرعاً جائز اور درست ہے، بشرطیکہ آئندہ آگے چل کر اختلاف اور نزاع کا خطرہ نہ ہو۔

الثامنة في وقف المسجد أيجوز أن يبنى من غلته منارة قال فى

الخانية : معزيا إلىٰ أبی بکر البلخی إن كان ذلک من مصلحة المسجد بأن كان أسمع لهم فلا بأس به . (البحرالرائق، ، الوقف، زکریا ۵/ ۳۶۰، کوئٹه ۵/ ۲۱۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۹۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/ ۴/ ۱۴۳۵ھ

مسجد کے فائدے کیلئے مسجد کے نیچے چوپال بنانا

سوال: [۸۰۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں اٹھسینی میں ایک چھوٹی مسجد ہے اس کے آگے جانب قبلہ ایک چوپال ہے نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے لوگوں نے مسجد کی توسیع کا ارادہ کیا کہ چوپال کو مسجد میں شامل کرلیا جائے، اسی نیت سے چوپال کوتوڑ کراس کی بنیا دکھدوائی گئی، اور چہار دیواری کرادی مسجد کی محراب باہر نکلی ہوئی تھی، چوپال والی دیوار سیدھی کرنیکی غرض سے محراب کے اگلے حصہ کو بھی توڑ دیا گیا ہے، نئی جگہ میں ابھی نماز شروع نہیں ہوئی ہے، اب لوگوں کا ارادہ یہ ہے کہ اس نئی جگہ کو مسجد میں شامل کرنیکی غرض سے کھدوایا گیا ہے، اور چہاردیواری کرائی گئی ہے، اس کا بھراؤ نہ کرکے اس کے اوپر لینٹر ڈال کر نیچے چوپال اور اس کے اوپر مسجد بنالیں مسجد کے نیچے جس کو چوپال بنایا جائیگا، اس کا استعمال مختلف مقاصد کیلئے ہوگا، مثلاً بارات کا قیام جنازہ کی نماز کسی قومی کام کا مشورہ وغیرہ؟ کیا مذکورہ صورت میں شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: رفیع الدین، امام مسجد عائشہ، اٹھسینی، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر مذکورہ چوپال پر مسجد کی نیت سے تعمیر مکمل ہوگئی ہے، تو اس کو مسجد ہی رکھنا لازم ہوگا، اور اگر ابھی تعمیر مکمل نہیں ہوئی ہے اور جن مختلف مقاصد

کیلئے استعمال کا ارادہ ہے ان کا کرایہ مسجد کو جائے گا، اوران مقاصد میں شریعت کیخلاف کوئی عمل نہیں ہوگا، تو نیچے چوپال رکھنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہوگا۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۲/ ۲۸۸، کفایت المفتی ۷/ ۱۷، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۱۲۵)

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع الخ. (شامي الوقف مطلب في أحكام المسجد زكريا ٦/٥٤٨، كراچی ٤/٣٥٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٢/ ٢٩٦، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت ٣/ ٣٣٠)

وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أي المسجد جاز كمسجد القدس الخ. (درمختار زكريا ٦/٥٤٧، كراچي ٤/٣٥٧، هنديه زكريا قديم ٢/٤٥٥، جديد ٢/ ٤٠٨، البحرالرائق، زكريا ٥/ ٤٢١، كوئٹه ٥/ ٢٥١)

یہ یادرکھیں کہ بارات میں خلاف شریعت باتیں پیش آتی ہیں، اسلئے بارات کا قیام جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رصفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

مسجد کی سیڑھی کے نیچے کمرہ بنا کر کرایہ پر دینا

سوال: [۸۰۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں پرانی مسجد کی جگہ نئی مسجد تعمیر ہورہی ہے، کنارۂ صحن مسجد (لب سڑک) اوپر منزل میں جانے کیلئے سیڑھی ہے، سیڑھی کے نیچے جو جگہ خالی تھی اسے کمرہ کی شکل دیدی گئی اس جگہ گرمیوں میں نمازیں پڑھی گئی ہیں، کیا اس کمرہ کو کرایہ پر جس سے مسجد کی آمدنی ہونے لگ جائے دیا جاسکتا ہے؟ مفصل جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتي: عبدالاحد، تاجر کتب بڑہار ضلع: شہدول، ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سیڑھی کے نیچے کا حصہ مسجد سے خارج ہے، تو جائز ہے، اور اگر وہ جگہ مسجد کا ہی ایک حصہ ہے تو جائز نہیں ہوگا، متولی مسجد سے معلوم کریں کہ وہ مسجد کا حصہ ہے یا نہیں؟

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع (إلى قوله) فيجب هدمه ولو علىٰ جدار المسجد ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلا الخ. (شامی، مع الدر المختار، الوقف، مطلب فی أحكام المسجد زكريا٦/٥٤٨، كراچی ٤/٣٥٨، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت٣/ ٣٣٠، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٢/٢٩٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍شوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴؍۹۳۷)

مسجد کیلئے کرایہ کی دوکانیں وگودام بنانے کا حکم

سوال: [۸۰۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک زمین مسجد کی تعمیر کے واسطے وقف کی گئی ساتھ ہی واقف نے مسجد کی ضرورت کیلئے ایک یا دو دوکانیں بنانے کیلئے اجازت دیدی ابتدائی نقشہ کے مطابق یہ دوکانیں مسجد شرعی سے خارج حدود مسجد میں آرہی تھیں، اور کافی حد تک دیواریں بلند ہوگئیں تھیں کہ ذمہ داران نے یہ کہا کہ مسجد شرعی کے نیچے کچھ حصہ میں حوض دوکانیں وغیرہ بنائی جائیں، اس پروگرام کی منظوری کے بعد اس پر عمل درآمد کیلئے مسجد کی وہ دیواریں اور بنیادیں منہدم کردی گئیں جو پروگرام میں حائل تھیں، پھر تیسری بار پروگرام بدلا اور اب نقشہ یہ ہیکہ نیچے کے حصہ میں دوکانیں گودام و وضوخانہ رہے اور پھر مکمل مسجد رہے، اور یہ سب کام عامۃ المسلمین کے چندہ سے

ہورہا ہے، اب سوال طلب بات یہ ہے کہ نچلے حصہ میں مکمل دوسری چیزیں اوراوپر کے حصہ میں مسجد رہے کیا اس طرح تعمیر کرانا جائز ہے؟

اوراس بنی ہوئی مسجد کو مسجد شرعی کہیں گے؟ اوراگر یہ ناجائز ہے تو کیا ایک اور دو شکلیں جائز تھیں واضح اور مدلل جواب سے نوازیں؟

المستفتي: لیاقت علی عفاعنہ، محلّہ: چوک ٹانڈہ بادلی، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر واقف نے اجازت دی ہے تو بیت الخلاء کے علاوہ باقی وضوخانہ کرایہ کی دوکانیں اور گودام وغیرہ کی شدت ضرورت کی بنا پر فقہاء نے اجازت دی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ گودام اور دوکان کے کرایہ دار ہرسال بدلے جاتے رہیں اور کرایہ دار کو ایک سال سے زائد اجازت دینا اور باقی رکھنا جائز نہیں ہے۔

إذا كان فوقه مسكن أو مستغل يتعذر تعظيمه وعن أبي يوسف أنه يجوز في الوجهين حين قدم بغداد ورأى ضيق المنازل كأنه اعتبر الضرورة وعن محمد أنه حين دخل الري أجاز ذلك كله وتحته في العناية عن محمد أنه أجاز ذلك كله أي ما تحته سرداب وفوقه بيت مستغل أو دكاكين الخ. (هدايه مع العنايه، الوقف، فصل في أحكام المسجد، دارالفكر مصری٦/ ٢٣٥، زكريا ٦/٢١٧، ٢١٨، كوئٹه ٥/٤٤٥)

فإن قيل أليس مسجد بيت المقدس تحته مجتمع الماء والناس ينتفعون به قيل إذا كان تحته شيئی ينتفع به عامة المسلمين يجوز لأنه إذا انتفع عامة المسلمين صار ذلك لله تعالیٰ منه ومنه يعلم حكم كثير من مساجد المصر التي تحتها صهاريج ونحوها الخ. (تقريرات رافعی کراچی ٤/ ٨٠، زكريا ٦/ ٨٠، تبيين الحقائق، مكتبه

امدادیه ملتان ۳/ ۳۳۰، زکریا ٤/ ۲۷۱)

والظاهر عدم الصحة جعله مسجد يجعله بيت الخلاء تحته فقراء الذمي تحت عبادة الثاني، لم أره صريحاً. (تقريرات رافعی کراچی ٤/٨٥، زکریا٦/ ٨٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵؍۱۷۵۲)

مسجد کے گودام اور وضوخانہ کی چھت پر کمرہ بنا کر کرایہ پر دینا

سوال: [۸۰۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے برابر میں ایک کمرہ ہے جو مسجد کا گودام ہے اسکی چھت اور وضوخانہ کی چھت ملی ہوئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ دونوں کی چھت کے اوپر کمرہ بنوا سکتے ہیں، جو رہائش کیلئے کرایہ پر اٹھادیں تاکہ مسجد کو آمدنی ہوجائے؟

المستفتي: حافظ محمد جان، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر وہ حصہ حدود مسجد سے باہر ہے اور مسجد کو ضرورت ہے کہ کرایہ پر دیکر آمدنی حاصل کر کے ضرورت پوری کی جائے، تو مسجد کی کمیٹی کی اجازت سے جائز ہوسکتا ہے، لہٰذا کمرہ کے اوپر کمرہ بنا کر کرایہ پر دینے کی گنجائش ہے، مگر وضوخانہ کے اوپر کرایہ وغیرہ کے کمرہ بنانے سے فقہاء نے منع فرمایا ہے، جبکہ وضوخانہ پہلے سے بنا ہوا ہو۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۸۸)

هل يجوز أن تؤجر قطعة منها بقدر ماينفق عليها أم لا؟ أجاب مقتضى مافي الخلاصة جواز ذلك .... وهذه المسئلة دليل على أن المسجد المحتاج إلىٰ النفقة تؤجر قطعة منه بقدر ماينفق عليه . (تقريرات رافعی زکریا٦/ ٨٠، کراچی ٤/ ٨٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۴۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۴/ ۱۴۱۴ھ

شرعی مسجد کے نیچے دوکانیں بنا کر کرایہ پر دینے کا حکم

سوال: [۸۰۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد گھیر سعید خاں جو کہ محلّہ فیض گنج میں واقع ہے، اسکی ایک کمیٹی ہے، جسکے سکریٹری اختر حسین وخزانچی مہدی حسن خاں صاحب ہیں انہیں حضرات نے مندرجہ ذیل کام کو انجام دیا ہے؟

(۱) مسجد کے فرش پر پانچ وقت نمازیں ادا کی جاتی ہیں، اس فرش کو کھدوا کر کچھ دوکانیں نکالی گئی ہیں۔

(۲) اور تقریباً ڈیڑھ دو فٹ جگہ زمین بغیر اجازت میونسپل بورڈ کے مسجد میں لے لی گئی ہے؟

(۳) ان دوکانوں کی آمدنی شریعت کی نظر میں کیسی ہے؟

(۴) وہ آمدنی مسجد میں خرچ کیجا سکتی ہے یا نہیں؟

(۵) جن لوگوں نے اس کام کو انجام دیا ہے ان کی شریعت کی رو سے کیا سزا ہے؟

المستفتي: مولانا الطاف الرحمٰن، پیر غیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد مکمل ہونے کے بعد جماعت خانہ کے فرش کے نیچے دوکان بنا کر کرایہ پر دینا ہرگز جائز نہیں ہے، چاہے مسجد کی آمدنی کی ہی غرض سے کیوں نہ کیا گیا ہو۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق فإذا كان هذا فى الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز اخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلاً ولا

سکنی الخ. (الدر المختار، الوقف، مطلب في أحکام المسجد زکریا ٦/٥٤٨، کراچی ٤/٣٥٨، وهکذا فی البزازیة زکریا جدید ٣/١٥٢، وعلی هامش الهندیة ٦/٢٨٥)

(۲) میونسپل بورڈ کی اجازت کے بغیر اس کی زمین پر دوکان بنا کر مسجد کیلئے آمدنی فراہم کرنا اور اسکو مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ٦/ ۲۱۷، ڈابھیل ۱۴/۶۱۴، کفایت المفتی ۷/ ۴۴، جدید مطول ۱۰/ ۱۳۳)

(۳-۴) مذکورہ دوکانوں کی آمدنی اسوقت تک مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہوگا جب تک کہ میونسپل بورڈ سے اجازت حاصل نہ کی جائے، یا اس کا معاوضہ میونسپل بورڈ کوادا نہ کردیا جائے۔

أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالا سببه الخبیث والطیب فیکره له لأن الله تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب الخ. (شامی، الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، وما یکره فیها قبیل مطلب فی أفضل المساجد زکریا ٢/٤٣١، کراچی ١/٦٥٨)

(۵) جن لوگوں نے ایسا کیا وہ سب شرعاً گنہگار ہوں گے، ان پر لازم ہے کہ جماعت خانہ کا حصہ دوکانوں سے خالی کر کے مسجد کے حوالہ کردیں اور جو حصہ میونسپل بورڈ کا ہے میونسپل بورڈ کی اجازت کے مطابق اس میں عمل کریں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ ؍رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۹۸۱)

مسجد کے نیچے بغرض آمدنی ہال بنانا

سوال: [۸۰۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے خاندان کے لوگوں نے اپنی ملکیت کی ایک بڑی جگہ میں سے ایک ٹکڑا مسجد کیلئے وقف کیا کئی برس تک یہ جگہ بغیر تعمیر کے پڑی رہی اسی جگہ پر ایک سوکھا کنواں تھا جو تعمیر کیلئے تکلیف

دہ تھا، اسے مٹی سے بھرنا ضروری تھا، مگر اخراجات زیادہ تھے، اسی لئے وقف کرنے والوں اور متولیان نے مشورہ میں طے کیا کہ مسجد کی عمارت کے نیچے بیس مینٹ (تل گھر) بنایا جائے اور تل گھر بنانے کے لئے پانچ فٹ گہرا تیس بائی چالیس (۴۰×۳۰) فٹ کا گڑھا کھود کر اس کی مٹی سے اس سوکھے کنویں کو پاٹ دیا جائے، اور نیچے کے اس ۴۰×۳۰ کے ہال کو مسجد کی آمدنی کیلئے شادی بیاہ ولیمہ کیلئے کرایہ پر دے کر اس کی آمدنی سے مسجد کے اخراجات پورے کئے جائیں، اور اس کا خاص خیال رکھا جائے کہ اس ہال میں کوئی بھی غیر شرعی عمل نہ ہونے پائے، اور باقی کے دنوں میں اس ہال کو مدرسہ کی دینی تعلیم، دینی جلسہ اور بوقت ضرورت نماز کیلئے بھی استعمال کیا جائے، چنانچہ اسی طرح تعمیر کی گئی، تعمیر کے تقریباً تمام اخراجات بھی واقف لوگوں نے کئے ہیں، اوپر مسجد کی تعمیر کا کام جاری ہے وضوخانہ وغیرہ کا کام بھی جاری ہے ابھی تک مسجد میں نماز شروع نہیں ہوئی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے:

(۱) کیا نیچے کے (۳۰×۴۰) فٹ کے ہال (تل گھر) کو مسجد کے اخراجات کی غرض سے شادی بیاہ کیلئے کرایہ پر دیا جا سکتا ہے؟

(۲) اگر جواب ہاں میں ہو تو کیا اسی کرایہ کی آمدنی کو مسجد کے اخراجات کیلئے خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: نثار احمد، حاجی عبد الستار، ۱۳۵۴/ اسلام پورہ، نشاط روڈ، مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ کے بموجب ابھی تک زمین کا وہ موقوفہ ٹکڑا خالی پڑا ہوا تھا، اور اس پر اب مسجد تعمیر کی جارہی ہے، تو ایسی صورت میں مسجد کے نیچے والے حصہ کی تعمیر مسجد کی نیت سے نہ کی جائے، بلکہ مسجد کی آمدنی کی نیت سے کی جائے اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ وہ حصہ ہمیشہ مسجد کی ملکیت رہا کرے گا، اور اسمیں ایسا کوئی پروگرام کرنے سے گریز کرنا چاہئے جو غیر شرعی ہو اور مسجد اور نمازیوں کیلئے فتنہ کا ذریعہ بنتا ہو بعض شادیوں

میں ڈھول تاشہ باجا اور ویڈیو فلم وغیرہ کام ہوتے ہیں، اسطرح کا کوئی پروگرام اس میں جائز نہ ہوگا، ہاں البتہ مہذب طریقہ سے مہمانوں کو بٹھانے اور کھانا کھلانے کا پروگرام کیا جاسکتا ہے، اور اس کا کرایہ وصول کر کے مسجد میں خرچ کیا جاسکتا ہے، تفصیل (امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۸۵) میں ملاحظہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۸/ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
۱۴۳۱/۴/۱۰ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۱۰۰۰۵)

مسجد کی دوکان کو کرایہ پر دینے سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال: [۸۰۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی آراضی میں ۴/ دوکانیں تعمیر کی گئیں ہیں، ۳/ دوکانیں ایک صاحب نے کرایہ پر لی ہیں، اور مبلغ ۲۵/ روپیہ ماہوار کرایہ کے حساب سے ۱۵/ سال کا کرایہ پیشگی ادا کر دیا اور ایک دوکان میں نے مبلغ ۲۵/ روپیہ ماہوار کرایہ پر لی اور ۱۵/ سال کا کرایہ پیشگی ادا کر دیا اور کمیٹی سے تحریر لکھوالی میں سعودیہ عربیہ کاروباری سلسلہ میں چلا گیا، میں نے اپنے چچا کو مبلغ ۷۰/ روپیہ ماہوار کرایہ پر دیکر بٹھا دیا اور میں وہ کرایہ وصول کرتا رہا۔

میرے اور میرے چچا کے درمیان اختلاف پیدا ہوا میں نے دوکان خالی کرنے کو کہا میرے چچا نے انکار کر دیا اسمیں ۳/ ثالثوں نے یہ فیصلہ دیا کہ کہ مبلغ ۵/ ہزار روپیہ میرے چچا مجھکو دیدیں اور ۷۵/ روپیہ ماہوار کرایہ مسجد کو دیدیں اگر چہ میں اور میرے چچا راضی نہ تھے، مگر مجبوراً مجھ کو اور چچا کو یہ فیصلہ منظور کرنا پڑا، اسکے بعد ارباب کمیٹی مسجد نے میرے چچا کو مبلغ ۷۵/ روپیہ ماہوار کرایہ پر دیدی اور تحریر لکھدی اور اب کمیٹی مسجد میرے چچا سے مبلغ ۷۵/ روپیہ ماہوار کرایہ وصول کر رہی ہے، جبکہ ۳/ دوکانوں سے مبلغ ۲۵/ روپیہ ہی وصول کئے جارہے ہیں۔

(باعث استفسار مندرجہ ذیل امور ہیں)

(۱)اس طرح مبلغ ۷۵؍روپیہ میرے چچا سے جو وصول کئے جارہے ہیں، وہ مسجد میں خرچ کرنا درست ہے یانہیں؟

(۲)ان ۷۵؍روپیہ کا میں مستحق ہوں یانہیں؟

(۳)ابتک جو ۷۵؍روپیہ وصول کئے جارہے ہیں، اگر مسجد اس کی مستحق نہیں وہ رقم مسجد سے واپس لیجائے یانہیں؟

(۴)کیا یہ کرایہ دار کسی اور شخص کو کم وبیش کرایہ پردے سکتا ہے یانہیں؟

المستفتي: حاجی تسلیم احمد قریشی،
محلّہ افغانان شرگت، معرفت محمد محفوظ الرحمٰن
غفرلہ مہتمم مدرسہ رحمانیہ، شرگت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دووجہوں سے مسجد کی دوکانوں کی کرایہ داری موجودہ کرایہ داروں سے ختم کرناواجب ہے!

(۱)مسجد کی جائداد کوایک آدمی کے ہاتھ ایک سال اورزیادہ سے زیادہ ۳؍سال اس سے زائد کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔

(۲)مسجد کی دوکانوں کا کرایہ موجودہ زمانہ کے اعتبار سے کم ہی نہیں بلکہ غبن فاحش ہے!

قیل تقید بسنة مطلقاً وبها أی بالسنة یفتی فی الدار وبثلاث سنین فی الأرض (إلیٰ قوله) **قلت لکن قال أبو جعفر الفتویٰ علی إبطال الإجارة الطویلة ولو بعقود ویؤجر بأجر المثل فلا یجوز بالأقل وفی الشامیة وعلیه الفتویٰ الخ.** (الدر المختار مع الشامی، الوقف، فصل یراعی شرط الواقف فی إجارة زکریا ٦/٦٠٥، کراچی ٤/٤٠٢، مجمع الانهر، دار الکتب العلمیة بیروت٣/٥١٤، مصری قدیم ٢/٣٦٩، الفقه الاسلامی وأدلته، دارالفکر ١٠/٧٦٨٩، هدی انٹرنیشنل دیوبند٨/٢٣٣)

نیز یہ بھی ناجائز ہے کہ کرایہ دار کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدے بلکہ آپکو سعود یہ جاتے

وقت مسجد کے حوالہ کر کے جانا چاہئے تھا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۳/ ۲۵۷)

(۱) درست ہے۔ (۲) مسجد ہی اسکی مستحق ہے۔ (۳) نہیں لی جائیگی۔ (۴) جو بھی زیادہ کرایہ دیگا اس کو دینی چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رشوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۲/۲۴)

مسجد کی دوکان اور مکان کرائے پر دینا

سوال: [۸۰۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید مسجد کی دوکانوں میں سال ہا سال سے کرایہ دار ہے، ایک دوکان میں بذات خود کاروبار کرتا ہے، اور ایک دکان میں اشتراک کر کے مختلف شکلوں میں دوکان پر کاروبار کرتا کراتا رہتا ہے، اب ایک دوکان خالی ہونے کی بناء پر مندرجہ ذیل شرائط پر اشتراک واخوت باہمی کیساتھ شرعی جدو جہد میں پاک وصاف کاروبار کرنا چاہتا ہے، اللہ قبول فرمائے آسان فرمائے۔

(۱) یہ کہ زید کرایہ دار ہے کرایہ نامہ اسی کے نام رہے گا؟

(۲) یہ کہ زید پچاس ہزار اور عمرو بکر ایک ایک لاکھ مالیت لگائیں گے؟

(۳) یہ کہ دوکان میں موجود جزوی فرنیچر زید کا ہے اسی کا رہے گا، اور حسب ضرورت مزید فرنیچر عمرو بکر لگائیں گے، اور وہ انھیں کا ہوگا؟

(۴) یہ کہ دوکان میں زید جزوی طور پر ہی وقت دیا کرے گا، اور عمرو بکر حسب ضرورت جان لگائیں گے، اور مزید مال کی ضرورت پڑنے پر حسب ضرورت جان وگنجائش زید عمرو بکر مشورہ کر کے لگایا کریں گے؟

(۵) یہ کہ یہ اشتراک حسب موقع وضرورت تاعمر یا تاضرورت ہوگا، اور کسی وقت یا مدت کی کوئی قید نہ ہوگی؟

(۶) یہ کہ دوکان کا کرایہ وبجلی جرنیٹر وغیرہ کے تمام اخراجات فرم کے ہونگے اور کرایہ جو

مسجد کی طرف سے طے شدہ ہے وہی فرم ادا کرتی رہے گی، اور رسید زید کے نام ہی کٹتی رہے گی؟

(۷) یہ کہ مال کے نفع ونقصان کے تینوں برابر کے شریک ہوں گے؟

(۸) یہ کہ زید کرایہ دار کو مسجد کمیٹی سے اجازت کے بغیر اپنی کرایہ داری میں خالی دوکان پر مزید شرکت دار بنانے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟ اور یہ شرکت دوکان کی کرایہ داری میں صرف فرم کی طرف سے ادائیگی کرایہ داری وکاروبار میں ہوگی؟ کرایہ دار مندرجہ بالا طریقہ پر زید ہی رہے گا؟

المستفتي: حبیب الرحمٰن انصاری محلّہ قاضیان شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی ملکیت کی دوکان اور مکانوں کو ایسی شرائط کیساتھ کرایہ پر دینا اور لینا جائز نہیں ہے جن شرائط کی بنیاد پر کرایہ دار کو مالکانہ تصرف کا حق حاصل ہوجائے، سوالنامہ میں جس انداز سے کرایہ داری کا ذکر کیا گیا ہے، وہ مالکانہ تصرف کے مرادف ہے، اس لئے مسجد کی ملکیت کی جائیداد کو سوالنامہ میں مذکورہ شرائط کے ساتھ کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے، بلکہ منجانب مسجد ایسی شرطیں لگانا ضروری ہیں، جن شرائط کی بنیاد پر مسجد کا مالکانہ حق مکمل باقی رہے، اور مسجد جب چاہے کرایہ دار سے خالی کرا سکے اور جب چاہے کرایہ بڑھا سکے، یا خالی کرانے میں اور کرایہ بڑھانے میں اور کرایہ دار کی تبدیلی میں مسجد کو مکمل اختیار حاصل ہونا لازم ہے، اور کرایہ دار کو کوئی اختیار اس سلسلہ میں حاصل نہیں ہونا چاہئے، اگر کرایہ داری کی رسیدیں کٹیں تو ان تمام رسیدوں میں ان اختیارات کی صراحت ہونی چاہئے، فقہاء نے لکھا ہے کہ ہر تین سال میں کرایہ دار کی تبدیلی ہونی چاہئے، تاکہ کرایہ دار اس میں اپنا تسلط نہ جمائے۔

وبها أي بالسنة يفتیٰ في الدار وبثلاث سنين في الأرض - قال أبو جعفر الفتویٰ علی إبطال الإجارة الطويلة ولو بعقود لتحقق المحذور المار فيها هو أن طول المدة يؤدي إلیٰ إبطال الوقف . (شامی، الوقف، فصل یراعی شرط الوقف فی إجارته زکریا ٦/ ٦٠٥ تا٦٠٧، کراچی ٤/ ٤٠٠، ٤٠٢)

ولم تزد فی الأقاف علیٰ ثلاث سنین فی الضیاع وعلیٰ سنة فی غیرها (درمختار) وفی الشامیة: وکذا أرض الیتیم – وأکثر کلامهم علی أنه المختار المفتیٰ به لو جودالعلة فیهما، وهی صونهما عن دعویٰ الملکیة بطول المدة. (شامی، کتاب الإجارة، زکریا ۹/۸، کراچی ۶/۶)

تاہم سوالنامہ میں شرکت کی جوشکل بیان کی گئی ہے، وہ شرکت فی العنان کے دائرے میں آتی ہے، لیکن اس کی صحت کیلئے شرط یہ ہے کہ جس شریک کا جتنا مال لگا ہواس کو اتنا ہی فیصدی نقصان برداشت کرنا پڑے، لہٰذا یہ شرط لگانا کہ نقصان میں برابر کے شریک ہوں گے، یہ شرط باطل ہے، بلکہ نقصان میں اپنی حصہ داری کے اعتبار سے شریک ہوں، اور باقی شرائط جوسوالنامہ میں بیان کی گئیں ہیں، ان کیساتھ شرکت درست ہے، اور مسجد کی کرایہ داری سے مذکورہ شرکت کا معاملہ بالکل الگ ہے، یہ معاملہ کسی بھی جگہ پر کیا جاسکتاہے، اس کو مسجد کی کرایہ داری کیساتھ جوڑنا بے موقعہ ہے۔

اشترکا فجاء أحدهما بألف والآخر بألفین علی أن الربح والوضیعة نصفان فالعقد جائزٌ، والشرط فی حق الوضیعة باطل، فإن عملا وربحا فالربح علی ماشرطا، وإن خسرا فالخسران علی قدر رأس مالهما. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الشرکة، الباب الثالث في شرطة العنان، الفصل الثانی فی شرط الربح الوضیفةوهلاك المال زکریا قدیم ۲/ ۳۲۰، جدید۲/ ۳۲۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۲۱/۳۸)

وقف کی جائیداد کا کرایہ کس تناسب سے ہو

سوال: [۸۰۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد تھی، جو پرانی نہیں تھی، اس مسجد کا نقشہ بدلنے کیلئے دوبارہ تعمیر کرانے کی وجہ سے مسجد کو شہید کرکے تعمیری کام ہورہاہے، اس مسجد کی سات دوکانیں تھی، اور پرانے کرایہ

داردوکانیں چلا رہے تھے، ان دوکانوں سے انکے اہل وعیال کا گزارہ چل رہا تھا، جب مسجد کی کمیٹی نے مسجد کا کام شروع کرانا چاہا تو دوکانداروں سے کہا کہ ہم مسجد کودوبارہ تعمیر کرانا چاہتے ہیں، آپ لوگ دوکانیں خالی کردیں، دوکاندار حضرات نے مسجد کمیٹی کے متولی صدر خزانچی ممبران سے کہا کہ آپ لوگ ہمکو ایک تحریر لکھت روپ میں عنایت فرمادیں انھوں نے دوکاندار حضرات سے کہا کہ آپ لوگ اللہ پر بھروسہ رکھیں ہم لوگ آپ کو دوکانیں دوبارہ بناشرط واپس دیں گے، ہم لوگوں نے یہ بات سنکر دوکانیں خالی کردیں، اس وقت مسجد کا اور دوکانوں کا تعمیری کام مکمل ہوگیا ہے، تو ہم نے کہا کہ اب ہمکو دوکانوں کی چابی دیدواب مسجد کی کمیٹی کے کارکنان ہمکو جواب دیتے ہیں، کہ اب ہمارے پاس کرایہ دار آرہے ہیں، ہم لوگ پرانے کرایہ دار ہیں اور ۱۹۷۰ء کے ہیں، ان دوکانوں کا کرایہ ۳۰ / روپئے ماہ سے بڑھتے بڑھتے ۶۰۰ / روپئے ماہ وار ہے، اور ہم لوگ ان دوکانوں سے اپنے اہل وعیال کا گزارہ کررہے تھے، وہ کافی عرصہ سے بند ہوگیا، اور یہ لوگ پرانے کرایہ داروں کو دوکانیں دینا نہیں چاہتے، یہ مسجد کے کارکن لوگ ہماری روزی روٹی چھین رہے ہیں، اللہ کے گھر کا سہارا لیکر کہ اللہ روزی دیتا ہے، یہ چھین رہے ہیں، میری آپ مفتیان کرام سے عرض ہے کہ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ آپ کی عنایت ہوگی؟

المستفتي: معراج، محلّہ مقبرہ، بازاروالی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے متولی اور ذمہ داران پرانے کرایہ داروں کو وعدے کے مطابق دوکانیں کرایہ پر دینے کیلئے آمادہ ہیں، جیسا کہ سوالنامہ سے واضح ہے لیکن ساتھ میں اس زمانہ کے متعارف اور مناسب کرایہ کا مطالبہ کیا ہے، یہ مطالبہ صحیح اور درست ہے، اور آئندہ کیلئے بھی ذمہ داروں پر لازم ہے کہ ہر زمانہ کے مناسب کرایہ بڑھاتے جائیں، ورنہ مسجد کی حق تلفی ہوگی، اور ذمہ داروں پر لازم ہے کہ

مسجد کی جائیداد اور اس کے حقوق کی حفاظت کریں، اور کرایہ داروں کا یہ کہنا ’’کہ ہم لوگ اپنے اہل وعیال کا گزارہ کررہے تھے، اور وہ کافی عرصہ سے بند ہوگیا اور مسجد کے کارکن مسجد کا سہارا لے کر ہماری روزی روٹی چھین رہے ہیں‘‘ غلط ہے، بلکہ کرایہ داروں نے اب تک مسجد کا حق مارا ہے، اور مسجد کی حق تلفی کرکے بچوں کی روزی روٹی کا انتظام کہاں تک درست ہوسکتا ہے، بلکہ مناسب کرایہ کے ذریعہ مسجد کا حق مسجد کو دے کر اپنے بچوں کی روٹی کا انتظام کریں، تو درست ہے ورنہ کرایہ داروں کی طرف سے مسجد پر ظلم ہوگا، نیز مسجد کمیٹی کیلئے مناسب یہی ہے کہ قانون ہند کے مطابق ۱۱ر مہینے کا اگریمنٹ کرلیا کریں اور ہر سال اسکی تجدید کیا کریں تاکہ کوئی کرایہ دار مناسب کرایہ ادا کرنے میں آنا کانی کرے تو اس سے دوکانیں آسانی کے ساتھ خالی کرائی جاسکیں اور دوسروں کو مناسب کرایہ پر دے سکیں، اور مسجد حق تلفی سے محفوظ رہے۔

ولو آجر الناظر بدون أجر المثل يلزم مستأجر ها تمام أجر المثل عند بعض علمائنا وعليه الفتوىٰ، قيل: إن استأجر داراً لوقف بمدة طويلة إن كان السعر بحالها حيث لم يزد ولم ينقص يجوز وإن غلا أجر مثلها يفسخ العقد ويجدد ثانيا، وكذا إذا استأجر ها إلىٰ سنة فغلا السعر بعد مضى نصف السنة يفسخ العقد ويجب المسمىٰ ويجدد ثانيا. (مجمع الانهر، كتاب الإجارة، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۵۱٤، مصرى قديم ۲/ ۳٦۹)

وإن كانت الزيادة أجر المثل فالمختار قبولها فيفسخها المتولى، فإن امتنع فالقاضى ثم يؤجر ها ممن زاد: فإن كانت داراً أو حانوتاً أو أرضا فارغة عرضها على المستأجر فإن قبلها فهو أحق ولزمه الزيادة من وقت قبولها فقط. (درمختار مع الشامى، الإجارة، مطلب فى بيان المراد، بالزيادة على أجر المثل زكريا ۹/ ۳۰، ۳۲، كراچى ٦/ ۲۳، ۲٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۹۱/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۲/۲۹ھ

مسجد کی دوکان کا کرایہ بڑھانا

سوال: [۸۰۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد شیخوں والی کی کئی دوکانیں ہیں، ایک دوکان تقریباً بیس سال سے میرے پاس کرایہ پر ہے، اور رسید بھی میرے ہی نام سے کٹتی چلی آرہی ہے اب متولی صاحب نے کرایہ زیادہ حاصل کرنے کے لالچ کی بناء پر رسید میرے بیٹے کے نام کاٹ دی اور کرایہ ۴۰۰؍روپیہ وصول کرلیا، جبکہ دیگر اور دوکانوں کا کرایہ اب ۱۵۰؍روپیہ ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے، کہ جو دوکان میرے نام کرایہ پر بیس سال سے ہے اب جبکہ ہم نے کرایہ داری ختم نہیں کی تو بیٹے کے نام رسید کاٹنا کیسا ہے؟ رسید باپ ہی کے نام کاٹنی چاہئے، یا باپ کا نام ختم کرکے بیٹے کے نام رسید کاٹی جاسکتی ہے، جبکہ دیگر دوکانوں کے برابر باپ بھی کرایہ دینے کو تیار ہے، مسجد کے متولی اور کمیٹی والوں کا یہ عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

المستفتي: عبدالعزیز، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد اور دیگر اوقاف کی جائیداد کو اتنی طویل مدت کیلئے کرایہ پر دینا ممنوع ہے، زیادہ سے زیادہ تین سال کے معاہدہ کی گنجائش ہے، اور زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ مسجد کی کمیٹی کو کرایہ میں بار بار اضافہ کرنا جائز ہے، لہٰذا اگر باپ کو مطلع کرنے کے باوجود کرایہ میں اضافہ نہیں کیا ہے، اور بیٹا بجائے ڈیڑھ سو روپیہ کے چار سو روپیہ دینے کیلئے تیار ہے، تو مسجد کمیٹی کو بجائے باپ کے بیٹے کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔

من استأجر داراً كل شهر بدرهم فالعقد صحيح في شهر واحد فاسد في بقية الشهور إلا أن يسمىٰ جملة الشهور معلومةً فان سكن ساعة من

الشهر الثاني صح العقد فيه وليس للمواجر أن يخرجه إلى أن ينقضي وكذلك كل شهر سكن في أوله. (هـدايه ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة اشرفي ۳/۲/۳۰۲، قدوری/۱۰٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: (۳۳/۵۷۸۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۳۰ھ

مسجد کی دوکان کا کرایہ بڑھانا

سوال: [۸۰۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں کرایہ دار محلّہ قاضی باغ کاشی پور کا ہوں، جس کا پچھلا کرایہ ۱۲۰/روپیہ چلا آرہا ہے، اب نئی کمیٹی کا مسجد پر تسلط ہے جس کی وجہ سے وہ اپنا رعب جمائے ہوئے یہ کہتے ہیں، کہ اگر آپ مسجد کی دوکان میں رہنا چاہتے ہیں، تو اپنا کرایہ چار سو روپیہ مہینہ دیجئے نہیں تو خالی کر دیجئے اگر آپ نے چار سو روپیہ نہیں دیا تو ہم سامان نکال کر پھینک دیں گے، جب کہ ہم کو کسی طرح کی کوئی سہولت وغیرہ مسجد کی کمیٹی نہیں دیتی اور یہ سب کام اپنے ہاتھ سے کرانے پڑتے ہیں، اور ہر ماہ کرایہ وقت پر ادا کرتے ہیں، ایسی حالت میں آپ سے درخواست ہے کہ احکام شریعت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: شرافت حسین، محلّہ قاضی باغ، الیکٹریشن، کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کی جائیداد کے بارے میں شرعی حکم یہی ہے کہ زمانہ اور حالات کے اعتبار سے موجودہ زمانہ میں ایسی جائداد کا عام طور پر جو کرایہ ہوسکتا ہے، اس سے کم میں کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر مذکورہ دوکان چار سو روپیہ کرایہ کے لائق ہے تو ذمہ داران مسجد کیلئے اس سے کم میں کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے، اور مثل کرایہ نہ دینے پر آپ سے دوکان خالی کرانے کے مجاز ہیں۔

ولا یوجر الوقف إلا بأجر المثل حتی لو آجر بدون أجر المثل لزمه اتمامه بالغاً بلغ وعلیه الفتویٰ. (مجمع الانهر، کتاب الوقف، فصل دارالکتب العلمیة بیروت ۲/۵۹۷، مصری قدیم ۱/۷۵۰، الدر مع الرد، مطلب فی إجارة الطویلة بعقود، زکریا ۶/۶۰۸، کراچی ٤/٤۰۲)

ولا تجوز إجارة الوقف إلا بأجر المثل الخ. (هندیه، الباب الخامس في ولایة الوقف، قدیم۲/٤۱۹، جدید۲/۳۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۵۶)

مسجد کے کمرہ میں مدرس کا بلا کرایہ رہنا

سوال: [۸۰۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں مسجد ہی کی رقم سے امام صاحب کیلئے کمرہ بنایا گیا تھا، اس میں امام صاحب اپنے اہل وعیال کیساتھ رہتے تھے، پھر اپنے اہل وعیال کیساتھ اپنے نجی مکان میں چلے گئے اب اس جگہ میں مدرسہ کے دو مدرس کا مع اہل وعیال کے بغیر کرائے کے اس حالت میں رہنا کہ مسجد کی بجلی پانی اور دوسری چیزوں کے ذریعہ فائدہ اٹھاتے ہوں، اور ان کی طرف سے کچھ ایسے کام پائے جارہے ہوں، جس کی وجہ سے پولیس کے ذریعہ مسجد کی بے حرمتی کا اندیشہ ہو کیسا ہے؟ مثلاً مدرس کا سالا اسی حجرہ میں لڑکی بھگا کر لے آیا؟ شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتي: حاجی جاوید، اعظم، رشید احمد، محلّہ حاجی پور، ضلع: فیروزآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مدرسہ مسجد سے منسلک ہے تو ایسی صورت میں مسجد کے حجرے میں مدرس کی رہائش میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر مدرسہ مسجد سے منسلک نہیں ہے، بلکہ دونوں الگ الگ ہیں، اور دونوں کا انتظام بھی الگ الگ ہے تو ایسی صورت

میں بغیر کرایہ کے مسجد کے حجرہ میں مدرس کی رہائش درست نہیں ہے، ہاں البتہ اگر مدرس وہاں پر رہائش اختیار کرنے کے ساتھ نماز بھی پڑھا دیتا ہے، تو بلا کرایہ رہائش جائز ہے؟

ولا تجوز إعارة الوقف والإسكان فيه . (هنديه، الباب الباب الخامس زكريا قديم ٢/ ٤٢٠، جديد ٢/ ٣٨٧)

وليس للقيم أن يسكن فيها أحداً بغير أجر. (تاتار خانية، الفصل السابع، تصرف القيم في الأوقاف زكريا ٨/ ٦٧، رقم ١١٢٢٤، المحيط البرهاني، المجليس العلمي ٩/ ٢٩، رقم: ١١٠٣٠، هنديه، زكرياقديم ٢/ ٤١٨، جديد ٢/ ٣٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۱۲/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱/۲ھ

مسجد کی دوکانیں کم اجرت میں کرائے پر دینا

سوال: [۸۰۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے شہر کامٹی میں جو جامع مسجد گری بازار تمبا کو میں ہے، اس میں جو کرایہ دار ہیں وہ پانچ سال سے کرایہ نہیں دے رہے ہیں، کرایہ دار میں سے کوئی دس سال سے ہے کوئی پندرہ سال سے ہے، کوئی بیس سال سے ہے آج سے تقریباً پانچ سال پہلے پرانی کمیٹی نے ان سے ۳۵۰؍روپیہ کرایہ طلب کیا تھا، جو دوکانداروں نے دینے سے انکار کیا پھر ایک اور ثالث کمیٹی نے ان دونوں کے بیچ میں آ کے فیصلہ کیا کہ دونوں پارٹی کے متعلق ثالث جو فیصلہ دے اس کو مانیں گے ،ثالث کمیٹی کے فیصلہ کو چونکہ ہر دو فریق ماننے کیلئے تیار تھے، اسلئے ثالث کمیٹی نے دونوں سے ایک کورے کاغذ پر دستخط لے لئے اور فیصلہ دیدیا کہ دوکاندار دوسو پچاس روپئے مہینہ دیں گے، اور دوکانوں کا ٹیکس بھی دیں گے، لیکن پھر دوکانداروں نے اس بات سے انکار کردیا اور بات طے نہیں ہوئی پھر مارچ ۱۹۹۶ء میں دوسری کمیٹی آئی اس نے اپنی طرف سے دوسو روپیہ مہینہ کرایہ طے کیا، اور ٹیکس مسجد کی طرف رکھا اس پر بھی وہ راضی نہیں ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ہم

پرانے کرایہ میں کچھ بڑھا کردیں گے، ان کا پرانا کرایہ کسی کا ۴۲، کسی کا ۷۰، کسی کا ۲۸، کسی کا ۶۳، کسی کا ۱۳۰، اور کسی کا ۱۵۰ روپیہ ہے، جس سے مسجد کا خرچ پورا نہیں ہوتا ایک بات یہ بھی ہے کہ ان دوکانداران نے غیر مسلموں سے ساز باز کررکھی ہے، اوران کے اشارے پر کام کررہے ہیں، کیا ایسے دوکانداروں کو رکھنا چاہئے یا خالی کروانا چاہئے، عام مسلمانوں کا کہنا ہے کہ خالی کروانا چاہئے، اب آپ جو فیصلہ دیں گے، انشاءاللہ اس پر ہی عمل ہوگا؟

المستفتي: محمد اسلم لہارو، معرفت:
مفتی عتیق الرحمٰن مدرسہ اسلامیہ
دارالعلوم، کامیٹی، ناگپور، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس علاقہ کی تمام دوکانوں کو جتنی اجرت میں کرایہ پر دیا جاتا ہے، اس سے کم اجرت پر مسجد کی موقوفہ زمین اوردوکانیں کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی پہلے سے موجود کرایہ دار اتنی اجرت دینے سے انکار کردے تو اسے خالی کروادینا چاہئے، کیونکہ اس سے وقف اور مسجد کا بڑا نقصان ہے۔

ويؤجر بأجر المثل فلا يجوز بالأقل أي لايصح ايجار الوقف بأقل من أجرة المثل إلا عن ضرورة. (شامی، الوقف، مطلب لا يصح ايجار الوقف، بأقل من أجرة الاعن ضرورة، زكريا ٦/ ٦٠٨، كراچی ٤/ ٤٠٦، هنديه زكريا قديم ٢/ ٤١٩، جديد ٢/ ٣٨٧، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ٥٩٧، مصری قديم ١/ ٧٥٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۸۳۶)

چندہ کی شرط لگا کر مسجد کا کمرہ کم کرایہ پر دینے کا حکم

سوال: [۸۰۴۷]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی جائیداد میں ایک کمرہ خالی ہے، کمیٹی والوں نے یہ طے کیا ہے، کہ جو کمرہ لینا چاہے اسے مبلغ پندرہ ہزارروپئے ۱۵۰۰۰/ مسجد میں چندہ دینا ہوگا، رقم دینے کے عوض میں اس گھر کا کرایہ ۲۵۰ ر روپیہ رکھا گیاہے، جبکہ اس وقت اس کا کرایہ ۴۰۰ ر روپئے ہونا چاہئے، کیا کمرہ کے عوض میں یہ روپئے لینادرست ہے؟ اگر کوئی شخص آ کر یہ کہے کہ یہ کمرہ مجھے دیدیجئے میں مسجد کو پندرہ ہزار روپیہ چندہ دوں گا مگر کرایہ ۲۵۰ ر روپیہ دوں گا، جبکہ اس کا کرایہ چارسوروپئے ہونا چاہئے تھا، کیا اس شرط پر چندہ کی یہ رقم لینادرست ہے؟ شریعت کی نظر میں اس کی کیا حقیقت ہے واضح فرمائیں؟

المستفتي: وسیم احمد، کانکی نارہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پندرہ ہزارروپیہ چندہ دینے کی شرط کے ساتھ مسجد کا کمرہ کچھ رقم کم کر کے کرایہ پر دینا از روئے شرع درست نہیں ہے، کیونکہ یہ شرط شرط فاسد ہے، لہٰذا اس شرط کے بغیر کرایہ داری کا معاملہ کیا جائے، اور کرایہ دار سے پورے چارسو روپیہ کرایہ مقرر کیا جائے۔

تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما أفسد البيع يفسدها............ كشرط طعام عبد وعلف دابة ومرمةالدار............. . (شامی، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة ، زكريا۹/ ٦٤، كراچی ٦/ ٤٦)

ويؤجر بأجر المثل فلايجوز بالأقل . (الدرمع الرد، الوقف، مطلب لايصح إيجار الوقف بأقل ، زكريا٦/ ٦٠٨، كراچی ٤/ ٤٠٦، هكذا فی الفقه الإسلامی وأدلته ،دارالفكر مجمع الانهر ، دارالكتب العلمية بيروت٣/ ٥١٤، مصری قديم ٢/ ٣٦٩)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍صفر ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر:۱۰۲۹۲/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۲/۱۴۳۲ھ

مسجد کے کرایہ دار سے مرمت وغیرہ کی شرط لگانا

سوال: [۸۰۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کا ایک مکان ہے جو نا قابل رہائش ہے، اب متولی صاحب اس کو کرایہ پر دینے کی بات کر رہے ہیں، لیکن ان کی شرائط یہ ہیں، کہ جو مکان کرایہ پر لے گا اس کو مکان از سر نو تعمیر کرنا ہوگا، اور تعمیر ہونے کے بعد بنانے والے کا اس مکان سے کوئی تعلق نہ ہوگا، وہ مکان مسجد ہی کی ملکیت میں رہیگا اور نیز اس کو اپنی لگائی ہوئی لاگت کو واپس لینے کا بھی حق نہ ہوگا، دوسری شرط یہ ہے کہ کرایہ پر لینے والے کو ایڈوانس روپئے جمع کرانے ہوں گے، جو نہ تو کرایہ میں کٹیں گے اور نہ ہی مکان خالی کرنے پر واپس ملیں گے، یہ شرائط متولی اور مسجد کی کمیٹی نے طے کی ہیں، اب بعض لوگ ماہانہ کرایہ ۱۰۰۰؍روپیہ اور ایڈوانس ڈھائی لاکھ روپیہ دینے کو تیار ہیں، اور بعض لوگ کرایہ ۴۰۰۰؍روپیہ اور ایڈوانس پچیس ہزار روپئے دینے کو تیار ہیں، تو اب دریافت یہ کرنا ہے، کہ متولی مسجد اور کمیٹی کا مذکورہ شرط لگانا درست ہے یا نہیں؟ اور متولی اور کمیٹی والوں کو مذکورہ کرایہ داروں میں سے کس کو کرایہ پر دینا چاہئے، کرایہ کم اور ایڈوانس زیادہ دینے والوں کو یا ایڈوانس کم اور کرایہ زیادہ دینے والوں کو شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: خلیفہ محمد اسلم قریشی، فیل خانہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) متولی اور مسجد کے ذمہ داروں کا یہ شرط لگانا کہ کرایہ دار پر لازم ہوگا، کہ مکان کو از سر نو تعمیر کرے اور تعمیر کا خرچہ یا تعمیر کے ملبہ کو واپس لینے کا کرایہ دار کو حق نہ ہوگا، یہ غیر شرعی شرط ہے، ایسی شرط لگانا جائز نہیں ہے، بلکہ اس کا حق ہوگا کہ

یا تو تعمیر کا ملبہ واپس لے لے یا مسجد اس کی قیمت ادا کرے۔

ولو استأجر أرضا موقوفة وبنیٰ فیها حانوتاً وسکنها.......... ثم ینظر إن کان رفع البناء لا یضر بالوقف فله رفعه، لأنه ملکه وإن کان یضر به فلیس لهٗ رفعه، لأنه وإن کان ملکه فلیس لهٗ أن یضر بالوقف ثم إن رضی المستأجر أن یتملکه القیم للوقف بالقیمة مبنیاً أو منزوعاً، أیهما ماکان أخف یتملکه القیم. (البحر الرائق، الوقف، زکریا ۳۹۸/۵، کوئٹه ۲۳۷/۵، المحیط البرهانی، المجلس العلمی ۳۵/۹، رقم: ۱۱۰۵۱، تاتار خانیة ،زکریا ۷۳/۸، برقم:۱۱۲٤۷)

رجل استأجر أرضاً موقوفة ، وبنی فیها حانوتاً وسکنها.......... فبعد ذلک رفع البناء إن کان لایضر بالوقف فللباقی رفعه، وإن کان یضر لیس لهٗ رفعه فبعد ذلک، إن رضیٰ المستأجر ان یتملکه القیم مبنیاً أو منزوعاً أیهما کان أقل فیهما. (هندیه ، الوقف، الباب الخامس ،زکریاقدیم۲/۲ ٤ ۲، جدید ۲ /۳۸۸)

(۲) اور یہ شرط بھی ناجائز شرط ہے کہ ایڈوانس روپیہ جو جمع ہوگا وہ نہ کرایہ پر لگے گا اور نہ زرِضمانت کے طور پر خالی کرتے وقت واپس ملیگا، اب رہی ماہانہ کرایہ کی بات تو اس کے بارے میں متولی اور کمیٹی کے لوگوں کو اختیار ہے کہ مسجد کے فائدہ کے لئے زیادہ سے زیادہ کرایہ پر دیا جائے، اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے، کہ مسجد کے اوقاف کو ہمیشہ کے طور پر کرایہ داری کے لئے نہ دیا جائے ، بلکہ ایک سال یا تین سال کے اگریمنیٹ کے طور پر دیا جائے، تاکہ تبدل زمانہ کی وجہ سے آئندہ کرایہ بڑھانے میں پریشانی نہ ہو۔ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ۱/ ۲۰۹، بحوالہ محمودیہ ڈابھیل ۱۴/ ۳۴۳)

لأن للناظر التصرف فی الوقف بمافیه الحظ و المصلحة . (تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ۲۰۹/۱، بحواله محمودیه ڈابهیل ۳٤۳/۱٤)

روی عن الفقیه ابی جعفرؒ أنه کان یقول فی الوقف لایؤجر أکثر من

سنة . (تاتار خانية زكريا/٨ ٦، رقم:٢ ٣ ٢ ١ ١)

المختار أن يفتى فى الضياع بالجواز فى ثلاث سنين –إلىٰ– لا ينبغى أن يوجر أكثر من ثلاث سنين. (المحيط البرهانى ، المجلس العلمى ٩/ ٣١، رقم: ١١٠٣٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/ ۱۱/ ۱۴۳۲ھ

موقوفہ جائیداد کی آمدنی بڑھنے کا حکم

سوال: [۸۰۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنی کچھ جائیداد غیر منقول وقف للہ تعالیٰ کی اور کل آمدنی کا حق دار مسجد ومدرسہ کو بنادیا گیا جس وقت جائیداد وقف کی گئی اسوقت کل کرایہ کی آمدنی تیس روپیہ تھی، جس میں سے دوروپیہ ماہوار مسجد کیلئے وقف کی گئی تھی، اور بقیہ مدرسہ کیلئے یہ دوروپیہ ماہوار عرصہ دراز سے دیا جارہا ہے اب جب جائیداد موقوفہ کی کرایہ کی آمدنی پہلے سے کئی گنا زیادہ ہوچکی ہے، اب مسجد والوں کا کہنا ہے، کہ جب آمدنی وقف کی بڑھ گئی ہے اس حساب سے مسجد کو بھی بڑھا کردیا جائے جبکہ وقف نمبر۴ میں یہ تحریر ہے کہ مسجد کو دوروپیہ ماہوار دیا جاتا رہیگا، برائے مہربانی مندرجہ بالا مسئلہ کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟ عنایت ہوگی؟

المستفتي: محمد یامین، بدھ بازار، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب آمدنی بڑھ گئی ہے تو اس حساب سے مسجد کو بھی بڑھا کردینا ہوگا۔

وإن شرط الواقف قسمة الريع على الجميع بالحصة أو جعل لكل قدر أو كان ماقدره للإمام ونحوه لا يكفيه فيعطى قدر الكفاية لئلا يلزم

تعطيل المسجد (إلیٰ قوله) **والشعائر بقدر ما يقوم به الحال (قوله) أن مراد الواقف انتظام حال مسجده أو مدرسته الخ.** (شامي، الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها زكريا٦/٥٦١، كراچی ٤/٣٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴؍۱۰۳۹)

مسجد کی زائد از ضرورت زمین کو کرایہ پر دینا

سوال: [۸۰۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک زمین مسجد کے نام وقف ہے، فی الحال مسجد کا کوئی کام اسمیں نہیں ہورہا ہے، اب کمیٹی کے ذمہ داران گاؤں والوں کے مشورہ سے اسمیں مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں، شرعی اعتبار سے مسجد کیلئے وقف شدہ اس زمین میں مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: حبیب الرحمٰن، محلّہ خواجہ فیروز، شاہجہاں پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: اگر وہ زمین مسجد کی ضروریات سے زائد ہے تو مسجد کیلئے یہ جائز ہے کہ اہل مدرسہ کو کرایہ پر دیدے اور اہل مدرسہ اس زمین میں کرایہ ادا کرکے مدرسہ چلاتے رہیں، تاکہ مسجد کو بھی اس زمین کی آمدنی حاصل ہوتی رہے، اور مدرسہ بھی چلتا رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/۷۶، جدید زکریا دیوبند ۹/۱۵۳، فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۲۵۴، ڈابھیل ۱۴/۶۱۳)

لزم أجر المثل بناء على المفتى به عند المتأخرين من أن منافع العقار تضمن إذا كان وقفاً أو معداً للاستغلال. (شامی، الوقف، مطلب سكن داراثم ظهر أنها وقف يلزمه أجرة ماسكن زكريا٦/٥٤٠، كراچي ٤/٣٥٢، هنديه زكريا قديم ٢/٤١٩، جديد ٢/٣٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍جمادی الثانیہ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۶۷۸۲/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۲۳ھ

مسجد کے اوپر مدرسہ بنا کر کرایہ پر دینا

سوال: [۸۰۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد ہے اور مسجد کی جگہ میں مدرسہ قائم ہے اور وہ مدرسہ مسجد کے اوپر ہے، اور اس میں لڑکے تعلیم پاتے ہیں، اب مسجد کو مدرسہ کا کرایہ یا بتی کا کرایہ لیکر مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسکا مفصل جواب دیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتي: حاجی احمد رضا صاحب
عرف حاجی کلن گلاب والی مسجد محلّہ
پیرزادہ، ضلع مراد آباد، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد بن چکنے کے بعد اس کے اوپر مدرسہ بنا کر کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے!

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع (إلیٰ قوله) فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز أخذ الأجرة منه الخ. (الدرالمختار مع الشامی، الوقف، مطلب فی أحکام المسجد، زکریا۶/۵۴۸، کراچی ۴/۳۵۸، کوئٹہ۳/۴۰۶، بزازیه زکریاجدید۳/۱۵۲، وعلیٰ هامش الهندية۶/ ۲۸۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۹۶۱/۲۴)

مسجد کے فائدے کیلئے دس بیگہ زمین کو بائیس بیگہ بتانا

سوال: [۸۰۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فدوی نے جامع مسجد ٹانڈہ کی موقوفہ آراضی برائے کاشت پانچ سال کیلئے ٹھیکہ پر لی ٹھیکہ سے متعلق تمام شرائط معاملات نائب متولی صاحب سے طے ہوئے، نائب متولی صاحب نے زمین کا رقبہ بائیس بیگہ بتلایا ہے، فدوی کے معلوم کرنے پر کہ بائیس بیگہ سے کم تو نہیں ہے، تو نائب متولی نے فرمایا کہ ہم نے کئی بار پیمائش کرائی ہے، رقبہ پورا بائیس بیگہ ہے، لہٰذا بیس ہزار روپیہ سالانہ کے اعتبار سے پانچ سال کے لئے مبلغ ایک لاکھ روپیہ میں معاملہ طے ہوگیا اور کمیٹی کے پاس پچیس ہزار روپیہ بطور پیشگی قسط جمع کردئے گئے، لیکن جب فدوی آراضی پر پہنچا، اور زمین پر قبضہ لیا، تو وہاں پر لوگوں نے بتلایا کہ یہ آراضی دس بیگہ ہے، اور سرکاری کاغذات میں بھی ۱۶ر ڈسمل (دس بیگہ) ہی ہے، میں نے یہ بات نائب متولی صاحب و دیگر ممبران کمیٹی کو تحریراً اور بالمشافہ بتلائی کہ میرا معاملہ ۲۲ر بیگہ کا ہے، اور آراضی صرف دس بیگہ ہے، لہٰذا زمین چھوڑ رہا ہوں، اور میرا پیسہ واپس کردیا جائے، اس پر کمیٹی والے بضد ہیں کہ آپ کو پورا پیسہ دینا ہوگا، اور زمین بھی پورے پانچ سال رکھنی ہوگی، اگر آپ زمین چھوڑتے ہیں، تو ہم زمین نیلام کردیں گے، اور اس میں جو نقصان ہوگا، وہ آپکا ہوگا، مسجد نقصان نہیں اٹھائیگی، ایسی صورت میں دس بیگہ کی جگہ بائیس بیگہ بتا کر مسجد کے فائدہ کیلئے زیادہ آمدنی کرانے والی کمیٹی روز قیامت عند اللہ العظیم لائق عذاب ہوگی یا مستحق ثواب ہوگی، اور اس طرح دھوکہ دیکر جبراً دھاندلی سے لئے ہوئے پیسہ کا مسجد صحیح مصرف ہوگی، جبکہ میرا معاملہ صراحتاً بائیس بیگہ کا ہے، جس کا اقرار نائب متولی صاحب کو آج بھی ہے، اور رقبہ دس بیگہ ہے از روئے شرع مجھے کتنی رقم ادا کرنی ہوگی؟

المستفتي: ماسٹر محمد حنیف، محلّہ سمندرین، ٹانڈہ بادلی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ آنے کے بعد معاملات طے کرنے کے معاہدہ نامہ کیلئے بھی ہم نے مطالبہ کیا تو معاہدہ نامہ کی ایک فوٹو کاپی سائل نے لاکر پیش کی اوراسی معاہدہ نامہ کی دوسری عین فوٹو کاپی مسجد کمیٹی کی طرف سے جناب قاری نعیم صاحب مدظلہ کے توسط سے دارالافتاء میں داخل ہوئی، تینوں کاغذات کو بغور دیکھا گیا ہے کہ معاہدہ ۲۲/ بیگہ پر ہوا ہے، اور پانچ سال کی مدت میں ایک لاکھ روپیہ کرایہ دینے کی بات طے ہوئی ہے، جس کی پوری تفصیل معاہدہ نامہ میں موجود ہے، جس میں فریقین اور گواہوں کے دستخط بھی ہیں، لیکن ایک افسوس کی بات سامنے آئی کہ مسجد کی کمیٹی کی طرف سے جناب قاری نعیم صاحب کے توسط سے جو معاہدہ نامہ کی فوٹو کاپی دارالافتاء میں داخل ہوئی، اس میں ایسی جعل سازی کی گئی ہے جسے ہر دیکھنے والا دیکھ کر افسوس کریگا، کہ جو فوٹو کاپی سائل محمد حنیف نے داخل کی ہے، بعینہ اسی طرح کی فوٹو کاپی مسجد کمیٹی نے بھی داخل کی، مگر مسجد کمیٹی نے یہ جعل سازی کی ہے کہ ۲۲/ بیگہ جو لفظوں میں لکھا ہوا ہے، وہ اپنی جگہ موجود ہوتے ہوئے اس کے اوپر عددوں میں جو ۲۲/ لکھا ہوا ہے، اسکو بارہ بنادیا ہے اور ۲۲/ کے نیچے عبارت میں ۱۲/ لکھدیا پھر بھی عبارت میں ۲۲/ اپنی جگہ پر موجود ہے، مسجد کمیٹی کے اس جعل سازی کو معاہدہ نامہ دیکھنے کے بعد ہر شخص محسوس کرسکتا ہے، اور ایسی جعل سازی نہ شرعاً جائز ہے اور نہ قانوناً، اور نہ ہی معاشرہ میں کوئی مسلمان اس کو جائز قرار دے سکتا ہے، شریعت میں ایسے جعل ساز اور خائن متولی کو مسجد کی تولیت سے برطرف کردینے کا حکم ہے، ایسے لوگ امور دینیہ کے ذمہ دار نہیں بن سکتے، اس لئے مسجد کمیٹی پر لازم ہے کہ جیسے ۲۲/ بیگہ سے متعلق معاہدہ طے ہوا ہے ویسے ہی ۲۲/ بیگہ فریق ثانی کو دیدے، ورنہ موقع پر جتنی بیگہ موجود ہے اتنی بیگہ کا معاملہ دوبارہ الگ سے کریں، اور فریق ثانی کا پیسہ پیشگی لیکر دبالینا قطعاً ناجائز اور حرام ہے، مسجد کی کمیٹی پر لازم ہے، کہ معاملہ شریعت کے مطابق کرلے، اگر ۲۲/ بیگہ نہیں

دے سکتے ہیں، توفریق ثانی کا پیسہ واپس کردے، ورنہ جتنی بیگہ موقع پر موجود ہے اسکا معاملہ دوبارہ الگ سے طے کرے، اور پہلا معاملہ مسترد کرکے فریق ثانی کا پیسہ واپس کردے، اور مسجد اپنی زمین واپس لے لے یہی شریعت کا حکم ہے۔

ولا یولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لأنه یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لأن المقصود لایحصل به. (شامی، الوقف، مطلب فی شروط المتولی زکریا ٦/٥٧٨، کراچی ٤/٣٨٠، البحرالرائق، کوئٹه ٥/٢٢٦،زکریا ٥/٣٧٨، هندیه زکریا قدیم٢/٤٠٨، جدید٢/٣٨٠)

ولیس للبائع فی البیع الفاسد أن یأخذ المبیع حتی یرد الثمن. (هدایه، اشرفی، ٣/٦٥)

أن سعیداً بن زید قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: من ظلم من الأرض شیئاً طوقه من سبع أرضین. (بخاری شریف، باب إثم من ظلم شیئاً من الأرض، النسخة الهندیة ١/٣٣٢، رقم: ٢٣٨٨، ف:٢٤٥٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍شعبان ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۳۵/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۸/۷ھ

مسجد کی دوکان کا کرایہ نہ ادا کرنے والے کا حج کرنا

سوال: [۸۰۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ایک شخص مسجد کی دوکان پر ستر مہینے سے بنا کرایہ دیئے ناجائز طور پر قابض ہے تقاضوں کے بعد بھی نہ کرایہ ادا کرتا ہے نہ دوکان خالی کرتا ہے، اس شخص کے متعلق کیا شرعی حکم ہے؟

(۲) یہ شخص حج کیلئے جارہا ہے کیا مسجد کا کل پیسہ کرایہ ستر ماہ ادا کئے بنا اس کا حج کیلئے

جانا شرعاً جائز ہے ستر ماہ کا کرایہ بحساب چار سو روپیہ ماہوار اٹھائیس ہزار روپیہ ہوتا ہے؟

(۳) اس شخص سے مسلمانوں کو کیسے معاملات رکھنے چاہیں؟

المستفتي: عظیم عرشی الصابری، گول گھر، منڈی چوک، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مسجد کی کمیٹی اور ذمہ داروں پر لازم ہے کہ مسجد کی دوکان شخص مذکور سے فوراً خالی کروالیں اور جس طرح بھی دباؤ اور اثر ڈالا جاسکتا ہے، ڈال کر مسجد کا پیسہ اس سے وصول کرنا ضروری ہے۔

ولو غصبها من الواقف أو من واليها غاصب فعليه أن يردها إلىٰ الواقف فإن أبى وثبت غصبه عند القاضي حبسه حتى رد. (عالمگیری، الوقف، الباب التاسع في غصب الوقف زکریا قدیم ۲/۴۴۷، جدید ۲/۴۰۳، ۴۰۴)

(۲) مسجد کا قرض اٹھائیس ہزار روپیہ ادا کرنا حج پر مقدم ہے مسجد کے قرض کا بار لیکر حج کیلئے جانا عبادت کا کارنامہ نہیں ہے، بااثر لوگوں کو مسجد کا پیسہ وصول کرنے میں اس شخص پر اپنا اثر استعمال کرنا ضروری ہے۔

وكذا الغريم لمديون لامال له يقضي به والكفيل لو بالإذن فيكره خروجه بلا إذنهم كما في الفتح وظاهره أن الكراهة تحريمية. (شامی، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام زکریا ۳/۴۵۴، کراچی ۲/۴۵۶)

(۳) مسلمانوں کو اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے، یہ بات واضح ہے کہ جس طرح معاملہ کرنے سے مسجد کا حق مسجد کو وصول ہوجائے وہی اختیار کرنا چاہئے، اگر بائیکاٹ اور حقہ پانی بند کرنے سے کام چل سکتا ہے، تو حقہ پانی بند کردیا جائے، اور اگر کوئی طاقت استعمال کرنے سے مسجد کا حق وصول ہوجائے تو طاقت استعمال کرنی چاہئے، ایسا شخص ظالم اور خائن ہے مسجد کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ اس شخص سے کسی بھی طریقہ سے مسجد کا حق وصول کریں۔

وأما عزل الخائن وإقامة غيره ممن يحفظ الوقف إلىٰ ما قال...... وإن

عـزلـه واجب على كل مسلم يستطيعه فإنه من قبيل إنكار المنكر . (تقريرات رافعي مع شامي، زكريا ٦/ ٨٤، كراچی ٤/ ٨٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۱۹۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱۱/۱۴۲۴ھ

میلے کیلئے کرایہ پر دی گئی مسجد کی زمین کے کرایہ کا حکم

سوال: [۸۰۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی ایک زمین ہے اس کو کرایہ پر دیا جاتا ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ کرایہ پر لینے والا اس زمین پر کوئی پروگرام کرا کر روپیہ کماتا ہے، مثلاً میلا فیشن وغیرہ اور اس کمائی سے مسجد کا کرایہ ادا کرتا ہے، تو اس روپیہ سے مسجد کی تعمیر کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد ریاض الدین، کولکاتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بطور کرایہ مسجد کو جو رقم حاصل ہوئی ہے، وہ درست اور صحیح ہے اس سے مسجد کی تعمیر درست ہے، البتہ آئندہ یہ خیال رکھیں کہ ایسے شخص کو زمین کرایہ پر نہ دیں جو اس میں گناہ معصیت کا پروگرام کراتا ہو۔

وَلاَ تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (المائدہ: ۲)

وتـصـح إجـارة أرض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات كطبخ آجر وخـزف ومـقيلا ومراحا حتى تلزم الأجرة بالتسليم . (درمختار مع الشامي، الإجارة، باب مايجوز من الإجارة ومايكون خلافاً فيها زكريا٩/ ٤٠، كراچی ٦/ ٣٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/۵/۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۸۱۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۵/۱۴۲۶ھ

مسجد کی کرایہ دار عورت اگر تنگدست ہو تو کیا کریں؟

سوال: [۸۰۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد سنبھلی گیٹ مرادآباد کی ایک دوکان کی کرایہ دار بیوہ تھی، عدالت سے وہ بے دخل ہوگئی اس پر دوکان کا کرایہ وخرچہ باقی ہے، جسکے ڈگری کی کارروائی چل رہی ہے، اسکے پاس اتنا نہیں ہے، کہ وہ ادا کرسکے ایسی صورت میں متولی کو کیا کرنا چاہئے، نیز اسکی کوئی اولاد بھی نہیں ہے، اور نہ کوئی ذریعہ معاش ہے، ایسے حالات میں کیا معاملہ کیا جائے، رہنمائی فرمائیں؟

المستفتي: نسیم احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوال نامہ میں درج شدہ صورت میں متولی کو اللہ تعالیٰ کا فرمان ''وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلىٰ مَيْسَرَةٍ . (البقرة : ۲۸۰)'' پر عمل کرنا چاہئے! یعنی استطاعت تک مہلت دینی چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر الف: ۹۶۴/۲۴)

مسجد کی بالائی منزل پر ٹیلر کی دوکان کرنا

سوال: [۸۰۵٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد دو منزلہ ہے نیچے نماز باجماعت ہوتی ہے، اور اوپر کی منزل خالی ہے اب اگر بالائی منزل پر کوئی ٹیلر ماسٹر سلائی کی دوکان کرتا ہے، تو قرآن وحدیث کی رو سے ایسا کرنا کیسا ہے؟ وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد زکریا، امام مسجد چوراہا، منڈی چوک، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جائز نہیں ہے۔

وإذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو كان وقفاً عليه صار مسجداً . (الدر مع الرد، الوقف، مطلب في أحكام المسجد زكريا ٦/٥٤٧، كراچی ٤/٣٥٧، كوئٹه ٣/٤٠٦، البحرالرائق، زكريا٥/٤٢١، كوئٹه٥/٢٥١)

عن واثلة بن الاشقع، أن النبى ﷺ قال: جنبوا مساجدكم صبيانكم، ومجانينكم، وشراء كم، وبيعكم، وخصوماتكم، ورفع أصواتكم، الحديث: (سنن ابن ماجه، باب مايكره فى المساجد، النسخة الهندية ١/٥٤، دارالسلام رقم: ٧٥٠، المعجم الكبير للطبرانى، داراحياء التراث العربي ٢٠/١٧٣، رقم: ٣٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر شوال ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳ر۳۱۶)

مسجد کے مکان میں کرایہ دار کا جوا وغیرہ کھیلنا

سوال: [۸۰۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید مسجد کے مکان میں رہتا ہے، زید کے لڑکے مسجد ہی کے مکان میں جوابازی وغیرہ کرتے ہیں، اور جوے ہی کے پیسہ سے زیورات اور کپڑے رنگائی کا کام کرتے ہیں، تو زید کے لڑکے رنگ کی چوری بھی کر لیتے ہیں، اور زید کا لڑکا ایسی عورت کیساتھ رہتا ہے، جس کا کوئی شوہر نہیں ہے، نعوذ باللہ من ذلک اور وہ عورت غیر مسلمہ ہے، زید کی بہو کے ذریعہ یہ ساری باتیں معلوم ہوئیں، اور اہل محلّہ کو بھی یہ حالات معلوم ہیں، ان تمام کاموں کے باوجود زید اپنے آپ کو متقی و پرہیز گار بھی سمجھتا ہے، تو مسئلہ دریافت یہ کرنا ہے، کہ زید اور اس کے لڑکوں کا مسجد کے مکان

میں رہنا کیسا ہے؟ جبکہ زید نے اپنی پوتی کے نام فکسڈ ڈپازٹ بھی کرا رکھا ہے؟

المستفتي: تجمل حسین، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

﴿وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلٰى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾. (المائدہ: ۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۸۲۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۵/۲۲ھ

مسجد کی دوکانوں میں ریڈیو کی دوکان کھولنا

سوال: [۸۰۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی دوکانوں میں ریڈیو کی دوکان کھولنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمود احمد، محلّہ لوہانی، قصبہ پہانی، ہردوئی، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ویڈیو فلم وغیرہ تماشائی کیلئے ہی مسجد کی دوکان کرایہ پر دی ہے، تو واپس کر لینا ضروری ہے، اور اگر اس غرض سے نہیں دی ہے، لیکن بعد میں کرایہ دار نے اس کو اس قسم کے خرافات کی دوکان بنالی ہے، اور اسکی آواز وغیرہ مسجد میں بھی آرہی ہے، تو ایسی صورت میں خالی کرا لینا چاہئے، تا کہ نمازیوں کو نقصان نہ ہو، نیز اگر آواز بھی نہیں آرہی ہے، تب بھی تعاون علی المعصیۃ کو ختم کرنے کیلئے خالی کرا لینا چاہئے۔

﴿تَعَاوَنُوْا عَلٰى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلٰى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾. (المائدہ: ۲)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۲۱۴)

مسجد کی دوکان شراب فروخت کرنے والے کو کرایہ پر دینا

سوال: [۸۰۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مسجد کی ایک دوکان ہے اور اس دوکان کو کسی مسلمان کو کرایہ پر دی اور اس کرایہ دار نے اپنا کاریگر ہندو کو رکھا اور یہ کاریگر مسجد کی دوکان میں شراب بیچا کرتا ہے، اس پر مسجد والوں نے اعتراض کیا اور دوکان بند کردی، کچھ دنوں کے بعد اس کاریگر نے کرایہ دار سے معافی مانگی پھر اسی کو دوکان میں بٹھا دیا، تو معافی مانگنے کے بعد اس ہندو کاریگر کو دوکان میں بٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس دوکان میں شراب بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد حسین، دولت باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کی دوکان ایسے لوگوں کے ہاتھ میں کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے، جس کی وجہ سے مسجد اور نمازیوں کیلئے پریشانی کا باعث ہو مثلاً اس دوکان میں ریڈیو باجا یا آزاد لوگوں کی مستقل آمدورفت یا شراب وغیرہ کا تماشہ ہوتا ہو یہ سب امور تعاون علی المعصیت کے مرادف بھی ہیں، اسلئے اسمیں احتیاط کی ضرورت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۱۰۸، جدید زکریا دیوبند ۹/۱۱۳)

وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (المائدہ: ۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍محرم ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۳۰/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱/۱۸ھ

مساجد کی املاک سودی کاروبار کرنے والوں کو دینا

سوال: [۸۰۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مساجد کی املاک کو ذمہ دار لوگ سودی کاروبار (بینک) کیلئے کرایہ پر دئے ہوئے ہیں، اور اس سے

جوکرایہ وصول ہوتا ہے، وہ مصارف مسجد میں صرف ہوتا ہے،مثلاً امام ومؤذن کی تنخواہوں اور دیگر مصارف میں شہر بنگلور میں دیکھا جارہا ہے، کہ اکثر مساجد کی املاک سودی کاروبار کرنیوالے بینکوں کوکرایہ پر دی گئی ہیں، جس میں فی الوقت شہر کے ۶ یا ۷؍مساجداورادارے شامل ہیں،اوراس معاملہ کودیکھ کرلوگ اپنی ذاتی جائیداد بھی سودی کاروبار کیلئے کرائے پر دے رہے ہیں، لیکن ان کے پاس یہ وجہ جواز کی ہے، کہ مساجد کی املاک بھی سودی کاروبار کیلئے دیدی گئیں ہیں،اس سلسلہ میں ان سوالوں کا جواب مطلوب ہے؟

(۱)مساجد کی یا اپنی املاک کوسودی کاروبار کرنے والوں کوکرایہ پر دینا جائز ہے یانہیں؟

(۲)اس معاملہ سے حاصل ہونے والا کرایہ حلال ہے یا حرام؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق :(۱)اعانت علی المعصیۃ کی وجہ سے کرایہ پر دینا ناجائز ہے، دینے والے گنہگار ہوں گے۔

قولہ تعالیٰ:وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلٰى الإِثْمِ وَالْعُدْوَان. (المائده: ۲)

(۲) البتہ حاصل شدہ کرایہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بلاکراہت جائز اور حلال ہوگا، کیونکہ کرایہ اپنی املاک اور جائیداد کی منفعت ہے! اورسودی کاروبار کا گناہ فاعل مختار پر ہوگا۔

وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار الخ. (شامی، کتاب الحظر والاباحة ، باب الاستبراء وغیرہ زکریا ۹/ ۵٦۲، کراچی ٦/ ۳۹۲)

اورحضرات صاحبین کے نزدیک اجرت کراہت تنزیہی کے ساتھ حلال ہوگی!

لو أجره دابة لينقل عليها الخمر أو آجر نفسه ليرعیٰ له الخنازير يطيب له الأجر عنده وعندهما يكره الخ. (شامی، زکریا ۹/ ۵٦۲، کراچی ٦/ ۳۹۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۹/ ۵/ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/ ۱۲۲۵)

مسجد کا سامان ہندو کو کرایہ پر دینا

سوال: [۸۰۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد کی ملکیت میں کچھ پلیٹیں ہیں، جو مسجد کی غرض سے کرایہ پر دی جاتی ہیں، کیا غیر مسلموں کو بھی کرایہ پر دے سکتے ہیں، اور مسجد کیلئے اسکی اجرت جائز ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: عبدالرشید، مدرسہ شاہی، سلیم پور، بجور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف میں غیر مسلموں کے استعمال شدہ برتنوں وغیرہ سے احتیاط کا حکم وارد ہوا ہے، بحالت مجبوری خوب مبالغہ کیساتھ پاک کر کے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے تو مسلمانوں کی بالارادہ اپنے برتنوں کو غیر مسلموں کے استعمال میں دینے سے بالکل بے احتیاطی یہ منشاء رسول کے خلاف ہے، اسلئے اس سے بچنا لازم ہے، البتہ اگر اجرت وصول کر لی ہے، تو وہ بلا کراہت مسجد کیلئے جائز ہے، کیونکہ اس میں کوئی خبث ونجاست شامل نہیں ہے، آئندہ کیلئے احتیاط لازم ہے۔

عن ابی ثعلبة الخشبی، أنه سأل رسول الله ﷺ قال: إنا نجاور أهل الكتاب وهم يطبخون فی قدورهم الخنزير، ويشربون فی آنيتهم الخمر، فقال رسول الله ﷺ: إن وجدتم غيرها فكلوا فيها واشربوا، وإن لم تجدوا غيرهما فارحضوها بالماء وكلو واشربو. (سنن ابي داؤد باب فی استعمال آنية أهل الكتاب، النسخة الهندية ۲/ ۵۳۷، دارالسلام رقم: ۳۸۳۹)

الأكل والشرب في أواني المشركين يكره. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۰/ ۱۰۵، هنديه زكرياقديم ۵/ ۳۴۷، جديد ۵/ ۴۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴؍ ۱۱۹۰)

مسجد کے مائک سے اعلان کرنا

سوال: [۸۰۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گاؤں ودیہاتوں میں مساجد کے مائک سے گاؤں میں فروخت ہونے والی اشیاء کپڑے، سبزی اور برتن وغیرہ کے اعلانات ہوتے ہیں، اسی طرح کسی کے یہاں شادی ہوتو کھانا شروع ہونے پر مہمانوں کو مسجد کے مائک سے اعلان کے ذریعہ اطلاع دی جاتی ہے، اور ہر اعلان پر متعینہ فیس بھی لی جاتی ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مساجد کے مائک سے کسی بھی قسم کے اعلانات جائز ہیں یا نہیں؟ اگر جائز ہیں تو مطلقا یا کسی خاص قسم کے اعلانات؟ مفصل جواب باوضاحت مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: (مولانا) عبد العظیم، امام مسجد موضع پاؤٹی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مسجد کا مائک جماعت خانہ سے الگ حجرہ میں رکھا ہوا ہے، تو فیس لے کر اس مائک سے اعلان کرنا بلا کراہت جائز ہے، اس لئے کہ اس میں مسجد ہی کا فائدہ ہے، بس اتنی بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، کہ اس اعلان کی وجہ سے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو، اور خاص طور پر گاؤں دیہاتوں میں مسجد کی آمدنی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے، اور اگر مسجد کا مائک جماعت خانہ کے اندر ہے جیسا کہ بعض مساجد میں محراب ہی کے پاس ہوتا ہے، تو ایسے مائک سے ہر طرح کا اعلان کرنا احترام مسجد کے خلاف ہے۔

القیم إذا اشتریٰ من غلة المسجد حانوتاً أو داراً أن یستغل أو یباع عندالحاجة جاز له، إن کان له ولایة الشراء. (ھندیه، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی، زکریا قدیم ۲/۴۲۲، جدید ۲/۴۱۳)

ویجب علی الحاکم أن یأمره بالاستیجار بأجرة المثل ویجب علیه أجر المثل بالغاً مابلغ وعلیه الفتویٰ. (البحرالرائق،

کتاب الوقف، زکریا ۵/ ۳۹۵، کوئٹہ ۵/ ۲۳۵، هندیه، زکریا قدیم ۲/ ۴۱۹، جدید ۲/ ۳۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍صفر المظفر ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۸۷۸/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۲/۱۴۳۶ھ

مسجد کے مائک سے تقریر کرنا

سوال: [۸۰۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد اتنی بڑی ہے، کہ اس میں نماز جمعہ میں اتنے نمازی ہوتے ہیں کہ اگر بغیر مائک کے وعظ وتقریر کی جائے، تو خطیب کی آواز تمام مصلیان کو نہیں پہونچ سکتی ہے، لیکن اس مسجد میں مائک کے ذریعہ تقریر اس غرض سے کی جاتی ہے، تاکہ بستی کے بقیہ مصلیان بھی مسجد میں حاضر ہوکر نماز جمعہ ادا کرلیں؟

حضرت مفتی صاحب سے ہمارا سوال صرف اتنا ہے کہ سوال میں مذکور مسجد میں مائک کے ذریعہ سے وعظ وتقریر کرنا یہ عمل جائز ہے یا بدعت، تسلی بخش جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سائل نے سوالنامہ میں اس بات پر زور دیا ہے کہ مذکورہ مسجد میں مائک کے ذریعہ وعظ وتقریر کرنا یہ عمل جائز ہے یا بدعت؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جائز اور درست ہے، اور وعظ وتقریر کا مقصد یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دینی اور اصلاحی فائدہ پہنچے، لہٰذا اس مسجد میں مائک کے ذریعہ تقریر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ویجوز الدرس بسراج المسجد وإن کان موضوعاً فیه للصلاة…… إلیٰ ثلث اللیل. (البحر الرائق، کتاب الوقف، فصل فی أحکام المساجد، زکریا ۵/ ۴۲۰، کوئٹہ ۵/ ۲۵۰، خلاصة الفتاویٰ ۴/ ۴۲۲)

لو وقف علی دهن السراج للمسجد لایجوز وضعه جمیع اللیل بل

بقدر حاجة المصلين ، يجوز إلیٰ ثلث الليل أو نصفه إن احتيج إليه للصلاة فيه . (هنديه ، الباب الحادى عشر ، فى المسجد الفصل الأول ، زكريا قديم ۲/ ۴۵۹، جديد۲/ ۴۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رصفر ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۸۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۲/ ۱۴۳۶ھ

۱۴/ الفصل الرابع عشر: مسجد کی اشیاء کی خرید وفروخت

مسجد میں مسجد کی اشیاء کوفروخت کرنا

سوال: [۸۰۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مرتبہ مسجد میں کچھ اشیاء مسجد کے اخراجات سے زائد ہوجاتی ہیں جیسے پنکھے یا گھڑیاں انہیں ذمہ داران مسجد فروخت کرسکتے ہیں، مسجد میں اعلان کرکے کہ مسجد کی فلاں شیئ فروخت ہوگی بعد فراغت نماز باہر مسجد کے فرش پر ان اشیاء کا نیلام کرتے ہیں، تو مسجد کے فرش پر مسجد کی اشیاء فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: اقبال احمد، سکریٹری شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد نماز وجماعت کیلئے متعین کی گئی ہے، اسلئے وہاں کسی قسم کی خرید وفروخت کرنا (خواہ مسجد ہی کا سامان ہی کیوں نہ ہو) ناجائز ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الشراء والبيع فى المسجد، الحديث: (سنن أبى داؤد، كتاب الصلوٰة، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلوٰة، النسخة الهندية ١/ ١٥٤، دارالسلام رقم: ١٠٧٩، السنن الترمذى، كتاب الصلوٰة، باب ماجاء فى كراهية البيع والشراء، النسخة الهندية ١/٧٣، دارالسلام رقم: ٣٢٢)

وكره أى تحريماً لأنها محل إطلاقهم إحضار مبيع فيه كما كره فيه مبايعة غير المعتكف مطلقاً (قوله مطلقا) للنهى سوا إحتاج لنفسه أو عياله أوكان للتجارة أحضره أولا. (شامى، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، كراچى ٢/ ٤٤٩، زكريا ٣/ ٤٤٠)

قالوا یکره إحضار السلعة للبیع والشراء، لأن المسجد محرز عن حقوق العباد وفیه شغله بهاویکره لغیر المعتکف البیع والشراء فیه. (هدایه، اشرفی دیو بند ۱/ ۲۳۰، البحر الرائق، کوئٹه ۲/ ۳۰۳، زکریا ۲/ ۵۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۳۶)

مسجد کا سامان بیچنا

سوال: [۸۰۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک پرانی مسجد تھی، جس کو توڑ کر نئی بنائی گئی ہے اور اس مسجد کی کچھ چیزیں بچ گئی ہیں، اور اسی گاؤں میں ایک مدرسہ بھی ہے، جس میں اسی گاؤں کے بچے پڑھتے ہیں، تو اس مدرسہ میں مسجد کی بچی ہوئی چیزیں استعمال کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر استعمال میں لائی جاسکتی ہیں، تو کس طریقہ پر قیمتاً یا بغیر قیمت کے؟

(۲) مسجد کی بچی پرانی چیزوں کو فروخت کرنا یا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اسکو مطبخ بیت الخلاء وضوخانہ وغیرہ میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ پھر کس میں لگایا جائے؟

المستفتي: عزیز الرحمٰن، ۲۴ ر پرگنوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) پرانی مسجد کے ملبہ اور دیگر اشیاء جو بچ گئی ہیں اور مسجد کو ان اشیاء کی ضرورت بھی نہیں ہے تو انکو فروخت کردینا جائز ہے، اور مدرسہ والے لینا چاہیں تو قیمت ادا کر کے لے سکتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/ ۱۷۴، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۵۷۸)

وما انهدم من بناء الوقف وآلته صرفه الحاکم فی عمارة الوقف إن احتاج إلیه وإن استغنی عنه أمسکه حتی یحتاج إلیٰ عمارته، فیصرف فیها............ وإن تعذر إعادة عینه إلیٰ موضعه بیع وصرف ثمنه إلیٰ المرمة

صرفا للبدل إلیٰ مصرف المبدل . (هداية ، كتاب الوقف، اشرفی دیو بند۲/ ٦٤٢ ، الدر المختار ، كتاب الوقف، مطلب فی الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته كراچی ٤/ ٣٧٦، ٣٧٧، زكريا ٦/ ٥٧٣)

(۲) فروخت کرنا اور خریدنا دونوں جائز ہے اور خریدنے والے کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے صرف کرے لہٰذا خریدنے والا مدرسہ مطبخ بیت الخلاء وغیرہ میں بھی لگا سکتا ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳/ ۲۵۱، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۴۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۹/ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۶۳۶)	۲۹/ ۱/ ۱۴۱۷ھ

مساجد کی اشیاء کے خرید وفروخت کا حکم

سوال: [۸۰٦٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر نو تعمیر مسجد میں صفوں وغیرہ کی ضرورت پیش آئے تو پہلی مسجد والے اگر رعایتی قیمت پر کچھ سامان دیدیں جیسا کہ یہاں مسجدوں کے سامان کو لوگوں کیلئے فروخت کیا جاتا ہے، تو کیا شرعاً درست نہیں کہ اس دوسری مسجد کی بھی اعانت ہو جائے کیا شرعاً اس میں کچھ قباحت ہے؟

المستفتي: عبدالرحیم، بڑبڑوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: اگر مسجد کے صفوف قابل استعمال ہیں، تو انہیں فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر مسجد کی ضرورت سے زائد ہیں اور کام میں نہیں آرہی ہیں، تو ایسی صورت میں اگر یہ صفوف کسی نے دی ہیں تو اسکی اجازت سے دوسری مسجد میں فروخت کرنے کی گنجائش ہے، اور پیسہ اسی مسجد میں خرچ ہوگا، اور اگر کسی شخص نے نہیں دی ہیں، بلکہ مسجد میں پہلے سے خریدی گئی تھیں اور اب ضرورت سے زائد ہونے کی وجہ سے فروخت کرنا ہے، تو ذمہ داران مسجد اس کو فروخت کر سکتے ہیں، لیکن پیسہ اسی میں خرچ ہوگا، اور دوسری مسجد والوں کیلئے رعایتی قیمت میں ان صفوف کو خرید کر اپنی مسجد میں استعمال کرنا بلا تردد جائز

ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۳۰۴، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۴۷۱)

وكذا لو اشترىٰ حشيشا أو قنديلاً فوقع الاستغناء عنه كان ذلك له إن كان حياً ولورثته إن كان ميتاً. (البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المساجد كوئٹه ۵/ ۲۵۲، زكريا ۵/ ۴۲۳، شامي، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره كراچی ۴/ ۳۵۹، زكريا ۶/ ۵۴۹)

وما انهدم من بناء الوقف وألته صرفه الحاكم في عمارة الوقف إن احتاج إليه، وإن استغنىٰ عنه أمسكه حتى يحتاج إلىٰ عمارته فيصرف فيها............ وإن تعذر إعادة عينه إلىٰ موضعه بيع وصرف ثمنه إلىٰ المرمة صرفاً للبدل إلىٰ مصرف المبدل. (هدايه، كتاب الوقف، اشرفي ديوبند ۲/ ۶۴۲، درمختار، مطلب في الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته كراچی ۴/ ۳۷۶، زكريا ۶/ ۵۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ۳/ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۳/ ۱۴۲۱ھ

وقف شدہ قرآن کریم مسجد سے باہر لے جانا

سوال: [۸۰۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے لئے وقف شدہ کلام پاک کا مسجد سے باہر لے جانا کیسا ہے؟

المستفتي: عبد المعید قاسمی،
آزاد نگر، ہلدوانی، ضلع: نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: وقف شدہ کلام پاک کو باہر لیجانا ممنوع ہے۔
(مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۲/ ۲۹۶، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۵۸۵)

إذا وقف كتبا وعين موضعها فإن وقفها على أهل ذلك الموضع لم

یجز نقلها منه الخ. (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی نقل کتب الوقف من محلها، کراچی ٤/٣٦٦، زکریا٦/٥٥٩)

وبهذا عرف حكم نقل كتب الأوقاف من محالها للانتفاع بها...... فإن كان الواقف وقفها على المستحقين في وقفه لايجوز نقلها . (منحة الخالق على البحر الرائق، کوئٹه ٥/٢٠٢، زکریا ٥/٣٣٨، درمختار کراچی ٤/٣٦٥، زکریا٦/٥٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸؍۳۰۷۹)

مسجد کے بوسیدہ قرآن کم قیمت میں ہدیہ پر دینا

سوال: [۸۰۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں بہت سارے قرآن شریف ہیں، جو ایک کوٹھری میں رکھے ہوئے ہیں، پانی کی نمی سے گل کر خراب ہوگئے جو کچھ بچے ہیں، وہ بھی بہت زیادہ بوسیدہ ہو چکے ہیں، مسجد کے امام نے مشورہ دیا کہ اب یہ قرآن شریف نہایت کم قیمت میں ہدیہ پر دیدیئے جائیں، تاکہ کسی کے پڑھنے کے کام آجائیں، اور مسجد میں پیسے آجائیں مگر مسجد کا منتظم اس بات کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ چاہے خراب ہوں مگر اتنا سستا ہم نہیں دیں گے، کیا اس طرح مسجد کا مال خراب کرنا خصوصاً قرآن کریم کو برباد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالرحیم، بڈبڈوی عفی عنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس سلسلہ میں امام صاحب کا مشورہ مناسب ہے اس پر عمل کرنا چاہئے، نیز دوسری مسجد میں جب دیئے جائیں تو اس مسجد سے قیمت لینے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ مفت میں دیئے جائیں، اسلئے کہ دینے والوں نے تلاوت ہی کیلئے

دیئے ہیں، بیچنے کی اجازت نہیں۔(مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۷۷، جدید زکریا ۹/ ۴۸)

إذا وقف مصحفا علیٰ أهل مسجد لقراءة القرآن إن کانوا یحصون جاز، وإن وقف علی المسجد جاز ویقرأ فی ذلک المسجد وفی موضع آخر ولایکون مقصوراً علی هذا المسجد. (البحرالرائق، کتاب الوقف، کوئٹه ۵/ ۲۰۲، ۲۰۳، زکریا ۵/ ۳۳۸)

وما فضل من حصیر المسجد وزینته ولم یحتج إلیه جاز أن یجعل فی مسجد أخر. (اعلاء السنن ،کتاب الوقف، باب حکم حصیر المسجد الخ،دارالکتب العلمیة بیروت۱۳/ ۲۳۳، کراچی ۱۳/ ۱۹)

وعن الثانی ینقل إلیٰ مسجد أخر بإذن القاضی ومثله حشیش المسجد وحصیره مع الاستغناء عنهما،...... فیصرف وقف المسجد...... إلیٰ أقرب مسجد. (درمختار کراچی ٤/ ۳٥۸، زکریا٦/ ٥٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ۳/ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۳/ ۱۴۲۱ھ

مسجد کی چیز دوسری جگہ لے جانا

سوال: [۸۰۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں وقف شدہ قرآن یا دینی کتابیں جو لوگ استعمال میں نہیں لا رہے ہیں، بلکہ یونہی مسجد میں رکھی ہوئی ہے، زید چاہتا ہے کہ اس قرآن یا کتابوں کو اپنے استعمال میں لائے تو اس کا کیا طریقہ ہے یونہی مسجد سے لے کر آجائے یا انتظامیہ سے بات کر کے اسکا کچھ عوض دے کر لائے شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتي: علی حسین بن عبدالقدوس، متعلم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مساجد میں جو قرآن کریم وقف کیا جاتا ہے، وہ مسجد ہی میں تلاوت کی غرض سے وقف کیا جاتا ہے، اسے گھروں اور دوکانوں میں لیجانے کی اجازت نہیں ہے، ہاں اگر دوسری مسجد میں قرآن کریم نہیں ہے، اور یہاں ضرورت سے زائد ہے تو دوسری مسجد میں منتقل کیا جاسکتا ہے، اور جب زید یہ چاہتا ہے، کہ مسجد میں رکھے ہوئے قرآن پاک اور دینی کتابیں استعمال ہونی چاہئیں، تو زید کو چاہئے کہ مسجد میں بیٹھ کر وقف شدہ قرآن کریم کی تلاوت اور وقف شدہ دینی کتابوں کا مطالعہ کرے، لیکن ان کو مسجد سے اپنے گھر یا دوسری جگہ لیجانے کی اجازت نہیں ہے۔

وقف مصحفاعلى أهل مسجد للقراء ة إن يحصون جاز وإن وقف على المسجد جاز ويقرأ فيه ولايكون محصوراً على هذا المسجد وبه عرف حكم نقل كتب الأوقاف عن محالها...... فإن وقفها على مستحقي وقفه لم يجز نقلها (درمختار) قال الشامي: تحته ''يقرأ فيه'' فإن ظاهره أنه يكون مقصوراً علىٰ ذلک المسجد وهذا هو الظاهر حيث كان الواقف عين ذلک المسجد. (شامی، کتاب الوقف، مطلب متی ذکر للوقف مصرفاً لا بد ان یکون فیهم تنصیص علی الحاجة کراچی ٤/٣٦٥، زکریا٦/٥٥٨)

ومافضل من حصير المسجد وزينته ولم يحتج إليه جاز أن يجعل فى مسجد آخر. (اعلاء السنن، کتاب الوقف، باب حکم حصیر المسجد الخ، دارالکتب العلمیة بیروت١٣/٢٣٣، کراچی ١٣/١٩٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹؍۱۰۰۲۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳؍۴؍۱۴۳۱ھ

آلات مسجد ومدرسہ کے استغناء کی صورت کا حکم

سوال: [۸۰۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آلات

مسجد و مدرسہ کا استغنی کی صورت میں مسئلہ کا حکم مختلف فیہ ہے، اور امام محمد کے قول کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے، کہ آلات مسجد و مدرسہ استغنی کی صورت میں اصل مالک کی ملکیت کی طرف لوٹ جائیگا، اگر وہ زندہ ہو، ورنہ ورثاء اسکے مالک ہوں گے؟

جبکہ عرف عام یہ ہو چکا ہے، کہ متولی حضرات اور مہتمم حضرات آلات مسجد و مدرسہ سے استغنی کی صورت میں ان چیزوں کو فروخت کر کے مسجد و مدرسہ کیلئے کوئی دوسری چیزیں خرید لیتے ہیں، اور واقفین بھی اس پر کوئی نکیر نہیں کرتے ہیں، گویا ان کی جانب سے دلالۃ اجازت ہوتی ہے، کہ استغنی کی صورت میں تم اسے فروخت کر سکتے ہو تو آیا عرف عام کی بناء پر امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے، جبکہ امام ابو یوسفؒ کا قول انفع للوقف بھی ہے؟

المستفتي: مفتی حسام الدین، مقیم امراوتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کے سامان وآلات، جن کی مسجد کو ضرورت نہیں ہے، انکے بارے میں فقہاء نے جو اختلاف نقل فرمایا ہے، کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مسجد کی ملکیت میں رہیگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک مالک کو واپس کیا جائے گا، اور امام محمدؒ کے قول کو مفتی بہ لکھا گیا ہے، تو اس سلسلے میں چند باتیں یاد رکھنی ضروری ہیں، کہ امام محمدؒ کے قول پر مالک کو واپس کئے جانے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ آلات منتفع بہ نہ رہے ہوں، اگر کسی طرح کا ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یا ان کو بیچ کر ان کی قیمت مسجد یا مدرسہ کی دوسری ضروریات میں لگائی جا سکتی ہے، تو امام محمدؒ کے نزدیک بھی مالک کو واپس نہیں کیا جائے گا، نیز اگر مختلف چندہ کے پیسوں سے وہ سامان مہیا کیا گیا ہے، تب بھی مالکوں کو واپس نہیں ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہوگا، ہاں البتہ اگر کوئی متعین چیز مالک نے مسجد کو دی ہے، تو امام محمدؒ کے قول کے مطابق مالک یا اسکے ورثاء کو واپس کر دیا جائیگا، ورنہ اس کی قیمت سے مسجد کی دوسری ضروریات پوری کی جائیں گی، علامہ شامیؒ نے اس پر آخری فیصلہ لکھا ہے، اسلئے کہ وقف میں انفع للوقف پر ہی فتویٰ ہوتا ہے، علامہ شامیؒ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

قال في الدر : وعاد إلى الملك أي ملك الباني أو ورثته عند محمدؒ وعن الثاني ينقل إلىٰ مسجدآخر بإذن القاضي وتحته في الشامية: فيرجع إلىٰ الباني أو ورثته عند محمدؒ خلافاً لأبی یوسفؒ ، لكن عند محمدؒ إنما يعود إلىٰ ملكه ماخرج عن الانتفاع المقصود للواقف بالكلية ،كحانوت احترق، إلىٰ قوله فيباع نقضه بإذن القاضي ويصرف ثمنه إلىٰ بعض المساجد. (درمختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، كراچی ٤/٣٥٨، ٣٥٩، زكريا ٦/٥٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۹۴۸۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۵ھ

غرض واقف کے خلاف اشیاء مسجد کے استعمال کا حکم

سوال: [۱۸۰۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد ہاشم خاں مرحوم پاکستانی نے بحیات خود ایک فوقانی مسجد کے برآمدہ کیلئے کچھ روپیہ محبوب خاں مرحوم کو برموقع چندہ عنایت فرمایا تھا، محبوب خاں کے وارثوں کے کہنے کے مطابق، مگر محبوب خاں نے کسی وجہ کے باعث وہ پیسہ مسجد کے متولی کونہیں دیا تھا، اسی اثنا میں محبوب خاں اس دنیا سے رحلت فرما گئے، اور محمد ہاشم خاں بھی محبوب خاں کے چند ہفتہ بعد انتقال کر گئے ، محبوب خان کے وارثوں نے اس پیسہ کی انیٹ سریا سمنٹ لاکر مسجد کے مقام پر رکھدیا ہے، مسجد کے متولی کا کہنا ہے کہ برآمدے کے بالمقابل مسجد کے حجرے کی چھت اور مسجد کے مکتب کا لینٹر پڑنا نہایت ضروری ہے؟ ورنہ مسجد کو کافی نقصان پہو نچ سکتا ہے؟ محبوب خاں کے وارثین اس بات سے اتفاق نہیں کرتے ہیں وہ کہتے ہیں، مسجد فوقانی کی چھت بننا چاہئے ، دونوں میں آپسی اختلافات بھی ہیں، کیا متولی اس سریے وغیرہ سے حجرے کی چھت بنوا سکتے ہیں، جواب سے سرفراز فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتي: مصلیان حنفی مسجد، پیتاپاڑی، چاند پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برآمدہ مسجد کے نام جو رقم ہاشم خاں نے دی ہے وہ رقم خاص طور پر مسجد یا مسجد کے برآمدہ پر خرچ کرنا لازم ہوگا، خارج مسجد حجرہ کی چھت بنانا اس رقم سے چندہ دہندہ کی غرض کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہوگا۔

أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، کتاب الوقف مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة زكريا٦/ ٦٦٥ كراچی ٤/ ٤٤٥)

نیز حجرہ کی چھت کی اگر زیادہ ضرورت ہو تو اس کیلئے الگ سے رقم فراہم کیجا سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۴۰)

قبضہ کے اندیشہ سے مسجد کی موقوفہ زمین فروخت کرنے کا حکم

سوال: [۸۰۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے مسجد کے لئے ایک زمین وقف کی تھی، زید کا انتقال ہوگیا موقوفہ زمین ایسی جگہ پر ہے، جس پر اہل بدعت کے قبضہ کر لینے کا پورا یقین ہے، اس لئے اس کو فروخت کرکے اس کے بدلے دوسری ایسی جگہ خرید کر جہاں مسجد کی شدید ضرورت ہے وقف کردی جائے، تو ان پیسوں کو یہ جگہ خریدنے میں استعمال کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

المستفتی: محمد اشرف، محلّہ قاضی پورہ، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مذکورہ وقف کی جائیداد پر اہل بدعت کے قبضہ کر لینے کا سخت خطرہ ہے، تو اس غیر محفوظ وقف کی جائیداد کو فروخت کرکے اس کے بدلے میں دوسری مناسب اور محفوظ جگہ پر جہاں مسجد کی ضرورت ہے مسجد کے لئے اسی پیسے سے

زمین خرید کر مسجد بنوا دینا جائز ہے۔

وكذلك سائر الوقوف عنده إلا أنها إذا خربت وخرجت عن انتفاع الموقوف عليهم به جاز استبدالها بإذن الحاكم بأرض أو دار أخرى تكون وقفا مكانها . (اعلاء السنن ،کتاب الوقف الأرض الخ، باب إذا خرب المسجد أو الوقف ،دارالکتب العلمية بيروت ۱۳/ ۲٤۷، کراچی ۱۳/ ۱۱۲)

وفي القنية مبادلة دار الوقف بدار أخرىٰ إنما يجوز إذا كانتا في محلة واحدة أو تكون المحلة المملوكة خيرا من المحلة الموقوفة وعلى عكسه لايجوز ، وإن كان المملوكة أكثر مساحة وقيمة وأجرة . (البحرالرائق، كتاب الوقف ، کوئٹه ۵/ ۲۲۳، زکريا ۵/ ۳۷۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۰۰۴/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۴/۱۸ھ

مساجد کے قرآن ضرورت مند شخص یا مکتب میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: [۸۰۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر لوگ ثواب کی نیت سے غم یا خوشی کے موقع پر قرآن مجید مساجد میں تلاوت کی غرض سے رکھوا دیتے ہیں، اور اس طرح ایک بڑی تعداد میں قرآن مسجد میں اکھٹے ہوتے رہتے ہیں، جن کو کبھی کھولنے کی نوبت بھی نہیں آتی، کیا مسجد کی کمیٹی والے ان قرآن مجیدوں کو ضرورت مندوں یا مکتب و مدرسہ میں دے سکتے ہیں، جہاں طالب علموں کے کام آسکیں؟ ہماری مسجد میں پچاس پچپن قرآن مجید بالکل نئے رکھے ہوئے ہیں، جن کو پڑھنے کی نوبت تک نہیں آتی؟

المستفتي: ماسٹر عبدالحق، ہلدوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم مسجد میں دینے میں دینے والوں کا مقصد قرآن کے ان نسخوں میں تلاوت کرنا ہے، اور جب ایک مسجد میں قرآن کی تعداد اس قدر زیادہ ہوجائے، جس کی وجہ سے قرآن کریم کے بعض نسخے مہینوں اور سالوں تک تلاوت کے کام نہیں آتے ہیں جس کی وجہ سے دینے والوں کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، تو ایسی صورت میں ضرورت سے زائد نسخوں کو دوسری مسجد میں دینا جہاں قرآن کے نسخے نہیں ہوتے ہیں یا بہت ہی کم ہوتے ہیں، جائز اور درست ہے، اسی طرح مدارس میں درجۂ حفظ کے بچے اور تلاوت کرنے والوں کو دینا بھی جائز ہے، اس لئے کہ دینے والوں کا مقصد یہی ہوتا ہے۔

لو وقف المصحف على المسجد أى بلا تعيين أهله قيل يقرأ فيه أى يختص بأهل المترددين إليه، وقيل: لا يختص به أي فيجوز نقله إلىٰ غيره .

(شامی، مطلب فی نقل کتب الوقف من محلها، کراچی ٤/٣٦٦، زکریا ٦/٥٥٩)

وقف مصحفاً على أهل مسجد للقراءة إن يحصون جاز وإن وقف على المسجد جاز ويقرأ فيه، ولايكون محصوراً على هذا المسجد وبه عرف نقل الكتب الأوقاف من محالها للانتفاع به .

(درمختار، مطلب متىٰ ذكر للوقف مصرفا لابد أن يكون فيهم تنصيص على الحاجة، کراچی ٤/٣٤٥، زکریا ٦/٥٥٧) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۰۰۸/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۴/۱۴۳۶ھ

۱۵/ الفصل الخامس عشر: مسجد میں مدرسہ وغیرہ تعمیر کرنا

مسجد کو مسمار کر کے مدرسہ بنانا

سوال: [۸۰۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں قدیم مسجد جو بالکل نا کافی ہے اور لب سڑک ہونے کی وجہ سے شور وشغف بھی رہتا ہے، اسلئے ہم لوگ قدیم مسجد سے پیچھے کی طرف ہٹ کر نئی مسجد کی بنیاد ڈال چکے ہیں، اور اس قدیم مسجد کو مرمت کر کے مسجد ماتحت مدرسہ بنانا چاہتے ہیں، تو از روئے شرع کیا ایسا کرنا درست ہے یا اس کی کیا شکل ہے، مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب کسی زمین پر ایک دفعہ مسجد بن جاتی ہے، تو وہ زمین قیامت تک کیلئے مسجد ہی رہتی ہے، اسکو مسجد کے علاوہ کسی اور امور میں منتقل کرنا جائز نہیں رہتا ہے، اس لئے اس کو مدرسہ میں منتقل کرنا جائز نہ ہوگا، ہاں البتہ قدیم مسجد کو مسجد باقی رکھتے ہوئے جدید حصہ کو قدیم کیساتھ ملانا جائز ہوسکتا ہے۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق (قوله) ولو خرب ماحوله واستغنىٰ عنه يبقىٰ مسجداً عند الإمام الخ. (درمختار کتاب الوقف، مطلب فی أحکام المسجد کراچی ۴/۳۵۸، زکریا ۶/۵۴۸، بزازیه جدید زکریا۳/۱۵۲، وعلی هامش الهندیةزکریا۶/۲۸۵، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۲/۲۹۶، النهر الفائق، دارالکتب العلمية بيروت ۳/۳۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲رشوال ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۸۹۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۱۰/۱۲ھ

مسجد کی چھت پر مدرسہ تعمیر کرنا

سوال: [۸۰۷۵]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مسجد کے وضوخانوں اوردوکانوں کی چھت پر جو اسی مسجد کی ملک ہیں کوئی دینی مدرسہ جسمیں ذیلی طور پر پرائمری درجات قائم ہوں، مصلیان ومتولیان مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں، جائز ہے یانہیں؟ ازراہ کرم مدلل تحریرفرمائیں، نوازش ہوگی؟

المستفتي: داستان برادرس، احمدآباد، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ چھت مسجد ہی کی ملک میں ہے اسپر مدرسہ کی عمارت بنا کراسکو مدرسہ کی ملک میں کرلینا غرض واقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، البتہ یہ صورت جواز کی نکل سکتی ہے، کہ مسجد کے پیسے سے عمارت بنا کر مدرسہ سے اسکا کرایہ وصول کرکے مسجد کے منافع میں صرف کیا جائے تو جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۹۵، جدید زکریا دیوبند ۹/ ۱۳۶)

أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، کتاب الوقف مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة، کراچی ٤/٤٤٥، زکریا٦/٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/شوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۸/۲۴)

مسجد و مدرسہ اوپر نیچے بنانا کیسا ہے؟

سوال: [۸۰۷۶]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب نے ۲۰۰/گز زمین دی ہے ان کا کہنا ہے کہ اسمیں مسجد اور مدرسہ دونوں اوپر نیچے قائم کرنا ہے، اب آپ یہ فرمایئے کہ مسجد نیچے اوپر مدرسہ یا مدرسہ نیچے اور مسجد اوپر تعمیر کی جائے،

اس میں بہتر کون سی صورت ہوگی تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا؟

المستفي: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نیچے مدرسہ اوراوپر مسجد بنائی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

إذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أى المسجد جاز كمسجد القدس الخ. (درمختار كتاب الوقف، مطلب فى أحكام المسجد كراچى ٤/٣٥٧، زكريا ٦/٥٤٧، الموسوعة الفقهية الكويتية٣٧/٢٠٢، الدر المنتقىٰ دارالكتب العلمية بيروت٢/٥٩٤، هدايه اشرفى ديوبند ٢/٦٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۸۱۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۵/۱۴۱۷ھ

مسجد کے بیت الخلاء اور غسل خانہ کے اوپر مدرسہ بنانا

سوال: [۸۰۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے بیت الخلاء غسل خانے کے اوپر مدرسہ والے درجۂ حفظ کے لئے ایک کمرہ مدرسہ کے پیسوں سے بنانا چاہتے ہیں، اسی میں بچے پڑھیں گے اوراسی میں رہیں گے، مجبوری یہ ہے کہ مدرسہ والوں کے پاس اتنی جگہ نہیں ہے یا جگہ ہے تو وہاں پر رات میں بچے جنگل قریب ہونے کی وجہ سے ڈرتے ہیں رہ نہیں پائیں گے، اس حالت میں مسجد کی متعلقہ زمین جو غسل خانوں کے اوپر ہے مدرسہ کے پیسوں سے کمرہ بنا کر پڑھائی شروع کر سکتے ہیں؟

(۲) کیا مسجد کے فنڈ سے خارج مسجد کی جگہ پر جو مسجد ہی کی زمین ہو کمرہ بنا کر درجۂ حفظ کے بچوں کی تعلیم اوران کی رہائش کیلئے مسجد کا کمرہ دے سکتے ہیں، اگر متولی اور گاؤں والوں کا مشورہ ہو؟

المستفتي: ابرار احمد، محن پور، نگینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :(۱-۲)مسجد کے بیت الخلاء اور غسل خانہ کے اوپری حصہ میں دینی تعلیم کیلئے مدرسہ بنانا جائز ہے،لیکن شرط یہ ہے کہ مسجد اور مدرسہ دونوں کے ذمہ دار اور کمیٹی ایک ہو،اگر مسجد و مدرسہ دونوں کے ذمہ دار اور کمیٹی الگ الگ ہوں گے، تو پھر مسجد کی زمین میں مدرسہ بنانے کی اجازت نہ ہوگی۔(مستفاد:انوار رحمت/ ۱۴۸)

الثامنة: في وقف المسجدأ یجوز أن یبنیٰ من غلته منارةً قال في الخانیة: معزیاً إلیٰ أبی بکر البلخی إن کان ذلک من مصلحة المسجد بأن کان أسمع لهم فلا بأس به الخ. (البحرالرائق، کتاب الوقف، کوئٹه ۵/ ۲۱۵، زکریا ۵/ ۳۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ذیقعدہ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸/۹۷۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۱۱/۳۰ھ

نیچے مدرسہ اوپر مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۸۰۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک قطعۂ آراضی اس نیت سے خریدی گئی ہے کہ تہ خانہ کے حصہ کو مدرسہ کیلئے تعمیر کیا جائے ،اور اوپر کے حصہ کو مسجد کیلئے اور یہ تعمیر مکمل بھی ہو چکی ہے، اور یہ عمارت مسجد و مدرسہ کیلئے چند سال سے استعمال بھی ہو رہی ہے ،جبکہ تہ خانہ کے حصہ میں درسگاہ اور دار الاقامہ دونوں ہیں یہ واضح فرمائیں کہ مذکورہ بالا صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: مشاہد حسین مظاہری ،مدرسہ مدینۃ العلوم،رام نگر،صوبہ: کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :اگر شروع ہی سے یہی پلان ہے کہ نیچے مدرسہ اور

اوپر مسجد تعمیر کرنا ہے، تو یہ عمل جائز ہے اور نیچے کا حصہ خارج مسجد اور اوپر کا حصہ داخل مسجد ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۷/۱۷، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۱۲۵، امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۸۵)

فإن قيل لو جعل تحته حانوتا و جعله وقفا على المسجد ...... قيل لا يستحب ذلک ، ولكنه لوجعل في الابتداء هكذا صار مسجداً وماتحته صار وقفاً عليه ، ويجوز المسجد والوقف الذي تحته ، ولوأنه بنىٰ المسجد أولاً، ثم أراد أن يجعل تحته حانوتا للمسجد فهو مردود باطل . (حاشية چلپی علی التبيين ، كتا ب الوقف، امداديه ملتان۳/ ۳۳۰، زكريا ٤/ ۲۷۱)

فإن قيل أليس مسجد بيت المقدس تحته مجتمع الماء والناس ينتفعون به قيل إذا كان تحته شيئى ينتفع به عامة المسلمين يجوز لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلک لله تعالىٰ أيضا : ومنه يعلم حكم كثير من مساجد مصرا لتی تحتها صهاريج ونحو ها . (تقريرات رافعي على الشامي، كراچی ٤/ ٨٠، زكريا ٦/ ٨٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۰۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۵/۱۴۱۵ھ

اوپر مسجد اور نیچے مدرسہ بنانا

سوال: [۸۰۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم لوگوں نے جس وقت مدرسہ دارالعلوم اشرفیہ کی جگہ خریدی تھی، اس وقت یہ پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ مدرسہ کی دوسری منزل پر طلبہ اور مدرسین وغیرہ کے واسطے مسجد بنائیں گے، اور نیچے کی منزل میں مدرسہ چلائیں گے کیا یہ بات حضرت مفتی صاحب قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم لوگوں کی ٹھیک ہے یا نہیں؟ نیز اس پر ہم مستقل مسجد بنائیں یا عارضی؟

مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: محمد اقبال حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پہلے سے یہی پروگرام ہے کہ نیچے مدرسہ اور اوپر مسجد بنانی ہے اور نقشہ تیار کرنے سے پہلے یہ طے ہو چکا ہے، اور مسجد اور مدرسہ دونوں کا ذمہ دار بھی ایک ہی ہے تو اسکی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ عبدالحئی، مکتبہ تھانوی ۲/۳۲۲، امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۸۵، احسن الفتاویٰ ۶/۴۴۳)

فإن قيل أليس مسجد بيت المقدس تحته مجتمع الماء والناس ينتفعون به؟ قيل إذا كان تحته شيئى ينتفع به عامة المسلمين يجوز لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلك لله تعالىٰ أيضا: ومنه يعلم حكم كثير من مساجد مصرا لتي تحتها صهاريج ونحوها. (تقريرات رافعي على الشامي، كراچى ٤/ ٨٠، زكريا ٦/ ٨٠، حاشية چلپي على التبيين، فصل ومن بنىٰ مسجداً لم يزل ملكه، امداديه ملتان٣/ ٣٣٠، زكريا ٤/ ٢٧١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۳/۱۴۱۸ھ

اوپر مسجد نیچے مدرسہ بنانا

سوال: [۸۰۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک زمین کا بیعانہ دیا ۲/۳ ہزار روپیہ مسجد کیلئے اور نیت کی کہ نیچے حصہ میں مدرسہ اور مدرسہ کی چھت پر مسجد ہوگی، آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب اس نیت سے زمین خریدی جائے کہ نیچے

مدرسہ اوراوپرمسجد بنائی جائیگی تواس زمین میں اسی نیت کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔
(مستفاد: امدادالفتاویٰ ۲/۶۸۴)

فإن قيل أليس مسجد بيت المقدس تحته مجتمع الماء والناس ينتفعون به؟ قيل إذا كان تحته شيئی ينتفع به عامة المسلمين يجوز لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلک لله تعالىٰ أيضا: ومنه يعلم حكم كثير من مساجد مصرا لتي تحتها صهاريج ونحوها. (تقريرات رافعي على الشامي، كراچی ٤/ ٨٠، زكريا ٦/ ٨٠، حاشية چلپي على التبيين، فصل ومن بنىٰ مسجداً لم يزل ملكه، امداديه ملتان٣/ ٣٣٠، زكريا ٤/ ٢٧١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۲۰۳/۳۱)

مدرسہ کی چھت پر مسجد بنانا

سوال: [۸۰۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ خازن العلوم دڑھیال مین روڈ پر واقع ہے مدرسہ کے سامنے جانب مشرق یہ روڈ ہے، صورت حال یہ ہے کہ ندی کا پل قریب ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے سامنے روڈ کی اونچائی قریب بیس فٹ ہے، مدرسہ کی سطح زمین سے روڈ سے ملا ہوا ندی کا حفاظتی باندروڈ پانچ فٹ نیچا ہے، جو مدرسہ کے شمال میں ہوتا ہوا مغرب کی طرف چلا گیا ہے مدرسہ شمال مشرق کی طرف ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں، جو مدرسہ کے استعمال کے ساتھ ساتھ روڈ سے نکلنے والوں کی نماز ادا کرنے میں کام آسکے اسلئے صورت یہ ہے کہ وہ مسجد سطح مدرسہ سے ۱۵/فٹ اونچی بنائی جائے، اور باہر والوں کی آمدورفت باند سے کی جائے اور مدرسہ والوں کی آمدورفت مدرسہ دارالطعام یا تعلیمی درسگاہ میں استعمال کرلیا جائے، اس صورت میں دریافت

طلب امر یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

المستفتي: محمد عثمان، جامعہ عربیہ خازن العلوم دڑھیال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جہاں پہلے سے مسجد نہیں تھی وہاں پر اس طرح کرنا کہ نیچے مدرسہ کی ضروریات کیلئے درسگاہ، امتحان گاہ، وغیرہ کا کام لیا جائے اس کے بعد اوپر کی منزل شرعی مسجد کے طور پر مدرسہ کے نظام کے مطابق بنائی جائے جبکہ نیچے کی منزل کسی کی ملکیت میں نہ ہو بلکہ وہ بھی وقف ہی ہو تو یہ جائز اور درست ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ مدرسہ والے مسجد میں زینہ سے چڑھ کر پہونچیں اور باہر کے لوگ روڈ کی طرف سے ڈائریکٹ مسجد میں پہونچ جائیں۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۴/۴۲۱، امداد الفتاویٰ ۲/۶۸۴)

فعلیٰ هذا المساجد التي في المدارس بجرجانبة خوارزم مساجد لأنهم لايمنعون الناس من الصلاة فيها . (البحرالرائق، كتاب الوقف، فصل ومن بنىٰ مسجدا لم يزل ملكه زكريا٥/٤١٨، كوئٹه ٥/٢٤٩)

إذاكان تحته شيئى ينتفع به عامة المسلمين يجوز، لأنه إذا انتفع به عامة المسلمين صار ذلك لله تعالىٰ أيضاً . (شلپی على الزيلعي ، فصل ومن بنىٰ مسجداً لم يزل ملكه امداديه ملتان٣/٣٣٠، زكريا ٤/٢٧١، تقريرات رافعي على الشامي، كراچی ٤/٨٠، زكريا ٦/٨٠)

إذا كان السرداب أو العلو موقوفاً لمصالح المسجد فإنه يجوز إذ لا ملك فيه لأحد بل هو من تتميم مصالح المسجد فهو كسرداب مسجد بيت المقدس هذا هوظاهر المذهب . (فتح القدير، زكريا ٦/٢١٨، كوئٹه ٥/٤٤٥، دارالفكر بيروت ٦/٢٣٤ ، شامي ، مطلب في أحكام المسجد كراچی ٤/٣٥٨، زكريا ٦/٥٤٧)

ولا يضر جعله تحته سرداباً لمصالحه فيجوز كما في بيت المقدس .

(مجمع الأنهر ، دارالکتب العلمية بيروت ۲/ ۵۹٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ر رجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۴۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/ ۷/ ۱۴۳۳ھ

مسجد کو مدرسہ سے تبدیل کرنا

سوال: [۸۰۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پندرہ ہزار اسکوائرفٹ کا قطعۂ آراضی جس میں میں اور میرے رشتہ دار رہائش پذیر ہیں، اس جگہ میں ایک قدیم مسجد جو آبائی طور پر ہمارے زیر تولیت تھی موجود ہے، یہ مسجد تقریباً ۳۵ر سال سے ویران تھی، اسلئے کہ اس سے بالکل قریب کشادہ اور بڑی عمومی مسجد موجود ہے، آج سے دس سال قبل اس غیر آباد قدیم مسجد میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اور اسی وقت میں نے ۱۵ر سو اسکوائرفٹ جگہ مدرسہ کو وقف کردی اب ہم نے اس پورے قطعۂ آراضی کو بلڈر کو بیچنے کا فیصلہ کیا ہے، مسجد چھوڑ کر ۱۵۰۰۰ر اسکوائرفٹ میں چاروں طرف سے جگہ چھوڑ کر تعمیر کرنے کی اجازت حکومت سے ملتی ہے، اب ۱۵ر سو اسکوائرفٹ جگہ جو میں نے مدرسہ کیلئے وقف کردی تھی، اس میں تین شکلیں درج ذیل ہیں، (کل جگہ ۱۵ر ہزار اسکوائرفٹ مدرسہ کیلئے وقف کردہ ۱۵ر سو اسکوائرفٹ)۔

(۱) ۱۵ر سو اسکوائرفٹ کا پورا پلاٹ مدرسہ کیلئے دیدیا جائے، نیچے سے اوپر تک۔

(۲) ۱۵ر سو اسکوائرفٹ کا ایک فلور مدرسہ کو دیدیا جائے اور اس فلور کے اوپر کا حصہ بلڈر کے استعمال کیلئے دیدیا جائے، اس صورت میں مدرسہ کو صرف ایک فلور ۱۵ر سو اسکوائر فٹ کا استعمال کرنیکی اجازت ہوگی۔

(۳) ۵سو ۵سو اسکوئر فٹ تین فلور پر ایک دوسرے کے اوپر مدرسہ کو دیدیا جائے، ان تینوں صورتوں میں سے کون سی صورت وقف کے پورا ہونے کے لئے شرعاً درست اور صحیح اور

جائز ہے، جواب دیں؟

المستفتي: حسن ہاشم شیخ، مدرسہ دارالا برار، پونہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زمین ایک دفعہ شرعی مسجد بن جاتی ہے، وہ قیامت تک کیلئے مسجد ہی رہتی ہے، اس کوکسی اور کام کے لئے تبدیل کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا قدیم مسجد کا جوحصہ پہلے سے متعین ہے اس کے دائرہ میں مسجد ہی باقی رکھنا لازم اور واجب ہے، چاہے اس کے بالکل قریب دوسری کشادہ مسجد موجود ہو تب بھی وہ مسجد ہی رہے گی، اس کو مدرسہ میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر پرانی مسجد کی حدود سے زائد حصہ مدرسہ کیلئے دیا گیا ہے، تو وہ مسجد کے ایک جانب ہو یا متعدد جانب ہو اس میں کمرے بنا کر احاطۂ مسجد کے طور پر مدرسہ کے کام میں لایا جاسکتا ہے، لیکن سوالنامہ میں قدیم مسجد کا رقبہ کتنا ہے اس کو واضح نہیں کیا گیا ہے، صرف مدرسہ کا رقبہ بتلایا گیا ہے، جس کے اندر وہ قدیم مسجد شامل معلوم ہوتی ہے، لہٰذا آپ نے قدیم مسجد کے رقبہ کو مدرسہ کیلئے جو وقف کیا ہے، وہ درست نہیں ہوا اور پہلے دوسرے اور تیسرے فلور کی بات مسجد کا مسئلہ حل ہونے کے بعد ہی سامنے آسکتی ہے، اور قدیم مسجد کے اوپر جتنی منزلیں بنائی گئی ہیں، وہ مسجد ہی ہوں گی، اس میں سے کوئی حصہ اور کوئی منزل بلڈر کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

إذا صح الوقف لم يجز بيعه و لا تمليكه. (هدايه، كتاب الوقف اشرفی ديوبند ۲ / ٦٤٠)

ولا يجوز تغير الوقف عن هيئته، فلا يجعل الدار بستاناً و لا الخان حماماً و لا الرباط دكاناً. (هنديه، الباب الرابع، فی المتفرقات، زكريا قديم ۲ / ٤٩٠، جديد ۲ / ٤٢٣)

قال في البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ: ''وأن المساجد لله''.

(شامی، کتاب الوقف، مطلب فی أحکام المسجد کراچی ۴/۳۵۸، زکریا ۶/۵۴۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۴۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۵/۲۸ھ

مسجد کیلئے موقوفہ مکان میں مدرسہ بنانا

سوال: [۸۰۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بیوہ عورت نے اپنا مسجد سے متصل مکان مرنے سے پہلے مسجد کے نام اسلئے وقف کر دیا تھا، کہ مسجد کی آمدنی بڑھے اور مسجد کی توسیع ہو مگر اس جگہ پر بجائے مسجد کی توسیع کے ایک مکتب بشکل مدرسہ قائم کر دیا گیا اب اس میں بیرونی طلبہ کا بھی قیام ہے، مکان جس نظریہ سے وقف کیا گیا تھا، کہ مسجد کی توسیع و آمدنی بڑھے لیکن نہ تو مسجد کی توسیع ہوئی نہ آمدنی میں اضافہ ہوسکا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کی زمین میں مدرسہ قائم کیا جا سکتا ہے کیا مدرسہ کا کرایہ مسجد میں لگایا جا سکتا ہے،؟ جواب سے نوازیں، نوازش ہوگی۔

المستفتي: عبدالماجد، محلّہ پیرزادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد کی توسیع نہیں ہوسکی ہے اور توسیع کی ضرورت ہے تو اس جگہ پر اس وقت تک کیلئے مدرسہ قائم رکھنا درست ہوسکتا ہے جب تک توسیع مسجد کا پروگرام نہ ہو اور پروگرام ہونے تک مدرسہ پر لازم ہے کہ مسجد کا کرایہ ادا کرتا رہے، اور جب توسیع مسجد کا پروگرام شروع ہو جائے تو مدرسہ پر لازم ہے کہ اس زمین کو خالی کر دے تاکہ غرض واقف کے مطابق مذکورہ زمین توسیع مسجد کے اندر داخل کی جا سکے، اور وہاں مدرسہ قائم کرنا جائز نہ ہوگا، اسلئے کہ غرض واقف کی رعایت کرنا واجب ہے۔

وإن مراعاة غرض الواقفین واجبۃ الخ. (شامی، کتاب الوقف، مطلب

مراعاة غرض الواقفين واجبة كراچی ٤/٤٤٥، زکریا٦/٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ /ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶۴۹/۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۴/۱۸ھ

مکتب کی رقم مسجد کی تعمیر میں لگانا

سوال: [۸۰۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد میں مکتب تھا، جو کہ تقریباً چار سال مسجد میں قائم رہا اور اب تین سال سے مکتب ختم ہو چکا ہے، مکتب کے چلانے کی نوعیت یہ تھی کہ کم وبیش بارہ آدمی تنخواہ دیتے تھے، اس کے علاوہ بھی کچھ امداد دوسرے لوگ کرتے تھے، اب مکتب ختم ہونے کے بعد اسکی رقم تقریباً دو ہزار روپیہ جمع ہے، جس مسجد میں مکتب تھا اسی مسجد کی تعمیر ہو رہی ہے، تو کیا اس مکتب کی بچی ہوئی رقم کو مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں، جبکہ مکتب میں چندہ دینے والے اکثر لوگوں سے مذکورہ رقم کو مسجد میں لگانے کے واسطے معلوم بھی کر سکتے ہیں، کیونکہ اکثر چندہ دینے والے مسجد ہی کے نمازی ہیں، تو کیا اس صورت میں یہ رقم مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے اگر نہیں ہے، تو پھر اس رقم کو کہاں استعمال کریں، مدلل جواب دیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چندہ دہندگان کی اجازت سے مسجد میں مذکورہ رقم خرچ کرنا جائز اور درست ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۵۹۵)

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة، كراچی ٤/٤٤٥، زکریا٦/٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الآخرۃ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۳۲/۲۸)

مسجد کا روپیہ مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:[۸۰۸۵]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کا روپیہ مدرسہ کے کام میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ جواب دیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتي:متولی حاجی احمد رضا
صاحب،عرف حاجی کلن گلاب والی
مسجد،محلّہ پیرزادہ،مراد آباد، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مالکانہ طور پر مدرسہ کے کام میں خرچ کردینا جائز نہیں ہے،البتہ بشرط وصول قرض دیا جاسکتا ہے!(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۴۹۱،جدید ڈابھیل ۱۵/۴۷)

أن للمتولي إقراض مال المسجد بأمر القاضي. (شامی، کتاب القضاء مطلب للقاضی اقراض مال الیتیم کراچی ۵/۴۱۷، زکریا ۷/۱۱۱)

القيم لو أقرض مال المسجد ليأخذه عند الحاجة وهو أحرز من إمساكه فلا بأس به. (البحر الرائق، کتاب الوقف، کوئٹہ ۵/۲۳۹، زکریا ۵/۴۰۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/۹۶۱)

مسجد سے ملحق مدرسہ کو مسجد کے تابع کرنا

سوال: [۸۰۸۶]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مدرسہ جو مسجد کی جائداد میں ہے،لیکن خارج مسجد ہے جو تمام شہر کے لوگوں سے ابتداء سے

الگ ہی رہی ہے، مسجد کی کمیٹی بہت بدلی لیکن کسی کمیٹی نے اعتراض نہیں کیا لیکن معترض موجود کمیٹی ہے اور کہتی ہے کہ مسجد کو اس مدرسہ کا کرایہ دیا جائے یا مسجد کی کمیٹی کو مدرسہ سونپ دیا جائے، جبکہ شہر کے لوگ اس بات کے خلاف ہیں، اکثریت یہ چاہتی ہے کہ مسجد اور مدرسہ کی کمیٹیاں الگ ہی رہیں، شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتي: شاہد رضا، رانی کھیت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ چلانے کا تجربہ علماء دین ہی کو ہوتا ہے، اگر مدرسہ اور مسجد دونوں کا انتظام کسی متبع شریعت عالم دین کے ہاتھ میں ہو جائے تو سب سے بہتر ہے، اور اگر ایسا نہیں ہے، بلکہ غیر علماء کے ہاتھ میں الگ الگ انتظام ہے، تو دونوں کمیٹی بغیر اختلاف وانتشار کے آپس میں ایک ہو جائیں، اور مسجد و مدرسہ ایک ہی کمیٹی بغیر انتشار کے چلا سکتی ہو تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اگر اختلاف وانتشار کا خطرہ ہو تو جو نظام چلا آرہا ہے اسی کو باقی رکھنا ضروری ہے، تاکہ کوئی اختلاف وجود میں نہ آسکے۔

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ. (سورۂ بقرہ رقم الآیۃ: ۲۱۷)

اور جب شروع سے ہی دونوں اداروں میں سے کوئی ایک دوسرے کا کرایہ دار نہیں ہے، تو آج کرایہ داری کا مسئلہ اٹھانا فتنہ کو ہوا دینا ہے، اگر یہ سوال ہوتا ہو کہ مسجد کی زمین میں مدرسہ قائم ہوا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے تو صدیوں سے ہوتا آیا ہے، جیسا کہ مرکز نظام الدین مسجد کی زمین میں ہے، مدرسہ امینیہ مسجد کی چہار دیواری میں ہے، مدرسہ حسین بخش مسجد کی زمین میں ہے، مدرسہ عبدالرب مسجد کی چہار دیواری میں ہے، مدرسہ عالیہ فتحپوری مسجد کی چہار دیواری میں قائم ہوا، اور مدرسہ شاہی مرادآباد مسجد کی چہار دیواری میں قائم ہے، اور کبھی کبھار دونوں کی انتظامیہ بھی الگ الگ رہی، مگر ایک دوسرے سے کرایہ داری کا کوئی مسئلہ نہیں رہا۔

عن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: والذی نفسی بیدہ لاتدخلوا

الجنة حتی تومنوا ولا تؤمنوا حتیٰ تحابوا . (ترمذی، ابواب صفة القيامة باب بلاترجمة ، النسخة الهندية ۲/ ۷۷، دارالسلام رقم: ۲۵۱۰)

عن أنس ؓ قال: قال رسول الله ﷺ لاتقاطعوا ولا تدابروا ولاتباغضوا ولا تحاسدوا وكونوا عبادالله إخوانا الخ. (ترمذی، کتاب البر والصلة ، باب ما جاء في الحسد ، النسخة الهندية ۲/ ۱۵، دارالسلام رقم: ۱۹۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۷؍ شوال ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۱۱)	۱۴۳۲/۱۰/۲۸ھ

مسجد کی زمین میں مسافر خانہ تعمیر کرنا

سوال: [۸۰۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ راجہ بازار جامع مسجد کولکاتہ شہر کی معروف ومشہور مسجد ہے جو تقریباً ۱۰۰؍ سال سے زیادہ قدیم ہے، واقف نے زمین وقف کرنے کے بعد اس کے ایک حصہ میں مسجد کی ایک منزل تعمیر بھی کی تھی، جس کے اوپر چھت تھی، آبادی کے پیش نظر تقریباً ۲۰؍ سال قبل اس کی توسیع ہوئی تھی اب وہ پانچ منزلہ ہے یہ ۱۵۳ نمبر کیشب چندر سین اسٹریٹ کولکاتہ نمبر ۹ پر واقع ہے؟

دوسرا حصہ وقف جائیداد ہے جو مسجد سے متصل ہے لیکن سڑک کی جانب ہے یہ بھی مسجد کے ساتھ تعمیر شدہ ایک منزلہ تھی، جس کے اوپر چھت تھی اور مینار یں بنی ہوئی تھیں، مغرب وعشاء کے علاوہ جمعہ کی نمازیں بھی لوگ اہتمام سے پڑھتے تھے، اس کے نیچے کے حصہ میں مسجد کا مین دروازہ اور چند دوکانیں تھیں، جس کی آمدنی کے کچھ حصوں سے مسجد کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے، یہ شکل وہیئت بھی مسجد کے ساتھ ۱۰۰؍ سال سے زیادہ پرانی تھی، جو ۱۵۱ نمبر کیشب چندر سین اسٹریٹ میں واقع ہے، مسجد کی موجودہ انتظامیہ نے اسی دوسرے حصہ کو اپنے پلان کے مطابق توسیع مسجد کے بجائے نئے

مسافر خانہ کی تعمیر کا کام ڈیڑھ ماہ قبل شروع کیا تھا، اب تک چار منزلہ ڈھلائی ہو چکی ہے، ایک منزلہ ڈھلائی باقی ہے، جبکہ کولکاتہ کارپوریشن سے انھوں نے مسجد کو دکھا کر پانچ منزلہ نقشہ نکالا ہے، واضح رہے کہ یہ تعمیر عوامی چندہ سے ہوئی ہے، نیز انتظامیہ کے ارکان تقریباً ۸ سے ۱۰ لوگوں پر مشتمل ہے جس میں ایک بھی شخص اہل علم نہیں نہ ہی مفتی سے فتویٰ حاصل کیا ہے، نتیجۃً اسے پورے چار علاقوں کے عوام کا اعتماد حاصل نہیں عوام راجہ بازار انتظامیہ کے اس رویہ سے سخت ناراض ہیں، کیونکہ ۲۰ رسال قبل پانچ منزلہ جامع مسجد کی توسیع کے باوجود فی الوقت خاص کر جمعہ کی نماز میں مصلیوں کو عام سڑک پر نماز پڑھنی پڑتی ہے، جس کے نتیجہ میں عام مسافروں اور گاڑیوں کی آمد و رفت کو بند کر دیا جاتا ہے، اور ہر وقت فساد ہونے کا ڈر لگا رہتا ہے، اس کے علاوہ نئے مسافر خانہ کی تعمیر میں بہت ساری خامیاں ہیں مثلاً مسافر عورتوں، لڑکیوں اور شر پسند لڑکوں کا ہجوم اختلاط سے بے پردگی کے فتنے، گندگیاں آلودگیاں، پان سگریٹ اور ناجائز مشروبات کے استعمال کا خدشہ، موبائل کے گانے اور شوروغل کی آواز علاحدہ اس کے کسی ناخوشگوار واقعہ یا حادثہ کا ڈر، پولیس کی آمد وگرفتاریوں کا امکان، میڈیا کے اسلام دشمنی کے مواقع، مسجد کا اندھیرا ہونا، ہوا کا بند ہونا، لوڈ سیڈنگ میں مصلیوں کو سخت دقت کا سامنا کرنا اور برسات میں نمازیوں کے آمد ورفت سے افراتفری کا ہونا نیز عبادات میں خلل کا ہونا، مسجد کی عظمت وتقدس اور اس کے آداب واحترام کی پامالی وغیرہ وغیرہ اسکے علاوہ آئندہ دس بیس سالوں میں آبادی میں زبردست اضافہ سے مسجد کا بالکل ناکافی ہونا لازمی ہے، لہٰذا عوام کی طرف سے کچھ ذمہ دار حضرات متولی مسجد سے براہ راست ملے اور ان کو ان نقصانات اور عوام کی بے چینیوں سے آگاہ کیا، متولی نے انتظامیہ کی بہت سی باتوں کے متعلق لاعلمی کا اظہار کیا، اور بالآخر مسجد کی توسیع کیلئے راضی ہو گئے اور ثبوت کے طور پر متولی مسجد نے اپنے معتمد بھائی کو ۲۲ را کتوبر ۲۰۱۰ء بروز جمعہ کو بھیجا جنہوں نے نماز کے بعد عوام کے سامنے اعلان کیا کہ اگر عوام چاہتی ہے تو اس جگہ جامع مسجد ہی کی توسیع ہوگی

،واضح رہے کہ مسجد کے تمام اخراجات حسب معمول عوامی چندہ سے پورے کئے جاتے ہیں، لہٰذا عوامی ضرورت ہے کہ اس دوسرے حصہ کی زیر تعمیر تمام ایک تا پانچ منزلوں کو جامع مسجد کی توسیع میں شامل کرلیا جائے، اور پرانی شکل و ہیئت کے مطابق نیچے کے حصہ میں مسجد کا مین دروازہ اور چند دوکانیں بنائی جائیں، مندرجہ بالا حالات کے پیش نظر آپ سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں شرعی حکم ارشادفرمائیں کہ آیا ’’اس نئ زیر تعمیر جگہوں پر جامع مسجد کی توسیع کی جائے یا مسافر خانہ کی تعمیر‘‘؟

المستفتي: محمد یونس محمد نظام الدین،
محمد شمیم، منجانب: باشندگان راجہ بازار
۱۶۶، کیشب چندر سین اسٹریٹ کولکاتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں جب مسجد کے اخراجات کی تکمیل کیلئے مزید کسی ذریعۂ آمدنی کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ مسجد کی دوکانوں اور عوامی چندہ سے اس کی ضروریات واخراجات پورے ہورہے ہیں، اور مصلیان کی کثرت کے پیش نظر مسجد کی توسیع کی سخت ضرورت ہے، تو ایسی صورت میں متولی اور ذمہ داران مسجد کو چاہئے کہ وہ موقوفہ زیر تعمیر جگہوں پر مسجد کی توسیع کریں، نیز مسافر خانہ کی تعمیر کی صورت میں مسجد کی بے احترامی اور بے ادبی بھی ہے، اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

سئل الفقيه أبو جعفر عن وقف بجنب المسجد والوقف على المسجد فأرادوا أن يزيدوا في المسجد من ذلك الوقف قال يجوز .

(تاتار خانية ۸/۱۵۷، برقم: ۱۱۵۰۰، زكريا)

أرض وقف على مسجد و الأرض بجنب ذلك المسجد وأرادوا أن يزيدوا في المسجد شيئاً من الأرض جاز لكن يرفعوا الأمر إلى القاضي ليأذن لهم، ومستغل الوقف كالدار والحانوت على هذا . (هنديه، كتاب

الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد زکریا قدیم ۲/۴۵۶،جدید ۲/۴۰۹، خانیة جدید زکریا ۳/۲۰۴، وعلی هامش الهندیة زکریا۳/۲۹۳)

قیم المسجد لایجوز لهٗ أن یبنیٰ حوانیت فی حد المسجد أوفی فنائه لأن المسجد إذا جعل حانوتاً ومسکناتسقط حرمته وهذا لایجوز والفناء تبع للمسجد فیکون حکمه حکم المسجد . (هندیه ، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد وتصرف القیم قدیم زکریا ۲/۴۶۲، جدید۲/۴۱۳، خانیه جدید زکریا ۳/۲۰۴، وعلی الهندیة زکریا۳/۲۹۳)

قیم المسجد إذا أراد أن یبنی ٰحوانیت فی حد المسجد أو فی فنائه لایجوز. (فتاویٰ تاتار خانیة ، زکریا ۸/۱۷۸ ، برقم: ۱۱۵۶۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رذی الحجہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۲۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۱۲/۲ھ

نیچے مدرسہ ودوکانیں اوراوپر مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۸۰۸۸]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک جگہ مدرسہ ومسجد کے نام سے خریدی گئی تھی اس میں دوسال سے مدرسہ چل رہا ہے لوگوں نے سوچا کہ مدرسہ کے اوپر مسجد تعمیر کی جائے ، شمال کی جانب چار دوکانیں نکال کر اور مدرسہ کا مدرسہ کے برآمدہ پر لینٹر ڈال کر اوپر مسجد تعمیر کی جائے آیا نیچے مدرسہ ودوکانیں اوراوپر مسجد تعمیر ہوسکتی ہے یانہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرما کر مشکور فرمائیں؟

المستفتي: منجانب: اراکین مدرسہ
جامعہ مدینۃ الاسلام، مصطفیٰ چوک،
چوکی سہوارہ، ضلع مرادآباد، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب چندہ دینے والوں نے مسجد ومدرسہ دونوں کیلئے

چندہ دیا ہے، اور عمارت بنانے سے پہلے ہی سے نیچے دوکان و مدرسہ اور اوپر مسجد بنانے کا پروگرام ہے، تو شرعاً اس کی اجازت ہے، کہ پہلے دوکان ومدرسہ کی تعمیر مکمل کرلیں پھر اسکے بعد اوپر مسجد تعمیر کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/۱۰۳، جدید زکریا ۹/۱۱۰)

فإن قيل لو جعل تحته حانوتا و جعله و قفا على المسجد ...... قيل لا يستحب ذلک ، ولكنه لوجعل في الابتداء هكذا صار مسجداً وماتحته صار وقفاً عليه ، ويجوز المسجد والوقف الذى تحته ، ولوأنه بنىٰ المسجد أولا، ثم أراد أن يجعل تحته حانوتا للمسجد فهو مردود باطل . (حاشية چلپى على التبيين ،كتا ب الوقف، امداديه ملتان ۳/ ۳۳۰، زكريا ٤/ ۲۷۱)

فإن قيل أليس مسجد بيت المقدس تحته مجتمع الماء والناس ينتفعون به قيل إذا كان تحته شيئى ينتفع به عامة المسلمين يجوز لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلک لله تعالىٰ أيضا : ومنه يعلم حكم كثير من مساجد مصرا لتى تحتها صهاريج ونحو ها . (تقريرات رافعي على الشامي، كراچى ٤/ ٨٠، زكريا ٦/ ٨٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍شوال ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۴۹/۲۸)

مسجد کیلئے خریدی گئی زمین میں رہائشی مکان تعمیر کرنا

سوال: [۸۰۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارا محلّہ جب آباد ہوا تو محلّہ والوں نے مسجد کیلئے بھی زمین خریدی جب مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو مسجد کو قبلہ نما بنانے کی غرض سے مسجد کی زمین میں کمی محسوس کی گئی کہ جگہ کم ہے مسجد کی زمین کے متصل ہی ایک مسلمان کا باغ تھا، محلّہ والوں نے باغ والے سے کہا کہ مسجد کیلئے کچھ زمین کی ضرورت ہے تو باغ والے نے کہا تمہیں جتنی ضرورت ہے لے لو اور مسجد کیلئے

مفت زمین ہے، کوئی قیمت نہیں لوں گا، مسجد بنالو لہٰذا مکمل مسجد کا اندرونی حصہ مفت والی زمین پر بنایا گیا، اور جو خریدی ہوئی زمین تھی، اس پر کچھ حصہ برآمدے کا ہے، اور کچھ بیرونی فرش اور وضوخانہ ہے بقیہ زیادہ حصہ میں ایک مکان بنادیا گیا جو ابھی کرایہ پر چلتا ہے، اب محلّہ کی آبادی بڑھ چکی ہے، اس وقت کے مقابلہ میں نمازیوں کی تعداد بھی زیادہ ہے، لہٰذا مسجد کا فرش چھوٹا محسوس کیا جارہا ہے، اور وضو خانہ تنگ ہے جو پہلے سے تنگ تھا، کہ کوئی آدمی کھل کر اچھی طرح وضو نہیں کرسکتا دیگر مسجد کے اتر کی جانب پڑوس میں مکان ہے، جو مسجد کی طرف سے پردہ کی دیوار بنا ہوا ہے، اگر مسجد اپنی دیوار تعمیر کرے تو مسجد کا فرش اور زیادہ ہی تنگ ہوجائیگا، اسلئے اب مصلیان مسجد یہ چاہتے ہیں، کہ جو سامنے مسجد کا مکان ہے اس کو کرایہ دار سے خالی کرالیا جائے، اور مسجد کی توسیع کردی جائے، تاکہ مسجد بڑی ہوجائے، اور وضوخانہ بھی بڑا ہوجائے، تاکہ مصلیان کی بڑھتی ہوئی تعداد کو جو نمازوں میں تکلیف پیش آرہی ہے دور ہوجائے، خصوصاً جمعہ کے دن اور سخت گرمی کے وقت باہر نماز پڑھنے کی سہولت ہوجائے، اسلئے مکان مسجد خالی کرایا جائے، اسمیں کچھ لوگ آڑے آرہے ہیں، کہ مکان خالی نہ ہو، اور کرایہ پر چلتا رہے، اکثر نمازیوں کی تعداد مکان خالی کراکے مسجد کی توسیع چاہتے ہیں، بلکہ آٹھ دس ماہ قبل ایک اعلان مسجد میں مصلیان مسجد نے کیا تھا، کہ اب مکان کرایہ پر نہ دیا جائیگا، اور اب مسجد کی توسیع ہوگی، مگر متولیان مسجد نے مکان دوبارہ کرایہ پر چڑھادیا، اور مسجد کی توسیع اب تک نہ ہوسکی، کیونکہ متولیان مسجد بے نمازی ہیں نہ دیندار نہ دیانتدار مسجد فنڈ کی رقم دوستوں پر استعمال کراتے ہیں، آپ سے گذارش ہے کہ ان حضرات کے متعلق جو مکان مسجد کا کرایہ دار سے خالی کرانا نہیں چاہتے اور توسیع مسجد میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، تو شریعت کی نظر میں کیسے ہیں، شرعی طور پر ان حضرات کیلئے کیا حکم ہے، دوسرے یہ کہ مسجد کی عمارت بلا قیمت والی زمین پر بنی ہوئی ہے، اور اصل جگہ جو مسجد کے لئے خریدی گئی تھی وہ مکمل طور پر مسجد میں شامل نہیں ہے، مکان بنا ہوا ہے تو کیا حکم ہے اس زمین کا؟

(۱) مکان خالی کرانے میں جو حضرات آڑے آرہے ہیں، ان کا شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) ایسے متولیان مسجد جو فنڈ مسجد کا غلط استعمال کرائیں اور مکان خالی کرانے میں آڑے آئیں شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتي: مصلیان مسجد نئی سرائے، دھامپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) جو زمین مسجد بنانے کیلئے خریدی گئی تھی، اسے مکمل طور پر مسجد میں استعمال کرنا ضروری ہے، اس میں رہائشی مکان بنانا جائز نہیں؟ لہٰذا ذمہ داران مسجد کو مکان خالی کرا کرا سے مسجد میں داخل کرنا بلا تردد جائز ہے۔

تَعَاوَنُوا عَلٰى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلاَ تَعَاوَنُوا عَلٰى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، الآية:

(المائده: ۲)

(۲) جو متولی خائن ہو یا غافل ہو یا شریعت کے مطابق مسجد کا انتظام صحیح طور پر نہ کرتا ہو، جس سے مسجد کو نقصان پہونچتا ہو اور اسکی خیانت شرعی شہادت سے ثابت ہو جائے، تو ایسا متولی علیٰحدگی کے قابل ہے، اور اس کی جگہ کسی دیندار، صالح، امین اور لائق شخص کو متولی بنایا جائے، تاکہ مسجد کا نظام شریعت کے مطابق رہے۔

قال في الإسعاف ولا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه لأن الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لأنه يخل بالمقصود الخ.

(شامی، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی کراچی ٤/٣٨٠، زکریا٦/ ٥٧٨، البحرالرائق، کوئٹه ٥/٢٢٦، زکریا٥/٣٧٨، هندیه زکریاقدیم٢/٤٠٨، جدید٢/٣٨٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۶۰۸۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۳/۱۹ھ

دوبارہ آیا ہوا سوال اور الگ سے جواب

سوال: [۸۰۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارا محلّہ جب آباد ہوا تو ہمارے محلّہ والوں نے مسجد کیلئے زمین خریدی جب مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو زمین میں کمی محسوس کی مسجد کی زمین کے متصل باغ ہے، محلّہ والوں نے باغ والے سے کہا کہ مسجد کیلئے کچھ زمین کی اور ضرورت ہے تو باغ والے نے کہا تم کو جتنی ضرورت ہے مفت لے لو اور مسجد بنالو، لہٰذا مسجد مکمل مستعار جگہ پر بنالی گئی جو زمین خریدی تھی مسجد کیلئے اس میں کچھ فرش بنا ہوا ہے اور پھر وضو خانہ، بقیہ زمین میں مکان بنا دیا گیا جو کرایہ پر چلتا ہے، اب محلّہ کی آبادی بہت بڑھ چکی ہے، کہ مسجد کا بیرونی فرش صحن والا حصہ بہت چھوٹا محسوس ہو رہا ہے، اور وضوخانہ بھی تنگ نظر آ رہا ہے، وضوخانہ تو اول ہی سے تنگ بنایا گیا تھا، کہ آدمی اچھی طرح سے بیٹھ کر وضو نہیں کرسکتا ہے، اور مسجد کی اتر کی جانب دیوار بھی نہیں ہے، بلکہ مسجد کے پڑوس میں اتر کی جانب مکان ہے اس مکان ہی کے ذریعہ اتر کی جانب سے پردہ ہے اگر مسجد کی طرف سے اتر کی جانب دیوار بنائی جائے تو مسجد کا فرش اور بھی زیادہ تنگ ہوجائے گا، اس لئے اب یہ محسوس کیا جا رہے کہ سامنے جو مسجد کا مکان ہے اس کو کرایہ دار سے خالی کرا کے مسجد کی توسیع کردی جائے، تاکہ فرش اور وضوخانہ دونوں ہی وسیع ہوجائیں اور مصلیان کی بڑھتی ہوئی تعداد کو جو نمازوں میں تکلیف پیش آ رہی ہے دور ہوجائے، خصوصاً جمعہ کے دن اور سخت گرمی میں باہر نماز پڑھنے کی سہولت ہوجائے، اس سلسلہ میں مکان خالی کرانے میں کچھ لوگ آڑے آ رہے ہیں، اکثر نمازی مکان خالی کرا کے مسجد کی توسیع چاہتے ہیں، بلکہ آٹھ ماہ قبل ایک اعلان مسجد میں مصلیان نے کیا تھا، کہ اب مکان کرایہ پر نہ دیا جائیگا، اور مسجد کی توسیع ہوگی، مگر متولیان مسجد نے جو بے نمازی ہیں نہ دیندار نہ دیانتدار مکان دوبارہ کرایہ پر چڑھا دیا، اور مسجد کی توسیع نہ ہوسکی، آپ سے گذارش ہے

کہ وہ حضرات جو کرایہ پر مکان دیکر خالی کرانا نہیں چاہتے، اور توسیع مسجد میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، شریعت کی نظر میں کیسے ہیں؟ شرعی طور پر ان حضرات کیلئے کیا حکم ہے؟ دوسرے یہ کہ مسجد کی مکمل عمارت مستعار جگہ میں ہے خریدی ہوئی جگہ میں کچھ حصہ فرش کا ہے، کچھ حصہ میں وضوخانہ ہے زیادہ حصہ میں مکان مسجد ہے، عند اللہ شریعت کے مطابق مکمل ومدلل جواب سے سرفراز فرمائیں؟

المستفتي: مصلیان مسجد، محلّہ نئی سرائے، قصبہ دھامپور، بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب مسجد بنانے کیلئے باضابطہ زمین خریدی گئی ہے، تو اس زمین پر مسجد بنا کر اس کے بڑے حصہ پر رہائشی مکان بنا کر کرایہ پر دینا ہرگز جائز نہیں ہے، بلکہ مسجد اسی میں بنانی چاہئے تھی، یہ بات ہم کو سمجھ میں نہیں آتی ہے، کہ مسجد کی زمین کرایہ پر دیکر مستعار زمین پر مسجد کیوں بنائی گئی، اور اسمیں کیا مصلحت تھی، سائل کو واضح کرنا چاہئے تھا، بہرحال ایک جگہ جب مسجد بن جاتی ہے، تو وہ قیامت تک کیلئے مسجد ہی رہتی ہے، اس کو مسجد سے دوسرے امور میں منتقل کرنا جائز نہیں، لہٰذا جس مستعار جگہ پر مسجد شرعی بنالی گئی ہے، اس زمین کی قیمت منجانب مسجد مالک کو ادا کر کے مسجد کی ملکیت میں لے لینا اور اس کا مسجد کے نام وقف ہوجانا لازم ہے، تاکہ یہ مسجد آئندہ ہمیشہ کیلئے وقف شدہ شرعی مسجد بن جائے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۴۹)

إن المسجد إذا خرب يبقى مسجداً أبداً. (درمختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أوغيره كراچی ٤/٣٥٩، زكريا ٦/٥٤٩)

اسکے بعد مسجد اپنی ضرورت کے مطابق خرید شدہ زمین کو ہر طرح اپنے استعمال میں لے سکتی ہے، نمازیوں کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے اگر توسیع کی ضرورت پڑے تو کرایہ کا مکان توڑ کر حدود مسجد اور مسجد کی ضروریات وضوخانہ وغیرہ میں شامل کرلینا ذمہ

داران مسجد کیلئے بلا تردد جائز ہے اور مسجد کی ان ضروریات کے باوجود کرایہ پر دینا ذمہ داروں کیلئے ہرگز جائز نہیں ہے، نیز کرایہ دار پر لازم ہے کہ جس وقت بھی مسجد کیلئے خالی کرنا پڑے فوراً خالی کردے، اور خالی کرانے میں رکاوٹ پیدا کرنا کسی بھی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے، یہ اسکی ایمانی حمیت کیخلاف ہے۔

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، الآية: (المائدہ : ۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۰۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱/۱۴۲۰ھ

مسجد کی دیوار پر دوکان بنانا

سوال: [۸۰۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی دیواریں اور چھت وغیرہ اتار دی گئیں ہیں، اور مسجد کی دیواریں کافی چوڑی ہیں، اگر اس دیوار میں سے آدھی دیوار دوکان کیلئے لے لیجائے تو اس بارے میں علماء دین کی کیا رائے ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

المستفتي: محمد اسعد لکھیم پوری، امام مسجد ہری چگ، اصالت پورہ، مرادآباد، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب پہلے ایک دفعہ مسجد بن گئی تو وہ شرعی طور پر مع دیوار کے مسجد کے حکم میں داخل ہوچکی ہے، اسلئے بعد میں اس کی دیوار میں دوکان وغیرہ بنانا ہرگز جائز نہیں ہے۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق (إلىٰ قوله) فكيف بغيره فيجب هدمه ولو علىٰ جدار المسجد ولا

يجوز أخذ الأجرة منه الخ. (الدر المختار ،كتاب الوقف، مطلب فى أحكام المسجد كراچـى ٤ /٣٥٨، زكـريـا ٦ /٥٤٨، بـزازيـه جـديـد زكـريا٣/ ١٥٢، وعلىٰ هامش الهندية زكـريـا٦/ ٢٨٥، الـمـوسـوعة الـفـقـهية الكويتية٢ ١ /٢٩٦، النهر الفائق ، دارالكتب العلمية بيروت ٣/ ٣٣٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍محرم الحرام ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹؍۲۲۷۵)

۱۶/ الفصل السادس عشر: سرکاری زمین میں تعمیر مسجد

رفاہِ عام کی جگہ میں مسجد کی دوکانیں بنانا

سوال: [۸۰۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ڈونگپوری ٹانڈہ میں ایک مسجد واقع ہے مسجد کے بعد عام راستہ ہے، اس راستہ کی ایک جانب میں کنواں ہے جو عام لوگوں کے پانی پینے کے واسطے تھا، اب وہ کنواں پاٹ دیا گیا ہے، اور یہ جگہ راستہ میں عام لوگوں کے فائدہ کیلئے چھوٹی ہوئی ہے، اس چھوٹی ہوئی جگہ کی سیدھ میں میری چار دوکانیں اور مکان ہے مسجد کے کچھ لوگ کہہ رہے ہیں، کہ اس گرام سماج کی جگہ میں مسجد کی دوکان بنوادی جائے، میرا کہنا ہے کہ جو جگہ رفاہ عام کیلئے تھی، وہ راستہ ہی میں چھوٹی رہے، تاکہ عام آدمی اس جگہ سے فائدہ اٹھائیں، سائل معلوم کرنا چاہتا ہے، کہ لقطہ یعنی گری پڑی چیز یا رفاہ عام کی یا گرام سماج کی جگہ جبراً مسجد کیلئے لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: حاجی ظہور احمد ولد عبد الشکور
ڈونگ پوری، ٹانڈہ، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب عام لوگوں کے پانی پینے کے لئے گرام سماج کی طرف سے یہ کنواں کھودا گیا تھا، اور اس میں سے عام لوگ فائدہ اٹھا رہے تھے، اور اب عام لوگوں کو اس کنویں کے پانی کی ضرورت نہیں ہے، اور ڈونگپوری ٹانڈہ مسلمانوں کا گاؤں ہے، اور مسجد بھی عامۃ المسلمین کی نماز کیلئے وقف علی اللہ ہے کسی ایک فرد کی ملکیت نہیں ہے، اسلئے وہاں کے عام لوگ جو چاہتے ہیں، گرام سماج سے اجازت لے کر وہ کام کر سکتے ہیں، چاہے اس جگہ کو عام لوگوں کے مشورہ سے یوں ہی چھوڑ دیں یا گرام سماج سے اجازت لیکر مسجد کے فائدہ کیلئے دوکان بنا دیں ہر طرح کا اختیار ہے۔

لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنه وفی حاشیته والإذن عام سواء کان صراحةً أو دلالة . (قواعد الفقه ، اشرفي/ ۱۱۰، رقم: ۲۷۰، شرح المجلة ، رستم مکتبه اتحاد ۶۱/۱، رقم المادة : ۹۶، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۹۶/۲۸، مجلة الأحكام العدلية ،کراچی ۲۷/۱، رقم: ۹۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍رجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹؍۱۰۷۴۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۷/۵ھ

گرام سماج کی زمین کس کی ملک ہے؟

سوال: [۸۰۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بلریا گنج بازار والی مسجد سے متصل (اتر جانب) گرام سماج کی زمین ہے، جس کو مسجد کی کمیٹی مسجد کی زمین بتارہی ہے، اور کہہ رہی ہے کہ آپ کی زمین نہیں ہے، جبکہ وہ زمین میرے گھر اور دوکان کا واحد صحن ہے اگر اسے گرام سماج کا ہی مان لیا جائے تو کیا مسجد کو ایسی زمین عطا کی جاسکتی ہے، کیا مسجد کمیٹی کیلئے اس زمین میں تصرف کرنا جائز ہوگا؟

المستفتي: منجانب: ضیاء الرحمٰن، بلریا گنج اعظم گڑھ، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مسجد کے پاس زمین کے کاغذات ہیں، اور کاغذات میں مذکورہ زمین بھی شامل ہے تو وہ زمین مسجد کی ملکیت ہے، آپ کو وہ زمین خالی کرکے مسجد کے حوالے کردینی چاہئے ، اور اگر آپ کے پاس اس زمین کے کاغذات ہیں، اور مسجد کے پاس نہیں ہیں، تو وہ زمین آپ کی ہے، اور اگر کسی کے پاس کاغذات نہیں ہیں، اور گرام سماج کے پاس کاغذات ہیں، تو وہ زمین گرام سماج کی ہے، لہٰذا نہ مسجد اسپر قبضہ کرسکتی ہے، اور نہ ہی آپ کو اسپر قبضہ کرنے کا حق ہے، البتہ گرام سماج تحریری طور پر جسکو اجازت دیدے وہ اس پر قبضہ کرسکتا ہے۔

سئل نجم الدين النسفى عن رجل ادعى أرضاً فى يدرجل أنها ملكه وفى يد هذا المدعى عليه بغير حق فقال المدعى عليه هى ليست بملكى إنما هى وقف على كذا و أنا متوليها فطلب القاضى من المدعى عليه بينة على ماقال فلم تمكنه إقامة البينة على ماقال فأمر القاضى المدعى عليه بتسليم الأرض إلىٰ المدعى لتكون فى يده إلى أن يقيم البينة على ماقال قال كل ذلک خطأ ليس ينبغى للقاضى أن يطلب البينة من المدعى عليه على مقالته و لا أن يأمر المدعى عليه بتسليم الأرض إلى المدعى و إنما يأمر المدعى بإقامة البينة على دعواه الملک على المدعى عليه وبينته على ذلک على المدعى عليه مقبولة لأنه متول فى زعمه و المتولى خصم لمن يدعى الملک لنفسه فى الوقف. (هنديه، كتاب الدعوىٰ، الباب السابع عشر فى المتفرقات زكريا قديم ٤/١٥٣، ١٥٤، جديد٢/١٥٧، الفتاوىٰ التاتارخانية زكريا١٣/٤٦٧، رقم: ١٩٨٧٤، المحيط البرهانى، المجلس العلمى ١٧/٩٣، رقم: ١٧٤١٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍شوال ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۶۷۸)

پردھان کی طرف سے الاٹ کردہ گرام سماج کی زمین میں تعمیر مسجد کا حکم

سوال: [۸۰۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گرام پردھان پٹواری اور قانون گوتینوں نے ملکر گرام سماج کی زمین مسجد کیلئے الاٹ کردی اور کچھ رقم لے لی تو یہ کیسا ہے؟ ایسی جگہ پر مسجد بنانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: حافظ محمد حنیف، خوشحال پور، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گرام پردھان، پٹواری اورقانون گونے گرام سماج کی جوز مین مسجد کورقم لیکر کے دی ہے، وہ مسجد کی ملکیت میں داخل ہوجائیگی، لیکن اس میں لازم یہ ہے کہ باقاعدہ سرکاری ضابطہ کے مطابق مسجد کے نام کاغذی کارروائی کی تکمیل کی جائے، تاکہ مسجد کے نام اوراس کی ملکیت ہونے میں کسی قسم کا تر ددنہ رہے، اس کے بعداس جگہ پرشرعی مسجد بنانا بلاشبہ جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: امدادالمفتیین / ۴۹۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/۱۹۷، جدیدڈابھیل ۱۵/ ۱۷۸، ۱۷۹)

ویتفرع علی اشتراط الملک أنه لایجوز وقف الإقطاعات إلا إذا کانت الأرض مواتا أو کانت ملکاً للإمام فأقطعها الإمام رجلاً. (عالمگیری، کتاب الوقف، الباب الأول زکریا قدیم ۲/ ۳۵٤، جدید۲/ ۳٤۸، البحرالرائق، کوئٹه٥/ ۱۸۸، زکریا ٥/ ۳۱٤، الدر مع الرد، مطلب في وقف الإقطاعات، زکریا٦/ ٥۹٥، ٥۹٦، کراچی ٤/ ۳۹۳، الفقه الإسلامي وادلته، دارالفکر ۱۰/ ۷٦۱۳، هدیٰ انٹرنیشنل دیوبند۸/ ۱٦٤، الموسوعة الفقهية الکویتية٦/ ۸٦، النهر الفائق، دارالکتب العلمية بيروت۳/ ۳۱۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۲۲ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶ر۷۵۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲ر۲ر۱۴۲۳ھ

سرکاری زمین میں مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۸۰۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک سرکاری زمین میں مسلموں نے مسجد بنانا شروع کیا اور بعد میں غیر مسلموں نے رکاوٹ ڈال دی بالآخر معاملہ عدالت میں گیا ہے اور اب تک زیر بحث ہے، پھر ایک فریق نے اس زمین کے متصل ہی جگہ خرید کر مسجد بنالی اور آراضی متنازعہ فیہ کا کچھ حصہ

بھی اس میں آ گیا تو اس صورت میں اس مسجد کا کیا حکم ہے، اس میں نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اسمیں جو نمازیں پڑھی گئی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ پھر ایسی مسجد کی تعمیر کیلئے اعانت کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد ہاشم قاسمی، پرولیا، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب دوسری جگہ خرید کر مسجد بنائی گئی ہے، تو وہ شرعاً مسجد بن چکی ہے، اور اس میں نماز بھی بلا کراہت جائز ہے لیکن جو حصہ مسجد کی زمین نہیں ہے بلکہ سرکاری زمین ہے، تو جب تک اس زمین کی قیمت ادا نہ کردی جائے، یا سرکار سے اس کی اجازت حاصل نہ کی جائے گی اس وقت تک اس حصہ میں نماز مکروہ ہوتی رہے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/۱۹۶، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۱۷۸، ۱۷۹)

بنیٰ مسجداً في أرض غصب لابأس بالصلاة فيه – إلیٰ – فالصلاة فيها مكروهة تحريماً. (شامی، الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الأرض المغصوبة ...... زکریا ۲/ ٤٥، کراچی ۱/ ۳۸۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ر محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸ / ۲۹۹۷)

سرکاری زمین پر تعمیر مسجد

سوال: [۸۰۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک سرکاری زمین ہے جسے سرکار نے جانوروں کی چراگاہ کے طور پر خالی چھوڑ رکھا ہے، قانونی طور پر خود سرکار بھی اس کو دوسرے کام میں استعمال مستقلاً کر نہیں سکتی ہے، تو کیا بلا اجازت اس زمین پر مسجد کا تعمیر کرنا درست ہوگا؟

المستفتي: محمد سردار، کٹک، اڑیسہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکار کی اجازت کے بغیر اس زمین میں مسجد بنانا جائز نہیں ہوگا، لہٰذا اس کے لئے اولاً اجازت حاصل کی جائے، اس کے بعد ہی مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا جائے۔

بنیٰ مسجداً علی سور المدینة لاینبغی أن یصلی فیه لأنه حق العامة فلم یخلص للّٰہ تعالیٰ کالمبنیٰ فی أرض مغصوبة ومدرسة السلیمانیة فی دمشق مبنیة فی أرض المرجة التی وقفها السلطان نورالدین الشهید علی أبناء السبیل بشهادة عامة أهل دمشق والوقف یثبت بالشهرة فتلک المدرسة خولف فی بنائها شرط وقف الأرض الذی هو کنص الشارع فالصلوٰة فیها مکروهة تحریماً فی قول وغیر صحیحة له فی قول آخر الخ. (شامی، الصلاة، مطلب فی الصلاة، فی الأرض المغصوبة ...... زکریا ۲/ ۴۵، کراچی ۱/ ۳۸۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ۲/ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۶۹۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۲/ ۱۴۱۷ھ

حکومت کی اجازت کے بغیر سرکاری زمین میں تعمیر مسجد

سوال: [۸۰۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی زمین ایک جگہ صرف چار میٹر تھی، زید نے کچھ زمین سرکاری دبا کر اور سرکاری کرمچاریوں سے ملکر نقشہ بنوا کر مسجد تعمیر کروانا شروع کر دی، اس دوران کچھ شرپسندوں نے شر پیدا کیا اور تعمیر مسجد کو زبردستی لکھوایا بعد میں زید سے صرف چار میٹر جو زید کی تھی، زید پر زور ڈال کر وقف کرالی، مسجد کی چوڑائی ۴۰/ میٹر اور لمبائی ۳۰/ میٹر ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ زمین زید سے جو وقف کرائی ہے، وہ چار میٹر ہے باقی سرکاری ہے تو ایسی حالت میں اس مسجد میں نماز

ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیں، عین نوازش ہوگی؟

نوٹ: اس زمین میں جو سرکاری زمین ہے، وہ وقف نہیں ہوئی ہے، اور نہ کوئی معاوضہ سرکار کو دیا گیا ہے، اور یہ سرکاری زمین وقف کرنے کا حق کس کو ہے؟

المستفتي: اشتیاق احمد، محلہ امام باڑہ، بہیڑی، بریلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد بن چکی ہے، تو حکومت کی زمین کا حصہ حکومت سے اجازت حاصل کرنے کے بعد ہی مسجد شرعی کے حکم میں ہوگا، کسی ترکیب سے حکومت سے اجازت حاصل کرلینا ضروری ہے، ورنہ وہ حصہ مغصوبہ زمین کے حکم میں ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ ہوگی، یا وقف شرعی نہ ہونے کی وجہ سے مسجد نہ ہوگی۔

کما استفاده من الشامی، و مدرسة السليمانية فی دمشق.......... والوقف يثبت با لشهرة فتلک المدرسة خولف فی بناء ها شرط وقف الأرض الذی هو کنص الشارع فالصلوٰة فيها مکروهة تحريماً فی قول وغير صحيحة فی قول آخر الخ. (شامی، الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الأرض المغصوبة ...... زکريا ۲/ ۴۵، کراچی ۱/ ۳۸۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ شوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۲۱)

سرکاری افتادہ زمین پر مسجد بنانا

سوال: [۸۰۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرکاری غیر مزروعہ افتادہ زمین پر مسجد بنانا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ اور اس صفت سے متصف مسجد میں نماز پڑھنے سے مسجد یا جماعت کا ثواب ملیگا یا نہیں؟

المستفتي: ابوالحسن، سیتا مڑھی، مسجد صفہ، کلمبوی، نئی بمبئی، انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سرکاری غیرمزروعہ افتادہ زمین پر سرکار سے باقاعدہ اجازت لیکر مسجد بنانا درست ہے اور اگر بغیر اجازت بنالی ہے تو میونسپلٹی سے کسی طرح اجازت حاصل کرلیں اور اس مسجد میں نماز پڑھنے سے انشاءاللہ مسجد اور جماعت کا ثواب بھی ملیگا۔
(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/ ۱۹۶، ۱۹۸، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۱۷۸، ۱۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ صفر ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۱۷ھ

میونسپلٹی بورڈ کی زمین میں مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۸۰۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے تھوڑی زمین وقف کردی جس میں پانچ چھ سال کے بچے کی تعلیم اور پنجگانہ نماز ہوتی ہے، کچھ عرصہ کے بعد ایم اے ایل سے مطالبہ کرنے پر ایم اے ایل نے تیس ہزار روپے دئے پھر زمین وقف کرنے والے کی بغیر رضا مندی سرکاری زمین میں سرکار کی بغیر اجازت عمارت بنائی اور اس روپئے سے اینٹ سمنٹ خریدا اور سرکاری باغ سے لکڑی چوری کرکے بیچ رہے تھے، تو خرید کر اس عمارت کیلئے استعمال کیا تو اسمیں تعلیم اور پنجگانہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: ماسٹر عبدالحمید، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زمین میونسپلٹی بورڈ کی ہے اور میونسپلٹی کی اجازت کے بغیر اسمیں مسجد تعمیر کرلی گئی ہے، تو وہ مسجد مسجد شرعی ہے، لیکن اسمیں اس وقت تک نماز مکروہ رہے گی، جب تک کہ زمین کی قیمت میونسپلٹی کو ادا نہ کردی جائے، یا اجازت حاصل کرلی نہ جائے، اگر اجازت حاصل نہ کرسکے تو مسجد کو ختم کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ یہ مسجد قیامت تک کیلئے

مسجد ہی رہے گی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۹۲، کفایت المفتی ۷/۶۸، جدید زکریا مطول ۱۰/۱۸۰)

بنیٰ مسجداً في أرض غصب لا بأس بالصلاة فيه وفی الواقعات...... فالصلاة فيها مكروهة تحريماً فی قول. (شامی، الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الأرض المغصوبة ...... زکریا ۲/۴۴، ۴۵، کراچی ۱/۳۸۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۱۳۲)

سرکاری زمین میں پر بلا اجازت دوکان بنا کر کرایہ مسجد میں استعمال کرنے کے کا حکم

سوال: [۸۱۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے سامنے ایک سرکاری زمین ہے، اور مسجد کی کمیٹی والے اس سرکاری زمین میں حکومت کی اجازت کے بغیر دوکانیں تعمیر کراکر دوکانداروں سے کرایہ وصول کررہے ہیں، اور وہ رقم مسجد کی تعمیر میں لگا رہے ہیں، نیز ضرورت کے پیش نظر وہ دوکانداروں سے پیشگی کرایہ وصول کرکے مسجد میں لگا دیتے ہیں، تو اس طرح بلا اجازت حکومت کی سرکاری زمین میں دوکان تعمیر کرانا اور ان کا دوکانوں کا کرایہ وصول کرکے مسجد میں لگانا شرعاً کیسا ہے؟ مفصل و مدلل جواب تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی؟

المستفتي: مولانا ربیع الاسلام آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سرکاری اجازت کے بغیر سرکاری زمین پر قبضہ کرکے دوکانیں تعمیر کرکے کرایہ پر دینا مسجد کے لئے ناجائز ہے اور اس کا پیسہ مسجد میں خرچ کرنا جائز نہ ہوگا، کیونکہ مسجد کی ضروریات میں پاک صاف پیسہ خرچ کرنا لازم ہے، اور یہ پیسہ گھپلہ کا پیسہ

ہے؛ ہاں البتہ اگر میونسپلٹی نے مسجد کو اجازت دی ہو یا زمین کی قیمت ادا کر دی گئی ہو تو جائز ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ : أيها الناس ! إن الله طيب ، لايقبل إلا طيباً . (مسلم شريف، باب قبول الصدقة ، من الكسب الطيب وتربيتها، النسخة الهنديه ۱/۳۲۶، بيت الافكار رقم: ۱۰۱۵، مسند أحمد ۳۲۸/۲، رقم: ۸۳۳)

لايجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه . (شرح المجلة ،رستم اتحاد ۱/۶۱، رقم المادة /۹۶)

أما لو أنفق في ذلک مالاً خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره ؛ لأن الله لايقبل إلا الطيب ، فيكره تلويث بيته بما لايقبله . (شامي، زكريا مطلب في أحكام المسجد زكريا ۲/ ۴۳۱، كراچی ۱/ ۶۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۰۸۶/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۶/۱۱ھ

سرکاری زمین یا شاہ راہ پر مسجد کے لئے بورنگ بنانا

سوال: [۸۱۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) سرکاری زمین پر مسجد کے لئے یا اپنے گھر اور کارخانہ کے لئے بغیر سرکاری اجازت کے بورنگ کرانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) سرکاری ہینڈ پائپ لگا ہوا ہے اس میں ہم لوگوں نے اپنی سہولت کے لئے میونسپل بورڈ چیرمین کی اجازت کے بغیر سمرسیبل لگالیا ہے، کیا اس سمرسیبل سے کسی بھی مسجد میں پانی لے جانے کی اجازت ہے؟

(۳) مسجد کی بورنگ یا اپنی ذاتی بورنگ عوامی راستہ پر (جونگر پالیکا سے سمینٹڈ ہے) کر کے مسجد یا اپنے گھر میں پانی لے جایا جاتا ہے، اور راستہ کو بورنگ کرنے کے بعد اس کو بالکل درست پہلے جیسا کر دیا گیا ہے، مسجد کے اندر بورنگ کے لئے جگہ بھی نہیں ہے،

سوال یہ ہے کہ اس طرح عوامی راستہ پر جو مسجد کی ملکیت نہیں ہے، مسجد کے لئے بغیر چیرمین کی اجازت کے بورنگ کرانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مجیب الرحمٰن، جامعہ عربیہ،
گوری نوادہ سمدھن، قنوج، فروخ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سرکاری زمین سے کون سی زمین مراد ہے، اس کو واضح کرنا چاہئے تھا، بہرحال اگر سرکاری زمین سے راستہ، سڑک، گلی وغیرہ مراد ہے جو میونسپلٹی کے زیر تحت ہوتی ہیں، اس میں مسجد یا کسی کے گھر یا کارخانہ کے واسطہ بورنگ کیا جارہا ہے، اور اس سے سرکار کو کوئی نقصان نہیں ہے، اور نہ ہی راستہ چلنے والوں کو کوئی پریشانی ہے، اور سرکاری راستوں اور گلیوں میں عوام کا ذاتی بورنگ کرنے کا تعامل ہے، اس میں سرکار کی طرف سے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں مسجد کے لئے بورنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس پانی سے طہارت حاصل کرنے اور وضو کرنے میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۲) سرکاری ہینڈ پائپ عوام کے پانی حاصل کرنے کے لئے لگائے جاتے ہیں، جن سے عام طور پر غریب لوگ اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں، اور سرکار کی طرف سے کسی کے لئے بھی کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے، کوئی بھی وہاں سے پانی حاصل کرسکتا ہے؛ لہٰذا اگر ہینڈ پائپ میں مسجد تک پانی پہنچانے کے لئے موٹر لگا دیا جائے، اور عام لوگوں کو اس موٹر کی وجہ سے پانی حاصل کرنے میں کسی قسم کی دشواری اور پریشانی نہ ہو، تو مسجد کے لئے موٹر کے ذریعہ پانی حاصل کرنا جائز ہے، اور اگر عام لوگوں کو ہر وقت پانی حاصل کرنے میں دشواری اور پریشانی لاحق نہیں ہے، تو مسجد کی طرف سے اس میں موٹر لگانا جائز نہ ہوگا، اور سائل نے ہینڈ پائپ میں سمرسیبل لگانے کی جو بات کہی ہے، وہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، ہاں البتہ موٹر لگانے کی بات ہم نے لکھ دی ہے۔

(۳) تیسرے سوال کا جواب نمبر ا میں گذر چکا ہے کہ عوامی راستہ میں بورنگ کرنے کی صورت میں اگر چلنے والوں کو پریشانی نہیں ہوتی ہے، تو اس میں مسجد کے واسطے بورنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

إذا بنیٰ قوم مسجداً واحتاجوا إلیٰ مکان لیتسع فأدخلوا شیئا من الطریق لیتسع المسجد وکان ذلک لایضر بأصحاب الطریق جاز ذلک .

(البحرالرائق، کتاب الوقف، جدید زکریا ۵/۴۲۸، کوئٹه ۵/۲۵٦، مثله فی الهندیة، کتاب الوقف جدید زکریا دیوبند ۲/۴۱۰، قدیم ۲/۴۵٦) **فقط واللہ سبحان وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رمحرم الحرام ۱۴۳٦ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۸۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳٦/۱/۳۰ھ

غیر مسلم سے پٹہ کی زمین ٹھیکہ پر لیکر مسجد و مدرسہ بنانا

سوال: [۸۱۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صوبہ مغربی بنگال کے ضلع بیر بھوم میں تلے ڈانگال کے نام سے ایک گاؤں ہے اس گاؤں کے قریب کھیتی باڑی کیلئے ہندو اور مسلمان دونوں مذہب کے لوگوں کی کافی زمین ہے، اسی زمین کے پاس ایک غیر مسلم ہندو ڈوم کے نام پر آدھا بیگہ زمین سرکار نے پٹہ میں کردی ہے، اس پٹہ والی زمین کی حیثیت یہ ہے کہ کبھی بھی وہ زمین کسی کے نام پر رجسٹری نہیں ہوسکتی ہے، اور نہ کوئی آدمی اس زمین کا مالک بن سکتا ہے، اور نہ کوئی کسی کے نام پر ریکارڈ کرواسکتا ہے، اور نہ وہ زمین کسی دینی مدرسہ یا مسجد کیلئے وقف ہوسکتی ہے، بلکہ ہمیشہ اس زمین کی اصل مالک سرکار ہی رہے گی، تو کیا کوئی اپنا مسلمان بھائی پندرہ بیس ہزار روپئے دے کر غیر مسلم ڈوم کے نام کی زمین کو ۱۰۰ رسال کیلئے ٹھیکہ پر لیکر اس زمین میں دینی مدرسہ یا مسجد شرعی کی تعمیر کرائے تو شریعت کے لحاظ سے جائز اور درست ہے یا نہیں؟ جبکہ اس زمین کے بازو میں اپنے مسلم بھائیوں کی رجسٹری والی

اور وقف کے قابل والی زمین موجود ہے، ممکن ہے کہ ان میں سے کسی مسلم بھائی سے دینی مدرسہ یا مسجد شرعی کیلئے مانگے جانے پر کوئی بھی خدا کا بندہ زمین وقف بھی کرسکتا ہے، یا بصورت دیگر کسی بھی مسلم بھائی سے زمین خرید کراس کو دینی مدرسہ یا مسجد شرعی کیلئے وقف کروادیا جائے، جو رجسٹری اور وقف کے قابل ہوتو غورطلب بات یہ ہے کہ کیا کرنا چاہئے، کہ غیر مسلم سے پٹہ والی وہ زمین جس کا کوئی آدمی کبھی بھی مالک نہیں بن سکے گا، اور جس کی رجسٹری بھی نہیں ہوسکتی، اور وقف بھی نہیں ہوسکتی، ایسی زمین پندرہ بیس ہزار روپیہ دے کراس کو لے لیا جائے، اوراس میں دینی مدرسہ یا مسجد شرعی کی تعمیر کی جائے یا کسی اپنے مسلم بھائی سے رجسٹری اور وقف کے قابل زمین خرید کر اس زمین میں دینی مدرسہ یا مسجد شرعی کی تعمیر کرائیں، جائز ہے یا ناجائز صحیح اور درست شریعت میں کیا ہے؟

المستفتی: محمد زین العادین القاسمی،
جامعہ اسلامیہ، دارالعلوم صدائی پور،
رحمت اللہ اسلام، بیربھوم، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد شرعی کے تحقق کیلئے ضروری ہے کہ مسجد کی جگہ ہمیشہ کیلئے مسجد کے نام پر وقف ہو اور قیامت تک اس کا کوئی انسان مالک نہ ہو اور سوسال کا پٹہ خود ہی بتارہا ہے، کہ سوسال کے بعد وہ مسجد غیروں کی ملکیت میں جاسکتی ہے، اسلئے اس جگہ پر شرعی مسجد نہیں بن سکتی، لہٰذا سوالنامہ میں ذکر کردہ صورت میں ضروری ہے کہ مسجد اور مدرسہ کے نام سے مستقل طور پر زمین حاصل کرکے اس پر مسجد اور مدرسہ بنایا جائے، مذکورہ غیر مسلم سے پٹہ کی زمین ٹھیکہ پر حاصل کرکے اس پر مسجد اور مدرسہ نہ بنایا جائے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/۴۲، جدید زکریا مطول ۱۰/۳۵۰)

رجل لہ ساحۃ لا بناء فیھا أمر قوماً أن یصلوا فیھا بجماعۃ فھذا

علی ثلاثة أوجه إن أمرهم بالصلوٰة فيها أبداً نصا بأن قال صلوا فيها أبداً أو أمرهم بالصلوٰة مطلقاً ونوى الأبد ففي هذين الوجهين صارت الساحة مسجداً لومات لايورث عنه وإما أن وقّت الأمر باليوم أو الشهر أو السنة ففي هذا الوجه لاتصير الساحة مسجداً لومات يورث عنه. (هنديه، الوقف، الباب الحادى عشر، في المسجد وما يتعلق به زكريا قديم ٢/٤٥٥، جديد ٢/٤٠٩، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ٩/١٢٥، رقم: ١١٣٣٨، الفتاوىٰ التاتار خانية زكريا٨/١٥٧، رقم: ١١٤٩٩)

ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني إلىٰ قيام الساعة وبه يفتىٰ. (شامي الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد أوغيره ،زكريا ٦/٥٤٨، كراچی ٤/٣٥٨، مجمع الانهر، دارالكتب العلمية بيروت٢/٥٩٥، مصری قديم ١/٧٤٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
۱۴۲۹/۵/۵ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۹۳/۳۸)

سماج کی آراضی پر مسجد بنانا

سوال: [۸۱۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سماج کی آراضی مسلمانوں کے محلّہ میں ہے، اور مسلمانوں نے ہی اس پر قبضہ کر رکھا ہے، جبکہ آراضی کا مالک بھی سماج ہی ہے، مسلمان بالاتفاق اس مذکورہ آراضی پر مسجد تعمیر کرانا چاہتے ہیں، مسجد بنانا کیسا ہے؟ ہندوؤں کے محلّہ میں جو سماج کی آراضی ہیں ان پر بھی وہی لوگ قابض ہیں، اور اپنے اپنے طور پر استعمال کرتے ہیں، جبکہ مالک سماج ہی ہوتا ہے، اور مسلمانوں کے استعمال سے آج تک ہندوؤں کو کوئی اعتراض نہیں ہوا ہے، مسلمان اکثریت میں ہیں اور ہندو اقلیت میں ہیں؟

المستفتي: الحاج نیتا سخاوت حسین
انصاری، شریف نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سماج کی جگہ پر مسجد بنانے سے پہلے محلّہ میں رہنے والوں سے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان اجازت لے لینی چاہئے، اور باقاعدہ حکومت کے ذمہ داروں سے بھی اس جگہ مسجد بنانے کی تحریری اجازت حاصل کر لینی چاہئے، مثلاً گاؤں کے پردھان اس کی تحریر دیدیں اور اس پر مہر ثبت کر دیں اور حکومت کی طرف سے پردھان اور پٹواری کو اس کی اجازت دینے کا اختیار ہے، تو ان کی تحریری اجازت کے ذریعہ مسجد بنانا درست ہے۔

وأما إذا وقف السلطان من بيت المال أرضا للمصلحة العامة فذكر في الخانية جوازه. (شامی، الوقف مطلب للسلطان مخالفة الشرط إذا كان الوقف من بيت المال زكريا٦/ ٦٥٤، كراچی ٤/ ٤٣٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۰۳/۳۸)

دوسرے کی زمین میں بلا اجازت مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۸۱۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں گردھر پور ضلع بستی میں زید نے ایک مسجد بنائی اور جس زمین پر مسجد تعمیر کی گئی وہ خالد وبکر کی تھی، بکر اس زمین کو دینے پر راضی تھا، اور خالد راضی نہیں تھا، چنانچہ مسجد تعمیر ہو گئی اور عرصہ دراز سے مسجد میں نماز بھی پڑھی جاتی ہے، دریافت یہ کرنا ہے کہ مسجد کو باقی رکھا جائے، یا دوسری مسجد بنائی جائے، اس مسجد کی تعمیر میں کچھ اینٹ بھٹے والے سے ادھار لی گئی تھیں، ان کی قیمت بھی نہیں ادا کی گئی، تو کیا اس مسجد میں نماز پڑھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: منجانب: باشندگان بستی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اب جب اس زمین پر مسجد بن گئی تو وہ قیامت تک کیلئے مسجد ہی رہے گی، مگر اس میں نماز پڑھنا اس وقت تک مکروہ رہیگا، جب تک خالد کو راضی نہ کرلیا جائے یا اس کے حصہ کی قیمت ادا نہ کردی جائے، نیز بھٹے والے کی اینٹ کی قیمت ادا کرنا بھی لازم ہوگا، اگر فوری ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہے تو ان حقداروں سے ان کی مرضی کے مطابق مہلت لینا لازم ہے، ورنہ ذمہ داران مسجد گنہگار رہوں گے، اور اس مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا، جب خالد اور بھٹے والے کا حق ادا ہو جائیگا تو نماز بلاکراہت درست ہوتی رہے گی، اور مسجد کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔

لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنه الخ. (قواعد الفقه، اشرفی /۱۱۰، رقم: ۲۷۰، شرح المجلة رستم مکتبه اتحاد ۱/۶۱، رقم المادة: ۹۶، الموسوعة الفقهية الكويتية۲۸/۳۹۶)

لو غصب ساجة أی خشبة وأدخلها فی بنائه فإن کانت قیمة البناء أکثر یملکها صاحبه بالقیمة (قوله) لو غصب أرضا فبنیٰ فیها أو غرس فإن کانت قیمة الأرض أکثر قلعها وردت وإلا ضمن لهٗ قیمتها الخ. (الاشباه قدیم: ۱۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۵۰۵۹)

۱۷/ الفصل السابع عشر: مسجد میں سرکاری امداد کا حکم

گرام سماج کی زمین مسجد کی ملک ہوگی یا قابض کی؟

سوال: [۸۱۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بلریا گنج بازار والی مسجد سے متصل (اتر جانب) گرام سماج کی زمین ہے، جس کو مسجد کی کمیٹی مسجد کی زمین بتارہی ہے، اور کہہ رہی ہے کہ آپ کی زمین نہیں ہے، جبکہ وہ زمین میرے گھر اور دوکان کا واحد صحن ہے، اگر اسے گرام سماج ہی کی زمین مان لی جائے تو کیا مسجد کی کمیٹی کا اس میں تصرف کرنا جائز ہوگا؟

المستفتي: ضیاء الرحمٰن، بلرام گنج، اعظم گڈھ یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد کے پاس زمین کے کاغذات ہیں، اور کاغذات میں مذکورہ زمین بھی شامل ہے، تو وہ زمین مسجد کی ملکیت ہے آپ کو وہ زمین خالی کرکے مسجد کے حوالہ کردینا چاہئے اور اگر آپ کے پاس اس زمین کے کاغذات ہیں، اور مسجد کے پاس نہیں ہیں، تو وہ آپ کی زمین ہے اور اگر آپ میں سے کسی کے پاس کاغذات نہیں ہیں، بلکہ گرام سماج کے پاس کاغذات ہیں، تو وہ زمین گرام سماج کی ہے، لہٰذا نہ مسجد اسپر قبضہ کرسکتی ہے، اور نہ ہی آپ کو اسپر قبضہ کرنے کا حق ہے البتہ گرام سماج تحریری طور پر جس کو اجازت دیدے وہ اسپر قبضہ کرسکتا ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب قبضہ ۳۳ر سال یا ۳۶ر سال سے زیادہ کا نہ ہو بلکہ اس سے کم عرصہ سے چلا آرہا ہو، لیکن اگر ۳۶ر سال سے زیادہ عرصہ سے قبضہ چلا آرہا ہے اور گرام سماج کی طرف سے کوئی دعویٰ نہیں ہوا ہے، تو ایسی صورت میں جس کا قبضہ ہے، اسی کی زمین شمار ہوگی۔

ثم اعلم أنه نقل العلامة ابن الغرس في الفواكه البدرية عن المبسوط: إذا ترك الدعوىٰ ثلاثا وثلاثين سنة ولم يكن مانع من

الدعویٰ ثم ادعی لاتسمع دعواہ لأن ترک الدعویٰ مع التمکن یدل علی عدم الحق ظاهراً و مثله فی البحر و فی جامع الفتاویٰ و قال المتأخرون من أهل الفتویٰ : لاتسمع الدعویٰ بعد ست ثلاثین سنة. (شامی ، کتاب الخنثیٰ زکریا ۱۰/ ٤٦٨، کراچی ٦/ ٧٤١، کتاب القضاء ، مطلب إذا ترك الدعویٰ ثلاث وثلاثین سنة لاتسمع زکریا۸/ ۱۱۷، کراچی ٥/ ٤٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/۱۰/۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۶۷۸)

ودھا یکی کوٹہ کی رقم مسجد میں لگانا

سوال: [۸۱۰٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلم ودھا یک کا پیسہ جو ودھا یکی کوٹہ سے ہے، اس کو ذاتی مسجد میں یا مسجد کی چہار دیواری پر خرچ کیا جا سکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتي: محمد شاہد رضا، رانی کھیت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: غیر مسلم کا پیسہ مدرسہ یا مسجد میں لگانا جائز ہے، اسی طرح ودھا یکی کوٹہ کا پیسہ لگانا بھی جائز ہے، ہاں البتہ اکابر سرکاری پیسہ مدارس میں لگانے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، مگر جواز کی بات اپنی جگہ باقی ہے۔ (مستفاد: محمودیہ میرٹھ ۲۲/۲۲، امداد الفتاویٰ ۲/۲۶۴)

ولو أن ذميا أوصیٰ بأن يشتری بثلث ماله رقابا...... أو يبنی به مسجد للمسلين إن كان ذلک لقوم بأعيانهم صحت الوصية . (هنديه ، الباب الثامن فی وصية الذمی والحربي ، زکريا قديم ٦/ ١٣١، ١٣٢، جديد٦/ ١٥٢)

وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر مسجداً بناه كافر أو أوصي ببنائه ترميمه إذا لم يكن في ذلک ضرر ديني أوسياسي الخ. (تفسیر مراعی ٤/٧٤، بحواله محمودیه میرٹھ ٢٢/١٢٣)

لو وقف على مسجد بيت المقدس فإنه صحيح لأنه قربة عندنا وعندهم. (البحرالرائق، الوقف، زکریا ٥/٣١٦،کوئٹه٥/١٩٠، مجمع الأنهر ، دارالکتب العلمية بیروت٢/٥٦٨، مصری قدیم ١/٧٣١، بدائع الصنائع زکریا٦/٤٣٩، کراچی ٧/٣٤١، شامی ، زکریا٦/٥٢٤، کراچی ٤/٣٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍شوال ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹؍۱۰۵۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۸؍۱۰؍۱۴۳۲ھ

گرام سبھا کی زمین فروخت کرکے قیمت مسجد میں لگانا

سوال: [۸۱۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری بستی میں چار مسجدیں ہیں، اور چاروں ہی زیر تعمیر ہیں، اور سخت ضرورتمند ہیں، ایک محلّہ میں پردھان بھی ہیں، انھوں نے معلوم کیا اگر گرام سبھا کی زمین ہم فروخت کرکے اپنے محلّہ کی مسجد میں لگالیں اور اس رقم سے مسجد تعمیر کرالیں کیا یہ درست ہے، بستی میں کچھ غیر مسلم بھی آباد ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگرایسا کرنے میں خلاف قانون یامسلم وغیرمسلم میں اختلاف کا سبب نہ ہو، تو گنجائش ہے، اسلئے کہ گرام سبھا کی زمین میں ہندو مسلم سب کا تعلق ہوتاہے، اور مسجد صرف مسلم دھرم سے متعلق ہے، لہٰذا گرام سبھا کی زمین فروخت کرکے قیمت کو مسجد میں لگانے میں پردھان کی اجازت کے ساتھ ساتھ وہاں کے غیر مسلم کی طرف

سے رکاوٹ نہ ہونا بھی لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۱۸۸، جدید ڈابھیل ۱۵/۳۱۳، فتاویٰ احیاءالعلوم ۱/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۵/۳/۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹۴۳/۳۱)

MPیاMLA کو ملنے والے حکومتی فنڈ کو مسجد یا مدرسہ میں لگانا

سوال: [۸۱۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حکومت کی طرف سے MLA اور MP کو ایسا فنڈ ملتا ہے، جسکو اپنی مرضی سے کسی جگہ بھی خرچ کرسکتا ہے، اور وہ اپنی خوشی سے مسجد اور مدرسہ کے تعمیری کام میں دے تو لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یا اس کام کیلئے بوقت ضرورت مانگا جاسکتا ہے کہ نہیں؟ کیونکہ جب تک اسکے علم میں نہ دیا جائے اسکو ہماری ضرورت کا علم کیسے ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ مدرسہ کا رجسٹرڈ کرایا جاسکتا ہے یا نہیں، تاکہ حکومت میں یہ ریکارڈ رہے کہ یہاں مدرسہ اتنے دنوں سے قائم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا؟

المستفتي: محمد وسیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر ایم پی یا ایم ایل اے قربت وثواب کی نیت سے اپنی خوشی سے یا بوقت ضرورت طلب کرنے پر ذکر کردہ فنڈ سے مسجد یا مدرسہ میں کچھ رقم دے تو اسے لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر اس طرح کی رقم دے کر وہ مدرسہ وغیرہ میں اپنے اختیارات جمانا چاہتے ہوں، اور اسکے عمل میں دخیل ہونا چاہتے ہوں، تو نہ لیا جائے۔ (مستفاد: محمودیہ جدید ۱۵/ ۶۲۱، کتاب الفتاویٰ ۴/ ۲۰۹)

اختلف الناس فی أخذ الجائزة من السلطان ، قال بعضهم : يجوز مالم يعلم أنه يعطيه من حرام ، قال محمد؛ و به نأخذ مالم نعرف شيئاً حراماً بعينه

، **وهو قول أبي حنيفة وأصحابه.** (هنديه، الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، زكريا قديم ٥/ ٣٤٢، جديد ٥/ ٣٩٦)

درء المفاسد أولىٰ من جلب المنافع ؛ أي إذا تعارض مفسدة ومصلحة قدم رفع المفسدة. (شرح المجلة رستم، مكتبه اتحاد ديوبند ١/ ٣٢، رقم: ٣٠، قواعد الفقه، اشرفی/ ٨١، رقم: ١٣٣)

(۲) مدارس وغیرہ کا رجسٹریشن کرانا بلاشبہ جائز ہے، اسی لئے ہمارے اکابر نے اداروں اور انکے دستور اساسی کا عصر حاضر کے قوانین کے تحت رجسٹریشن کرایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/ ۳/ ۱۴۳۱ھ

غیر مسلم MP یا MLA کا سرکاری رقم مسجد میں دینا

سوال: [۸۱۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) اگر کوئی غیر مسلم ایم ایل اے یا ایم پی سرکاری رقم میں سے مسجد کی تعمیری کاموں کیلئے دے یا عیدگاہ اور قبرستان کیلئے دے تو کیا شرعاً ان کی یہ رقم لی جاسکتی ہے؟

(۲) نیز اگر غیر مسلم حضرات اپنی ذاتی رقم میں سے دیں تو کیا لے سکتے ہیں یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

المستفتي: مولوی سلیم الدین، محلّہ کچا قلعہ نزد پالو بی بی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) ایم پی ایم ایل اے کو رفاہ عام کیلئے منجانب سرکار جو رقم ملتی ہے، اگر اس رقم میں سے مسلم یا غیر مسلم ایم پی یا ایم ایل اے تعمیر مسجد یا عیدگاہ یا قبرستان کیلئے کچھ پیسے دیدے تو اس کا مسجد عیدگاہ وقبرستان میں خرچ کرنا جائز اور درست

ہے، لیکن شرط ہے کہ سرکار کی طرف سے یا غیر مسلموں کی طرف سے احسان جتانے کی کوئی بات پیش نہ آئے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۷۹ امداد المفتیین / ۱۰۱۹)

شرط وقف الذمي أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس . (شامی، الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة زكريا ٦/ ٥٢٤، كراچی ٤/ ٣٤١، البحرالرائق، زكريا٥/ ٣١٦، كوئٹه ٥/ ١٩٠)

(۲) جو غیر مسلم کار خیر سمجھ کر اپنی ذاتی رقم مسجد یا مدرسہ کی تعمیر یا ضروریات میں خرچ کرنے کیلئے دیں، تو اسکو لیکر مسجد یا مدرسہ میں صرف کرنا بلاتردد جائز ہے، اسمیں بھی شرط یہ ہے کہ غیر مسلم کی طرف سے آئندہ احسان جتانے کی بات پیش نہ آئے، اور نہ ہی یہ خطرہ ہو کہ ان کی عبادت گاہوں پر خرچ کرنے کے لئے مسلمانوں پر دباؤ کی شکل پیش آجائے گی (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱/ ۴۸۷، عزیز الفتاویٰ/ ۵۹۹)

شرط وقف الذمي أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس . (شامی ، الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة ، زكريا ٦/ ٥٢٤، كراچی ٤/ ٣٤١، مجمع الأنهر ، دارالكتب العلمية بيروت٢/ ٥٦٨، مصری قديم ١/ ٧٣١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
۱۴۲۵/۳/۲۶ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۰۶/۳۷)

مسلم پردھان کا پنچایت کی زمین پر لگے سوکھے درخت کی قیمت مسجد یا مدرسہ میں لگانا

سوال: [۸۱۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں کے پردھان مسلم ہیں، پنچایت کی زمین پر سوکھے پیڑ کھڑے ہیں کیا پردھان ان کو

کٹوا کر مسجد یا مدرسہ میں لگوا سکتے ہیں، جبکہ گاؤں کے باشندے کچھ غیر مسلم بھی ہیں، اگر غیر مسلم اعتراض کریں اور یہ شرط رکھیں کہ ہماری دھرم شالہ مندر وغیرہ میں بھی دیں کیا یہ اعتراض ان کا بجا ہے، یا پردھان کا حق ہے وہ چاہے جہاں لگائے شرعاً جو فیصلہ ہو بیان فرمائیں؟

المستفتي: عبدالرشید، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: گرام سماج کی زمین دراصل سرکار کی ملکیت ہوتی ہے، اگر سرکار نے پردھان کو پورا اختیار دے رکھا ہے، کہ جہاں مناسب سمجھے اور جہاں ضرورت سمجھے وہاں پر اس زمین کی آمدنی خرچ کرے تو پردھان کو اختیار ہے کہ ان پیڑوں کو کٹوا کر اسکا پیسہ مسجدوں اور مدرسوں میں لگائے اور اگر اجتماعیت کو باقی رکھنے کیلئے مندروں کیلئے بھی پیسے دیدے تو پردھان کو اسکا اختیار ہے۔

قال الشامي، تحت قول المصنف، ليس للمشرف التصرف...... ومقتضاه أنه لو تعورف تصرفه مع المتولي اعتبر. (شامی، الوقف، مطلب لیس للمشرف التصرف زکریا ۶/۶۸۳، کراچی ۴/۴۵۸)

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (شامی، الوقف، مطلب فی التعامل والعرف زکریا ۶/۵۵۶، کراچی ۴/۳۶۴، قواعد الفقه اشرفی/۷۴، رقم: ۱۰۱، المبسوط، دار الكتب العلمية بيروت ۱۹/۴۱، ۳۰/۲۲۰، البنايه، اشرفيه ديوبند ۹/۲۳۸، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۶/۲۶۱، ۳۰/۵۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۱۰۰۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶؍۴؍۱۴۳۱ھ

مسجد میں سرکاری بجلی استعمال کرنا

سوال: [۸۱۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

صاحب نے ہمارے محلّہ کی مسجد میں بتیاں لگانے کے لئے مقامی کاؤنسلر سے بات کی ہے کہ سرکار/کارپوریشن کی بجلی لائن سے مسجد میں بتیاں روشن کی جائیں جبکہ مسجد اپنے اخراجات کے معاملہ میں خود کفیل ہے مسجد میں پنکھے اور بتیوں کا معقول انتظام ہے، ایسی حالت میں کاؤنسلر کی مدد سے کارپوریشن/سرکار کی بجلی لائن میں مسجد میں اضافی بتیاں روشن کرنا مناسب وجائز ہے؟ مسجد میں کاؤنسلر کے ذریعہ جو اضافی روشنی کا بندوبست کیا جارہا ہے، اس اضافی روشنی کے بل کا بوجھ مسجد کے ذمہ نہ ہوگا؟

المستفتي: محمد سلیم، کولوٹولہ، اسٹریٹ، کلکتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکاری بجلی سرکار کی اجازت کے بغیر مسجد میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر سرکار کی طرف سے باضابطہ طور پر استعمال کی اجازت مل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور آپ کے یہاں کا معاملہ کیسا ہے؟ آپ کو خود معلوم ہوگا۔

عن أبی حرة الرقاشي، عن عمه أن رسول الله ﷺ قال: لایحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفسه منه. (السنن الکبریٰ للبیقھی، الغصب، قبیل باب من غصب جاریة فباعها ثم جاء رب الجاریة، دارالفکر ۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰)

لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي. (شامی، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال زکریا ۶/۱۰۶، کراچی ۴/۶۱، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۳۵۴/۳۷، قواعد الفقه اشرفی/۱۱۰، رقم: ۲۶۹)

لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیره بلا إذنه أو وکالة منه أو ولایة علیه وإن فعل کان ضامناً. (شرح المجلة رستم، مکتبه اتحاد ۱/۶۱، رقم المادة: ۹۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/شعبان ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۱۲/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۸/۱۷ھ

حکومت کا مسجد کا بجلی بل معاف کرنا

سوال: [۸۱۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سابق تیسرے نمبر پر مسجد کے متولی نے بجلی کا بل نہیں جمع کیا وجہ یہ ہوئی کہ جتنا روپیہ ہونا چاہئے تھا اتنا روپیہ مسجد کے بیلنس میں نہیں تھا، بعد میں سابق متولی صاحب کے صاحبزادے متولی مسجد ہو گئے لگ بھگ ۵/سال تک متولی رہے، انھوں نے بھی اپنے وقت میں بجلی کا بل نہیں ادا کیا بجلی کا بل لگ بھگ ۶/ ہزار کا تھا، ان کے پاس مسجد کا بیلنس لگ بھگ ۳/ ہزار تھا اب موجودہ متولی کو پچھلا بھی اور اگلا بھی بجلی کا بل جمع کرنا ہے، جبکہ مسجد کے پاس کل رقم ۴/ ہزار کے قریب ہے، اور مسجد کی آمدنی ہر ماہ لگ بھگ ۵۰۰/سو روپیہ ہونی چاہئے دو کانوں کے کرایہ سے، لیکن پچھلے سات سال سے دو کانوں کا کرایہ نہیں وصولا گیا موجودہ متولی نے کوشش کر کے پچھلا باقی کرایہ وصول کیا لیکن برآمد کی ہوئی آمدنی میں اتنی رقم نہیں ہے جس سے مسجد کا بل ادا ہو سکے، ایک صاحب نے کہا میں آدھا بل بجلی کمپنی سے معاف کرا دوں گا تو کیا مسجد کا آدھا بل بجلی کمپنی سے معاف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مدلل و مفصل تحریر کیجئے، بجلی کمپنی کے جو بابو ہیں، انھوں نے کہا ہم لوگ آدھا لیکر ختم کروا دیں گے؟

المستفتي: عبید اللہ خان، بختیارن نگری، محلّہ مولوی گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بجلی کمپنی کے افسران کو حکومت کی طرف سے معاف کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، تو کمپنی کی طرف سے معاف کرنے سے معاف ہو جائیگا، اور مسجد پر کوئی حق باقی نہیں رہیگا۔

رجل له علی رجل ألف درهم (إلیٰ قوله) یقول حططت عنک خمس مائة علی أن تنقدلی خمس مائة، ولم یوقت لذلک وقتا ففی هذا الوجه إذا قبل الغریم بذلک برئ عن خمس مائة الخ. (قاضی خان، کتاب

الصلح ، فصل فی الإبراء عن البعض …… زکریاجدید۳/۵۵، وعلی هامش الهندیة۳/ ۹۰)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۷۲۲)

مسجد کے بیت الخلاء میں MLA کے کوٹے کا پیسہ لگانا

سوال: [۸۱۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں مسجد کا قدیم دروازہ ہے اس کے باہر روڈ تک جگہ کچھ خالی پڑی ہے، جس میں کسی دوسرے کا عمل دخل نہیں ہے، اس جگہ میں بیت الخلاء پیشاب خانے اور غسل خانے بنانے کا ارادہ ہے، جس کی ضرورت بھی بہت زیادہ ہے، تو غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس کے خرچ میں ودھا یک ندی یعنی علاقہ کے ایم ایل اے کے کوٹے کا سرکاری پیسہ لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: راکین کمیٹی بڑی مسجد مرکز والی، رام نگر، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اصل یہ ہے کہ جو چیز جس غرض سے دی گئی ہے، اسے اسی مصرف میں خرچ کیا جائے، لہٰذا سوال میں مذکورہ مسجد کے دروازہ کے باہر روڈ تک کا حصہ اگر مسجد ومصلیان کی ضروریات بیت الخلاء وغیرہ کیلئے چھوڑا گیا تھا، تو اس میں بیت الخلاء پیشاب خانے وغیرہ بنانا درست ہے، اور ان چیزوں کی تعمیر میں ایم ایل اے کے سرکاری کوٹے کا پیسہ لگانا درست ہے۔

ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبي وهديتهم …… مصالحنا كسد ثغور وبناء قنطرة وجسر وكفاية العلماء وكذا النفقة على المساجد كما في زكاة الخانية فيدخل فيه الصرف على إقامة شعائرها من وظائف الإمامة والأذان ونحوهما. (شامی، کتاب الجهاد، باب العشر

والخراج والجزية، مطلب في مصارف بيت المال زكريا ٦/ ٣٤٨، ٣٤٩، كراچی ٤/ ٢١٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰ر۱۱۰۴۷)

مسجدوں کے لئے سرکاری سولر لائٹ لینے کا حکم

سوال: [۸۱۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حکومت کی طرف سے مسجدوں کے لئے سورج سے چارج ہونے والی لائٹیں دی گئی ہیں، کیا مسجدوں میں حکومت کی طرف سے پیش کردہ ایسی چیزوں کا استعمال جائز ہے؟

المستفتي: محمد مسلم عابدی، معصوم پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مسلم سرکاری تعاون مسجد کے لئے حاصل کرنا جائز اور درست ہے، لہٰذا مسجد کی روشنی کے لئے سورج سے چارج ہونے والی لائٹ کا استعمال کرنا بھی شرعاً جائز اور درست ہوگا۔

وأما الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمی بشرط كونه قربة عندنا وعندهم. (البحرالرائق، كتاب الوقف، زكريا ٥/ ٣١٦، كوئٹه ٥/ ١٨٩، مجمع الأنهر جديد، مكتبه فقيه الأمت ٢/ ٥٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۲/۱۴۳۶ھ

مسجد میں چوری کی بجلی کے استعمال کا حکم

سوال: [۸۱۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

دیہات کی اکثر مساجد میں بغیر کنکشن کے بجلی استعمال کی جارہی ہے، یہاں تک کہ موٹر کے ذریعہ پانی کی ٹنکی بھی بھری جاتی ہے، اوراس پانی کا استعمال وضواور غسل وغیرہ کے لئے کیا جاتا ہے، جبکہ حکومت کی طرف سے بغیر کنکشن کے مسجد میں بجلی جلانا ممنوع ہے کیا ایسے پانی سے وضواور غسل وغیرہ کرنا درست ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب سے آگاہ فرمائیں؟ ممنون ومشکور ہوں گا؟

المستفتي: محمد مسلم عابدی، معصوم پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حکومت کی طرف سے کنکشن لگائے بغیر چوری کے کنکشن سے مسجد میں ٹنکی وغیرہ بھرنا فی نفسہ یہ عمل ناجائز ہے، اوراس کا گناہ ذمہ دار مسجد پر ہوگا، مگراس سے جو پانی حاصل کیا گیا ہے، وہ بہر حال پاک اور جائز ہے اس سے وضو غسل وغیرہ سب جائز ہے، اوراس پانی سے وضو کرکے جو نمازیں پڑھی گئی ہیں، وہ سب جائز ہیں، بس ناجائز بجلی کے حاصل کرنے کے گناہ کا وبال ذمہ داروں پر ہوگا نمازیوں پر اس کا اثر نہیں پڑے گا۔

لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنہ ولا ولایتہ . (شامی، الغصب، فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون إذن صریح، زکریا ۹/ ۲۹۱، کراچی ۶/ ۲۰۰، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/ ۲۹۶، شرح المجلة رستم، اتحاد ۱/ ۶۱، رقم المادة: ۹۶)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۰۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۲/۱۳ھ

۱۸/ الفصل الثامن عشر: دوسرے کی زمین میں مسجد کی تعمیر

غیر کی زمین میں مسجد کا دروازہ کھولنا

سوال: [۸۱۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو بھائیوں کی آراضی مسجد کے سامنے افتادہ ہے، دونوں بھائیوں نے آپس میں تقسیم کرلی اس میں سے ایک بھائی نے اپنا حصہ مسجد کو دیدیا مسجد والوں نے مسجد کی توسیع کیلئے تعمیر شروع کی تو یہ آراضی افتادہ جو کہ مسجد میں دیدی تھی، اس کو مسجد میں شامل کر کے دروازہ مسجد کا اس آراضی کی جانب لگالیا جو مسجد میں نہیں دی گئی تھی، اور وہ آراضی دوسرے بھائی کے حصے میں تھی، وہ مسجد میں نہیں دینا چاہتا ہے، اس صورت میں مسجد کا دروازہ اس اراضی کی جانب لگانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالسلام، سلیم پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص اپنی زمین بخوشی مسجد کو نہیں دیتا ہے، اس کی بغیر رضامندی کے اس کی زمین کی طرف مسجد کا دروازہ کھول کر اس کی زمین کو اہل مسجد کے لئے گذرگاہ بنانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید زکریا مطول ۱۰/ ۳۳۵)

لایجوز لأحد أن یتصرف في ملک الغیر بغیر إذنه الخ. (قواعد الفقه، اشرفی دیوبند/ ۱۱۰) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۵/ شعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۳۶۲)

متنازعہ جگہ پر مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۸۱۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی کا

ایک پلاٹ آراضی فریق نمبرایک اورفریق نمبردوم کا خالی پڑا ہوا تھا، اسمیں آدھا حصہ فریق دویم سے مسجد کمیٹی نے خریدلیا، ابھی اس جگہ کا بٹوارہ نہیں ہوا تھا، کمیٹی مسجد نے اس جگہ کے کچھ حصہ میں ٹین شیٹ ڈال کر نماز پڑھنی چاہی، تو فریق اول نے عذر کیا کہ اس میں آدھا حصہ ہمارا ہے، تو کمیٹی مسجد نے کہا کہ فی الحال ہم کچھ بنا نہیں رہے ہیں، بلکہ صرف ٹین ڈال کر نمازادا کرنا چاہتے ہیں؟

فریق اول نے اس شرط پر کہ بلاکسی کھدان کے مٹی سے اینٹ کی چھ فٹی دیوار پر ٹین ڈال کر نماز پڑھ لو بٹوارہ ہونے پر آپ اپنے حصہ میں مسجد تعمیر کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں، نیز بعد کچھ عرصہ گذر جانے کے فریق اول نے مسجد کمیٹی سے کہا کہ آپ اس پلاٹ کا بٹوارہ کرلیں تو مسجد کمیٹی نے کہا کہ مذکورہ جگہ کے بدلے میں جتنی جگہ آ چکی ہوگی اتنی جگہ اسکے آس پاس خرید کر ہم آپ کو دیدیں گے؟

نیز کمیٹی مسجد کی نیت میں فرق آ گیا اور انھوں نے اپنا قبضہ مان کر اس خالی پڑے پورے پلاٹ کی باؤنڈری کھینچ دی؟

فریق اول نے اس پر اعتراض کیا کہ آپ نے بلا بٹوارہ کئے خالی پڑے پلاٹ کی باؤنڈری کیوں کھینچی، اسپر مسجد کمیٹی نے کہا کہ اب جگہ پر ہمارا قبضہ ہوگیا ہے، (یعنی فریق نمبرایک کے حصہ پر)

(۱) اس متنازعہ جگہ پر نماز پڑھنا یا مسجد تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) فریق اول اب اجازت نہ دے کہ جب تک اس متنازعہ جگہ کا بٹوارہ نہ ہوجائے اس جگہ نماز نہ پڑھی جائے، اس حالت میں اس جگہ میں نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) مسجد کمیٹی اپنی طاقت کے بل پر یا قابض ہونے کے بل پر فریق اول کو اپنی مرضی کے مطابق معاوضہ دیکر مسجد تعمیر کرلے جس میں فریق اول نقصان میں بھی ہے، اور ناراض بھی ہے کیا اس شکل میں تعمیر مسجد میں ادائیگی نماز جائز ہے؟

المستفتي: عبدالرشید، جھنڈا چوک، کواٹ دوار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق :اگر مذکورہ زمین کا نصف حصہ واقعی فریق اول کی ملکیت ہے تو فریق اول کی مرضی اور اجازت کے بغیر اس جگہ مسجد بنانے سے وہ شرعی مسجد نہیں ہوگی ، اس میں نماز مکروہ ہوا کرے گی، اور شرعی مسجد اس وقت بن سکتی ہے کہ جب فریق اول کو اس زمین کی مناسب قیمت ادا کر کے راضی کرلیا جائے گا، یا وہ بخوشی بغیر کسی کے دباؤ کے اس جگہ مسجد بنانیکی اجازت دیدے،اسکے بغیر مسجد بنانا جائز نہ ہوگا۔(مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۱۲۷، جدیدزکریا ۹/۱۲۳)

فریق اول کے لئے بہتر یہی ہے کہ مسجد کی ضرورت کومحسوس کرتے ہوئے مناسب قیمت لیکرزمین مسجد کی ملکیت میں دیدے، کیونکہ یہ ایک دینی ضرورت ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي ، عن عمه أن رسول الله ﷺ قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه . (السنن الكبرىٰ للبيهقى ، قبيل باب من غصب جارية فباعها الخ ، دارالفكر بيروت۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰، مشكوٰة ۱/۲۵۵)

وتحته فى المرقاة أى بأمر أو رضا الخ. (مرقاة كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثانى ، امداديه ملتان۶/۱۱۸)

لا يجوز لأحد أن يتصرف فى ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه ، اشرفى ديوبند/۱۱۰)

لو غصب أرضاً فبنىٰ فيها أو غرس فإن كانت قيمة الأرض أكثر قلعها وردت وإلا ضمن له قيمتها . (الاشباه قديم/۱٤٤)

وكذا تكره فى أرض مغصوبة أو للغير لو مزروعة أومكروبة. (در مختار كتاب الصلوٰة ، مطلب فى الصلوٰة فى الأرض المغصوبة،كراچى ۱/۳۸۱، زكريا ۲/٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶رشوال ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۱/ ۳۶۴۹)

بیوہ کی اجازت کے بغیر جبراً اس کی زمین میں مسجد تعمیر کرنا

سوال: [۸۱۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ایک بیوہ عورت کی زمین جو محلّہ کٹکھر مرادآباد کی مسجد کے پڑوس میں ہے مسجد کے متولی اور دیگر کچھ محلّہ کے لوگوں نے بغیر اجازت بیوہ کی زمین مسجد میں شامل کرلی بیوہ عورت نے ہر چند منع کیا لیکن اس کی کسی نے نہ سنی معلوم طلب یہ امر ہے کہ اس طرح بیوہ عورت کی زمین جبراً چھین کر مسجد میں شامل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو مسجد کے متولی اور ان کا ساتھ دینے والے افراد کیلئے کیا حکم ہے؟

(۲) جو نمازیں لوگوں نے اس زمین پر پڑھی ہیں ان نمازوں کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث واقوال فقہاء کی روشنی میں مفصل جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتي: فاطمہ بیگم بیوہ
محبوب عرف بالے مرحوم،
محلّہ کٹکھر، مرادآباد، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعی بیوہ عورت کی زمین زبردستی لیکر مسجد میں داخل اور شامل کرلی گئی ہے، تو مسجد کا وہ حصہ جس میں بیوہ کی زمین آئی ہے، اسمیں نماز مکروہ ہوگی، ہاں البتہ زمین کی قیمت سے عمارت کی قیمت زیادہ ہے تو بیوہ کو مکمل زمین کی قیمت ادا کردینے سے وہ حصہ بھی شرعی مسجد کے دائرے میں داخل ہوجائے گا، پھر نماز بھی مکروہ نہ ہوگی، لیکن زبردستی زمین پر قبضہ کرنے والے سب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے، بیوہ سے معافی مانگ کر راضی کرلینا ضروری ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه أن رسول الله ﷺ قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (السنن الکبریٰ للبیهقی، قبیل باب من غصب

جارية فباعها الخ ، دارالفكر بيروت ٥٠٦/٨ ، رقم: ١١٧٤٠ ، دارقطنى ،كتاب البيوع ، دارالكتب العلمية بيروت ٢٢/٣، رقم: ٢٨٦١)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه ، اشرفی دیو بند/ ١١٠)

لو غصب أرضاً فبنىٰ فيها أو غرس فإن كانت قيمة الأرض أكثر قلعها وردت وإلا ضمن له قيمتها الخ. (الأشباه قديم/١٤٤)

وكذا تكره في أرض مغصوبة أو للغير لو مزروعة أومكروبة. (در مختار كتاب الصلوٰة ، مطلب في الصلوٰة في الأرض المغصوبة،كراچی ٣٨١/١، زكريا ٢ /٤٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/۱/۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۹۶۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۱/۱۴۱۳ھ

یتیم بچہ کی زمین پر مدرسہ یا مسجد بنانا

سوال: [۸۱۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک یتیم بچہ کی زمین پر اس کی بغیر اجازت کے مدرسہ بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: محمد عباس پوسٹ: رانی پور روڈ، جھانسی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یتیم بچہ کی زمین پر بغیر اس کی اجازت شرعیہ مدرسہ یا مسجد بنانا ہرگز جائز نہیں، یہ شرعاً سخت ظلم ہے، اس میں امور مدرسہ انجام دینا جائز نہیں ہوگا، جب تک کہ یتیم کے بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت شرعیہ حاصل نہ کرلی جائے، یا اسکی پوری قیمت ادا نہ کردی جائے ، قیمت ادا کردینے کے بعد زمین تیم کی ملکیت سے نکل کر مدرسہ کی ملکیت میں داخل ہوجائے گی۔

ومدرسة السليمانية فى دمشق مبنية فى أرض المرجة التى وفقها السلطان نورالدين الشهيد على أبناء السبيل بشهادة عامة أهل دمشق والوقف يثبت بالشهرة فتلك المدرسة خولف فى بنائها شرط وقف الأرض الذى هو كنص الشارع فالصلوٰة فيها مكروهة تحريماً فى قول وغير صحيحة له فى قول آخر .... وكذا ماؤها مأخوذ من نهر مملوك ومن هذا القبيل حجرة اليمانيين فى الجامع الأموى الخ. (شامی، کتاب الصلوٰة مطلب فی الصلوٰة فی الأرض المغصوبة، کراچی ۱/۳۸۱، زکریا ۲/۴۵)

قوله عليه الصلوٰة والسلام ألا لايحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه ، الحديث: (السنن الكبرىٰ للبيهقى ، الغصب ، قبيل باب من غصب جارية فباعها الخ، دارالفكر بيروت ۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰، مشکوٰۃ ۱/۲۵۵)

وتحته فى المرقاة أى بأمرٍ أو رضا الخ. (مرقاة ، كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثانى، امدادیه ملتان ۶/۱۱۸)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعى الخ. (عالمگیری، کتاب الحدود ، فصل فی تعزیر ، زکریا قدیم ۲/۱۶۷، البحرالرائق، ، باب التعزیر زکریا ۵/۶۸، کوئٹه ۵/۴۱، شامی، کتاب الحدود ، مطلب فی التعزیر بأخذ المال ، زکریا۶/۱۰۶، کراچی ۴/۶۱)

وفى الأشباه: لو غصب أرضاً فبنىٰ فيها أو غرس فإن كانت قيمة الأرض أكثر قلعها وردت وإلا ضمن لهٗ قيمتها الخ. (الأشباه والنظائر قديم/۱۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۴۸/۲۵)

مشترکہ زمین میں مسجد بنانا

سوال: [۸۱۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور عمر کی مشترکہ زمین تھی زید نے عمر کی اجازت کے بغیر مسجد کی بنیاد رکھدی، بعد ازاں زید کا حصہ متعین ہوگیا، کیا زید کا جو اپنا حصہ ہے وہی مسجد ہے یا پوری آراضی جس میں عمر بھی شریک ہے اب وہ زمین زید اور عمر دونوں سے بکر کو مل گئی، بکر اس میں اپنا گھر بنانا چاہتا ہے، کیا گھر بنانا اس زمین میں جائز ہے اگر نہیں تو بکر کیا کرے؟ یا زید خود اس زمین پر جہاں مسجد کی بنیاد رکھی ہوئی ہے، گھر بنانا چاہے تو صحیح ہے کہ نہیں؟

المستفتي: عبداللہ نثاری، پوسٹ: بنتھو، سنت کبیر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مشترکہ زمین میں زید کے لئے اپنے شریک عمر کی اجازت کے بغیر مسجد کی بنیاد رکھنا جائز نہیں ہے، اور محض مسجد کے ارادہ سے بنیاد رکھ دینے کی وجہ سے شرعی طور پر مسجد کے حکم میں داخل نہیں ہوتی، اور شرعی مسجد اس وقت کہلاتی ہے، کہ جب اسمیں اذان واقامت کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ نماز ہوچکی ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے، اسلئے مذکورہ زمین میں نہ مکمل حصہ مسجد شمار ہوگا، اور نہ ہی زید کا حصہ لہٰذا ابھی دونوں کو اختیار رہے کہ تقسیم کے بعد یا تقسیم سے پہلے اس زمین کو جس مصرف میں چاہیں، استعمال کریں اگر دونوں نے بخوشی بکر کے ہاتھ فروخت کردیا ہے، یا ہبہ کردیا ہے، تو بکر دوکان بنائے یا مسجد بنائے سب کچھ جائز ہے۔ (امداد المفتیین / ۲۵۹، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۴۸۵، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۳۸۷)

التسليم في المسجد أن تصلى فيه جماعة بإذنه (إلىٰ قولها) ويشترط مع ذلک أن يكون الصلاة بإذان وإقامة جهراً لاسراً . (عالمگیری، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، زکریا قدیم ۲/ ۴۵۵، جدید ۲/ ۴۰۸)

والحاصل أن وقف المشاع مسجداً أو مقبرة غير جائز مطلقاً اتفاقاً.

(البحرائق، کتاب الوقف کوئٹہ ۵/ ۱۹۷، زکریا ۵/ ۳۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۱۵۶)

مشترکہ زمین میں کسی ایک وارث کا مسجد بنانا

سوال: [۸۱۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مشترکہ جائیداد تین بھائیوں کی ۵۴۰۰؍ گز پلاٹ نمبر ۵۶۹ ہے، جس کی ابھی تک باقاعدہ تقسیم نہیں ہوئی ہے، بڑے بھائی محمد نوشے مرحوم کے وارثین اسی پلاٹ کے ایک حصہ میں مسجد تعمیر کرانے کیلئے حدود متعین کردیئے ہیں، نماز بھی شروع کرادی ہے، دوسرے دوفریق عبدالوحید عرف پیارے مرحوم اور عبدالسلام مرحوم کے وارثین مسجد پر رضامند نہیں ہیں، تو کیا شرعاً نوشے میاں کے ورثاء کا مسجد تعمیر کرنا تقسیم سے پہلے درست ہے یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

نوٹ: ایسی جگہ پر جو نماز ہورہی ہے وہ ادا ہوجائیگی یا نہیں؟

المستفتي: علی محمد، محمد یامین، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم مذکورہ جائیداد تینوں وارثین کی ملکیت ہے، اور تینوں برابر کے حصہ دار ہیں، لہٰذا تقسیم سے قبل کسی ایک وارث یا اس کے ورثاء کو مشترکہ جائیداد کا کوئی جزء دوسرے وارثین کی اجازت کے بغیر مسجد کو دینا ہبہ کرنا وقف کرنا جائز نہیں ہے، اگر ایسا کریں گے تو انکے حصہ سے مجریٰ ہوجائیگا، اور اگر ان کے حصہ کی مقدار سے زائد ہے تو زائد میں وقف، ھبہ، بیع وغیرہ نافذ نہ ہوگی، دوسرے ورثاء کو زائد حصہ واپس لینے کا حق ہوگا، اور اگر زائد ہو بایں طور کہ نوشے مرحوم کے ورثاء کے حصہ سے مسجد کی زمین مجریٰ اور منہا ہوجائے گی، تو دوسرے ورثاء کو اپنا حق پورا مل جائے گا، تو

اس مسجد میں نماز بلاکراہت درست ہوجائے گی، بہرحال عبدالوحید اور عبدالسلام کے وارثین کے حصہ میں سے کسی جزء کو ان کی اجازت کے بغیر مسجد میں شامل کرنا جائز نہ ہوگا، اگر کریں گے تو اس میں اس وقت تک نماز مکروہ تحریمی ہوگی، جب تک ان کا حق ادا نہ ہوگا۔

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه، اشرفی دیوبند/۱۱۰)

والحاصل أن وقف المشاع مسجداً أومقبرة غير جائز مطلقا اتفاقا.

(البحرالرائق، کتاب الوقف کوئٹہ ۵/۱۹۷، زکریا ۵/۳۲۹)

وكذاتكره في أرض مغصوبة أو للغير لو مزروعة أو مكروبة .

(درمختار، کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی الصلوٰۃ فی الأرض المغصوبة، کراچی ۱/۳۸۱، زکریا۲/٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱رشوال ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۵۰۰۲)

مغصوبہ زمین میں نماز اور مسجد بنانے کا حکم

سوال: [۸۱۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد مغصوبہ زمین میں مکمل بنالی گئی ہے، اس میں نماز بھی ہونے لگی، پھر کسی نے کہا کہ یہ تو مغصوبہ زمین میں بنالی گئی ہے، اس میں نماز بھی نہ ہوگی، لہٰذا دوسری جگہ خرید کر مسجد بنائی جائے، اس فیصلہ کے مطابق مسجد کی نیت سے زمین خرید کر مسجد کیلئے وقف کردی گئی اور تعمیر کا کام شروع ہوگیا، ابھی بنیاد ہی رکھی گئی تھی، کہ کسی عالم نے مشورہ دیا کہ پہلی مسجد بیکار ہوجائیگی آپ لوگ ایسا کریں اس مغصوبہ زمین کی قیمت اس کے مالک کوادا کردیں، اور اسکو مسجد باقی رکھیں۔

الف: دریافت یہ کرنا ہے کہ اگر اجازت مل جائے تو دوسری جگہ جو مسجد کی نیت سے

خریدکر وقف کردی گئی، اوراس کی بنیاد بھی رکھی جا چکی آیاوہ مسجد کے حکم میں ہے یانہیں اگر نہیں تواس کوگھر یاکسی اورکام میں لایاجاسکتا ہے یانہیں؟ یایونہی پڑی رہنے دی جائے؟

ب: اگراجازت نہ ملے تو مغصوبہ زمین میں ادا کردہ نمازیں مصلین سے ساقط ہوئیں یانہیں؟

ج:اوروقف کردہ زمین کومنسوخ کرسکتے ہیں یانہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتي: محمدفرقان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الف: واقف نے چونکہ مسجد ہی کیلئے زمین دی ہے اور بنیاد بھی رکھی جا چکی ہے، لہٰذا اب اس موقوفہ زمین میں مسجد ہی تعمیر کرنالازم ہے، لیکن شرعی مسجد کاحکم اس وقت جاری ہوگا، جب تکمیل عمارت کے بعد نماز شروع کردی جائے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱/ ۴۹۸، جدید ڈابھیل۱۴/ ۳۸۸)

شـرط الـواقف كـنص الشارع أي في المفهوم والدلالة والعمل به . (شـامی، کتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ، کراچی ٤/٤٣٣، زکریا٦/٦٤٩)

إذا بنیٰ مسجداً وأذن للناس بالصلوٰة فيه جماعة فإنه يصير مسجداً . (تـاتـار خـانية ، زكـريـا ٨/١٥٦، رقـم : ١١٤٩٤، منحة الخالق على البحرالرائق، فصل في أحكام المسجد ، كوئٹه ٥/٢٤٨، زكريا٥/٤١٦)

ب: جونمازیں مغصوبہ زمین پر پڑھی گئی ہیں، وہ کراہت کیساتھ ادا ہوگئیں اوراجازت کے بعد کراہت بھی ختم ہوجائے گی۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۷/ ۴٦، جدید زکریا۱۰/۳۳٦)

كـذا تـكـره في .... أرض مغصوبة أو للغير . (درمختار) إلا إذا كـانـت بيـنـهما صداقة أو رأى صاحبها لايكرهه فلا بأس الخ . (شامی، کتاب الصلوٰة ، مطلب في الصلوٰة في الأرض المغصوبة ،کراچی ۱/ ٤٨١، زكريا٢/٤٤)

ج: جب وقف مکمل اورتمام ہوگیا،تو اب اس کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے۔

(مستفاد:محمودیہ قدیم۱۲/ ۲۸۷، جدید ڈابھیل۱۴/ ۲۸۴)

فإذا تم ولزم لایملک ولایعار ولا یرهن .(درمختار کتاب الوقف، کراچی ٤/ ٣٥١، ٣٥٢، زکریا ٦/ ٥٣٩، هدایه ، اشرفی دیوبند٢/ ٦٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۲۹؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۵؍۶۶۹۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹؍۵؍۱۴۲۱ھ

خانقاہ کی جگہ پرمسجد بنانا

سوال: [۸۱۲۳]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد بڑھ والی مسجد کے نام سے مشہور ہے اس بڑھ والی مسجد کو آج سے برسوں پہلے ایک بزرگ حیدرآباد سےتشریف لائے تھے،انھوں نے ہی تعمیر کرائی تھی ،مسجد کے بالکل برابر میں کافی جگہ پڑی ہوئی ہے،اس میں ایک خانقاہ بھی تھی، جواسی بزرگ نے بنوائی تھی،اس کے بعد وہ بزرگ پھرحیدرآباد واپس تشریف لے گئے، پھر مسجد دوبارہ شہید کرکے تعمیر کرادی گئی مسجد کی صورت حال یہ ہے کہ نماز پڑھی جاتی ہے،آبادی بڑھنے کی وجہ سے مسجد کی جگہ ناکافی معلوم ہوتی ہےاس لئے لوگوں کا خیال ہے کہ اس جگہ کومسجد میں ملالیا جائے، ساری جگہ کومسجد ہی کرلیں ،اس پر کچھ معترض حضرات کواعتراض ہے،وہ لوگ کہتے ہیں،اس جگہ پرخانقاہ ہی بن جانا چاہئے، کیونکہ خانقاہ کی جگہ پرمسجد نہیں بن سکتی ہے،اب سوال یہ پیدا ہوتاہے، کہ اس جگہ کومسجد بڑھانے کیلئے استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز اس جگہ کومسجد بنایا جاسکتا ہے یانہیں ؟اس جگہ پرفرض نماز پڑھنا جائز ہے یانہیں؟

المستفتي: گولڈن الیکٹرک اسٹور،آزادنگر،امروھہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب خانقاہ میں متبع شریعت کوئی بزرگ بیٹھ کرتبلیغ

ودعوت اور ہدایت کا کام نہیں کر رہا ہے، اور وہ کسی خاص شخص کی ملکیت بھی نہیں ہے، تو علاقہ کے ذمہ دار لوگ مل کر اس جگہ پر مسجد بنالیں تو اس میں کسی قسم کی خرابی نہیں ہے، وہ شرعی مسجد ہوجائیگی اس میں نماز بلاکراہت جائز اور درست ہوجائیگی، کیونکہ افتادہ زمین کے حکم میں ہے، اور افتادہ زمین میں اہل محلّہ مل کر مسجد بنا سکتے ہیں، نیز اگر مذکورہ جگہ خانقاہ کیلئے وقف کی گئی تھی، اور اب خانقاہ نہیں چل رہی ہے، تب بھی مسجد بنائی جاسکتی ہے، جیسا کہ افتادہ قبرستان میں بھی اس طرح مسجد بنانے کی اجازت ہے۔

ولو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنىٰ قوم عليها مسجداً لم أر بـذلك بأساً الخ. (عمدة القاری شرح بخاری، کتاب الصلوٰۃ ،باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ، داراحياء التراث العربی ٤/١٧٩، زکریا٣/٤٣٥، فتح الملهم، کتاب المساجد اشرفيه ديوبند ٢/١١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۷۵۴)

موروثی زمین میں مسجد کی ملکیت کا دعویٰ کرنا

سوال: [۸۱۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے دادا نے اب سے تقریباً سو سال پیشتر ایک عمارت بنائی تھی جو کہ وراثۃً مجھ تک پہونچی جس پر میں قابض ہوں، جو کہ جامع مسجد محلّہ دربار سرائے ترین کے باہر والے چبوترہ کی حدود میں آتی ہے، جس کو کچھ لوگ مسجد کی کہہ رہے ہیں، میں اس عمارت کو منہدم کرا کر دوبارہ تعمیر کرانا چاہتا ہوں، وہ لوگ مجھے تعمیر سے روکنے کیلئے پولیس کا سہارا لے رہے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں از روئے شریعت اس کا مالک ہوں یا نہیں؟ جواب مع حوالہ وترجمہ اردو میں کر کے عنایت فرمائیں، کرم ہوگا؟

المستفتي: حاجی محمد ادریس خاں، دربار سرائے ترین، سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شرعی حکم یہ ہے کہ جب کوئی جائیداد کسی شخص کے قبضہ میں چلی آ رہی ہو اور اس میں کسی نے اپنی ملکیت یا حق کا دعویٰ نہ کیا ہو، اور اسی حالت میں ۳۰-۴۰ سال کا عرصہ گذر جائے پھر اس کے بعد کوئی اسمیں اپنے حق کا دعویٰ کرے تو اس دعویٰ کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، اور وہ جائیداد جس کے قبضہ میں چلی آ رہی تھی، اسی کی ملکیت مانی جاتی ہے، لہٰذا سو سال گذر جانے کے بعد محلّہ کے لوگوں کا مسجد کا حق اس میں ہونے کا دعویٰ شرعاً جائز نہ ہوگا، اور نہ ہی مسجد کیلئے اس زمین کو استعمال کرنا جائز ہوسکتا ہے، نیز اسمیں مذکورہ مالک کی اجازت اور رضامندی کے بغیر مسجد بنانا جائز نہیں ہوگا، وہ شرعی مسجد نہیں بنے گی۔

إن الدعوىٰ بعد مضى ثلاثين سنة أو ثلاث وثلاثين لاتسمع إذا كان الترك بلاعذر الخ. (شامی، کتاب الدعوىٰ، باب التحالف، مطلب لاتسمع الدعوىٰ بعد مضى ثلاثين سنة الخ …… (كراچی ۸/۹۷، زكريا ۱۱/٤٥٦، كتاب الخنثىٰ كراچی ٦/٧٤١، زكريا ١٠/٤٦٨، كتاب القضاء، مطلب إذا ترك الدعوىٰ ثلاثاً وثلاثين سنة لاتسمع كراچی ٥/٤٢٢، زكريا ٨/١١٧، البحرالرائق، كتاب الدعوىٰ، فصل فى دفع الدعوىٰ كوئٹه ٧/٢٢٨، زكريا ٧/٣٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رشوال ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۳۴۳)

دوسرے کی زمین میں بلا اجازت تعمیر مسجد کا حکم

سوال: [۸۱۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ریاست رامپور کے زمانہ میں ٹانڈہ بادلی میں علی بہادر خان تھانہ کے انچارج تھے، تھانے دار سے میرا بگاڑ ہو گیا میں نے داروغہ جی کی شکایت افسران بالا سے کر دی جس کی وجہ سے داروغہ جی نے مجھے کئی ناجائز مقدموں میں ملوث کر دیا اور حالات یہاں تک خراب

ہوئے کہ میری زندگی تنگ وتاریک کردی، جولڑکا منورعلی اس وقت مسجد کا متولی ہے اس کا پردادا حاجی پتن اس وقت سربراہ کار تھے، وہ بھی مجھ سے رنجش رکھتے تھے، جس کی وجہ سے تھانہ اورتحصیل کا عملہ میرے سخت خلاف تھا میں نے کبھی بھی ان کے دباؤ میں آکر ان سے خوشامدانہ بات نہیں کی بلکہ خودداری کے تحت میں یہاں کی زندگی سے تنگ آکر ٹانڈہ چھوڑ کر چلا گیا کیونکہ داروغہ نے میرا سیٹ کھول دیا تھا، میری رہائشی وکاشت کی جو آمدنی اسکو تحصیل کے عملہ کی مدد سے منشی محمد سمیع جو تحصیل میں وثائق نویش، اور مسجد کے متولی تھے، میری آراضی پر غاصبانہ قبضہ کرکے کاغذات سرکاری میں مسجد تحصیل والی متولی محمد سمیع کے نام سے اندراج کرادیا اور عرف عام میں یہ مشہور کردیا کہ یہ زمین مسجد کیلئے وقف ہوگئی ہے حالانکہ میں نے کبھی بھی اپنی زمین مسجد کو وقف نہیں کی ہے، آج جب میں اپنی جائیداد کا مطالبہ متولی ودیگر ذمہ داران مسجد ومحلّہ سے کرتا ہوں تو کہتے ہیں، کہ یہ آراضی وقف شدہ ہے، اور مسجد کی ملکیت ہے بشرع شریف یہ بتلایا جائے کہ یہ آراضی بنا میری مرضی ورضامندی کے مسجد کی ملکیت ہوسکتی ہے، کیا اسکی آمدنی مسجد کے مصارف میں لگائی جاسکتی ہے؟

المستفتي: محمد شاہد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرآپ نے مسجد کی ملکیت کیلئے کسی طرح اجازت نہیں دی ہے، تو وہ آراضی شرعی طور پر مسجد کی ملکیت میں صحیح اور شرعی طریقہ سے داخل نہیں ہوئی ہے، وہ آپ کی زمین ہے، آپ قانونی چارہ جوئی کرکے اپنا حق حاصل کرنے کے مجاز ہیں، اگر مسجد کے ذمہ داران آپ کو مسجد کی طرف سے مذکورہ آراضی کی قیمت ادا کریں گے، تو شرعی طور پر مسجد اس آراضی کی باقاعدہ مالک ہوجائیگی ورنہ وہ آراضی غصب کی ہوجائیگی، ان میں نماز پڑھنا بھی مکروہ ہوگا، اس کی آمدنی مسجد کیلئے جائز نہ ہوگی۔

عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه أن رسول الله ﷺ قال: لا يحل مال

امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، قبيل باب من غصب جارية فباعها الخ، دارالفكر بيروت ۸/۵۰٦، رقم: ۱۱۷٤۰، دارقطني، كتاب البيوع، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲۲، رقم: ۲۸٦۱)

لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلاسبب شرعي ولا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه الخ. (قواعد الفقه، اشرفي ديوبند/ ۱۱۰)

وكذا تكره في أرض مغصوبة أو للغير لو مزروعة أو مكروبة.

(درمختار، كتاب الصلوٰة، مطلب في الصلوٰة في الأرض المغصوبة، كراچي ۱/۳۸۱، زكريا۲/ ٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۷۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۲/۴ھ

دوسرے کی زمین میں جبراً بلا اجازت تعمیر مسجد کا حکم

سوال: [۸۱۲٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری ملکیت کی زمین میں میری بغیر اجازت کے مسجد تعمیر کردی گئی ہے، اور مجھ سے جبراً مسجد کیلئے زمین وقف کرنے کا مطالبہ کیا ہے، لیکن میں نے انکار کردیا ہے، اب اس صورت میں میری ملکیت کی زمین میں بغیر اجازت مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے، اب اس صورت میں کچھ مجھ سے معافی مانگ رہے ہیں، خدا اور رسول اللہ کا واسطہ دیکر مجبور کررہے ہیں، اور مجھے غربت میں اتنی وسعت نہیں ہے، کہ بغیر قیمت معاف کردوں تو ایسی صورت میں انکا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا!

المستفتي: محمد رفیق عالم اشرفی،
ساکن برواره خاص، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مالک کی بغیر مرضی کے اسکی زمین میں مسجد

بنانے سے شرعی مسجد نہیں ہوتی ہے، اسمیں مسجد کا ثواب نہیں ملتا ہے، نماز اس میں غیر مقبول اورمکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

ومدرسة السليمانية فی دمشق مبنية فی أرض المرجة التی وقفها السلطان نورالدين الشهيد علی أبناء السبيل بشهادة عامة أهل دمشق والوقف يثبت بالشهرة فتلک المدرسة خولف فی بنائها شرط وقف الأرض الذی هو کنص الشارع فالصلوٰة فيها مکروهة تحريماً فی قول وغير صحيحة له فی قول آخر. (شامی، کتاب الصلوٰة، مطلب فی الصلوٰة فی الأرض المغصوبة، کوئٹه ۱/۲۸۱، کراچی ۱/۳۸۱، زکريا ۲/٤٥)

(وقوله) قال تاج الشريعة أما لو أنفق من ذلک مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيکره لأن الله تعالیٰ لايقبل إلا الطيب فيکره تلويث بيته بما لا يقبله الخ. (شامی، کتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة الخ، قبيل مطلب فی أفضل المساجد کوئٹه ۱/٤٨٧، کراچی ۱/٦٨٥، زکريا ۲/٤٣١)

البتہ اگر مالک کو زمین کی قیمت لینے پر راضی کرلیا جائے، اور پوری قیمت اس زمین کی ادا کردی جائے، تو مسجد شرعی ہوجائے گی، ادائیگی قیمت سے قبل اس زمین میں نماز مکروہ تحریمی ہی ہوا کریگی۔

الضرر يزال ومنها لو غصب أرضاً فبنیٰ فيها أو غرس فإن کانت قيمة الأرض أکثر قلعها وردت وإلا ضمن له قيمتها الخ. (الاشباه والنظائر، قديم/١٤٤)

نیز مالک اگر بلا قیمت ادا کئے نہ دے تو وہ گنہ گار نہ ہوگا، اسکو ہر وقت حق ہے، اپنے حق کا مطالبہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۲۱)

بلا اجازت دوسرے کی زمین میں تعمیر مسجد

سوال: [۸۱۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں جو مسجد ہے وہ پہلے غلطی سے کسی کی زمین میں بنادی گئی تھی اب اس کو کہا جاتا ہے، کہ آپ اس کی قیمت لے لیں یا زمین کے بدلے زمین لے لیں، لیکن وہ آدمی کسی بھی صورت میں تیار نہیں ہے، اور ہر وقت ناراضگی کا اظہار کرتا ہے، کیا اس صورت میں اس مسجد میں نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی خلل آئیگا؟ اور اب اس مسجد کو کیا کیا جائے گا؟

المستفتي: محمد انوار الحق قاسمی،
گونڈی پہاڑی، جامتاڑا، جھارکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کسی کی زمین اس کی اجازت کے بغیر مسجد بنانے سے مسجد شرعی نہیں بنتی اور جب تک مالک راضی ہوکر نماز کی اجازت نہ دے دے، اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا سوالنامہ میں ذکر کردہ صورت میں مالک کی عدم رضا کی وجہ سے اسکی زمین میں بنائی ہوئی مسجد مسجد شرعی نہیں ہے، اور اس میں نماز پڑھنے سے نماز اس وقت تک مکروہ تحریمی ہوگی، جب تک اسکی قیمت اسے نہ دیدی جائے۔ (مستفاد: امداد الأحکام ۲/ ٦١ محمودیہ قدیم ٦/ ٢١٦، جدید ڈابھیل ١٥/ ١٧١)

وتكره في أرض الغير بلا رضاه وإذا ابتلى بالصلوٰة في أرض الغير وليست مزروعة أو الطريق إن كانت لمسلم صلى فيها، وإن كانت لكافر صلىٰ في الطريق. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، فصل في المكروهات قديم/ ١٩٧، جديد، دار الكتاب ديوبند/ ٣٥٨/

وكذا تكره في أرض مغصوبة أو للغير لو مزروعة أو مكروبة.

(درمختار مع الشامي، الصلوٰة، مطلب في الصلوٰة في الأرض المغصوبة كراچي ١/ ٣٨١، زكريا ٢/ ٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۶۳/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۳/۱۴۲۴ھ

مالک کی رضامندی کے بغیر زمین مسجد میں شامل کرنا

سوال: [۸۱۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک جائیداد میں پانچ بھائی شریک ہیں، اس جگہ کو تین بھائی بیچنا چاہتے ہیں، اور مسجد کے لوگ خریدنا چاہتے ہیں، اور دو بھائی بیچنے پر رضامند نہیں ہیں، تو جو بھائی راضی نہیں ہیں، ان کی بھی زمین کو بغیر مرضی کے زبردستی بیچنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کے لوگوں کیلئے ایسی زمین کو خریدنا کیسا ہے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

المستفتي: بنے شاہ، انحد اد پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو حصہ دار اپنا حق فروخت کرنے سے راضی نہیں ہیں، ان کے حصہ کو انکی مرضی کے بغیر مسجد کیلئے لے لینا ہرگز جائز نہیں ہے، پہلے ان کی مرضی لازم ہے، لہٰذا جو تین بھائی بیچنا چاہتے ہیں، ان کے حصہ میں عقد بیع نافذ ہو جائیگی، اور جو دو بھائی راضی نہیں ہیں، ان کے حصہ کی خریداری جائز نہ ہوگی، اور زبردستی ان کی زمین لیکر مسجد میں شامل کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔

عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه أن رسول الله ﷺ قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، قبيل باب من غصب جارية فباعها الخ، دارالفكر بيروت ۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰، دارقطني، كتاب البيوع، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲۲، رقم: ۲۸۶۱)

لا يجوز لأحد أن يتصرف فى ملك الغير بغير إذنه ولا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعى الخ. (قواعد الفقه، اشرفی دیوبند/ ۱۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۱۷۴۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۲/۱۴۱۷ھ

غیر کی زمین کو مسجد کیلئے وقف کرنا

سوال: [۸۱۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پیر بخش کے پانچ لڑکے عبدالرحمٰن، کالے، عبدالرحیم، چھوٹے، منا ہیں، یہ سب سید سرتاج حسین کی ایک زمین کو سید سرتاج حسین کی اجازت سے تصرف کرتے رہے ہیں، ۲۶؍سال کے بعد جبکہ مذکورہ پانچوں بھائی اپنے اپنے حساب وکتاب کھانا پینا وغیرہ الگ الگ کر لئے تھے، عبدالرحمٰن نے مذکورہ زمین کو مالک سرتاج حسین سے اپنی کمائی سے اپنے نام دس ہزار روپئے میں خرید کر اپنے نام بیعانہ بھی کر لیا تھا، پھر تقریباً ایک سال کے بعد عبدالرحیم نے عبدالرحمٰن کی اجازت کے بغیر پانچواں حصہ مسجد میں وقف کر دیا ہے، جبکہ عبدالرحمٰن ہرگز راضی نہیں ہے، تو کیا عبدالرحمٰن مالک کی اجازت کے بغیر عبدالرحیم نے جو وقف کیا ہے، شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اور عبدالرحمٰن کو اپنی زمین کو مسجد کو اپنے سے روکنے اور مخالفت کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ نیز مسجد والوں نے عبدالرحمٰن کے خلاف دعویٰ بھی کر رکھا ہے کیا یہ دعویٰ صحیح ہے؟

المستفتي: عبدالرحمٰن، محلّہ لال مسجد، امروہہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سوالنامہ کا درج شدہ واقعہ صحیح ہے، تو عبدالرحمٰن کی اجازت کے بغیر عبدالرحیم نے جس حصہ کو وقف کیا ہے، اس کا وقف شرعاً صحیح نہیں ہوا ہے، اور نہ مسجد کا حق اسمیں ثابت ہو سکتا ہے، بلکہ اس زمین کا مالک شرعاً عبدالرحمٰن ہی ہے اسکی زمین پر قبضہ کرنے کیلئے دعویٰ دائر کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہوگا۔

الخامس من شرائطه الملک وقت الوقف الخ. (البحر الرائق، کتاب

الوقف کوئٹه ٥/١٨٨، زکریا٥/٣١٤، مجمع الأنهر قدیم ١/٧٣٠، جدید دارالکتب العلمیة بیروت ٢/٧/٥٦٧، هندیه زکریا قدیم ٢/٣٥٣، جدید٢/٣٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴؍۱۲۱۶)

دوسرے کی زمین میں مسجد کی دوکانیں بنانا

سوال: [۸۱۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک سرکاری زمین ہے جس پر بہت سے لوگوں کے مکانات وگھر وغیرہ بنے ہوئے ہیں، ایک شخص نے اسی سرکاری زمین میں چھپر ڈال رکھا تھا، وہاں پر مسلمانوں کی آبادی میں کوئی بھی کنواں نہیں تھا، بستی کے مسلمانوں نے کنواں بنانے کیلئے اس شخص سے جگہ مانگی اس جگہ میں اس شخص کی رضامندی سے کنواں بنوادیا گیا وہ کنواں کچھ مدت کے بعد خراب ہوگیا، اب گاؤں کے کچھ افراد اس جگہ میں مسجد کی دوکانیں بنوانا چاہتے ہیں، اس کے وارثین اب اس جگہ میں مسجد کی دوکانیں بنوانے پر رضامند نہیں ہیں، اس میں اختلاف ہونے پر معاملہ تھانہ تک پہونچ گیا، یہاں تک کہ زمین کے وارث کی بیوی نے تھانہ میں رپورٹ درج کرادی کیونکہ اس عورت کا شوہر اس وقت یہاں موجود نہیں بلکہ سعودی عرب میں ہے اب اس زمین پر پولیس نے کام رکوادیا ہے، اب بیرونی کچھ پنچوں نے یہ فیصلہ دیا کہ اس عورت کو سات ہزار روپیہ دیکر مسجد کی دوکانیں بنوادی جائیں اس عورت نے سات ہزار روپیہ وصول کر کے فیصلہ پر انگوٹھا بھی لگادیا اس فیصلہ کے تین دن بعد اس عورت نے تھانہ میں جاکر یہ رپورٹ کی کہ مجھے معلوم نہیں تھا، کہ کس معاملہ کے تحت میرا انگوٹھا لگایا جارہا ہے، اب وہ عورت زمین لینے کیلئے اس فیصلہ کو جھوٹا ثابت کررہی ہے، اس جھگڑے کو دیکھتے ہوئے دوبارہ بیرونی پنچ اکٹھا ہوئے گاؤں کی دونوں پارٹیوں کے پانچ پانچ افراد بلوائے گئے، ان کے بیان سنکر یہ فیصلہ طے پایا گیا کہ اس جھگڑے کا استفتاء بھیج

کر مفتیان کرام سے جواب منگوایا جائے۔

نوٹ: اس عورت کے پاس زمین کے سرکاری کاغذات موجود ہیں، تو اس جگہ میں مسجد کی دوکانیں بنوانا جائز ہوگا یا نہیں؟

المستفتي: سخاوت حسین، سابق: ایم ایل اے، شریف نگر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے، کہ پنچوں کے دباؤ میں اس کو سات ہزار لینا پڑا نیز جس کاغذ پر انگوٹھا لگوایا گیا ہے، وہ اس کو پڑھ کر سنایا نہیں گیا، نیز اس زمین کا اصل مالک اس کا شوہر ہوگا، تو ایسی صورت میں سات ہزار روپیہ میں اس زمین کی فروختگی درست نہ ہوگی، نیز مدعیوں کے پاس سرکاری کاغذات موجود ہونے کا مطلب یہی ہے، کہ دعویٰ کرنیوالے اس زمین کے حقیقی مالکان ہیں اسلئے مالکان سے باضابطہ خریدنے اور ان کے ایثار کے بغیر اس زمین میں مسجد کی دوکانیں بنانا شرعی طور پر جائز نہ ہوگا، اور سوالنامہ کی صورت حال سے واضح ہوتا ہے، کہ مالکان اس زمین کو دینا نہیں چاہتے ہیں، یا باضابطہ پوری قیمت میں دینا چاہتے ہیں، لہٰذا ان کی رضامندی سے پوری قیمت ادا کئے بغیر اس زمین میں مسجد کیلئے بھی دوکانیں بنانا جائز نہ ہوگا۔

عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه أن رسول الله ﷺ قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، قبيل باب من غصب جارية فباعها الخ، دارالفكر بيروت ۸/۶ ۵۰، رقم: ۱۱۷٤۰، دارقطني، كتاب البيوع، دارالكتب العلمية بيروت ۲۲/۳، رقم: ۲۸٦۱)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه ولا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي الخ. (قواعد الفقه، اشرفي ديوبند/ ۱۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۷۷)

غیر کی زمین میں مسجد کی دوکانیں بنانا

سوال: [۸۱۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے گاؤں کے چوراہے پر ۳؍ یتیموں اور ان کے دو حقیقی چچا کی زمین خالی پڑی ہوئی ہے، اسی زمین سے متصل دوسری زمین بھی ہے، جو کہ جامع مسجد کی وقف کی زمین ہے، جس کا کل رقبہ ۶۸/ ارسٹھ ڈسمل ہے، ایک ڈسمل ۴۳۵/ چار سو پینتیس مربع فٹ ہوتا ہے، حافظ ریاض احمد خان جامع مسجد کے حال میں امام بھی ہیں، اور متولی بھی ہیں، حافظ ریاض احمد نے مسجد کی وقف کی ہوئی زمین پر مسجد کے لئے دوکانیں بنوانی شروع کیں، بغل کی زمین کے مالک نے حافظ ریاض سے کہا کہ آپ مسجد کی زمین کو پہلے سرکاری اعتبار سے ناپ کرالیں، تاکہ بعد میں کوئی تنازعہ کھڑا نہ ہو، حافظ ریاض احمد خان نے اس کی بات نہیں مانی، اور اندازے سے دوکانیں تعمیر کرادیں، جب بغل والے کو شک وشبہ ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ یا تو میری زمین کم ہوسکتی ہے یا مسجد کی زمین کم ہوسکتی ہے، بعد میں تنازع زیادہ ہو جائیگا، اس سے بہتر ہے کہ ابھی زمین کو سرکاری محکمہ کے تحت ناپ کرا کر معاملہ کو حل کرلیا جائے، اب بغل والے نے لیکھ پال اور قانون گو کو بلوا کر اپنی اور مسجد کی وقف شدہ زمین کی سرکاری پیمائش کروائی، جس میں واضح ہوگیا کہ بغل والے کی ۱۲؍ ڈسمل زمین مسجد کی وقف کی زمین میں شامل ہوکر مسجد کی دوکانیں تعمیر ہوئی ہیں، اب حافظ ریاض خان سے بغل والا یعنی مالک زمین نے اپنی ۱۲؍ ڈسمل زمین کا مطالبہ کرتا ہے یا اس زمین کا معاوضہ مانگتا ہے، تو حافظ ریاض خان زمین دینے سے انکار کرتے ہیں، اور معاوضہ دینے سے بھی انکار کرتے ہیں، کیا اب اس امام یعنی حافظ ریاض احمد کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ اور دوکانوں کے کرایہ سے امام، مؤذن اور خادمین کی تنخواہ لینا دینا جائز ہے

کہ نہیں؟ حافظ ریاض احمد خان اگر زمین واپس نہیں کرتے ہیں، تو اللہ کے یہاں ان کا کیا مواخذہ ہوگا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل اور مدلل جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتي: افتخار احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں ذکر کردہ صورت حال اگر واقعی اور درست ہے تو متولی مسجد حافظ ریاض احمد خان صاحب کو چاہئے کہ اپنے اطمینان کے لئے قابل اعتماد اور بھروسہ مند پیمائش کاروں سے اپنے طور پر زمینوں کی دوبارہ پیمائش کرالیں اگر بغل والوں کے ذریعہ کرائی گئی پیمائش صحیح نکلتی ہے تو ان کی بارہ ڈسمل زمین جسے مسجد کی زمین میں شامل کرکے اس پر دوکانیں تعمیر کی گئی ہیں، وہ انہیں کی ملکیت ہیں، اور ان کو یہ حق حاصل ہے، کہ متولی اور ذمہ داران مسجد سے اپنی زمین کی قیمت کا مطالبہ کریں، اگر وہ قیمت نہ دے سکیں، تو عمارت کی قیمت مسجد کو دیکر کے پوری عمارت جو ان کی زمین پر تعمیر ہے مع زمین اپنے قبضہ میں لے لیں یہ درمیانی اور صلح کی صورت ہے، ورنہ شرعی طور پر انہیں یہ اختیار حاصل ہے کہ اپنی زمین پر تعمیر شدہ عمارت کو مسمار کرکے اس کا ملبہ مسجد والوں کے حوالہ کرکے اپنی زمین اپنی ملکیت میں لے لیں، نیز اہل محلّہ اور جامع مسجد کی کمیٹی اور ذمہ داران کے ذمہ لازم ہے، کہ ایسے ضدی اور خائن متولی کو برطرف کردیں جس کی وجہ سے مسجد کی طرف سے دوسروں کی زمین پر ناجائز قبضہ عمل میں آیا ہے، اس جواب کے بعد امام اور مؤذن کی تنخواہ پر کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے، کیونکہ امام اور مؤذن کی تنخواہ متولی اور کمیٹی پر لازم ہے وہ کسی سے بھی لاکر پیش کردیں، ان کی تنخواہ ان کے لئے حلال ہے، لیکن اراکین کمیٹی اور متولی مسجد پر بہر صورت یہ بات لازم ہے، کہ وہ شرعاً جواز کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان کی تنخواہوں کی فراہمی کریں۔

قال رسول اللہ ﷺ : من اقتطع شبراً من الأرض ظلماً طوقه الله إياه

يوم القيمة سبع أرضين الخ . (مسلم شريف، كتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم الظلم ، وغصب الأرض وغيرها ، النسخة الهندية ٢/٣٢، بيت الافكار رقم: ١٦١٠، مسند احمد ٢/٤٣٢، رقم: ٩٥٧٩، مشكوٰة /٢٥٥)

قوله تعالىٰ : ''والصلح خير'' لفظ عام يقتضى أن الصلح الذى تسكن إليه النفوس ويزول به الخلاف خير على الإطلاق . (فتح القديرللشوكانى ١/٥٢١)

لايجوز التصرف فى مال غيره بغير إذنه ولاولايته . (الاشباه كتاب الغصب كراچى ٢/٩٨)

ومن غصب أرضاً فغرس فيها أو بنىٰ قيل له اقلع البناء والغرس وردها . (هدايه مع الفتح ،كتاب الغصب ، فصل فيما يتغير بعمل الغاصب كوئٹه٨/٢٦٩، زكريا ٩/٣٤٨)

وينزع وجوباً لو غير مأمون أوظهر به فسق كشرب خمر ونحوه – قال– الشامى: قال فى البحر: واستفيد منه أن للقاضى عزل المتولى الخائن . (شامى، كتاب الوقف، مطلب : يأثم بتولية الخائن ،كراچى ٤/٣٨٠، زكريا٦/٥٧٨)

غالب مال المهدي إن حلالاً لا بأس بقبول هديته وأكل ماله . (بزازيه ، كتاب الكراهية ، الفصل الرابع فى الهدية والميراث ، جديد زكريا ٣/٢٠٣، و على هامش الهنديةزكريا٤/٣٦٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۴۷)

غاصب سے مسجد کیلئے زمین خریدنا

سوال: [۸۱۳۲]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک زمین ہے جس کا مالک زید ہے، خالد کے پاس کافی دنوں سے کرایہ پرتھی، زید اور خالد کے درمیان کافی مقدمہ چلاعدالت نے خالدکوزمین کا مالک قراردیا جبکہ اہل محلّہ وقرب وجوار کے لوگ یہ کہتے ہیں، کہ زمین زید کی ہے لیکن مقدمہ کے ذریعہ خالد مالک بن گیا تواب آپ تحریر کریں کہ اگراس زمین کوخالد سے مسجد تعمیر کرنے کیلئے خریدا جائے تو اس زمین پر مسجد کاتعمیر کرنا صحیح ہے یانہیں؟ جبکہ خالد حقیقۃً اس زمین کا مالک نہیں ہے، بلکہ زید ہے خالدتو جھوٹے مقدمہ کےذریعہ مالک بنا ہے؟

المستفتي: محمدتسلیم راعینی، بازارکلاں،قصبہ منڈوار،بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگروہ واقعی زید کی ہے اورجھوٹے مقدمہ کے ذریعہ سے خالد نے حاصل کیا ہے،توزید کی اجازت کے بغیراس زمین میں مسجد بنانا ممنوع ہوگا،کیونکہ غصب کی زمین ہے خالد کیلئے اس میں تصرف جائزنہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي ، عن عمه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ، قبيل باب من غصب جارية فباعها الخ، دارالفكر بيروت۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷٤۰، دارقطني ، كتاب البيوع ، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲۲، رقم: ۲۸٦۱)

لايجوز لأحد أن يتصرف في ملک الغير بغير إذنه ولا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي الخ. (قواعد الفقه ، اشرفي ديوبند/ ۱۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍شوال ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۲؍۵۰۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹؍۱۰؍۱۴۱۷ھ

۱۹/ الفصل التاسع عشر: مسجد میں چندہ کا بیان

موعود مسجد کو چندہ نہ دیکر دوسری مسجد کو دینے کا حکم

سوال: [۸۱۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی نے وعدہ کیا تھا کہ فلاں مسجد میں اتنا روپیہ دونگا، اگر اس آدمی نے مذکورہ مسجد کے علاوہ دوسری مسجد میں اس روپیہ کو دیدیا ہے تو شریعت کی روشنی میں اس کا کیا حکم ہوگا؟ جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: سعید الرحمٰن، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگرچہ دوسری مسجد میں دینا بھی جائز ہے البتہ پہلی مسجد جس کیلئے وعدہ کررکھا تھا اس کو دینا زیادہ بہتر ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۵۱۴، جدید میرٹھ ۲۲/ ۲۸۵، ۲۸۶، جدید ڈابھیل ۱۵/۳۱۲)

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ. (المائدہ: ۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۷۰)

ذمہ داران مسجد کی بدعنوانی کی وجہ سے چندہ واپس لیکر دوسری مسجد میں دینا

سوال: [۸۱۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں میں ایک قدیم مسجد کی تعمیر جدید کیلئے چندہ ہوا لیکن تعمیر کے وقت ایک محلّہ کے لوگوں کا امام صاحب کے متعلق اختلاف ہوا چونکہ مسجد کی جگہ میں اپنے ذاتی مکان کا دروازہ نکال لیا ہے، لٰہذا وہ امامت کے قابل نہیں، دوسرے محلّہ والوں نے امام صاحب سے دروازہ

نکالنے کو منع کیا لیکن امام صاحب نہیں مانے اس پر محلّہ والوں نے کہا ہمارا چندہ ہمیں واپس کردو ہم اپنی مسجد علیٰحدہ بنائیں گے، امام صاحب نے واپس کردیا، اور دوسرے فریق نے دوسری مسجد بنائی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ جدید مسجد کی تعمیر میں جو واپس کیا ہوا چندہ لگا ہے وہ صحیح ودرست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو واپسی کی کیا صورت ہوگی؟

المستفتي: عبدالسلام، موضع ملک، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے ذمہ دار کی بدعنوانی کی وجہ سے چندہ واپس لیکر دوسری مسجد میں لگانا چندہ دہندگان کیلئے جائز ہے۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۲/ ۵۹۵)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍محرم ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۳۲/۳۱)

مسجد میں دی ہوئی رقم واپس لینا

سوال: [۸۱۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے عمر کو کچھ روپئے دئے اور عمر مسجد کا متولی ہے، زید نے جو روپئے دئے تھے عمر کو تو وہ روپئے مسجد میں صرف کرنے کیلئے دئے تھے، زید نے وقت میں کوئی قید نہیں لگائی تھی، عمر نے زید کے روپیوں کو زید کے حکم کے مطابق خرچ کردیا صرف کرنے کے بعد دونوں میں جھگڑا ہوگیا، اب زید کہہ رہا ہے کہ میرے روپئے واپس کردو تو اب زید کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

المستفتي: انیس الرحمٰن، کٹھاری، متعلم: مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں دیا ہوا روپیہ واپس نہیں ہوسکتا۔ (مستفاد:

کفایۃ المفتی ۷/ ۲۳۵،جدیدمطول ۹/ ۳۵۹)

اورواپسی کامطالبہ ثواب سےمحرومی کا سبب ہے۔

قال الله تعالیٰ: یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لاتُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذیٰ ، الأیة: (سوره بقره: ۳)

أی لاتبطلوا ثواب صدقاتکم بالمن والأذیٰ کإبطال المنافق الذی ینفق ماله رئاء الناس الخ. (تفسیر مدارك ۱/ ۱۹٤، تفسیر خازن قدیم۱/ ۱۹٤، معارف القرآن / ۳۰، ۱/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۳/۲۴)

چندہ دیتے وقت پچاس کا نوٹ دیکر چالیس روپیہ واپس لینا

سوال: [۸۱۳۶]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں چندہ دیتے ہوئے کسی نے پچاس کا نوٹ دیا،اوراسکوصرف دس روپئے دینا تھا،اس لئے چالیس روپیہ واپس لیناہے،تواس طرح کرنا کیساہے؟ کیایہ بیع تونہیں؟

المستفتي: مولا ناظہیراحمد مفتی جامع العلوم،کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق :رائج شدہ نوٹ اگر چہ ثمن حقیقی نہیں ہے،لیکن وہ ثمن عرفی ہے،اوراس کے لین دین کا مدار بھی عرف عام ہی پر ہوگا، اورعرف میں دس روپئے کی غرض سے پچاس کا نوٹ دیکرچالیس واپس لینےکودس ہی دینا سمجھا جاتا ہے، نہ کہ پچاس دیکرچالیس لینا اسلئے یہ نہ مبادلۃ المال بالمال ہےاورنہ ہی عقدصرف ہے، بلکہ تبرع محض ہے، جو بلاشبہ جائز ہے۔

والعرف فی الشرع له اعتبار: لذاعلیه الحکم قد یدار. (شامي، کتاب النکاح، باب المهر مطلب فی السفر بالزوجة زکریا٤/ ۲۹۵، کراچی ۳/ ۱٤۷،مطلب فی

الشرط الفاسد إذا ذكر بعد العقد وقبله زكريا ۲۸۷/۷، كراچی ۸۸/۵)

واعلم أن اعتبار العادة والعرف رجع إليه في مسائل كثيرة حتى جعلوا ذلك أصلا فقال تترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة الخ.

(عقود رسم المفتی قدیم /۹۵، الاشباہ والنظائر قدیم/۱۵۰)

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (قواعد الفقه، اشرفی/۷٤، رقم: ۱۰۰)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۴۳)

مسجد کی صفائی اور تعاون کا عہد کر کے مکرنے کا حکم

سوال: [۸۱۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کچھ اہل محلّہ نے مجھکو مسجد کا متولی مقرر کر دیا اور کچھ لوگ ممبر بنے مسجد کی قلیل آمدنی ہونے کی وجہ سے ممبروں نے آپس میں ہی ۲۰/ روپیہ فی ماہ مسجد کیساتھ تعاون کیلئے مجھ سے کہا، اور عہد کیا کہ آپ کے ساتھ ہر طرح سے تعاون اور مسجد کی صفائی وغیرہ میں ساتھ رہیں گے، کیونکہ مسجد میں کوئی مؤذن مستقل اور صفائی کیلئے نہیں ہے۔

(۲) ممبروں نے چند ماہ ساتھ دیا وہ بھی چندے اور جو رقم ہر ماہ دینے کی بات کہی تھی، وہ بھی ختم کردی صرف ایک ممبر برابر رقم مسجد کو دے رہا ہے، اور ایک ممبر کبھی کبھی صفائی کر دیتا ہے، کچھ ممبر یہ کہتے ہیں کہ ہم کو تو زبردستی ممبر بنا دیا گیا ہے، لہٰذا سب کام متولی ہی کو کرنا پڑ رہا ہے، اہل محلّہ بھی کسی طرح کا تعاون نہیں کرتے، خاص کر جمعہ کو پوری مسجد کی صفائی کرنی ہوتی ہے، اور متولی کو ہی یہ کام اکیلئے انجام دینا پڑتا ہے، کوشش کر کے اسکول کے لڑکے اسکول کے ذمہ داروں سے بات کر لیتے ہیں، جو صفائی کر دیتے ہیں۔

لھذا آپ بتلائیں جن ممبروں نے ۲۰/ روپیہ تعاون دینے کیلئے مسجد کو کہا تھا،

اورانھوں نے چند ماہ دیا اسکے بعد بند کر دیا ہر ماہ ان کو یاد بھی دلا دیا گیا، کیا ان کے اوپر مسجد کا یہ روپیہ باقی ہے، اور ان کو یہ بقایا روپیہ دینا فرض ہے، یا نہیں ان کے اوپر مسجد کا قرض رہا یا نہیں اور ممبروں نے متولی کا ساتھ دینا چھوڑ دیا اسکے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

(۳) اس طرح مسجد کے نمازیوں کیلئے استنجاء خانہ جو پہلے سے بنا ہوا تھا، وہ راستے میں تھا، اور آنے جانے پر بدبو آتی تھی، استنجاء خانہ دوسری جگہ کر دیا گیا ہے، اس کے خرچ کیلئے اعلان کیا گیا ایک صاحب نے کہا کہ چھت پر جو خرچ آئیگا وہ میں ادا کرونگا، استنجاء خانہ تیار ہونے پر خرچ کا بل انکو دیا تو انھوں نے کہا میں ایک دوروز میں آپ کو دیدونگا، بعد میں انھوں نے دینے سے انکار کر دیا، انکار کے بعد ان صاحب سے پھر کہا بھی نہیں جبکہ یہ صاحب ایک مذہبی ادارے کے ذمہ دار بھی ہیں؟

المستفتي: اقبال احمد، متولی مسجد پیر شاہ والی،
محلّہ: بندوقچیاں، دھامپور، ضلع: بجنور، (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) مسجد کی صفائی ستھرائی ثواب کا کام ہے، تمام ہی ذمہ داروں پر اسکا انتظام لازم ہے۔

عن عائشةؓ قالت: أمر رسول الله ﷺ ببناء المساجد في الدور وأن تنظف وتطيب. (سنن أبي داؤد، باب اتخاد المساجد في الدور، النسخة الهندية ۱/٦٦، دارالسلام رقم: ٤٥٥)

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: من أخرج أذى من المسجد بنى الله له بيتا في الجنة. (ابن ماجه، باب تطهير المساجد و تطييبها، النسخة الهندية ٥٥، دارالسلام رقم/٧٥٧)

(۲) بیس روپیہ ماہانہ طے شدہ کی ادائیگی ازروئے شرع ممبران پر لازم اور واجب نہیں ہے، البتہ عہد و پیمان کی وجہ سے اخلاقاً واستحساناً ممبران کو ادا کر دینی چاہئے، کیونکہ وعدہ

کی خلاف ورزی کرنا شرعاً مذموم ہے۔

یٰآَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ. (المائدہ: ۱)

(۳)اور جس شخص نے پیشاب خانہ کیلئے رقم دینے کا وعدہ کیا اور اسکے مطابق کام کرادیا گیا تو اب اس رقم کی ادائیگی اس شخص کے ذمہ لازم ہے۔ (مستفاد: محمودیہ ۲/۱۲/۲۷، ڈابھیل ۱۵/۱۲/۳۱۲، میرٹھ ۲۲/۲۸۴، رحیمیہ قدیم ۶/۱۲۳، جدید ۹/۱۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۲/۱/۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۰۴۹/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۲۷ھ

ضرورت مسجد کیلئے لئے گئے قرض کا ذمہ دار کون؟

سوال: [۸۱۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد ہے اس مسجد کی ماہوار آمدنی بذریعہ کرایہ (یعنی مسجد کی کچھ دوکانیں ہیں) ۸۵۰/روپئے ہے، اس مسجد کے متولی نے لوگوں کو حساب دیتے ہوئے بتلایا کہ اس وقت مسجد کے کاموں میں جو روپئے خرچ ہوئے ہیں وہ قرض لے کر خرچ کئے گئے ہیں، اور قرض ۲۵۰۰/ روپئے ہوگئے ہیں، نیز مسجد کی جائیداد یعنی دوکان کے کرایہ داران پر تقریباً اتنا ہی (یعنی ۲۵۰۰ روپئے) باقی ہیں، جو کرایہ داروں نے اب تک ادا نہیں کئے ہیں، مذکورہ بالا صورتوں میں مقروض مسجد کہلائے گی یا مقتدی یعنی جب تک متولی مسجد کو قرض سے بری نہ کرے اسوقت تک مذکورہ بالا قرضوں کے اندر مقروض مسجد کہلائے گی یا مقتدی مسجد، مدلل و مفصل شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: بہادر عالم قریشی محلہ اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جبکہ ۸۵۰/روپئے ماہوار مسجد کی آمدنی ہے اور بوقت ضرورت شدیدہ کمیٹی کی اجازت سے یا کمیٹی نہ ہونے کی صورت میں

دیانتدار متولی نے قرض لے کر مسجد کی ضروریات میں صرف کیا ہے، تو وہ قرض مسجد ہی کے ذمہ لازم ہوگا، اور مسجد کی آمدنی میں سے ادا کیا جائیگا، اور شرعاً مسجد ہی مقروض کہلائے گی نہ کہ مقتدیان مسجد۔

لایجوز الاستدانة علی الوقف إلا إذا احتیج إلیها لمصحلة الوقف کتعمیر الخ وفی الشامیة هو المختار أنه إذا لم یکن من الاستدانة بدٌّ یجوز بأمر القاضی إن لم یکن بعیداً عنه الخ. (الوقف، مطلب فی الاستدانة علی الوقف،زکریا٦/٦٥٧، کراچی ٤/٤٣٩، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ٤٤/١٩٣)

ویجوز للمتولی إذا احتاج إلیٰ العمارة أن یستدین علی الوقف ویصرف ذلک فیها والأولیٰ أن یکون بإذن الحاکم الخ. (البحرالرائق، کوئٹه ٥/٢١١، زکریاه/٣٥٣)

والاستدانة أما إذا کان للوقف غلة فأنفق من مال نفسه لإصلاح الوقف فإن له أن یرجع بذلک فی غلة الوقف. (البحرالرائق، کوئٹه ٥/٣١١، زکریاه/٣٥٢، منحة الخالق ، کوئٹه ٥/٢١١، زکریا ٥/٣٥٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ رصفر المظفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۱۳۹)

جمعہ کی نماز کے بعد مسجد میں چندہ کرنے کا حکم

سوال: [۸۱۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے یہاں جمعہ کی نماز میں سلام کے بعد دعاء کرکے مسجد کے اخراجات کیلئے کچھ لوگ اٹھ کر پیسہ وصول کرتے ہیں، اور امام صاحب کچھ باتوں کا اعلان کرتے ہیں، جس کی وجہ سے اوردعاء کرنے میں تاخیر ہوتی ہے؟

المستفتي: محمود الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اجتماعی دعاء ضروری نہیں ضرورتمند تنہا مانگ کر جاسکتے ہیں، مسجد میں اس طرح چندہ کرنا اگر مصلی کے سامنے گذرنا نہ ہو اور شق صفوف نہ ہو اورنمازی کیلئے ایذاء کا باعث نہ ہوتو جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ/ ۲۸/۷، کفایت المفتی/ ۱۲۵، جدید مطول ۵/ ۲۷۱، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۴۸۲/۲، جدید ڈابھیل ۸/ ۲۹۰)

ويكره إعطاء سائل المسجد إلا إذا لم يتخط رقاب الناس في المختار الخ. (شامي، الصلاة، باب مايفسد الصلاة، و مايكره فيها قبيل مطلب في انشاء الشعر زكريا ۴۳۳/۲، كراچی ۶۵۹/۱، مجمع الأنهر ،دارالكتب العلمية بيروت ۱۸۶/٤، مصری قديم ۵۲۸/۲، بزازيه زكريا جديد ۵۱/۱، و على هامش الهندية زكريا قديم ۷٦/٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۷/۲۴)

مسجد کیلئے چندہ کی گئی رقم سے بیت الخلاء وغیرہ بنانا

سوال: [۸۱۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کیلئے جو چندہ گاؤں سے کیا جاتا ہے، یا باہر سے لایا جاتا ہے، کبھی مسجد کی نئی تعمیر ہوتی ہے، اس کیلئے چندہ کیا جاتا ہے، کبھی پرانی مسجد کی ضروریات کیلئے چندہ کیا جاتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے، کہ اس چندہ کی رقم سے مسجد کے بیت الخلاء پیشاب خانے غسل خانے وضوخانے حوض وغیرہ بھی بنا سکتے ہیں، جبکہ نہ چندہ لینے والا اسکی صراحت کرتا ہے، نہ چندہ دینے والا مخصوص کرکے دیتا ہے، کہ یہ رقم فلاں حصہ پر ہی لگنی چاہئے، اس عمومی چندہ سے مسجد کی ہر قسم کی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔

المستفتي: ابرار احمد قاسمی، محسن پور، نگینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کیلئے چندہ کی گئی رقوم سے بیت الخلاء، غسل خانہ اور حوض وغیرہ بنانا درست ہے، کیونکہ یہ ساری چیزیں مسجد کی مصالح میں سے ہیں، لہٰذا مسجد کی رقومات کا ان چیزوں کی تعمیر میں استعمال کرنا شرعاً جائز ہے۔

ويبدء من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب بعمارته(درمختار) وفي الشامية: أي من غلته عمارته شرط الواقف أو لا ثم ماهو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف إليهم إلىٰ قدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذلک إلىٰ أخر المصالح هذا إذا لم يكن معيناً فإن كان الوقف معيناً على شيئى يصرف إليه بعد عمارة البناء.

(فتاویٰ شامی، الوقف، مطلب يبدأ من غلة الوقف بعمارته زكريا ٦/ ٥٥٩، ٥٦٠، كراچی ٤/ ٣٦٦، ٣٦٧، وهكذا في الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/ ١٨٨، البحرالرائق، زكريا ٥/ ٣٤٨، كوئٹه ٥/ ٢٠٨، مجمع الأنهر دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ٥٨٤، مصرى قديم ١/ ٧٤١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ ر ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۱۱/۱۰ھ

محصلین مسجد کا چندہ کی رقم سے نصف لینے کا حکم

سوال: [۸۱۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محصلین مسجد کیلئے چندے کی رقوم میں سے نصف حصہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے چندہ کے نصف حصہ کو چندہ لانے والوں کو دیا جائے اور اس کو چندہ کی اجرت قرار دیا جائے تو اس طرح کمیشن پر چندہ جائز نہیں، بلکہ چندہ کیلئے تنخواہ دار ملازم رکھ لیا جائے تو جائز ہے، ہاں البتہ تنخواہ دار ملازم کو صرف حسن کارکردگی کی بناء پر تنخواہ کے ساتھ ساتھ کچھ انعام دیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين الخ. (درمختار كتاب الإجارة، زكريا ۹/۷، كراچی ٦/٥)

ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة الخ. (هدايه، كتاب الإجارة، اشرفی ديوبند ۳/۲۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۶۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۱/۱۴۲۶ھ

مسجد کی ضرورت پوری کرنے کیلئے محلّہ والوں سے رمضان میں چندہ کرنا

سوال: [۸۱۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک کے مہینے میں ہماری مسجد میں اخراجات بڑھ جاتے ہیں، مثلاً مسجد کے باہری حصہ میں بارش اور دھوپ سے بچنے کیلئے ٹینٹ لگایا جاتا ہے، اور لائن کا معاملہ صحیح نہ ہونیکی وجہ سے پورا مہینہ جنریٹر استعمال ہوتا ہے، جس میں تقریباً ۸۰، ۹۰ / لیٹر تیل سے زیادہ خرچ ہوتا ہے، اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، مزید وضوخانہ بیت الخلاء صفائی کرنیوالے کی مزدوری اسکے علاوہ امام ومؤذن اور مسجد سے منسلک جو مکتب ہے اسکے مدرس کی کبھی تنخواہ اور کبھی ڈبل تنخواہ اس کا آمد کے اوپر دارومدار ہے دی جاتی ہے، اور مسجد کے فنڈ میں اتنی رقم نہیں ہے، کہ اس سے ساری ضروریات پوری کی جاسکیں جس کی وجہ سے مجبوراً ہم تمام ممبران کمیٹی اپنے محلّہ میں مسجد کے اخراجات کو سامنے رکھ کر چندہ

وصول کرتے ہیں، تاکہ مسجد کے تمام اخراجات کو بآسانی پورا کرسکیں ، پھر ہم لوگ اس مذکورہ رقم کو اکٹھا کرتے ہیں، اور اس میں سب سے پہلے ٹینٹ اور صفائی کی مزدوری اور ڈیژل کی رقم ادا کرتے ہیں، پھر جب رقم بچ جاتی ہے تو اس رقم سے امام ومؤذن ومکتب کے مدرس کو آمد کے اوپر ڈبل تنخواہ یا صرف تنخواہ دیتے ہیں، اور اگر کبھی ڈبل تنخواہ سے بھی زائد بچ جاتی ہے، تو امام ومؤذن اور مکتب کے مدرس کے درمیان مقام کے اعتبار سے تقسیم کردیتے ہیں، یعنی امام صاحب کو زیادہ پھر مؤذن صاحب کو پھر مکتب کے مدرس میں تقسیم کردیتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) ہم لوگوں کا اس طرح محلّہ میں مسجد کی اخراجات کیلئے چندہ وصول کرنا اور محلّہ والوں کا چندہ دینا کیسا ہے؟

(۲) کیا یہ وصول شدہ رقم تراویح کی اجرت میں داخل ہے یانہیں؟

(۳) وصول شدہ رقم میں سے امام ومؤذن ومکتب کے مدرس وغیرہم کو دیناجائز ہے یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں جوپس منظر پیش کیا گیا ہے، اس کے تحت میں محلّہ والوں سے مسجد کی ضروریات کیلئے چندہ کرنا اور اس چندہ کے پیسہ کو جس ترتیب سے خرچ کرنے کا سوال نامہ میں ذکر کیا گیا ہے، وہ شرعاً جائز اور درست ہے، اسمیں کوئی حرج نہیں ہے، اور سوال نامہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ تراویح پڑھانے والا امام ہمیشہ کا مستقل امام ہے، اور مستقل امام کی صورت میں ختم قرآن کی اجرت نہیں ہے، اسی طرح وصول شدہ رقم سے جنریٹر کا تیل اور مکتب کے مدرسین وغیرہ کی تنخواہ وغیرہ ادا کرنا سب جائز ہے۔

ولا لأجل الطاعات مثل الأذان والحج والإمامة وتعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان . (درمختار مع الشامی، کتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات زکریا ۹/۷٦، کراچی ٦/٥٥، امدادالفتاویٰ ۲/۷۰٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/شوال ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۶۶۶/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱۰/۱۴۳۵ھ

مسجد میں گولک کے ذریعہ سے جمع شدہ رقم مسجد میں لگانا

سوال: [۸۱۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد ہے اس کی کچھ جگہ بچی ہوئی ہے، تو اس میں مدرسہ کے نام پر تعمیر ہوئی ہے، بھلے سے اس میں ابھی مدرسہ نہیں لگ رہا ہے، ساتھ ہی پوری زمین کی باؤنڈری بھی ہوئی ہے، تعمیرات میں بیت الخلاء استنجاء خانہ وضوخانہ امام کا کمرہ کچن اور ایک دو کمرے اس نیت سے بھی بنائے گئے ہیں کہ اگر موقع لگا اور ضرورت پڑی تو اس کو کرایہ پر دے کر اس کی آمدنی مسجد کے مصرف میں استعمال کی جائیگی، مسجد اور مدرسہ کا نظام ایک ہی ہے، ایک ہی انتظامیہ کے تحت سب چل رہے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد میں جمعہ کے دن گلک چلائی جاتی ہے، اس سے کچھ آمدنی ہو جاتی ہے، ظاہر ہے اس میں پیسے ڈالنے والوں کی نیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے، کہ کس نے کس نیت سے ڈالا ہے تو اس رقم کو مسجد کے علاوہ مدرسہ کی مذکورہ تعمیرات میں نیز مسجد کے بیت الخلاء و وضوخانہ کی تعمیر میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نفی کی صورت میں جو رقم استعمال ہو چکی ہے، اس کا کیا ہوگا، نیز استعمال کی کیا شکل ہوسکتی ہے، اور کہاں کہاں خرچ کیا جاسکتا ہے؟

المستفتي: منیر احمد، بیت العزیز سہاگ پور، شہڈول، ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مساجد میں گولک کے اندر جو چندہ جمع ہوتا ہے، وہ زکاۃ یا صدقات واجبہ کا نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ صدقۂ نافلہ یا امداد و تعاون کی نیت سے دیا جاتا ہے، بریں بنا اس گولک میں جمع شدہ رقم مسئولہ صورت میں مسجد اور مدرسہ کی تمام ضروریات میں بلا کسی تفصیل کے خرچ کی جاسکتی ہے، اسلئے کہ حسب تحریر سوال چندہ دہندگان کو معلوم

ہے کہ مسجد و مدرسہ کی انتظامیہ کمیٹی ایک ہی ہے۔

اتحد الوقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف أحدهما جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه لأنهما حينئذ كشيئي واحد. (شامی، الوقف، مطلب فی نقل أنقاض المسجد ونحوه، زكريا ٥٥١/٦، كراچی ٣٦٠/٤، مجمع الانهر ،دارالكتب العلمية بيروت ٥٩٦/٢، مصرى قديم ٧٤٩/١)

مسجد له مستغلات و أوقاف أراد المتولي أن يشترى من غلة الوقف للمسجد دهنا أو حصيراً –إلىٰ– كان له أن يشترى للمسجد ماشاء. (هنديه ، الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به زكريا قديم ٤٦١/٢، جديد ٤١٣/٢، المحيط البرهانى ، المجلس العملى ١٣٦/٩، رقم: ١١٣٨١، الفتاوىٰ التاتار خانية زكريا ١٧٥/٨، رقم: ١١٥٥٤)

رجل أعطى درهما فى عمارة المسجد أو نفقة المسجد أومصالح المسجد صح ، لأنه وإن كان لايمكن تصحيحه تمليكاً بالهبة للمسجد فإثبات الملك للمسجد علىٰ هذا الوجه صحيح فيتم بالقبض كذا فى الواقعات الحسامية. (هنديه ، زكريا قديم ٤٦٠/٢، جديد ٤١٢/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رشعبان ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۲۵/۴۰)

مسجد بنانے کیلئے چندہ کرنا

سوال: [۸۱۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں ایک مسجد ہے، اور گاؤں کافی بڑا ہے، تقریباً ایک ڈیڑھ ہزار افراد رہتے ہیں، اس میں ایک اور مسجد کی ضرورت ہے، میں اپنی جگہ میں مسجد بنانا چاہتا ہوں، لیکن اتنی رقم نہیں ہے کہ خود اپنی ذاتی رقم سے مسجد تعمیر کرسکیں، تو چندہ کرسکتے ہیں، یا نہیں؟

جواب تحریر فرمادیں کرم ہوگا؟

المستفتي: محمد شبیر الحق، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں جب مسجد کی سخت ضرورت ہے تو اس کیلئے چندہ کرنا جائز اور درست ہے، لیکن کسی پر جبر واکراہ نہ کیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۶/۴۹۳، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۱۴۸)

رجل أعطیٰ درھما فی عمارۃ المسجد أو نفقۃ المسجد أو مصالح المسجد صح. (ھندیہ، الباب الحادی عشر فی المسجد ومایتعلق بہ، زکریا قدیم ۲/ ۴۶۰، جدید ۲/ ۴۱۲)

رجل بنیٰ مسجدا للّٰہ تعالیٰ فھو أحق الناس بمرمتہ وعمارتہ وبسط البواری والحصیر والقنادیل والأذان والإقامۃ والإمامۃ إن کان أھلاً لذلک فإن لم یکن فالرأی في ذلک إلیہ. (ھندیہ، زکریا قدیم ۱/ ۱۱۰، جدید ۱/ ۱۶۹)

عن أبي حرۃ الرقاشي، عن عمہ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منہ. (السنن الکبریٰ للبیہقی، قبیل باب من غصب جاریۃ ……… دارالفکر بیروت ۸/ ۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ / ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸ / ۸۲ / ۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱ / ۴ / ۱۴۱۷ھ

مسجد کی ضرورت پوری ہونے کے بعد بھی چندہ کرنا

سوال: [۸۱۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد کا تعمیر نو کیلئے چندہ مانگ سے مسجد کے دروازے پر کتنے دن تک کر سکتے ہیں، جبکہ پہلی منزل تیار ہے، دوسری منزل کیلئے چندہ کررہے ہیں، ایک شخص روزانہ تقریباً چار سال سے دو روپئے کی وصولیابی ہر دوکاندار سے کرتا ہے، کیا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا جا سکتا ہے، اس

صورت میں مسجد کی اہانت تو نہیں ہے، لوگ ان دونوں کے اس فعل کے بارے میں برا بھلا کہتے ہیں، لیکن کسی کی ایک نہیں سنتا اس طریقہ کا رکو روکنے کی کیا صورت ہے؟

المستفتي: محمد راغب حسن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خاص کر ہندوستانی مساجد وغیرہ کی تعمیر وصرف کا مدار عوام اور اہل خیر حضرات کے چندہ پر منحصر ہے، اور حدیث شریف میں بھی مساجد کی تعمیر کرانے والے کی بڑی فضیلت وارد ہے اسلئے مساجد میں چندہ وغیرہ کے ذریعہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینا باعث سعادت اور توفیق خداوندی ہے، اور اس سے گریز کرنا اور گراں سمجھنا محرومی ہے، البتہ خوش دلی کے ساتھ بقدر ضرورت چندہ کرنا چاہئے، جبر واکراہ کے ساتھ چندہ کرنا ممنوع اور ناجائز ہے، جو اپنی خوشی سے دے، اس سے لیا جائے، اور جو نہ دے اس پر جبر کرنا گناہ ہے اور ایسے مال کا مسجد میں لگانا بھی ناجائز ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں بحسب ضرورت خوش دلی سے چندہ لیا جائے، اور جب مسجد کی تعمیر کی ضرورت پوری ہو جائے تو پھر تعمیر کے نام پر چندہ کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ اس نام سے چندہ بند کر دینا لازم ہوگا، اور ضرورت پوری ہونے کے بعد اگر مذکورہ شخص وصول کرنے سے باز نہیں آتا ہے، تو اس سے رسیدیں ضبط کر لی جائیں اور لوگ بغیر رسید کے چندہ نہ دیں۔

عن محمد بن لبید، أن عثمان بن عفان، أرادبناء المسجد............ فقال: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: من بنیٰ مسجداً للّٰہ بنیٰ اللّٰہ له في الجنة مثله. (صحیح مسلم، باب فضل بناء المسجد والحث علیها، النسخة الهندیة ۱/ ۲۰۱، بیت الافکار رقم: ۵۳۳، مسند الدارمي دارالمغنی ۲/ ۸۷۵، رقم: ۱۴۳۲)

لأن اللّٰہ تبارک وتعالیٰ لایقبل إلا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله. (شامی، الصلاة، باب مایفسد الصلاة، ومایکره فیها قبیل مطلب فی أفضل المساجد زکریا ۲/ ۴۳۱، کراچی ۱/ ۶۵۸) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ جمادی الأخریٰ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۴۱۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۶/۲۱ھ

کمیشن پر مسجد کا چندہ کرنا

سوال: [۸۱۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) اگر کوئی شخص مسجد شریف کا چندہ کرے تو کیا وہ کمیشن لے سکتا ہے؟ اگر اسی شہر میں سے چندہ کرے جس شہر میں مسجد شریف ہے تو کتنا حصہ لے سکتا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص دوسرے شہر سے مسجد شریف کا چندہ کر کے لائے تو کتنا کمیشن لے سکتا ہے، مسجد کے چندہ سے کمیشن لینا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا؟

المستفتي: محمد خورشید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص باقاعدہ تنخواہ دار ملازم نہیں ہے، اسکا محض کمیشن پر چندہ کرنا جائز نہیں ہے، اسی شہر میں ہو یا دوسرے شہر میں ہو جائز نہیں ہے، اور اگر باقاعدہ تنخواہ دار ملازم ہے، اور چندہ کر کے لاتا ہے، پھر تنخواہ کے علاوہ کچھ رقم بطور انعام دی جاتی ہے تو یہ جائز اور درست ہے، لیکن یہ انعام نصف چندہ سے کم رہنا لازم ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/ ۵۵)

ويصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة الخ. (هدايه ، كتاب الإجارات اشرفى ۳/ ۲۹۳)

وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين. (شامی، زکریا ۹/ ۷، کراچی ۶/ ۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍ شوال المکرّم ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۶۴۸)

جوٹنکی مسجد میں لگادی گئی اس کیلئے چندہ کرنا

سوال: [۸۱۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جوٹنکی مسجد میں لگادی گئی ہے، اسکی مزدوری و قیمت ادا کردی گئی ہے، اب ان رسیدوں کو دکھا کر چندہ کیا جارہا ہے، یہ چندہ مسجد میں خرچ کیا جاسکتا ہے یانہیں؟ یعنی استعمال میں آسکتا ہے، یانہیں؟ جواب سے سرفراز فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتي: ریاست علی، محلّہ کھوکران، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رسید کے اندر جس کام کی تفصیل ہے اس رسید سے اس کے علاوہ دوسری غرض سے چندہ کرنا دھوکہ ہے، اسلئے جائز نہیں۔

عن أبي هريرة ؓ أن رسول الله ﷺ قال: من حمل علينا السلاح فليس منا ومن غشنا فليس منا. (صحيح مسلم، باب قول النبي ﷺ من غشنا فليس منا، النسخة الهندية ۱/۷۰، بيت الافكار رقم: ۱۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍شعبان ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۷۸۹)

ایک باغ کی جگہ دوسرے باغ کی قیمت مسجد میں لگانے کا حکم

سوال: [۸۱۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے زمانۂ قدیم میں اپنی مملوکہ آراضی میں سے ایک حصہ اپنے قبرستان کیلئے مخصوص کیا اور اسمیں آم کا باغ لگایا، باغ کی آمد برابر مسجد میں صرف ہوتی رہی زید انتقال کرگیا اور ورثاء نے جہاں پر زید کی دیگر ملکیت کو تقسیم کیا وہاں پر قبرستان کیلئے مخصوص کردہ آراضی بھی تقسیم کی گئی

اور باغ کاٹ دیا گیا بعدہٗ ورثاء نے باتفاق رائے اس آراضی میں دوسرا باغ لگایا اور اس زمین کو مسجد وقبرستان کیلئے مخصوص کردیا لیکن سرکاری کاغذات میں وہ زمین بنام مسجد درج ہے، اور گاؤں کا کوئی دوسرا قبرستان بھی نہیں تھا، علاوہ اس زمین کے جس کو لوگوں نے خاص اپنی ملکیت سے متعین کیا تھا، اب چونکہ گرام سبھا کی جانب سے بھی قبرستان متعین ہوگیا ہے، جو اسی پہلے قبرستان کے متصل ہے، تو کیا گرام سبھا کی جانب سے تجویز کردہ قبرستان کے بعد اس پہلے قبرستان میں مردوں کو دفن کیا جاسکتا ہے؟ نیز ماء مستعمل اور کوڑا کرکٹ وغیرہ اس باغ میں ڈالنا جبکہ کافی بدبو محسوس ہوتی ہے، کیسا ہے؟

المستفتي: وکیل احمد قاسمی، مدرس مدرسہ اسلامیہ، قصبہ، بہنالہ، ضلع: رڑکی، ہری دوار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زید نے اپنی مملوکہ زمین سے جس جگہ کو خاص کرلیا ہے، اس جگہ کی آمدنی مسجد میں لگانا جائز ہے، کیونکہ درخت اسی کی ملکیت میں ہیں، اسے جہاں چاہے استعمال کرے اس کو اس بات کا اختیار رہے۔

مقبرة عليها أشجار عظيمة فهٰذا علىٰ وجهين إما إن كانت الأشجار نابتة قبل اتخاذ الأرض مقبرة أو نبت بعد اتخاذ الأرض مقبرة ففي الوجه الأول المسئلة على قسمين إما إن كانت الأرض مملوكة لها مالك أو كانت مواتا لا مالك لها واتخذها أهل القرية مقبرة ففي القسم الأول الأشجار بأصلها على ملك رب الأرض يصنع بالأشجار وأصلها ماشاء. (فتاویٰ عالمگیری، الوقف، الباب الثاني عشر، زکریا قدیم ۲/۴۷۳، ۴۷۴، جدید۲/۴۱۷، ۴۱۸)

جب گرام سماج نے میت دفن کرنے کیلئے دوسری جگہ متعین کردی ہے، تو اب وہ زمین جو مسجد کے نام درج ہے، اس زمین میں میت کا دفن کرنا جائز نہیں، اور وہ مسجد کی ملکیت ہے، اس کی آمدنی مسجد کو ملتی رہے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۰/ ۱۴۸، ڈابھیل ۱۵/۳۷۳)

أنفق مالا في إصلاح قبر فجاء رجل ودفن فيه ميتة وكانت الأرض موقوفة يضمن ما أنفق فيه . (شامی ، الصلاۃ ، باب صلاۃ الجنازۃ ، زکریا ۳/۱۴۵، کراچی ۲/۲۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/۱/۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۹۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱/۱۴۲۰ھ

مسجد کیلئے کئے گئے چندہ سے مسجد کا موٹر پائپ وغیرہ خریدنا

سوال: [۸۱۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں مسجد میں مختلف طریقوں پر لوگ مسجد کی امداد کرتے ہیں، لوگوں سے یعنی محلّہ والوں سے سالانہ چندہ بھی لیا جاتا ہے، اور بیاہ شادیوں میں بھی لوگ مسجد کی امداد کرتے ہیں، اور بھی مختلف طرح سے لوگ روزانہ چندہ دیتے رہتے ہیں، علیحدہ سے کسی خاص کام کیلئے جب ہی چندہ کیا جاتا ہے جب مسجد میں کوئی تعمیری کام کرایا جاتا ہے، اور اس مختلف طرح کے چندہ سے ہی مسجد کے تمام مصارف پورے ہوتے ہیں، مثلاً امام کی تنخواہ چٹائی وغیرہ اور پانی کے نل کی مرمت وغیرہ کا خرچہ اس کے بعد بھی کچھ بچ جاتا ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ اس بچی ہوئی آمدنی میں سے پانی کی ٹنکی اور پائپ موٹر وغیرہ جسکی مسجد میں شدید ضرورت ہے لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بہت سے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ وقف کے مال سے مسجد میں نل وغیرہ نہیں لگایا جاسکتا ہے، اور نہ ہی مسجد کی پتائی قلعی چونہ میں اسکو صرف کیا جاسکتا ہے؟ اور نہ گرم پانی میں اسے صرف کیا جاسکتا ہے؟

المستفتي: محمد ایوب، امام مسجد صغیر والی، فضل گڈھ، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مابقیہ رقم ضرورت مسجد مثلاً پائپ، موٹر، پانی، گرم پانی کرنے وغیرہ میں صرف کرسکتے ہیں، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

ولو أن قوماً بنى مسجداً وفضل من خشبهم شيئى قالوا يصرف الفاضل في بنائه ولايصرف إلىٰ الدهن والحصير هذا إذ سلموه إلىٰ المتولى ليبنى به المسجد، وإلاّ يكون الفاضل لهم يصنعون به ماشاؤوا الخ.

(البحرالرائق، الوقف، فصل في أحكام المسجد، زكريا ٥/ ٤٢٠، كوئٹه ٥/ ٢٥٠، هنديه زكريا قديم ٢/ ٤٦٤، جديد٢/ ٤١٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۵/۵/۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۱۷ھ

مسجد کے برآمدہ کیلئے دی گئی رقم دیگر ضروریات میں صرف کرنا

سوال: [۸۱۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد ہاشم خاں مرحوم پاکستانی نے بحیات خود ایک فوقانی مسجد کے برآمدہ کیلئے کچھ روپیہ محبوب خاں مرحوم کو برموقع چندہ عنایت فرمایا تھا، محبوب خاں کے وارثوں کے کہنے کے مطابق مگر محبوب خاں نے کسی وجہ کے باعث وہ روپیہ مسجد کے متولی کو نہیں دیا تھا، اسی اثناء میں محبوب خاں اس دنیا سے رحلت فرما گئے، اور محمد ہاشم خاں بھی محبوب خاں کے چند ہفتہ بعد انتقال کر گئے، محبوب خاں کے وارثوں نے اس پیسہ کی اینٹ سریا سمنٹ لا کر مسجد کے مقام پر رکھدیا ہے، مسجد کے متولی کا کہنا ہے کہ برآمدہ کے بالمقابل مسجد کے حجرے کی چھت اور مسجد کے مکتب کا لینٹر پڑنا نہایت ضروری ہے، ورنہ مسجد کو کافی نقصان پہونچ سکتا ہے؟

محبوب خاں کے وارثین اس بات سے اتفاق نہیں کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسجد کی فوقانی چھت بنی چاہئے، دونوں میں آپسی اختلافات بھی ہیں، کیا متولی اس سریئے وغیرہ سے حجرے کی چھت بنواسکتے ہیں؟ جواب سے سرفراز فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتی: حنفی مصلیان، مسجد پپتیا پاڈل، چاند پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: برآمدۂ مسجد کے نام جو رقم ہاشم خاں نے دی ہے، وہ رقم خاص طور پر مسجد یا مسجد کے برآمدہ پر خرچ کرنا لازم ہوگا، خارج مسجد حجرے کی چھت بنانا اس رقم سے چندہ دہندہ کی غرض کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہوگا۔

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة زكريا ٦/٦٦٥، كراچی ٤/٤٤٥)

نیز اگر حجرہ کی چھت کی زیادہ ضرورت ہو تو اس کیلئے الگ سے رقم فراہم کیجا سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۲۴۰)

تعمیری چندہ سے مؤذن وخادم مسجد کو تنخواہ دینا

سوال: [۸۱۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا مسجد کی تعمیر کی رقم سے مؤذن وخادم مسجد کو بطور تنخواہ دی جاسکتی ہے؟

المستفتي: حضرت مولانا نصیر احمد صاحب،
ناظم: کتب خانہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: رقم جمع کرنیوالوں کی غرض کے خلاف ہونے کی کی وجہ سے جائز نہیں ہے، ہاں البتہ رقم دہندہ کی اجازت سے جائز ہوسکتا ہے۔

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة كراچی ٤/٤٤٥، زكريا ٦/٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/صفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۱۴۵)

دیگراوقاف کی دوکانوں کی آمدنی مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۸۱۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شہر آگرہ میں اسلامیہ لوکل ایجنسی کے نام سے ایک سوسائٹی ہے، جو وقف بورڈ آف یوپی کا ادارہ ہے جس کی ملکیت میں جہاں بہت ساری دوکانیں اور مکانات ہیں، جن کی آمدنی سوسائٹی کے پاس آتی ہے، مزید عطیات بھی آتے ہیں، اب اس کمیٹی کے تحت شہر آگرہ کی متعدد مساجد ہیں جن کی نگرانی کمیٹی کرتی ہے جیسے کہ آئمہ اور مؤذنین کی تنخواہ خاک روب کی تنخواہ مزید مسجد کی مرمت اور تزئین انہیں کی ذمہ داری میں ہوتی ہے، تو کیا مذکورہ بالا آمدنی ان مساجد کی تزئین ومرمت میں خرچ کی جاسکتی ہے یانہیں؟

المستفتي: آفاق احمد قریشی،
سکریٹری، اسلامیہ لوکل ایجنسی، آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: سوسائٹی کے ماتحت وقف کی دوکانوں کی آمدنی مساجد کے ائمہ ومؤذنین خاک روب کی تنخواہ اور مسجد کی مرمت وتزئین میں صرف کی جاسکتی ہے، اس لئے کہ مسجد بھی وقف ہے، بلکہ وہ سب سے اعلیٰ درجہ کا وقف ہے، اور زکاۃ کے علاوہ جو عطیات آتے ہیں، ان کو بھی مسجد کی ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے۔

أن المسجد أيضاً وقف من أوقاف المسلمين. (عمدة القارى، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركى الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد داراحياء التراث العربى ۴/۱۷۹، زكريا ۳/۴۳۵، تحت رقم الحديث: ۴۲۸، فتح الملهم، كتاب المساجد اشرفيه ۲/۱۱۸)

يصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلىٰ أقرب مسجد أو رباط أو بئر إليه تحته في الشامية: يصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامى، والقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره زكريا ۶/۵۴۹، كراچى ۴/۳۵۹،

الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/ ١٦١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۸۹/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۴/۱۲ھ

فصل کے موقع پر مسجد کیلئے دئے گئے غلہ کی رقم مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۸۱۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ہمارے گاؤں میں فصل کے موقعہ پر لوگ مسجد کیلئے غلہ دیتے ہیں، بعض دسویں حصہ کے اعتبار سے اور بعض اسکی رعایت کئے بغیر بعد میں اس کو نیلام کرکے مسجد کے کسی بھی مصرف میں استعمال کرتے ہیں، کیا اس طرح جمع شدہ غلہ کی رقم کو مسجد کے مصارف تعمیرات وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے، اور مسجد کی آمدنی اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔

(۲) فصل کے موقع پر جو غلہ مسجد میں جمع ہوا ہے، اس پر اگر عشر کا اطلاق ہوگا تو اسکو کہاں کہاں دے سکتے ہیں؟ کیا امام کو بھی دے سکتے ہیں؟ واضح طور پر مفصل و مدلل جواب سے مطلع فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد اشفاق، مکن پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: (۱) مساجد و مدارس میں جو غلہ آتا ہے، وہ امداد ہی کا ہوتا ہے، اسلئے اس کی رقم سے تنخواہ دینا یا تعمیر میں لگانا سب جائز ہے، اور اس میں شخصی ملکیت بھی متصور نہیں ہے۔

والتمليک فی غير الملک لايتصور. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل فی الشرائط التي ترجع إلىٰ المال زكريا ٢/ ٨٨، كراچی ٢/ ٩، حاشية چلپی امداديه ملتان ١/ ٢٥٢، زكريا ٢/ ١٩ ، الموسوعة الفقية الكويتية ٢٣/ ٢٣٦، ٤٤/ ١٧٣)

(۲) اتر پردیش کی کوئی زمین عشری نہیں ہے، اسلئے یہاں کی زمین پر عشر واجب نہیں

ہے، لہٰذا یہاں کی پیداوار سے جو کچھ مساجد و مدارس کو دیا جاتا ہے، وہ بہر حال امداد و عطیہ ہے چاہے، اس کا نام عشر رکھے یا امداد یا عطیہ، لہٰذا اس کو تنخواہوں میں خرچ کرنا بلاتردد جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/ ۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ر محرم ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۰۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۱/۲۵ھ

مسجد اور مدرسہ کیلئے الگ الگ چندہ کرنا

سوال: [۸۱۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں میں مسجد تعمیر ہورہی ہے، لیکن مسجد کے نیچے تہ خانہ کی شکل کا ایک ہال رہے گا، اور اوپر مسجد تعمیر ہوگی اور ابھی سے منتظمین کا ارادہ ہے کہ اس ہال میں مدرسہ یا مکتب رہے گا، اور اوپر مسجد رہے گی، تو دریافت یہ امر ہے کہ کیا اس تہ خانہ کی تعمیر کیلئے الگ سے چندہ کرنا پڑے گا، یا جو چندہ مسجد کیلئے ہوا ہے وہ بنیاد سے لیکر اوپر تک لگے گا، شرعی حکم تحریر فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد عمران، سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب مسجد بنانے سے قبل نیچے مدرسہ بنانے کا ارادہ ہے تو وہ حصہ مسجد سے خارج ہوگا، اور اس کا حکم مسجد سے بالکل الگ ہوگا، اسلئے کہ اسکا خرچ بھی مدرسہ ہی کے نام سے وصول کرنا ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/ ۸۱، جدید زکریا ۹/ ۸۷)

أما إذا اختلف الواقف أو اتحد الواقف واختلفت الجهة بأن بنيٰ مدرسة ومسجداً، وعين لكل وقفا، وفضل من غلة أحدهما، لايبدل شرط الواقف، وكذا إذا اختلف الواقف لاالجهة، يتبع شرط الواقف .... هذا هو الحاصل من الفتاوىٰ وقد علم منه أنه

لایجوز لمتولی الشیخونیة بالقاهرة صرف أحد الوقفین للآخر . (البحرالرائق، کتاب الوقف زکریا ۵/۳۶۲، کوئٹه۵/۲۱۶، ۲۱۷، وهکذا في الدر مع الرد، مطلب فی نقل القاضی المسجد نحوه، زکریا ۶/۵۵۱، کراچی ۴/۳۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍شوال ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۶۵۴)

شادی میں مسجد ومدرسہ کیلئے چندہ کرنا

سوال: [۸۱۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی کے دن مدرسہ اور مسجد کیلئے چندہ لیا جاتا ہے، وہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: شمس الحق، جھارکھنڈی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کے دن لڑکے یا لڑکی والوں کی طرف سے بخوشی اگر مدرسہ یا مسجد میں چندہ دیا جائے تو لینا درست ہے، زبردستی دباؤ کے ساتھ مشروع نہیں؟

عن أبي حرة الرقاشي ، عن عمه أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه . (السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الغصب، قبیل باب من غصب جاریة ثم باعها.......... دارالفکر ۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰)

لایجوز لأحد أن یأخذ مال أحد بلا سبب شرعي. (قواعد الفقه، اشرفی/ ۱۱۰، رقم: ۲۶۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/۷/۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۳۰۴)

مسجد اور مدرسہ کا مشترکہ چندہ

سوال: [۸۱۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چند حضرات نے ایک مسجد اور ایک مدرسہ بنانے کا پروگرام بنایا اس کیلئے زمین خریدی گئی قیمت کی ادائیگی کیلئے چندہ کیا گیا کچھ چندہ بنام مدرسہ اور کچھ چندہ بنام مسجد اور اکٹھا کرنیکے بعد زمین والوں کو دیدیا گیا، ادا کردہ رقم میں تقریباً نصف رقم وہ ہے جو مسجد کے نام سے جمع کی گئی ہے، اس کے حساب سے مسجد کو تقریباً آدھی ہی زمین ملنی چاہئے لیکن ہمارا ارادہ مسجد کو ابتداء ہی سے ایک ثلث یا اس سے بھی کم دیئے جانے کا ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا اپنے ارادہ کے مطابق مسجد و مدرسہ بنانے کی صورت میں منجانب مدرسہ مسجد کو زمین کے تناسب سے رقم واپس کرنی پڑے گی یا نہیں؟

المستفتي: سیف اللہ نگلیاں عائل، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جتنی رقم مسجد کے نام سے جمع ہوئی ہے، وہ سب مسجد ہی کے مد میں خرچ کرنا لازم ہے، لھذا مذکورہ سوال میں آدھی زمین مسجد کی ہوگی یا ایک ثلث زمین مسجد کو دیکر بقیہ کی قیمت مسجد کو دیدی جائے، جو مسجد کے صرفہ میں خرچ کی جائے ورنہ جائز نہیں ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۵۹۶، فتاویٰ محمودیہ ۶/ ۲۱۰، ڈابھیل ۱۵/ ۱۵۰)

علیٰ أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ.

(شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة، کراچی ۴/ ۴۴۵، زکریا ۶/ ۶۶۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۸۸۶)

مسجد و مدرسہ کے چندے اور اپنے پیسوں سے مکان تعمیر کرنا

سوال: [۸۱۵۷]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنی بستی کی خستہ حالت کو دیکھ کر مسجد ومکتب کے لئے مختلف جگہوں سے مختلف لوگوں سے چندہ وصول کیا پھر للہ ایک جگہ خریدی ساتھ ہی اپنی ذاتی رقم بھی صرف کی اور مذکورہ جگہ کی قیمت نصف چندہ شدہ پیسے سے ادا کی اور نصف اپنی ذاتی رقم سے ادا کی پھر نصف خرچ سے مذکورہ جگہ کے اوپر چھ کمرے بنائے ،لیکن مذکورہ شخص نے نصف جگہ مع کمرے کے مسجد کے نام چڑھاتے ہوئے اپنے نام پر رجسٹری کرائی ،اور ایک مدت تک ان چھ کمروں کا نصف کرایہ مسجد کے حوالے کرتا رہا، اتفاقاً مذکورہ آدمی کے ساتھ جماعت المسلمین کا کسی بات پر جھگڑا ہوجاتا ہے،اور جھگڑے کے دوران مذکورہ شخص اس کمرے کے اوپر احسان جتلا بیٹھتا ہے،جس کے سبب جماعت المسلمین کا مذکورہ شخص سے کہنا ہے کہ آپ نصف جگہ کے ساتھ تین کمرے مسجد کے نام پر وقف کرکے رجسٹرڈ کرادیں اس لئے کہ آپ نے چندہ کے پیسے سے یہ نصف جگہ اور نصف کمرے تیار کئے ہیں،اور چندہ وہ بھی مسجد کے نام پر کیا ہے،لیکن مذکورہ شخص مسجد کے نام پر یا جماعت المسلمین ٹریسٹ کے نام رجسٹری یا وقف کرنے کیلئے تیار نہیں ہے،جس کے سبب جماعت المسلمین مذکورہ شخص کو جماعت سے خارج کردیتی ہے، اور یہ بھی کہدیتی ہے کہ آپ کے احسان کی ہمیں ضرورت نہیں ہے، لہٰذا اب جماعت المسلمین نے ان تینوں کمروں کا کرایہ لینا چھوڑ دیا اس لئے مذکورہ شخص نے اپنے مکان میں مکتب کھول کر اپنے بچوں کو دینی تعلیم دینے کا انتظام کیا،لیکن تعلیم دینے والے معلم کا ماہانہ معاوضہ ان تینوں کمروں کے کرایہ مسجد کے نام پر نہ دیتے ہوئے مذکورہ معلم کو دیا جاتا ہے، اب اس صورت حال میں مذکورہ شخص اور مذکورہ معلم کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے ، نیز مذکورہ شخص جب مرض الموت میں پہونچتا ہے، وہ اپنے دو بیٹوں کو یہ وصیت کرتا ہے کہ دیکھو میرے بعد اگر تم جماعت کے

ساتھ پڑھاؤ تو بھی یہ جائیداد مسجد کے نام یا جماعت المسلمین کے ٹریسٹ کے نام پر وقف کر کے حوالہ نہ کرنا اور رجسٹرڈ نہ کرنا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی وصیت کی کہ اس پیسہ میں خیانت بھی نہ کرنا جو میں نے شکل دی ہے، اس پر خرچ کرتے چلے جانا یہ کہہ کر وہ دنیا سے چل بستا ہے، اب ان دونوں بیٹوں سے سب جماعت المسلمین کا کہنا ہے، کہ آپ کے والد نے مسجد کے نام پر چندہ جمع کیا تھا، اور اس سے مسجد کے لئے جو جائیداد بنائی تھی، اس کو مسجد کے نام پر وقف کر کے رجسٹری کر دو اس لئے کہ مرحوم نے کہا تھا، کہ ہم نے افریقہ سے مسجد کے نام پر اتنے پیسے جمع کئے ہیں، اور اس سے مسجد کے نام پر اتنے پیسے جمع کئے ہیں، اور یہ جو جائیداد بنا رہا ہوں وہ اللہ ہے، لہٰذا جب انھوں نے اپنی زبان سے جماعت کے سامنے سب باتوں کا اقرار کیا تو شرعاً اس جائیداد کو مسجد کے نام کرنا ضروری ہے، لیکن یہ دونوں بیٹے یہ کہہ کر عذر کر دیتے ہیں، کہ مرحوم کی وصیت ہے کہ وقف نہیں کرنا، لٰہذا برائے مہربانی ہر ایک کے لئے یعنی معلم اور ان دونوں بیٹوں کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟ ہمیں جلد از جلد تحریر فرمائیں تا کہ ہم خانہ جنگی سے بچ سکیں، اور شرع کے اوپر عمل کرنا سہل ہو جائے، آپ کی بہت بہت مہربانی ہوگی؟

المستفتي: احقر عبد العظیم صدیقی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ حالات کے پیش نظر جس شخص نے بستی کی خستہ حالت کی بنا پر مسجد و مکتب کے نام سے چندہ کر کے زمین خریدی ہے، اگر وہ زمین خریدتے وقت اور اپنی طرف سے ذاتی طور پر نصف رقم دیکر کمرہ بنواتے وقت اس بات پر گواہ یا اعلان نہیں کیا تھا، کہ نصف کمرے میری ذاتی ملکیت ہوں گے، تو تمام کمرے شرعاً مکتب و مسجد کے لئے وقف ہو چکے ہیں، شخص مذکور کی کوئی ملکیت اس میں نہیں ہوگی، البتہ اگر نصف کمرے اپنی ذاتی ملکیت ہونے کا اعلان یا گواہ بنائے تھے، تو مذکورہ کمروں میں نصف کا حق اس کو حاصل ہوگا، لیکن سوالنامہ میں یہ بھی ہے کہ شخص مذکور نے بوقت انتقال اس بات کی

وصیت کی ہے کہ اس میں خیانت نہ کرنا تو اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ مذکورہ چندہ وکمرے سب مکتب قائم کرنے کیلئے فراہم کئے تھے، نہ کہ مسجد کے لئے تو اگر واقعہ ایسا ہے تو چاروں کمرے مکتب کے لئے ہوجائیں گے، اور اگر نصف مکتب کیلئے اور نصف مسجد کیلئے بنائے گئے تھے، تو نصف مسجد کے نام اور نصف مکتب کے نام کردینا واجب ہوگا، ورنہ چندہ دہندگان کی غرض کی مخالفت لازم آئیگی، اور چندہ دہندگان کی غرض کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔

بنى المتولى من مال الوقف فى عرصة الوقف أو من مال نفسه للوقف أولم يذكر شيئا كان وقفاً بخلاف الأجنبى وإن شهد أنه بناه لنفسه كان ملكا له . (فتاویٰ بزازیه، الوقف، الفصل الرابع فى المسجد، وما يتصل به زكريا جديد٣/١٤٤، وعلى هامش الهنديه ٦/ ٢٧٠)

فإن كان البانى المتولى عليه فإن كان بمال الوقف فهو وقف سواء بناه للوقف، أو لنفسه أوأطلق وإن من ماله للوقف أو اطلق فهو وقف إلا إذا كان هو الواقف وأطلق فهو له كما فى الذخيرة وإن بناه من ماله لنفسه وأشهد أنه له فهو له الخ. (شامی، مطلب فی حکم بناء المتولى وغيره فى أرض الوقف ،زكريا ٦/٦٧٩ كراچى ٤/٤٥٥، الموسوعة الكفقهية الكويتية٤٤/١٨٥)

المتولى لو أنفق على الوقف من ماله وشرط الرجوع له الرجوع الخ.

(عالمگیری، الباب الخامس فى ولاية الوقف زكريا قديم ٢/٤١٦، جديد ٢/٣٥٤)

المتولى إذا أنفق من مال نفسه فيرجع فى مال الوقف له ذلك فإن شرط الرجوع يرجع وإلا فلا. (البحرالرائق، کوئٹہ ٥/٢١٢، زكريا ٥/٨٤٤)

صح أيضاً وقف كل منقول قصداً فيه تعامل للناس وفى الشامية: ولما جرى التعامل فى زماننا فى البلاد الرومية وغيرها فى وقف الدراهم والدنانير دخلت تحت قول محمد المفتى به الخ. (شامی، مطلب فی وقف الدراهم والدنانير زكريا ٦/٥٥٥، كراچى ٤/٣٦٣)

إن مراعاة غرض واقفين واجبة الخ. (شامی، مطلب مراعاة غرض الواقفين

واجبة كراچی ٤/ ٤٤٥، زكريا ٦/ ٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ رجمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۲۹۸)

قبرستان کی آمدنی مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۸۱۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں کے قبرستان میں کچھ پیڑ خودرو ہیں، اور ایک باغ گاؤں والوں نے قبرستان میں لگایا ہے آم کا، عرصہ دراز سے گاؤں والے قبرستان سے لکڑی کاٹ کر مسجد میں پانی گرم کرنے کے کام میں لاتے ہیں، اور جو باغ ہے اسکی آمدنی بھی مسجد میں لگاتے ہیں، زید کہتا ہے، ایسا کرنا ناجائز ہے شرعی فیصلہ سے مطلع فرمائیں؟

المستفتي: شوکت حسین، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: موقوفہ قبرستان کی آمدنی اسی قبرستان میں لگانا ضروری ہے، کسی اور جگہ صرف کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر قبرستان کو بالکل ضرورت نہیں ہے، مثلاً چہار دیواری بنانا وغیرہ تو قبرستان کے ذمہ داروں کے مشورہ سے آمدنی کو مسجد یا مدرسہ میں صرف کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۳۰۶، ڈابھیل ۱۵/ ۳۷۱، کفایت المفتی ۷/ ۱۲۱، جدید مطول ۱۰/ ۲۳۳، احسن الفتاویٰ ۶/ ۴۱۸)

على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الوقفين واجبة كراچی ٤/ ٤٤٥، زكريا ٦/ ٦٦٥)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۹۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۴/ ۱۴۱۷ھ

قبرستان کے درخت یاان کی آمدنی مسجد میں لگانا

سوال: [۸۱۵۹]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کے درختوں کو کاٹ کراسی درخت کو یااس کی قیمت کومسجد کے کاموں میں صرف کرنا جائز ہے یانہیں؟ اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے، اسی طرح اگر اسی پیسہ سے مسجد کیلئے زمین خرید کر مسجد کے نام پر وقف کردی تو جائز ہے یانہیں؟

المستفتي: محمد اسرائیل، مدنا پوری، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگراسی مقبرہ میں صرف کرنے کی کوئی صورت ہے تو اس میں صرف کریں، ورنہ اس سے قریب قبرستان میں صرف کریں۔

كما استفاده من الشامي، لايجوز صرف وقف مسجد خرب إلىٰ حوض وعكسه وفي شرح الملتقىٰ يصرف وقفها لأقرب مجانس لها الخ.

اوراگر یہ بھی نہ ہوتو ذمہ داروں کے مشورہ سے مساجد کے کاموں میں صرف کرسکتے ہیں۔

سئل نجم الدين في مقبرة فيها أشجار هل يجوز صرفها إلىٰ عمارة المسجد قال نعم إن لم تكن وقفا على وجه آخر ،قيل له فإن تداعت حيطان المقبرة إلىٰ الخراب يصرف إليها أو إلىٰ المسجد قال إلى ماهي وقف عليه إن عرف وإن لم يكن للمسجد متولي ولا للمقبرة فليس للعامة التصرف فيها بدون إذن القاضي . (هنديه الوقف ، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر ...... زكريا قديم ٢/٤٧٦، جديد ٢/٤١٨، المحيط البرهاني ، المجلس العلمي ٩/١٤٩، رقم: ١١٤٣٤، الفتاوىٰ التاتار خانية ،زكريا ٨/١٩٤، رقم: ١١٦١٧، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٨/٣٤٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۳۶۰)

قربانی کی کھالوں کی رقم کوتملیک کے بعد مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۸۱۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قربانی کی کھالوں کی رقم تملیک کرکے کچھ لوگ مسجد کی تعمیر میں لگاتے ہیں، اوراس کو جائز بتاتے ہیں، تو کیا اس طرح تملیک درست ہے؟ اور تملیک کے بعد حاصل ہونے والی رقم تعمیر مسجد میں لگ سکتی ہے، کیا تملیک بلا ضرورۃ کے ہوسکتی ہے؟ عموماً مساجد کی تعمیر میں تزئین پر زور دیا جاتا ہے، تو کیا تزئین میں یہ رقم لگائی جاسکتی ہے، قبرستان وغیرہ کی زمین کیلئے تملیک سے حاصل شدہ رقم لگ سکتی ہے، دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی

المستفتي: (حضرت مولانا) محمد سالم
القاسمی، مدرس جامعہ قاسمیہ مدرسہ
شاہی، مرادآباد، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئلہ مذکورہ میں دو چیزوں کوملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) نفس حیلۂ تملیک کب جائز ہے، اورکس قسم کی ضرورت کیوجہ سے جائز ہوسکتا ہے۔

(۲) حیلۂ تملیک کر چکنے کے بعد جہاں چاہے وہاں خرچ کا جائز ہونا یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، دونوں کو الگ الگ سمجھنا چاہئے، اور دونوں پر حکم بھی الگ الگ لگے گا، امر اول کا حکم یہ ہے کہ ایسی شدید ضرورت پیش آجائے کہ اگر حیلۂ تملیک کرکے رقم حاصل نہ کی جائے تو حرام اور معصیت میں مبتلا ہونے کا سخت خطرہ ہے، یا دینی ضرورت پوری نہ ہونے کی وجہ سے زبردست دینی نقصان ہونے کا خطرہ ہے، تو حیلہ جوفی نفسہ ناجائز ہے حرام اور معصیت سے بچنے کیلئے اور دینی نقصان سے بچنے کیلئے عارضی طور پر جائز ہوجاتا ہے، اوراس طرح حیلہ سے گناہ بھی نہ ہوگا، اوراگر زبردست دینی نقصان یا حرام ومعصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہیں ہے، اور مسلمانوں کی امداد سے ضرورت

پوری ہوجاتی ہے،تو حیلۂ تملیک ہرگز جائزنہیں ہے، اسلئے کہ صدقۂ واجبہ اوررقم چرم قربانی وغیرہ فقراء ہی کا حق ہے، بغیرضرورت شدیدہ اس کوتلف کرنا ہرگز جائزنہیں ہے، اور سوالنامہ کی درج شدہ شکل میں تعمیر مساجد اورقبرستان کے اخراجات میں ایسی شدید ضرورت نہیں ہے، مسلمانوں کی امداد سے بآسانی یہ ضرورت پوری ہوسکتی ہے، نیز تزئین مساجد تو کسی بھی درجہ کی ضرورت میں داخل نہیں ہے، اس لئے حیلۂ تملیک کرکے خرچ کرنے والے سب لوگ سخت ترین گناہ کے مرتکب ہوں گے۔

والاحتيال للهروب عن الحرام والتباعد عن الوقوع في الآثام لابأس به بل هو مندوب إليه وأما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان (قوله) ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلىٰ إبطال الحق الخ. (عمدة القاري، كتاب الحيل، باب شرك الحيل، دار احياء التراث العربي ۲۴/۱۰۸، ۱۰۹، زكريا ۹/۲۳۹، تحت رقم الحديث: ۶۹۵۳، الفتاوىٰ التاتار خانية زكريا ۱۰/۳۱۱، رقم: ۱۴۸۴، ۴۸۴۶، هنديه زكريا قديم ۶/۳۹۰، جديد۶/۳۹۳)

امر ثانی کا حکم یہ ہے کہ اگر حیلۂ تملیک ہوچکا ہے،تو اب وہ رقم صدقہ کے دائرہ سے باہر ہوچکی ہے، اسلئے تعمیر مساجد وغیرہ مذکورہ امورمیں خرچ کی جائے تو صحیح بھی ہوجائیگی، لیکن بےموقع حیلۂ تملیک کرنے کا گناہ بھی الگ سے ہوگا،تو معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں حیلۂ تملیک کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور حیلہ شدہ رقم کو امور مذکورہ میں خرچ کرنا بھی صحیح ہوجاتا ہے،اب حیلہ کرنے والے خود خیر منائیں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۹؍محرم الحرام۱۴۱۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر:۲۸/۲۹۸۸)	۱۹/۱/۱۴۱۳ھ

بلاحلالہ مطلقۂ ثلاثہ کورکھنے والے سے مسجد میں چندہ لینا

سوال: [۸۱۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مقصود نامی ایک شخص نے اپنی بیوی فاطمہ کو مقبرہ اول درگاہ نئی آبادی میں تین مرتبہ ایک مجلس میں طلاق دیدی ہے، اور اسکا فتویٰ مدرسہ شاہی سے فتاویٰ عالمگیری ۱/ ۳۵۶ کے حوالہ سے ۱۹/۹/۸ کو آیا اور مدرسہ جامعہ نعیمیہ سے مذکورہ بالاتحریر ۱۹/۹/۸۸ کو درمختار کے حوالہ سے فتویٰ مل گیا کہ طلاق واقع ہوگئی بغیر مطالبہ مہر وخرچہ کا اہل محلّہ اور دوسرے محلّہ کے اشخاص اورلڑکی نے کہا کہ ۱۰/۱۰/۸۸ کو آئینہ عالم میں بھی نکل گیا کہ مقصود حسین نے مذکورہ بیوی کو طلاق دیکر گھر سے نکالدیا ہے، اور وہ اپنے بھائی کے گھر چلی گئی، اور عدت کرنے لگی مقصود حسین نے عدالت کو اپنی پریشانی دکھا کر فاطمہ کو پولیس کے ذریعہ عدالت میں پیش کر کے اپنی بیوی بنا کر اپنے گھر لے آیا اور بیوی فاطمہ بھی مقصود کے ساتھ چلی آئی، اب اہل محلّہ سخت پریشان ہیں، کہ اس حالت میں مقصود سے کیا واسطہ رکھیں اور اس کا پیسہ مسجد میں بطور چندہ لیں یا نہ لیں اس گناہ سے اہل محلّہ کس طرح سبکدوش ہوسکتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں سب مسلمانوں کو آگاہ کیجئے، عین مہربانی ہوگی؟

المستفتی: اہل محلّہ مقبرہ اول درگاہ نئی آبادی، عبدالوحید، بقلم خود عاشق حسین، گھوڑے والے، عبدالغفار، عبداللطیف، عبد الرشید، عبدالوحید، محمد عرفان محمد یامین، محبوب حسن، شاہد حسن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مطلقۂ ثلثہ کو بلا حلالہ کے اپنے پاس رکھنا حرام اور زنا کاری ہے اور گناہ کبیرہ وعذاب الٰہی کا سخت خطرہ ہے، علاقہ اور برادری والوں پر لازم ہے کہ اسے سمجھا کر علیحدہ کردیں اور اگر باز نہ آئے تو باز آنے تک برادری وعلاقہ کے لوگ اس سے بائیکاٹ کرلیں، نکاح، شادی، کھانا پینا لین دین مسجد میں چندہ وغیرہ سب معاملات میں مقاطعہ کرلیں ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔

بقوله تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارَ . (هود: ١١٣)
وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ . (المائده : ٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رربیع الاول ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۴/۱۱۷)

ہر فرد سے بلا امتیاز غریب وامیر جبراً تین کلو اناج وصول کرنے کا حکم

سوال: [۸۱۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ کی جتنی بھی مساجد ہیں سب میں فی یونٹ چندہ اکھٹا کیا جاتا ہے، مثلاً کسی کے ۲؍ بچے ہوں تو اس کو ۳؍ کلو فی یونٹ کے حساب سے ۶؍ کلو ہر فصل پر اناج دینا ہوتا ہے، اگر کسی کے ۱۰؍ بچے ہوں تو ۳۰؍ کلو اناج دینا ہوتا ہے، خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور اگر کوئی نہ دے بوجہ غربت یا تنگدستی تو اس سے جبر و اکراہ کیا جاتا ہے، بصورت دیگر قبرستان میں دفن کرنے نہ دینا اسی طریقہ سے پنچایت فنڈ سے برتن نہ دینا وغیرہ قانون لاگو کر دیا جاتا ہے، اس لئے آپ سے درخواست ہے، کہ براہ کرم مسئلہ کا مفصل باحوالہ جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟ اللہ آپ کو اس کا بہترین بدلہ دے گا؟

المستفتی: محمد نوشاد، تاراپور، بڑھاپور، بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جو قانون بنایا گیا ہے، کہ گھر کے ہر ممبر کے لحاظ سے ۳؍ کلو فی ممبر کے حساب سے اناج وصول کیا جائے گا، تو یہ اس وقت درست ہے، جبکہ تنگدست اور غریب کو اس سے مستثنیٰ رکھا جائے، غریب آدمی پر جبر و اکراہ کے ساتھ اناج وصول کرنے کے لئے دباؤ ڈالنا شرعاً جائز نہیں ہے، سرمایہ داروں پر لازم ہے، کہ غریبوں کو اس سے مستثنیٰ کر کے خود یہ بوجھ اٹھائیں۔

عن أنس بن مالکؓ أن رسول الله ﷺ قال لایحل مال امرئٍ مسلم إلا بطیب نفسهٖ. (دار قطنی ،دارالکتب العلمیة ۳/۲۲، رقم: ۲۸۶۲)

عن أبی حرة الرقاشی عن عمه أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لایحل مال امرئ مسلم إلا عن طیب نفسه. (دارقطنی ، البیوع ، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/۲۲/رقم: ۲۸۶۳ شعب الإیمان ، باب فی قبض الید عن الأموال المحرمه ، دارالکتب العلمیة بیروت ۴/۳۸۷، رقم: ۵۴۹۲)

عن عمرو بن یثربی قال: شهدت رسول الله ﷺ في حجة الوداع بمنیٰ فسمعته یقول: لا یحل لامرئ من مال أخیه شیئی إلا ما طابت به نفسه. (دارقطنی ، البیوع، دارالکتب العلمیة بیروت۳/۲۲، رقم: ۲۸۶۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۲۰۱۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/۵/۱۴۳۶ھ

۲۰/الفصل العشرون: مسجد میں صدقات کا حکم

صدقات واجبہ کی رقم سے مسجد کا غسل خانہ وغیرہ تعمیر کرنا

سوال: [۸۱۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں موضع حسام پور ضلع مرادآباد میں ایک جدید مسجد تعمیر ہوئی ہے، اس میں پیسہ کی قلت کی وجہ سے غسل خانہ، پاخانہ، پیشاب گھر اور وضوخانہ کی نالی کچھ پیسہ زکوٰۃ وفطرہ کا رکھا ہوا تھا، اس سے بنوادیا اب اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ شریعت کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتي: حافظ محمد یامین، حسام پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد یا کسی بھی طرح کی تعمیر میں زکوٰۃ یا صدقات واجبہ کی رقم کا صرف کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اسلئے جن لوگوں نے غسل خانہ، پیشاب خانہ وضو خانہ وغیرہ کی تعمیر میں زکوٰۃ صدقہ فطر کی رقم خرچ کی ہے، وہ شرعاً خائن ہیں، ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ مسجد کے فنڈ یا اہل محلہ سے وصول کر کے زکوٰۃ وفطرہ کی خرچ شدہ رقم کو واپس کریں۔

لایجوز أن یبنیٰ بالزکاۃ المسجد اھ. (عالمگیری، الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، زکریا قدیم ۱/۱۸۸، جدید ۱/۲۵۰)

قال رحمہ اللہ وبناء مسجد أي لایجوز أن یبني بالزکاۃ المسجد؛ لأن التملیک فیھا شرط ولم یوجد. (تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۰۰، زکریا ۲/۱۲۰)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لاإباحۃ کمامر لایصرف إلیٰ بناء نحو مسجد. (شامی، الزکاۃ، باب المصرف، زکریا ۳/۲۹۱، کراچی

۲/ ۳٤٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر شوال ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۲۴/۳۵)

روزہ کے فدیہ کی رقم مسجد یا مدرسہ میں لگانا

سوال: [۸۱۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھے مسجد بن رہی ہے، روزوں کا پیسہ مسجد میں لگادوں، یا مدرسہ میں کھانے کیلئے دیدوں؟

المستفتی: سیدہ بیگم، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: روزے کا فدیہ غریب مسکین، لوگوں کو دینالازم ہے، مسجد میں دینا جائز نہیں ہے، اسی طرح مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں دینا بھی جائز نہیں ہے، البتہ مدرسہ کے غریب طلباء کو دینا جائز ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ (أي اعطاء ها) طَعَامُ مِسْكِيْنَ. (سورہ بقرہ آیت :۱۸۳، روح المعانی زکریا ۲/ ۸۷)

ومصرف الزكوٰة هو فقير وتحته فى الشامية: وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغيره ذلک من الصدقات الواجبة. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا ۳/ ۲۸۳، کراچی ۲/ ۳۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ر ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۵۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۴/۸ھ

قربانی کی کھال کی قیمت مسجد میں لگانا

سوال: [۸۱۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر مسلمانانِ عالم جن جانوروں کی قربانی کرتے ہیں، ان کی چرم کا صحیح مصرف کیا ہے؟ آیا مسجد کی تعمیر میں اس چرم کو فروخت کرکے اس کا روپیہ لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مفصل ومدلل بیان فرمائیں؟

المستفتي: انتظار حسین، کھسیا کنڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چرم قربانی کو بیچ کر رقم مسجد میں لگائی جائے تو یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جب قربانی کی کھال بیچ دی گئی تو اب اس رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے، مساجد وغیرہ میں صرف کرنا ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۹/ ۳۱۷، جدید زکریا ۱۰/ ۴۱، فتاویٰ محمودیہ جدید ۱۷/ ۴۶۰، ڈابھیل ۱۷/ ۴۶۰، امداد الفتاویٰ زکریا ۳/ ۵۶۶، کفایت المفتی ۸/ ۲۴۷، جدید زکریا مطول ۱۲/ ۱۵۲، عزیز الفتاویٰ/ ۷۱۳)

ولو باع الجلد أو اللحم بالدراهم أو بمالا ينتفع به إلا بعد استهلاكه تصدق بثمنه لأن القربة انتقلت إلیٰ بدله. (هدايه، كتاب الأضحية اشرفی ٤/ ٤٥٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۳۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۵ھ

زکوۃ، تیجہ، چالیسویں کی رقم مسجد میں لگانا

سوال: [۸۱۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوۃ کی

رقم تیجہ چالیسویں کی رقم مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتي: جسیر احمد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم مسجد میں لگانا جائز نہیں:

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحۃ لایصرف إلیٰ بناء نحو مسجد الخ. (درمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، زکریا ۲۹۱/۳، کراچی ۳۴۴/۲، وھکذا فی التبیین زکریا ۱۲۰/۲، امدادیہ ملتان ۳۰۰/۱، ہندیہ زکریا قدیم ۱۸۸/۱، جدید ۲۵۰/۱)

اور تیجہ چالیسواں شریعت میں جائز ہی نہیں ہے، لہٰذا نہ تیجہ وغیرہ کی اجازت ہے اور نہ ہی اسکی رقم مسجد میں دینے کی اجازت ہے، یہ اہل ہنود کی رسم ہے، جو مسلمانوں میں بھی داخل ہوگئی ہے۔

ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ. (شامی، الصلاۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من المیت، زکریا ۱۴۸/۳، کراچی ۲۴۰/۲، مرقاۃ، باب المعجزات، الفصل الثالث امدادیہ ملتان ۲۲۳/۱۱، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ۴۵/۱۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/۱۱/۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۱۹/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱۱/۱۴۱۹ھ

راستہ میں نل لگانے کیلئے دیئے گئے چندہ کو مسجد میں لگانا

سوال: [۸۱۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے چندہ برائے نل علی الطریق کیا اور اس میں مسلم غیر مسلم سب کا چندہ شامل تھا، چند دنوں تک نل رہا اس کے بعد فروخت کردیا گیا تو اس روپیہ کا کیا کیا جائے، کیا مسجد میں لگا سکتے ہیں یا

نہیں؟ مفصل جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتي: محمد ابراہیم، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو چندہ عام لوگوں سے ان کے فائدہ کے پیش نظر نل لگانے کیلئے کیا گیا تھا، اب اس نل کے خراب ہوجانے کے بعد نل کو بیچ کر اس رقم سے دوسرا نل لگوادیا جائے، ہاں اگر دوسرا نل لگوانے کی کوئی شکل نہ بن سکے اور اہل چندہ موجود نہیں ہیں، تو مسجد میں لگا سکتے ہیں، اور ان کی موجودگی میں برضاء اہل چندہ مسجد میں لگا سکتے ہیں۔

والثاني أن لا يشرطه سواء شرط عدمه أو سكت لكن صار بحيث لاينتفع به بالكلية بأن لايحصل منه شئي أصلا أو لا يفي بمؤنته فهو أيضا جائز على الأصح الخ . (شامي، الوقف، مطلب في استبدال الوقف وشروطه زكريا ٦/٥٨٣، ٥٨٤، كراچی ٤/٣٨٤، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤/١٩٦، الفقه الإسلامي وأدلته هدىٰ انٹر نیشنل دیوبند ٨/٢١٩، دارالفکر ١٠/٧٦٧٥) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍رجب ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍۳۵۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸؍۷؍۱۴۱۴ھ

جبراً چندہ وصول کرنا

سوال: [۸۱۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بستی کے سردار نے دینی معاملات میں چندہ فکس کررکھا ہے، کہ اتنا چندہ دینا ہی پڑے گا، اور زبردستی چندہ لینے کی کوشش بھی کرتے ہیں، عید قربان کے موقع پر بستی کے سردار اور ممبران نے اپنی طبیعت سے چرم قربانی کی رقم فکس کردی ہے، کہ ہر قربانی کرنیوالے کو اتنی رقم دینی ہوگی، اور نہیں دینے پر بستی کی طرف سے زبردست ایکشن بھی ہوگا، اب دریافت طلب

امر یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور ایسا کرنے والوں پر حکم شرع کیا عائد ہوتا ہے، کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ مفصل بیان فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حصول ثواب کی غرض سے چندہ دینا باعث اجرو ثواب ہے، اور کسی سے زبردستی چندہ وصول کرنا یا بقرعید کے موقع پر قربانی کرنیوالے کے ذمہ کوئی متعینہ رقم لازم کرنا یہ سراسر ظلم وزیادتی ہے، جوکہ شرعاً کسی طرح جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَرَبِّهِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ ـ (سورة البقرة: ٢٧٤)

عن أبی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول اللّٰه ﷺ ألا لاتظلموا، ألا لایحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه. (مشکوٰة شریف/ ٢٥٥، شعب الإیمان للبیهقی ، باب في قبض الید عن الأموال المحرمة ، دارالکتب العلمیة بیروت ٤/ ٤٨٧، رقم: ٥٤٩٢، السنن الکبریٰ للبیهقی الغصب ، قبیل باب من غصب جاریة دارالفکر ٨/ ٥٠٦، رقم: ١١٧٤٠) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۴ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۶۵)

تعویذ کی اجرت مسجد میں لگانے کا حکم

سوال: [۸۱۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں بذات خود چراغی پر روحانی علاج کرتا ہوں اور مریضوں سے ہدیہ بطور کچھ لے لیتا ہوں، اور اس روپیہ کو میں مسجد یا مدرسہ میں امداد بطور دینا چاہتا ہوں، کیا یہ کام جائز ہے یا ناجائز اور اس روپیہ کو میں مسجد یا مدرسہ میں بطور امداد دے سکتا ہوں یا نہیں؟ تشفی بخش جواب

سے نوازیں ممنون ہوں گا؟

المستفتي: محمد ہارون ولد امیر حسن
پیلسہ جاگیر، قصبہ نور پور، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ میں جو چراغی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس سے چراغ کے ذریعہ تعویذ گنڈہ کرنا مراد ہے؟ اگر یہی مراد ہے تو اس طرح چراغ اور اس کی روشنی کے ذریعہ تعویذ گنڈہ کا علاج کرنا کہیں سے ثابت نہیں ہے، اور جائز طریقہ سے جو تعویذ گنڈہ کا علاج کیا جاتا ہے، اس کا پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے۔

والرقى المجهولة والتى بغير العربية ومالا يعرف معناها فهذه مذمومة لاحتمال أن معناها كفر أو قريب منه أو مكروهة وأماالرقى بآيات القرآن وبالأذكار المعروفة فلانهى فيه . (شرح النووى على مسلم ، النسخة الهندية ۲/۲۱۹)

إنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب ولا يدرى ماهو ولعله يدخله سحر أو كفر أوغير ذلك ، وأما ماكان من القرآن أوشيئى من الدعوات فلا بأس به . (شامى، كتاب الحظر والإباحة زكريا ۹/۵۲۳، كراچى ۶/۳۶۳)

إن الله تعالىٰ لايقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بمالا يقبله .(شامى، الصلاة ، باب مايفسد الصلاة ، ومايكره فيها قبيل مطلب فى أفضل المساجد زكريا ۲/۴۳۱، كراچى ۱/۶۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۳۶۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۴/۲۳ھ

۲۱/الفصل الحادی والعشرون: مسجد میں تعلیم

حدودِ مسجد میں بچوں کو تعلیم دینے کی شرعی حیثیت

سوال: [۸۱۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی حدود کے اندر مکاتب کی شکل میں چھوٹے بچے اور بچیوں کو تعلیم دینا شریعت کی رو سے کیسا ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: محمد مشرد، الہ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے اندر مکتب قائم کرکے چھوٹے بچوں اور بچیوں کی قرآن کریم اور دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے، اور استاذ کی تنخواہ مسجد کے ذمہ دار یا مکتب کے ذمہ دار ادا کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں، اور جن بچوں کو پڑھایا جاتا ہے، ان بچوں سے فرداً فرداً فیس نہیں لی جاتی تو مسجد کے اندر اس طرح کے مکتب قائم کرکے تعلیم کا سلسلہ قائم کرنا بلاشبہ جائز ودرست ہے، ہاں البتہ بچوں سے فرداً فرداً فیس لیکر کے مسجد میں تعلیم دینے کو بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، اور یہاں ایسا نہیں ہے، اس میں فقہاء کی دونوں طرح کی عبارتوں کی تطبیق ہوگئی اور دیگر کتب فقہ میں جو دونوں طرح کی عبارتیں ہیں، اس کا بھی وہی مطلب ہے جو لکھا گیا ہے۔

فلا یجوز لأحد مطلقا أن یمنع مؤمنا من عبادۃ یأتی بھا فی المسجد لأن المسجد ما بنیٰ إلا لھا من صلاۃ واعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمه وقرآۃ القرآن – حتی لو کان للمدرس موضع من المسجد یدرس فیه. (البحر الرائق، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد ومایکرہ فیھا، زکریا ۲/ ۶۰، کوئٹہ ۲/ ۳٤)

وفی الخلاصة: تعلیم الصبیان فی المسجد لابأس به. (شامی، کتاب الخطر والإباحة، باب الاستبراء وغیرہ زکریا ۹/ ٦١٣، کراچی ٦/ ٤٢٨، الموسوعة

الفقهية الكويتية۲۰٦/۳۷ ،خلاصة الفتاویٰ اشرفيه ۱/ ۲۹۹)

جلس معلم أو وراق فی المسجد فإن كان يعلم أو يكتب بأجر يكره إلا لضرورة . (شامی، زكريا۹/ ٦۱۳،كراچی ٦/ ٤۲۸)

معلم الصبيان بأجر لو جلس فيه لضرورة الحر لا بأس به وكذا التعليم إن بأجر كره إلا لضرورة . (بزازيه ، الفصل السادس والعشرون فی حكم المسجد جديد۱/ ٥٥، وعلی هامش الهندية ٤/ ۸۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۷۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۱۱/ ۱۴۳۵ھ

مسجد میں بچوں کو تعلیم دینا

سوال: [۸۱۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گاؤں میں ایک مسجد ہے اور اس میں امام صاحب گاؤں کے بچوں کو کلام پاک کی تعلیم دیتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد انصار، موضع سہالی بلاری، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینا درست ہے، جبکہ مسجد کے علاوہ کوئی جگہ نہ ہو البتہ مسجد کا احترام ملحوظ رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۰/ ۳۰۰، جدید ڈابھیل ۱۴/ ٦۰٦)

أما المعلم الذی يعلم الصبيان بأجر إذا جلس فی المسجد يعلم الصبيان بضرورة الحرأ وغيره لايكره . (عالمگيری، الصلوٰة ، فصل كره غلق باب المسجد زكريا قديم ۱/ ۱۱۰، جديد۱/ ۱٦۹)

لیکن بچے اتنے چھوٹے ہوں جو پاکی ناپاکی کی تمیز نہ کرسکتے ہوں اور پاخانہ پیشاب کرنے

کا خطرہ ہوتو ایسے بچوں کو مسجد میں بٹھا کر تعلیم نہیں دینی چاہئے کہ کہیں مسجد ملوث نہ ہوجائے۔

عن واثلة بن الاسقع ، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم ، وشراء كم ، وبيعكم ، وخصوماتكم الحديث: (سنن ابن ماجه ، باب مايكره فى المساجد ، النسخة الهندية/٤ ٥، دارالسلام رقم: ٧٥٠، المعجم الكبير للطبراني ، داراحياء التراث العربي ١٣٢/٨، رقم: ٧٦٠١، ١٧٣/٢٠، رقم: ٣٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۵/ جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۷۱)	۲۵/۵/ ۱۴۲۰ھ

چھوٹے بچوں کو مسجد میں تعلیم دینا

سوال: [۸۱۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید جو کہ ایک مدرسہ میں تنخواہ دار معلم ہے وہ اپنے بچوں کو مسجد میں بیٹھ کر پڑھاتا ہے، کل بچے بھی مسجد میں بیٹھتے ہیں، جن میں نابالغ چھوٹے بچے بھی ہیں، جو پاکی ناپاکی کو نہیں جانتے اور مدرسہ میں ان استاذ کی متعلقہ درسگاہ بھی ہے، اراکین مدرسہ کے کہنے پر اور اصرار پر بھی وہ اپنی درسگاہ میں نہیں پڑھاتے ایسی صورت حال میں مفصل ومدلل جواب مطلوب ہے، صورت مسئولہ میں مسجد میں بیٹھنا کیسا ہے، دوسرے ان استاذ کا یہ فعل کیسا ہے؟

المستفتي: احمد حسین، رکن مدرسہ عربیہ جامع العلوم شہر رامنگر، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب چھوٹے بچوں کے پڑھنے کیلئے باقاعدہ درسگاہ موجود ہے، اور ذمہ داران مدرسہ بھی درسگاہ ہی میں پڑھانے کا حکم کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں بلاضرورت اور مجبوری ایسے چھوٹے بچوں کو مسجد میں پڑھانا اور شور تماشہ کا سبب بننا احترام مسجد کے خلاف امور کا مرتکب ہونا ہے جو ناجائز اور ممنوع ہے۔

عن واثلة بن الاسقع ، أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: جنبوا مساجدکم صبیانکم ،مجانینکم ، وشراء کم ، وبیعکم ، وخصوماتکم الحدیث: (سنن ابن ماجه ، باب مایکره فی المساجد ، النسخة الهندیة/٤ ٥، دارالسلام رقم: ٧٥٠، المعجم الکبیر للطبراني ، داراحیاء التراث العربي ١٣٢/٨، رقم: ٧٦٠١، ١٧٣/٢٠، رقم: ٣٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/رجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۷۲/۳۸)

مسجد میں مکتب قائم کرنا

سوال: [۸۱۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیہات کی اکثر مسجدوں میں صحیح وقت پر اذان اور جماعت سے نماز پابندی سے نہیں ہو پاتی ہے، کیونکہ دیہات کے آدمی اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں تو کیا ایسی مسجدوں کے اندر مکاتب قائم کرنا کہ بچوں کی تعلیم بھی ہو اور وقت پر اذان ونماز بھی ہو تو یہ درست ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

المستفتي: اسرار الحق، کشن گنج، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسجد میں نماز باجماعت پابندی کے ساتھ قائم کی جائے، اس مقصد سے مسجد میں مکتب قائم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ مسجد میں ایسے ناسمجھ بچوں کو نہ لایا جائے، جن کے مسجد میں پیشاب پائخانہ کردینے کا خطرہ ہو اور مسجد کے آداب واحترام کا پورا اہتمام رکھا جائے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴۵۶/۶)

عن واثلة بن الاسقع ، أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ، وشراء کم ، وبیعکم ، وخصوماتکم الحدیث: (سنن ابن ماجه ، باب ما یکره فی المساجد ، النسخة

الهندية/ ٤ ٥، دار السلام رقم: ٧٥٠)

قوله لا لدرس وذكر لأنه مابني لذلك وإن جاز فيه الخ . (شامي، الصلوٰة ، باب مايفسد الصلاة ، وما يكره فيها ، مطلب فيمن سبقت يده إلىٰ مباح زكريا ٢/٤٣٧ ، كراچی ١/٦٦٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۰۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۵/۱۹ھ

بچوں کو مسجد میں تنخواہ لیکر پڑھانا

سوال: [۸۱۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بچوں کو مکتب میں قرآن وغیرہ پڑھانے کیلئے مسجد سے الگ کوئی مستقل جگہ نہیں ہے، تو ایسی صورت میں تنخواہ لیکر مسجد میں بچوں کو مکتب قائم کرکے پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد برہان، مہاراشٹری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: تنخواہ دار شخص کیلئے مسجد میں بچوں کو مکتب قائم کرکے پڑھانا بلا کراہت جائز اور درست ہے جبکہ ان بچوں سے الگ سے کوئی فیس نہ لیتا ہو اس سلسلہ میں فقہاء کے دو طرح کے جزئیات دیکھنے میں آئیں گے، بعض وہ جزئیات ہیں، جن میں بظاہر ممانعت نظر آئیگی ، ان جزئیات کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی دورِ حکومت میں مفتی ، قاضی اور مدرس کو سرکاری بیت المال سے وظیفے کے طور پر تنخواہیں ملتی تھیں، پھر ایسے مدرسین مسجد میں بیٹھ کر ٹیوشن پڑھایا کرتے تھے، جن لڑکوں کو مسجد میں بیٹھ کر پڑھایا کرتے تھے، انہیں سے فیس بھی لیا کرتے تھے، اس طرح مسجد میں بیٹھکر ٹیوشن پڑھانا اور انہیں بچوں سے الگ سے فیس لینا آج بھی مکروہ اور ممنوع ہے، اور دوسری قسم کی جزئیات صاف الفاظ کے ساتھ بلا کراہت جواز کے حق میں ہیں، ان کا مطلب یہی ہے، کہ تنخواہ دار مدرس ان لڑکوں سے کسی قسم کی فیس نہ لیتا ہو،

یہی مطلب ہے حضرات فقہاء کے دونوں قسم کے جزئیات کا لہٰذا مساجد یا مدارس کے تنخواہ دار ملازم کیلئے مسجد میں مکتب پڑھانا بلاکراہت جائز اور درست ہے، جبکہ ان بچوں سے الگ سے کوئی فیس وغیرہ نہ لیتا ہو۔

ویکره أن يخيط في المسجد لأنه أعد للعبادة دون الإكتساب وكذا الوراق والفقية إذا كتب بأجرة أو المعلم إذا علم الصبيان بأجرة . (قاضيخان، كتاب الطهارة، فصل في المسجد زكريا جديد ١/٤٣، وعلى هامش الهندية ١/٦٥)

وتعليم الصبيان فيه بلا أجر وبالأجر يجوز. (بزازيه، كتاب الكراهية، الفصل الاول نوع في المسجد زكريا جديد٣/٢٠١، وعلى هامش الهنديه ٦/٣٥٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۴۹/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۳/۱۴۲۶ھ

مسجد میں اجرت لے کر بچوں کو قرآن پڑھانا

سوال: [۸۱۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد کے اندر تعلیم قرآن کا سلسلہ چند ماہ سے چل رہا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) اس کا قیام مسجد کے اندر کیا گیا ہے، باہر کسی اور جگہ بالکل کوئی نظام نہیں ہے۔

(۲) اس کو فروغ دینے اور سنبھالنے کیلئے محلّہ والوں نے ایک مستند ومشاق قاری وعالم دین کو بٹھا رکھا ہے۔

(۳) پڑھنے والے طلبہ پر ماہانہ فیس مقرر کردی گئی ہے، اور یہ طلبہ بخوشی ادا کرتے ہیں، اور یہی درحقیقت معلم صاحب کی تنخواہ کا واحد ذریعہ ہے، چندہ وغیرہ کا کوئی سلسلہ نہیں رکھا گیا ہے، اب ہم آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، کہ کیا یہ نظام شرعی نقطۂ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟ بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ مسجد کے اندر فیس لیکر تعلیم دینا جائز

نہیں ہے، لھذا آپ فیصلہ فرمادیں نیز یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، کہ اگر کوئی شخص اس عمل میں دخل اندازی کرکے، نظام کو بند کرانا چاہتا ہے، بلاوجہ طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالتا ہے، تو شرعاً اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: احقر محمد عرفان قاسمی،
واہل محلّہ ضیا خیل، ضلع: شاہجہانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مسئلہ کے بارے میں کتب فقہ میں اس بات کی صراحت ہے کہ مسجد میں بلاضرورت درس وتدریس کا کام کرنا مکروہ ہے اور ضرورت کی وجہ سے مسجد کے اندر درس دینے کی گنجائش ہے، فقہاء نے شدت گرمی کی علت جگہ جگہ لکھی ہے کہ گرمی سے بچنے کیلئے ضرورۃً مسجد میں درس دینا بلاکراہت جائز ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ اگر دینی تعلیم اور قرآن کریم کی تعلیم کیلئے کوئی جگہ ہی نہ ہو تو مجبوراً مسجد میں تعلیم دینا یہ بھی اہم ترین ایک ضرورت ہے، اور فتاویٰ بزازیہ میں ایک جگہ اجرت اور فیس لے کر کے درس دینے کو مکروہ لکھا ہے، اب دونوں قسم کی عبارات کے درمیان تطبیق اور موافقت کی بہتر شکل یہی معلوم ہوتی ہے، کہ جس طرح بغیر اجرت کے حسبۃً للہ مسجد کے اندر درس دینا بلاکراہت جائز ہے، اسی طرح تنخواہ دار معلم جو براہ راست بچوں سے فیس نہیں لیتے ان کے لئے بھی بچوں کو مسجد میں درس دینا بلاکراہت جائز ہے، اور بچوں سے فیس لے کر ٹیوشن پڑھانا مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے، لہٰذا مذکورہ مسئلہ میں مناسب شکل یہ ہے کہ جن بچوں کو پڑھایا جاتا ہے، دوسرے آدمی ان بچوں سے فیس وصول کرلیں پھر بچوں کو پڑھانے والے معلم کو ہر مہینہ تنخواہ کے طور پر دیا جائے تو کراہت بھی ختم ہو جائیگی، ایسی صورت میں فقہاء کی دونوں قسم کی عبارتوں کے درمیان کا تعارض بھی ختم ہو جاتا ہے، اب فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے۔

وتعليم الصبيان فيه بلاأجر و بالأجر يجوز. (بزازیہ، کتاب الکراهية،

الفصل الأول نوع فی المسجد زکریا جدید۳/ ۲۰۱، وعلی هامش الهندیة۶/۳۵۷)

معلم الصبیان بأجر لو جلس فیه لضرورة الحر لا بأس به وکذا التعلیم إن بأجر کره إلا للضرورة وإن حسبة لا . (بزازیه ،زکریاجدید۱/ ۵۵، وعلی هامش الهندیة ۴/ ۸۲)

أما الکاتب ومعلم الصبیان فإن کان بأجر یکره وإن کان حسبةً فقیل لایکره والوجه ماقاله إبن الهمام أنه یکره التعلیم إن لم یکن ضرورةً ؛ لأن نفس التعلیم ومراجعة الأطفال لایخلوعما یکره فی المسجد . (حلبی کبیر، اشرفیه / ۶۱۱، ۶۱۲)

ویکره أن یخیط فی المسجد لأنه أعد للعبادة دون الا کتساب کذا الوراق والفقیه إذا کتب بأجرة وأما المعلم إذا علم الصبیان بأجرة وإن فعلوا بغیر أجرة فلا بأس به . (خانیة ، کتاب الطهارة فصل فی المسجد زکریا جدید۱/ ۴۳، وعلی هامش الهندیة ۱/ ۶۵، ۶۶)

معلم جلس فی المسجد أو ورّاق کتب فی المسجد، فإن کان المعلم یعلم بالأجروالورّاق یکتب لغیره ،یکره لهما إلا أن یقع لهما الضرورة . (تاتار خانیة ،زکریا ۱۸/ ۶۶، رقم: ۲۸۴۷)

أما المعلم الذی یعلم الصبیان بأجر إذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحر أو غیره لایکره وفی نسخة الإمام جعل مسئلة المعلم کمسئلة الکاتب . (هندیة ، الصلاة، فصل کره غلق باب المسجد زکریا قدیم ۱/ ۱۱۰، جدید۱/ ۱۶۹)

ومعلم الصبیان القرآن کالکاتب إن کان لأجر لا وحسبة لا بأس به . (اعلاء السنن ۵/ ۱۳۳، دارالکتب العلمیة بیروت ۵/ ۱۷۹، الموسوعة الفقهیة ۳/ ۲۰۶، فتح القدیر کوئٹه ۱/ ۳۶۹، زکریا ۱/ ۴۳۵، دارالفکر ۱/ ۴۲۲، خلاصة الفتاویٰ اشرفیه ۱/ ۲۲۹، حلبی کبیر، مسهیل اکیڈمی لاهور/ ۶۱۲، حاشیة ابن ماجه

/ ٥٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱؍۱۱۵۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱؍۷؍۱۴۳۵ھ

منجانب مسجد یا مدرسہ تنخواہ یافتہ معلم کیلئے بلافیس مسجد میں تعلیم دینا

سوال: [۸۱۷٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارا ادارہ دینیات جو کہ ممبئی سینٹر پر واقع ہے اس کی ماتحتی میں بفضلہٖ تعالیٰ تقریباً بیس ہزار مکاتب چل رہے ہیں، جو کہ امدادی وغیر امدادی مکاتب کا مجموعہ ہیں، ہماری پوری کوشش یہ رہتی ہے، کہ ہم ان مکاتب کو خود کفیل بنائیں کہ جس مقام پر جو مکتب واقع ہے ان کے ذمہ داران خود تعاون کر کے یا بچوں سے فیس وصول کر کے مکاتب چلائیں، جس سے اساتذہ کی تنخواہ اور دیگر ضروریات میں خرچ کیا جاوے؟

آپ سے سوال یہ عرض کرنا ہے، کہ اکثر مکاتب مساجد میں چلتے ہیں، کیونکہ مکاتب اور مساجد میں ایک جوڑ ہے اب سوال یہ ہے کہ مساجد میں مکاتب کی تعلیم ہورہی ہے، اور مکاتب چلانے کیلئے اساتذہ کی تنخواہ کیلئے رقم کی ضرورت ہے تو اس ضرورت کو مساجد میں پڑھنے والے طلبہ سے فیس وصول کر کے پوری کرسکتے ہیں، یانہیں؟ اگر نہیں تو معقول اور مناسب طریقہ تجویز فرمائیں، تاکہ حدود شرع میں رہ کر یہ کار خیر انجام دیا جاسکے؟

المستفتي: ادارہ دینیات، ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد میں منجانب مسجد یا منجانب مدرسہ یا منجانب انجمن یا کسی اور جانب سے تنخواہ یافتہ معلم کیلئے طلبہ سے فیس لئے بغیر تعلیم دینا بلا کراہت جائز ہے، لیکن جن طلبہ کو پڑھایا جارہا ہے، انہی سے فیس لے کر مسجد میں درس دینا فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، اسلئے طلبہ سے فیس لیکر مساجد میں مکاتب چلانے سے گریز کرنا چاہئے۔

ولـوجلس المعلم في المسجد............ **فان كان المعلم يعلم للحسبة فلا بأس به ، وإن كان بالأجرة يكره .** (هنديه ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد...... زكريا قديم ٥/ ٣٢١، جديده/ ٣٧١)

معلم الصبيان القرآن كالكاتب ، وإن كان لأجر يكره الخ. (فتح القدير زكريا١/ ٤٣٥، كوئٹه ١/ ٣٦٩، دارالفكر ١/ ٤٢٢)

يكره الصناعة فيه عن خياطة وكتابة بأجر وتعليم صبيان بأجر لابغيره. (الاشباه والنظائر كراچی ٤/ ٥٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹؍ ۱۰۳۲۳)

با اجرت معلم کا مسجد میں درس دینا

سوال: [۸۱۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تنخواہ دار مدرس کو مسجد کے اندر پڑھانا از روئے شرع کیسا ہے؟

المستفتي: عارف حسین، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد میں دینی تعلیم کا درس دینا مثلاً قرآن حدیث فقہ تفسیر کا درس دینا بلا تردد اور بلا کراہت جائز ہے اور جن فقہی جزئیات میں عدم جواز یا کراہت کی بات لکھی ہوئی ہے، ان جزئیات کا مدار اس بات پر ہے کہ مسجد کے اندر طلبہ سے فیس لے کر ٹیوشن کے طور پر پڑھانا جائز نہیں ہے، اور جن طلبہ کو پڑھایا جارہا ہے ان سے کچھ لئے بغیر درس دیا جائے، تو اس کے جواز میں کوئی تردد نہیں ہے، دارالعلوم دیوبند کا آغاز چھتہ مسجد کی تعلیم سے ہوا ہے، اور مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں تعلیمی سلسلہ کے ذریعہ سے مدرسہ کا شف العلوم مرکز نظام الدین قائم ہوا ہے،

اس کے بعد وہاں سے تبلیغی دعوت کا سلسلہ بھی شروع ہوا ہے اسی طرح سینکڑوں کی تعداد میں تاریخی مدارس کی ابتداء مساجد ہی سے ہونا ثابت ہے اور ان مدارس میں طلبہ سے فیس لے کر نہیں پڑھایا جاتا۔

وتعليم الصبيان فيه بلا أجر وبالأجر يجوز. (بزازيه، كتاب الكراهية، الفصل الاول نوع فی المسجد، زكريا جديد ۳/ ۲۰۱، وعلى هامش الهندية ۶/ ۳۵۷)

يجوز الدرس فی المسجد وإن كان فيه استعمال اللبود، والبوارى المسبلة لأجل المسجد. (البحرالرائق، كوئٹه ۵/ ۲۵۰، زكريا ۵/ ۴۱۹، هنديه زكرياجديد ۵/ ۳۷۰، قديم ۵/ ۳۲۰)

لأن المساجد مابنىٰ إلا لها (للعبادة) من صلوٰة واعتكاف وذكر شرعی وتعليم علم، وتعلمه وقراءة القرآن. (البحرالرائق، كوئٹه ۲/ ۳۴، زكريا ديو بند ۲/ ۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۲۹)	۱۷/ ۱۱/ ۱۴۳۲ھ

مسجد میں اجرت لیکر تعلیم دینا

سوال: [۸۱۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ جامع الہدیٰ میں ایک بڑی مسجد ہے جس کی ایک منزل مکمل ہوچکی ہے، اور دوسری منزل کی تعمیر جاری ہے، مہتمم مدرسہ کا آئندہ وقت میں مسجد کی دونوں منزلوں یا دوسری منزل میں حفظ قرآن اور عربی تعلیم شروع کرنے کا ارادہ ہے، یہ بھی واضح رہے کہ مدرسہ کی عمارت وسیع ہے اور حفظ قرآن اور عربی درجات اس میں جاری ہیں، صاحب احسن الفتاویٰ نے لکھا ہے، کہ تنخواہ دار مدرس کا مسجد میں پڑھانا جائز نہیں ہے، کیا اس مسئلہ کا مدار تنخواہ دار ہونے پر ہے، اگر ایسا ہے تو اس زمانہ میں غیر تنخواہ دار مدرس کا ملنا ایک مشکل مسئلہ ہے، فتاویٰ رحیمیہ میں

چھوٹے بچوں کیلئے ناجائزاور بڑے بچوں کیلئے بدرجہ مجبوری کچھ مخصوص وقت کیلئے جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ دارالعلوم میں جائز لکھا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد کی پہلی منزل یا دوسری یا تیسری یا دوچھتی میں حفظ قرآن یا عربی درجات لگاسکتے ہیں نیز جواب میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کیا اس مسئلہ میں تنخواہ داراور غیر تنخواہ دار کا کوئی فرق ہے، اسی طرح چھوٹے یا بڑے بچوں کا اور حفظ اور عربی تعلیم کا کوئی فرق ہے؟

المستفتي: مفتی اشرف، جامع الہدیٰ، کھاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے اندر اجرت لیکر دینی کتابوں کی تعلیم وتدریس کا فقہاء کی بعض عبارات سے مکروہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ويكره أن يخيط في المسجد لأنه أعد للعبادة دون الاكتساب وكذا الوراق والفقيه إذا اكتب بأجرة أو المعلم إذا علم الصبيان بأجرة . (قاضيخان ، كتاب الطهارة ، فصل في المسجد ، زكريا جديد ١/٤٣ ، وعلى هامش الهندية ١/٦٥)

اور بعض عبارات سے اجرت کیساتھ تعلیم وتدریس بلا کراہت جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

وتعليم الصبيان فيه بلا أجرة وبالأجر يجوز . (بزازيه ، الكراهية ، الفصل الأول نوع في المسجد ، زكريا جديد٣/٢٠١ ، وعلى هامش الهندية٦/٣٥٧)

اب فقہاء کی ان متعارض عبارتوں کے درمیان تطبیق اور موافقت کی صورت یہ ہے کہ جن عبارتوں میں کراہت یاعدم جواز لکھا گیا ہے، یہ اس زمانہ کی بات ہے، جس میں مفتی، قاضی، فقیہ، مدرس وغیرہ کو منجانب حکومت تنخواہ دی جاتی تھی، اور پھر الگ سے اجرت لیکر ٹیوشن پڑھانا مکروہ ہے، اور یہ حکم آج بھی ہے، اور جن عبارتوں سے جواز کا ثبوت ہوتا ہے، ان کا مطلب یہ ہے کہ تنخواہ دار مدرس جس مدرسہ کا مدرس ہے اسی مدرسہ کے طلباء کو مسجد کے اندر درس دیدے تو یہ بلا کراہت جائز ہے، اسلئے کہ اس مدرس کو منجانب

مدرسہ تنخواہ ملتی ہے اور جن طلباء کو پڑھایا جاتا ہے، ان کی طرف سے الگ سے کوئی اجرت نہیں ملتی ہے، اسلئے مدارس کے مدرسین کیلئے مدارس کے طلباء کو مسجد کے اندر درس دینا بلا کراہت و بلاتر دد جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ر شوال ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷ ر ۸۴۷)

مسجد میں اجرت لیکر پڑھانا

سوال: [۸۱۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں تدریسی خدمت انجام دینا کیسا ہے؟ اور اس کی اجرت کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: ساجد انور، سیتامڑھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کے اندر تنخواہ دار ملازم کیلئے ہوشیار بچوں کو دینی تعلیم کا درس دینا بلا کراہت جائز ہے، جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے، ملاحظہ ہو۔

وتعليم الصبيان فيه بلا أجر وبالأجر يجوز. (فتاویٰ بزازیه، کتاب الکراهية، الفصل الاول نوع فی المسجد، زکریا جدید۳/۱ ۲۰، وعلی هامش الهندية ۳۵۷/۶)

اور فقہ کے بعض دوسرے جزئیات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے، کہ اجرت لیکر مسجد میں درس دینا ممنوع اور مکروہ ہے، ان عبارات اور جزئیات کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر ٹیوشن پڑھایا جائے، کہ جن طلباء کو پڑھایا جائے ان طلباء سے فیس لی جائے، اور حکومت اسلامی کے شروع دور میں منجانب حکومت مدرس قاضی مفتی کیلئے تنخواہیں مقرر تھیں، اور تنخواہ ہونے کے ساتھ الگ سے اجرت لیکر مسجد میں درس دینے کو مکروہ اور ممنوع قرار دیا گیا تھا، لھذا اگر منجانب حکومت تنخواہ پانے والا مدرس یا منجانب مدرسہ تنخواہ پانے والا مدرس مسجد میں درس دیتا ہے، اور طلباء سے الگ سے فیس اور اجرت نہیں لیتا ہے، بلکہ منجانب حکومت

یا منجانب مدرسہ جو تنخواہ ملتی ہے، اسی پر اکتفاء کرتا ہے، تو ایسی صورت میں مسجد میں بیٹھکر دینی تعلیم دلانا بلا کراہت جائز اور درست ہے، فقہ کی دونوں قسموں کی عبارتوں کا مطلب یہی ہے، اس سے دونوں کے درمیان مطابقت اور موافقت ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶ ۸۰۱۳/۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/ ۴/ ۱۴۲۴ھ

تنخواہ دار مدرس کا مسجد میں تعلیم دینا

سوال: [۸۱۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا تنخواہ دار مدرس مسجد میں تعلیم وتدریس کا کام انجام دے سکتا ہے، اگر دے سکتا ہے، تو اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا، جس میں بعض فقہاء کرام نے مساجد میں تعلیم بالاجر کو ناجائز لکھا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: بندہ محمد شفیق قاسمی، خادم التدریس:
مدرسہ بیت العلوم، سرائے میر، اعظم گڑھ، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس بارے میں فقہاء کی دو قسم کی عبارتیں موجود ہیں، (۱) وہ عبارات جن میں اس بات کی وضاحت ہے، کہ اجرت لیکر مسجد میں درس دینا جائز نہیں ہے، اور بلا اجرت کے درس دینا جائز ہے، نیز اس کی بھی فقہاء نے وضاحت کی ہے، کہ اتنے چھوٹے بچوں کی تعلیم مسجد میں نہیں ہونی چاہئے، جن سے پائخانہ وپیشاب کا خطرہ ہے، اسی طرح مجنون پاگل کو مسجد میں داخل کرنے سے گریز کرنے کی وضاحت کی ہے تاکہ مسجد کا احترام باقی رہے، اور قرآن وحدیث او رفقہ کی تعلیم احترام مسجد کیخلاف نہیں ہے، جیسا کہ بحر کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

وكذا التأديب فيه أي لايجوز التأديب فيه إذا كان بأجر وينبغي أن

يجوز بغير أجر وأما الصبيان فقد قال النبي صلى الله عليه وسلم جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم . (البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المسجد كوئٹه ٥/ ٢٥٠، زكريا ٥/٩ ٤١)

(۲) دوسری قسم کی عبارات وہ ہیں، جن میں مطلقاً اس بات کی صراحت موجود ہے، کہ اجرت اور بلا اجرت دونوں صورتوں میں مسجد میں درس دینا جائز ہے، بشرطیکہ احترام مسجد کا خیال رکھا جائے، جیسا کہ حسب ذیل عبارات سے واضح ہے۔

لايجعل شيئى من الطريق مسجداً ولا شيئى من المسجدطريقا للعامة وتعليم الصبيان فيه بلا أجر وبالأجر يجوز . (بزازيه على هامش الهنديه ٦/ ٣٥٧، جديد ٣/ ٢٠١)

اب دونوں قسم کی عبارتوں کے درمیان تطبیق اور موفقت کی شکل یہی ہے کہ حضرات فقہاء کے زمانہ میں قاضی مفتی اور مدرس کے وظائف منجانب حکومت مقرر ہوا کرتے تھے، پھر مسجد کے اندر بچوں سے الگ اجرت لیکر ٹیوشن کے طور پر جولوگ درس دیا کرتے تھے، تو ان کے لئے یہ مسئلہ لکھدیا کہ انہی بچوں سے اجرت لے کر ٹیوشن کے طور پر پڑھانا ممنوع ہے، آج بھی یہی حکم ہے، کہ کوئی عالم باتنخواہ ہو یا بے تنخواہ مسجد میں بیٹھ کر ٹیوشن پڑھائے گا تو اسکی اجازت نہیں ہوگی، جیسا کہ فقہاء کی ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے، جن میں اجرت لیکر مسجد میں تعلیم دینے کی ممانعت ہے، لیکن اگر کوئی عالم کسی مدرسہ کا باتنخواہ مدرس ہے، اور اس مدرسہ کے طلبہ کو مسجد میں درس دیتا ہے، اور منجانب مدرسہ جو تنخواہ ملتی ہے، اسکے علاوہ طلبہ سے الگ سے پڑھانے کی اجرت نہیں لیتا ہے، تو بلاشبہ جائز و درست ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے ساتھ میں اس طرح کی عبارات بھی وضاحت کیساتھ لکھی ہیں، کہ اگر بغیر اجرت مسجد میں پڑھاتا ہے تو جائز ہے یعنی ان بچوں سے کوئی اجرت نہیں لی جاتی ہے، جن کو مسجد میں پڑھایا جاتا ہے، اور صدیوں سے اکابر ومشائخ نے مسجد میں جو درس دیا ہے، یا مسجد سے جو درس حاصل کیا ہے وہ اسی طریقہ سے تھا اور آج بھی بہت سے بڑے بڑے مدارس میں

یہی سلسلہ جاری ہے، کہ مدارس کے باتنخواہ مدرسین مسجد کے اندر منجانب مدرسہ درس دیا کرتے ہیں، مگر بچوں سے کچھ نہیں لیتے، تو حاصل یہ نکلا کہ مسجد میں اجرت لیکر ٹیوشن پڑھانا جائز نہیں ہے، اور بچوں سے اجرت لئے بغیر تنخواہ دار یا بے تنخواہ علماء کیلئے احترام مسجد کا خیال رکھتے ہوئے، درس دینا بلاتردد جائز ہے، جیسا کہ بزازیہ کی عبارت اوپر گذر چکی ہے، اور ذیل کی اس طرح کی عبارات سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔

فلایجوز لأحد مطلقاً أن یمنع مؤمنا من عبادۃ یأتی بها فی المسجد لأن المسجد ما بنیٰ إلا لها من صلاۃ واعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمه وقراءۃ قرآن الخ. (البحرالرائق، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ، ومایکره فیها زکریا ۲/ ٦٠، کوئٹه ۲/ ۳٤)

یجوز الدرس في المسجد وإن کان فیه استعمال اللبود والبواری المسبلة لأجل المسجد. (البحرالرائق، کتاب الوقف، فصل في أحکام المسجد، کوئٹه ٥/ ۲٥٠، زکریا ٥/ ٤۱۹، هندیه زکریا قدیم ٥/ ۳۲٠، جدید ٥/ ۳۷٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۶۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۱۵ھ

مسجد میں اجرت لے کر تعلیم دینے کا حکم

سوال: [۸۱۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بندۂ ناچیز ایک فتویٰ کا طالب ہے، جو مندرجہ ذیل عبارتوں میں درج ہے، ایک مسجد ہے جس میں اہل محلّہ کے بچے بحیثیت مدرسہ وقت مقررہ کے مطابق حصول علم دین کیلئے بھی آتے ہیں، جن کو مسجد ہذا کے امام صاحب تعلیم دیتے ہیں، اور ان کی فیس مسجد کے متولی صاحب کے پاس جمع ہوتی ہے، اور اہل محلّہ کے چند افراد ایسے بھی ہیں جو اپنے اپنے بچوں کو خصوصی تعلیم کے

لئے اوراسکولی بچے وقت پرمدرسہ نہ پہونچ پانے کی بناء پر بغیر وقت مدرسہ دریں مسجد روانہ کرتے ہیں، اور امام صاحب مسجد ہذا میں بٹھا کر تعلیم دیتے ہیں، اوران کے پیچھے لگائے ہوئے وقت کا اجر (فیس) بھی لیتے ہیں، تو کیا امام صاحب کیلئے یہ جائز ہے کہ مسجد میں بیٹھا کر درس دینے کے بعد اپنے بتائے ہوئے وقت کا اجر (فیس) لیں؟

المستفتي: شمس الحق، انصاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے اندر اجرت لیکر تعلیم وتدریس کے جواز وعدم جواز سے متعلق دونوں قول فقہاء سے منقول ہیں، مگر راجح قول یہی ہے کہ بلا کراہت جائز ہے، جبکہ بچوں کے مسجد میں پیشاب و پاخانہ کا خطرہ نہ ہو۔

وتعليم الصبيان فيه بلا أجر وبالأجر يجوز. (بزازیہ، کتاب الکراهية، الفصل الاول نوع في المسجد، زکریا جدید۳/ ۲۰۱، وعلی هامش الهندية ٦/ ٣٥٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الاولی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/ ۵/ ۱۴۱۹ھ

معلم مدرسہ کا مسجد میں درس وتدریس کا حکم

سوال: [۸۱۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک معلم جو مدرسہ میں درس وتدریس کا کام انجام دے رہا ہے، اور مدرسہ میں درسگاہ بھی موجود ہے، جس میں درس کا کام انجام نہیں دیتا، بلکہ روزانہ مسجد میں پڑھاتا ہے اور یہی مشغلہ ہے جبکہ تنخواہ مدرسہ سے لیتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں وہ معلم مسجد میں درس دے سکتا ہے، یا نہیں، از روئے شرع تشفی بخش جواب مطلوب ہے؟

(۲) دوسرا مسئلہ غور طلب یہ ہے کہ اگر مدرسہ کی کمیٹی اس معلم کو مسجد میں پڑھانے کی

اجازت دیتی ہے،تو کیا وہ پڑھا سکتا ہے،یانہیں؟اگراجازت نہ دی گئی تو ایسی صورت میں کیا جواز ہوگا،قرآن وحدیث کےزیراثر جواب دیں؟

المستفتي:احمدعلی،آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:(۱-۲)مسجد کےاندر اجرت لیکر دینی کتابوں کی تعلیم وتدریس کے بارے میں فقہاء کی بعض عبارات سے مکروہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ویکرہ أن یخیط فی المسجد لأنہ أعد للعبادۃ دون الاکتساب ، وکذا الوراق ، والفقیہ إذا کتب بأجرۃ أو المعلم إذا علم الصبیان بأجرۃ . (قاضیخان، کتاب الطهارة ، فصل فی المسجد ،زکریا جدید۱/ ۴۳، وعلی هامش الهندية ۱/ ۶۵)

اوربعض عبارات سے اجرت کے ساتھ تعلیم وتدریس کا بلاکراہت جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

وتعلیم الصبیان فیہ بلا أجر وبالأجر یجوز . (فتاویٰ بزازیہ ، کتاب الکراهية، الفصل الاول نوع فی المسجد ، زکریا جدید۳/۱ ۰ ۲، وعلی هامش الهندية ۶/۳۵۷)

اب فقہاء کی ان متعارض عبارتوں کے درمیان تطبیق اورموافقت کی صورت یہ ہے کہ جن عبارتوں میں کراہت یاعدم جواز لکھا گیا ہے، یہ اس زمانہ کی بات ہے، جسمیں مفتی، قاضی،فقیہ ،مدرس وغیرہ کومنجانب حکومت تنخواہ دی جاتی تھی،اورپھرالگ سےاجرت لے کرمسجد میں تعلیم دیا کرتے تھے یعنی مسجد کےاندر تنخواہ دار ملازم کے لیے الگ سے اجرت لے کرٹیوشن پڑھانا مکروہ تھا، اور یہ حکم آج بھی ہے، اور جن عبارتوں سے جواز کا ثبوت ہوتا ہے،ان کا مطلب یہ ہے کہ تنخواہ دار مدرس جس مدرسہ کا مدرس ہےاسی مدرسہ کے طلباء کو مسجد کے اندر درس دیدے تو یہ بلا کراہت جائز ہے،اسلئے کہ اس مدرس کومنجانب مدرسہ تنخواہ ملتی ہےاور جن طلباء کو پڑھایا جاتا ہے،ان کی طرف سے الگ سے کوئی اجرت نہیں ملتی ہے، اسلئے مدارس کے مدرسین کیلئے مدارس کے طلباءکومسجد کے اندر درس دینابلا کراہت و بلاتردد

جائز ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/۷/۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۴/۶۲۷۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۷/۱۴۲۰ھ

۲۲/ الفصل الثانی والعشرون: مسجد کے مائک سے اعلان

مسجد کے مائک سے اعلانات کرنا

سوال: [۸۱۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں مسجد میں عام چندہ سے تقریباً بیس سال پہلے لاؤڈاسپیکر (مائک) جوکہ مسجد سے متصل جامع مسجد کے حجرہ میں رکھا ہوا ہے، اسمیں اذان کے علاوہ ہر قسم کے اعلانات ہوتے ہیں، مثلاً خرید وفروخت کی چیز کے گم ہوجانے ہر قسم کے میلے نماز جنازہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں میلاد کا مسجد یا مدرسہ کیلئے کوئی شخص چندہ دے اسکا اور اسی طرح چوٹی سہرا ختنہ وغیرہ کا اور جو بھی آمدنی اعلان کے ذریعہ ہوتی ہے، وہ مسجد میں لگتی ہے، یہ تمام اعلانات مسجد کے مائک سے کیسے ہیں؟

المستفتی: محمد ابصار، امام جامع مسجد، حسن پور، جے پی نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کے مائک سے مسجد کے اندر جملہ اعلانات جائز نہیں، ہاں البتہ مائک مسجد سے باہر ہوتو اجرت لیکر اسکی گنجائش ہے۔

وإذا أراد أن یصرف شیئاً من ذلک إلیٰ امام المسجد أو إلیٰ مؤذن المسجد فلیس له ذلک إلا إن کان الواقف شرط ذلک. (هندیه، الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد الخ، زکریاقدیم ۲/۴٦۳، جدید۲/۴۱۳، المحیط البرهانی، المجلس العلمی بیروت ۹/۱۳۷، رقم:

۱۱۳۸۱، تاتار خانية ، زكريا ۸/ ۱۷۵، رقم: ۱۱۵۵٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ صفر ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۲/۲۳ھ

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرنا

سوال: [۸۱۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں ایک مسجد ہے، اور اس میں اذان لاؤڈ اسپیکر سے ہوتی ہے، اور لاؤڈ اسپیکر حجرہ کے اندر رکھا ہوا ہے، اور حجرہ مسجد سے ملا ہوا ہے، البتہ حجرہ خارج مسجد ہے، تو کیا اسمیں کوئی دنیاوی اعلان کر سکتے ہیں، مثلاً راشن کارڈ والا اعلان لگوائے، کہ تیل چینی لے لو یا جو دوائی بچوں کو پولیو والی سرکار کی طرف سے پلائی جاتی ہے، وہ لوگ اعلان لگواتے ہیں، یا اس کے علاوہ اور کوئی آدمی کوئی چیز فروخت کرنیوالا گاؤں کے اندر جاتا ہے جیسے ریڈی اور کپڑا جوتے وغیرہ اور اس اعلان کی اجرت مسجد کو دیتا ہے، تو کیا اس طرح اعلان حجرہ میں کر سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس طرح اجرت اور کرایہ دیکر مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرنا جائز ہے، بلا اجرت جائز نہیں ہے۔

ثم السراج والبساط كذلك إلىٰ آخر المصالح ،هذا إذا لم يكن معيناً ، فإن كان الوقف معينا علىٰ شيئى يصرف إليه بعد عمارة البناء .

(شامی، كتاب الوقف ، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو اقرب إليها كراچی ٤/ ٣٦٧، زكريا ٦/ ٥٦٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ شوال ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱۰/۱۷ھ

مسجد کے مائک سے مختلف اعلان کرنا

سوال: [۸۱۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے عام طور پر اس طرح اعلانات کئے جاتے ہیں، (۱) جیسے ایک ضروری اعلان سن لیجئے ط بعد نماز .... فلاں شخص کے مکان پر ایک زنانہ اجتماع ہے، سبھی مستورات سے گذارش ہے کہ...........وغیرہ؟

(۲) ایک ضروری اعلان سن لیجئے فلاں بن فلاں کا انتقال ہوگیا ہے، مرحوم کی نماز جنازہ مسجد...........میں بعد نماز ....ہوگی، اور تدفین عیدگاہ کے قبرستان میں ہوگی؟

(۳) ایک ضروری اعلان سن لیجئے فلاں شخص کا جنازہ ان کے گھر پر آ گیا ہے، جن صاحب کو صورت دیکھنی ہو وہ آ کر دیکھ لیں؟

(۴) گمشدہ بچے یا کسی چیز کی گمشدگی کا اعلان ....وغیرہ؟

کیا ایسے اعلانات کیلئے مسجد کے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیا جا سکتا ہے؟

المستفتي: طاہر نواز ولد سبط حسن،
محلّہ: اصالت پورہ، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کا مائک مسجد کی ضروریات کے علاوہ دیگر کاموں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، سوالنامہ میں جن امور کے اعلان کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اس شرط کے ساتھ جائز ہیں، کہ مسجد کی طرف سے اعلانات کی فیس متعین کردی جائے، اور فیس ادا کر کے اعلان کرنے کی گنجائش ہے، البتہ سوالنامہ میں کچھ چیزیں ایسی بھی ذکر کی گئیں ہیں، جن کا اعلان نامناسب ہے مثلاً میت کی صورت دیکھنے کا اعلان۔ (مستفاد: محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۵/ ۳۸، فتاویٰ رحیمیہ جدید، زکریا ۹/ ۱۱۲)

ثم السراج والبساط كذلك إلىٰ آخر المصالح ، هذا إذا لم يكن

معيناً، فإن كان الوقف معينا علىٰ شيئى يصرف إليه بعد عمارة البناء . (شامی، كتاب الوقف ، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو اقرب إليها كراچی ٤ /٣٦٧، زكريا ٦ /٥٦٠)

وإذا أراد أن يصرف شيئاً من ذلك إلىٰ امام المسجد أو إلىٰ مؤذن المسجد فليس له ذلك إلا إذا كان الواقف شرط ذلك . (تاتار خانية زكريا ٨/ ١٧٥، رقم: ١١٥٥٤، المحيط البرهاني ، المجلس العلمي بيروت٩/ ١٣٧، رقم: ١١٣٨١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۳/ ۱۴۳۱ھ

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے مختلف قسم کے اعلان کا حکم

سوال: [۸۱۸٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) عام طور پر مساجد کے لاؤڈ اسپیکروں سے بلا تکلف ہر قسم کے اعلانات کئے جاتے ہیں، خصوصاً دیہات اور قصبات کی مساجد کے لاؤڈ اسپیکروں سے تو بہت ہی معمولی معمولی چیزوں کے اعلانات بڑے ہی مضحکہ خیز انداز میں کئے جاتے ہیں، اس قسم کے اعلانات مساجد اور مساجد کے لاؤڈ اسپیکر سے کرنا از روئے شرع کیسا ہے، درست ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد میں اپنے لئے سوال کرنا یا کسی دینی کام کیلئے چندہ کا اعلان کرنا اسی طرح مساجد کے لاؤڈ اسپیکر کو اس کام کیلئے استعمال کرنا، مساجد میں یا مساجد کے لاؤڈ اسپیکروں سے گمشدہ چیزوں کے اعلانات کرنا اسی طرح ماہ رمضان المبارک میں سحری کے وقت مساجد کے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ وقت کا اعلان کرنا یا تلاوت نعت وغیرہ پڑھنا یا ان کی کیسٹ چلانا درست ہے، یا نہیں؟

المستفتي: عبدالستار، ٹانڈہ رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق :(۱) اگرلاؤڈاسپیکرمسجد کے چندہ اوراسکی آمدنی سے خرید کرلگایا گیاہے، تو اس کو اذان ونماز کے علاوہ کسی اورکام میں استعمال کرنا جائزنہیں ہے، ہاں البتہ اگراعلانات کی اجرت مسجد کوملتی ہو، تو اجرت دیکراعلان کی گنجائش ہے۔(مستفاد، فتاویٰ رحیمیہ قدیم۹/ ۲۴۸، جدیدزکریا۹/ ۱۴۳، فتاویٰ محمودیہ قدیم۶/ ۱۶۰، جدیدڈابھیل۱۵/ ۳۷)

المسجد المحتاج إلیٰ النفقة تؤجر قطعة منه بقدر ماینفق علیه .

(تقریرات رافعی مع الشامی، کراچی ٤/ ٨٠، زکریا٦/ ٨٠)

اوراس میں یہ بھی شرط ہے، کہ لاؤڈاسپیکرمسجد کی حدود سے باہر کمرہ وغیرہ میں رکھا ہواہو، اوراگراندورن مسجد ہوتو اجرت لیکربھی اعلان کی گنجائش نہیں ہے۔(مسائل امامت/ ۳۷۵)

فإن المساجد لم تبن لهذا دلیل علی کراهة کل فعل لم تبن المساجد له فیه . (اعلاء السنن ، دارالکتب العلمیة بیروت٥/ ١٧٥)

لم تبن (المساجد) لهذا أی لنشر الضالة ونحوه بل لذکر اللّٰه تعالیٰ وتلاوة القرآن والوعظ. (مرقاة باب المساجد ، امدادیه ملتان ٢/ ١٩٩)

(۲) عام حالات میں اپنی ذات کیلئے یاکسی دینی کام کیلئے مسجد میں سوال کرناممنوع ہے،اوراس کالاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سے مسجد میں شوروغل ہوگا، نمازیوں کوخلل اورمسجد کی بے حرمتی ہوگی ،البتہ اگرکسی خاص حالت میں امداد اورتعاون کی ضرورت پیش آئے ، اورمسجد میں شورشرابے کااندیشہ نہ ہو نیز نمازیوں کوبھی کوئی خلل واقع نہ ہوتو اسکی گنجائش ہے۔

والمختار أن السائل إن کان لایمر بین یدی المصلی ولا یتخطی الرقاب ولا یسأل إلحافاً بل لأمر لابد منه فلا بأس بالسوال والإعطاء . (شامی، باب الجهة مطلب فی الصدقة علیٰ السوال المسجد کراچی ٢/ ١٦٤، زکریا ٣/ ٤٢)

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے صرف سحری کے وقت کا اعلان کرنا جائز ہے،اسکے علاوہ

گمشدہ چیزوں کا علان،نعت خوانی تلاوت یا اسکی کیسٹ وغیرہ لگانا سب مکروہ ہے۔

وتصان عن البيع والشراء وانشاد الأشعار وإقامة الحدود ونشدان الضالة . (حلبی، فصل فی أحکام المسجد اشرفیه دیوبند/ ٦١٠)

لايقرأ جهراً عندالمشتغلين بالاعمال . (هنديه ، كتاب الكراهية، الباب الرابع زكريا قديم ٥/٣١٦، جديد٥/٣٦٥، معارف القرآن ٤/ ١٦٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۱۹رجمادی الثانیہ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۵۸۲۱/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمدسلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۶/۲۰ھ

مسجد کے مائک سے بالعوض اعلان کرنا

سوال: [۸۱۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ مسجد کے مائک سے دنیاوی اعلان ہوتا ہے، مثلاً سبزی کپڑا اگنا ودیگر چیزوں کی فروختگی کا تو کیا اس طرح اعلان جائز ہے، اوراس اعلان کے عوض جو پیسے ملتے ہیں، ان کومسجد کی تعمیر ودیگراخراجات میں لگانا کیسا ہے؟اوراگر مائک مسجد میں نہیں بلکہ دوسری جگہ پر ہے،مثلاً مائک مسجد کے کمرہ میں ہے،اوراس کا ہارن مسجد کی چہاردیواری کےاندر یااس کے باہر ہے،تو کیا اس طرح سے جواعلان کیا جاتا ہے، کیسا ہے، اوراس اعلان کا پیسہ مسجد کے اخراجات میں لگانا درست ہے یانہیں ؟ شریعت کی روشنی میں اس کی وضاحت فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتي:محمد یاسین،چمپارنی،
گرام مغلپور،راجو پور، ضلع:بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:مسجد کے مائک سے دنیاوی اعلانات نہیں کرنے

چاہئیں اسلئے کہ مائک مسجد میں اذان وغیرہ دینی کام کیلئے لگایا جاتا ہے، اعلانات کیلئے نہیں۔

شرط الواقف کنص الشارع الخ. (درمختار مع الشامی، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، کراچی ٤/٤٣٣، زکریا ٦/٦٤٩)

اور مائک سے اعلان کے عوض اگر پیسے مل چکے ہیں تو مسجد کی تعمیر ودیگر اخراجات میں لگانا درست ہے، آئندہ احتراز کیا جائے۔

الفاسد من العقود ما کان مشروعاً بأصله دون وصفه ...... وحکم الأول وهو الفاسد وجوب أجر المثل بالاستعمال. (درمختار مع الشامی ، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة کراچی ٦/٤٥، زکریا ٩/٦٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/۴/۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۴/۱۴۲۰ھ

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کر کے اجرت لینا

سوال: [۸۱۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے یہ اعلان کرنا کہ فلاں جگہ قرآن خوانی ہے سبھی لوگ پہونچیں یا یہ کہ فلاں وقت جنازہ کی نماز ہوگی یا یہ کہ فلاں چیز کھوگئی ہے، جسے ملے فلاں جگہ پہونچا دے یا دیگر اعلانات کرنا اوراس اعلان کے روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: مشکور احمد، سہاراوالا، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لاؤڈ اسپیکر مسجد کے جماعت خانہ سے الگ اور اس کی حدود سے باہر ہے، تو اجرت لیکر اعلان کرنا اوراس رقم کو مسجد کی ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ذمہ داران مسجد کی اجازت اور مسجد کا مفاد پیش نظر نہ ہو۔ (مستفاد:

امداد الفتاویٰ ۲/ ۷۲۶)

المسجد المحتاج إليٰ النفقة تؤ جر قطعة منه بقدر ماينفق عليه . (تقريرات رافعي مع الشامي، كتاب الوقف، كراچي ٤/ ٨٠، زكريا ٦/ ٨٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍ ۳۷۸۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸؍ ۱۲؍ ۱۴۱۴ھ

مسجد سے الگ مائک سے اعلان کرانے کا کرایہ لینا

سوال: [۸۱۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ بالخصوص دیہات میں مساجد کے ذرائع آمدنی نہ ہونے کے درجہ میں ہیں، جس کی وجہ سے مؤذن کا انتظام تک نہیں ہو پاتا ائمہ کی تنخواہیں قلیل درقلیل ہونے کے باوجود بمشکل پوری ہو پاتی ہیں، لیکن عام طور پر مساجد میں مائک رکھنے کا دستور ہو گیا ہے، اور چھوٹی بڑی سب مساجد میں اذانیں مائک سے ہوتی ہیں، شرعاً معلوم یہ کرنا ہے، کہ مائک مسجد کی حد سے باہر کمرہ میں اور ہارن بھی حدود مسجد مینارہ وغیرہ سے بالکل الگ کمرہ کے اوپر بلند جگہ بنا کر اس پر رکھدیئے جائیں اور جو شخص اعلان کرائے اس سے اعلان کا معاوضہ لے لیا جائے مثلا ایک اعلان پر پانچ روپیہ تو کیا مسجد کی آمدنی کی یہ شکل روا ہے، مسجد کی ضرورت وغیرہ کو سامنے رکھ کر مفصل ومدلل جواب باصواب سے نوازیں؟ عنایت ومہربانی ہوگی؟

المستفتي: حافظ محمد عبد الحمید صاحب، قریشی ڈھکہ، حسن پور، جے پی نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب مائک جماعت خانہ سے باہر ہے، اور

اس کے ہارن بھی مسجد سے باہر ہیں، تو مسجد کے ایسے مائک سے کرایہ دیکر اعلان کرنا جائز اور درست ہے، اور اس کرایہ کی آمدنی مسجد کی ضروریات میں خرچ کرنا جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۸/۲۱۰، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۳۸، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۹۹، جدید زکریا ۹/۱۴۴)

المسجد المحتاج إلیٰ النفقة تؤجر قطعة منه بقدر ما ینفق علیه . (التقریرات الرافعی مع الشامی، کتاب الوقف، کراچی ٤ / ٨٠، زکریا ٦ / ٨٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر صفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۴۹۸)

مسجد کے مائک سے نماز جنازہ اور جلسہ کا اعلان کرنا

سوال: [۸۱۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد میں مائک لگا ہوا ہے، گاؤں یا موضع کے کسی آدمی کا انتقال ہوجاتا ہے، تو اس مائک سے اعلان کردیا جاتا ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے، کہ اس طرح مسجد کا مائک استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسجد کی ضرورت نہیں ہے، عام ضرورت ہے لوگوں کیلئے یا کسی کی تقریر ہونی ہو تو اسی سے اعلان کردیا جاتا ہے، تو کیا یہ اعلان کرنا جائز ہے؟

المستفتي: سمیع اللہ، مدرس مکتب ہلدھر مئو، ضلع گونڈہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقف نے لاؤڈ اسپیکر اس نیت سے دیا ہے کہ اس پر نماز جنازہ اور جلسہ وغیرہ کا بھی اعلان کردیا جائے تو جائز ہے، اور اگر واقف نے صرف مسجد کیلئے وقف کیا ہے، تو اس پر دوسری چیزوں کا اعلان بلا اجرت کے جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۷/ ۲۲۱، ۱۷/ ۲۲۶، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۳۱، ۳۵، آپ کے

مسائل اور انکا حل قدیم ۲/ ۱۴۴، جدید زکریا ۳/ ۲۶۱)

متولی الوقف إذا أسکن رجلاً بغیر أجرة ذکر الهلال رحمة الله تعالیٰ لاشیئی علی الساکن وعامة المتأخرین من المشایخ رحمهم الله تعالیٰ أن علیه أجر المثل سواء کانت الدار معدةً للاستغلال أو لم تکن صیانة للوقف وعلیه الفتویٰ . (هندیه ، کتاب الوقف ، الباب الخامس فی ولایة الوقف الخ۔ (زکریا قدیم ۲/ ۴۲۰، جدید ۲/ ۳۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۵۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/ ۱۲/ ۱۴۱۸ھ

مسجد کے مائک سے موت یا کسی بچہ کے کھو جانے کا اعلان کرنا

سوال: [۸۱۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے یہ بتلایا ہے کہ مسجدوں میں جو سحری کے وقت ٹائم کا اعلان کیا جاتا ہے، وہ حرام ہے، اور کسی کی موت کا اعلان یا کسی کا بچہ کھو جانے پر اس کا اعلان سب حرام ہے، اسپیکر مسجد کا ہوتا ہے، اس کو ان باتوں کیلئے استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے، یہ مندرجہ بالا باتیں جائز ہیں یا ناجائز جواب سے مطلع فرمائیں؟ مہربانی ہوگی؟

المستفتي: عبد الغفار محلّہ کسرول، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے اسپیکر سے سحری کا اعلان بقدر ضرورت کیا جاسکتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد ہی سے سحری کا اعلان اذان کی شکل میں ہوتا تھا:

عن عبد الله بن مسعودؓ أن النبی صلی الله علیه وسلم قال لایمنعن

أحدكم أذان بلال من سحوره فإنه ينادى أو يؤذن ليرجع غائبكم أو لينتبه نائمكم ، الحديث: (طحاوى ، كتاب الصلوة ، باب التأذين للفجر الخ ، النسخة الهندية ١/ ٨٣، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ١٨٠ ، رقم: ٨٣٢)

اور کسی کی موت کا اعلان یا گم شدہ کا اعلان کرایہ دیکر کیا جاسکتا ہے، بغیر اجرت ادا کئے اعلان نہیں۔

المسجد المحتاج إلىٰ النفقة تؤجر قطعه منه بقدر ماينفق عليه .(تقريرات رافعى على الشامى، كتا ب الوقف، كراچى ٤/ ٨٠، زكريا ٦/ ٨٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/۱۰/۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۹۲/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱۰/۱۴۱۹ھ

جمعہ، عیدالفطر وغیرہ کے موقع پر مسجد میں چندہ کرنا اور نام کا اعلان کرنا

سوال: [۸۱۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جمعہ، عیدالفطر وعیدالاضحیٰ وغیرہ کے موقع پر بچے اور بڑے مسجد میں چندہ دیتے ہیں بچے بھی اپنے اپنے نام کا اعلان کراتے ہیں شرعی اعتبار سے جائز ہے کہ نہیں؟

المستفتي: عبدالوحید، مؤذن، مسجد بنجاران، ساہن پور، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمانوں میں کارخیر میں خرچ کی ترغیب کیلئے اعلان کی گنجائش ہے جب کہ اس اعلان کی وجہ سے نمازیوں کو خلل نہ ہوتا ہو اور مسجد کا مفاد بھی مقصود ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۹/ ۲۳۸)

الثامنة في وقف المسجد أيجوز أن يبنى من غلته منارة قال فى الخانية : معزيا إلىٰ أبي بكر البلخى إن كان ذلک من مصلحة المسجد بأن كان أسمع لهم فلا بأس به . (البحرالرائق، كتاب الوقف، كوئٹه ٥/ ٢١٥، زكريا ٥/ ٣٦٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ۳/ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۲۴۰)

مسجد کے مائک سے سحری کا اعلان کرنا

سوال: [۸۱۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص رمضان المبارک کے مہینے میں مسجد کے اندر مسجد ہی کے مائک سے گاؤں کے لوگوں کو سحری کھانے کیلئے بیدار کرتا ہے، اور گاؤں کے لوگ بھی اس سے راضی ہیں، تو بتلایئے کہ اس شخص کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

المستفتي: محمد معین الدین، مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر گاؤں والوں ہی نے ملکر مسجد میں مائک لگایا ہے اور وہ سب اس بات پر راضی ہیں، تو مذکورہ شخص کا سحری میں بیدار کرنا درست ہے اور اگر کسی خاص شخص نے مائک مسجد کیلئے وقف کیا ہے، تو پھر اس سے اجازت حاصل کئے بغیر سحری میں مسجد کے مائک سے لوگوں کو بیدار کرنا جائز نہ ہوگا۔

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة . (شامی، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة كراچى ٤/ ٤٤٥، زكريا٦/ ٦٦٥)

وإذا أراد أن يصرف شيئاً من ذلک إلىٰ إمام المسجد أو إلىٰ مؤذن

المسجد فليس له ذلک إلا أن كان الواقف شرط ذلک في الوقف .

(هنديه ، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر في المسجد، الفصل الثاني، زكريا قديم ٢/٤٦٣، جديد ٢/٤١٣، المحيط البرهاني ، المجلس العلمي بيروت ٩/١٣٧، رقم: ١١٣٨١، تاتارخانية زكريا ٨/١٧٥، رقم: ١١٥٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۱۱/ ۱۴۲۱ھ

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے مسجد میں چندہ کرنا

سوال: [۸۱۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آجکل دیہات کے اندر مساجد میں تہوار کے موقع پر مثلاً عید الفطر وعید الاضحیٰ وغیرہ پر مساجد کے اندر مسجد ہی کے لاؤڈ اسپیکر سے مسجد ہی کے لئے چندہ کیا جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ نیز گم شدہ چیز کا مسجد کے اندر پانچ روپیہ وغیرہ دیکر اعلان کرانا کیسا ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: محمد قاسم ،بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق :عید الفطر وعید الاضحیٰ وغیرہ کے موقعہ پر مساجد کے اندر مساجد ہی کے لاؤڈ اسپیکر سے مساجد کیلئے جو چندہ کیا جاتا ہے، یہ جائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ کراچی ۲/ ۷۲۸)

لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ کام مسجد کے باہر کیا جائے ، کیونکہ بسا اوقات مسجد میں شور وشغب تک کی نوبت آ جاتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۸۲، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۲۷۴)

رہا مسجد کے اندر گم شدہ اشیاء کا اعلان کرنا تو اگر لاؤڈ اسپیکر کا ہارن مسجد کے مینار پر ہے تو یہ اعلان کرنا مسجد ہی میں اعلان کرنے کے حکم میں ہوگا، جو شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے، لہٰذا اس سے رکنا واجب ہے۔

عن أبی عبد الله مولیٰ شداد بن الهاد أنه سمع أباهريرةؓ يقول: قال رسول الله ﷺ : من سمع رجلا ينشد ضالة فی المسجد فليقل لا ردها الله عليک فإن المساجد لم تبن لهذا. (صحيح مسلم ، كتاب المساجد ، با ب النهی عن نشد الضالة فی المسجد ، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۰، بيت الافكار رقم: ۵۶۸)

فان المساجد لم تبن لهذا دليل على كراهة كل فعل لم تبن المساجد له فيه. (اعلاء السنن ، ابواب احكام المساجد ، باب كراهية ادخال الصبيان والمجانين فی المسجد ،كراچی ۵/ ۱۲۹، دارالكتب العلمية بيروت ۵/ ۱۷۵)

تجب أن تصان عن إدخال الرائحة الكريهة (إلیٰ قوله) وعن حديث الدنياوعن البيع والشراء وإنشاد الأشعار وإقامة الحدود ونشدان الضالة والمرور فيها لغير ضرورة ورفع الصوت والخصومة الخ. (حلبی كبير فصل فی احكام المسجد ، رحيميه ديوبند / ۵۶۶، اشرفيه ديوبند/ ۶۱۰، صغيری ، مكتبه مجتبائی دهلی / ۳۰۱، شامی، كتاب الصلوٰة ، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها كراچی ۱/ ۶۶۰، زكريا ۲/ ۴۳۳، ۴۳۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ر رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۳۲۹)

مسجد کے مائک سے مدرسہ کیلئے چندہ کرنا

سوال: [۸۱۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے مائک سے جسکا ساؤنڈ بھی مینارہ پر رکھا ہے، مدرسہ کیلئے چندہ مانگنا اور چندہ دینے والے صاحب کا نام لے کر اعلان کرنا کہ فلاں صاحب نے اتنے روپئے دیئے ہیں، اللہ انکے مال میں برکت دے اور اسی میں مائک کو کئی کئی گھنٹہ مشغول رکھنا کیسا ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتي: عبد الغفار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :اگر مائک کے استعمال کا کرایہ مسجد کو دیا جاتا ہے، تو کمیٹی کے مشورہ سے اور اجازت سے اسکی گنجائش ہے اور بلا کرایہ مسجد کے مائک کا استعمال امور مسجد کے علاوہ کیلئے جائز نہیں ہے۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۲۳۶، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۶۵۳)

البتہ اسی مسجد کی ضرورت کیلئے بلا کرایہ استعمال ہوسکتا ہے؟

المسجد المحتاج إلیٰ النفقة توجر قطعه منه بقدر ماینفق علیه . (تقریرات رافعی علی الشامی، کتاب الوقف، کراچی ٤/ ٨٠، زکریا ٦/ ٨٠) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍ ۴۲۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۲/۳ھ

مسجد کے مائک پر مسجد سے غیر متعلق اعلان کرنا

سوال: [۸۱۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صورت مسئولہ یہ ہے کہ جولاؤڈ اسپیکر مسجد میں اذان کیلئے لگایا گیا ہے، اسی مائک سے مسجد سے غیر متعلق اعلان بھی کیا جاتا ہے، مثلاً کسی کو کوئی چیز فروخت کرنی ہے، یا کوئی چیز کسی کی گم ہوگئی ہے، اس کا اعلان کرنا اور اس پر اجرت لینا مسجد کی آمد کیلئے اسی طرح نعت وغیرہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ مفصل جواب سے نوازیں؟

المستفتي: حاجی محمد اطہر، کتب فروش،
مین بازار، افضل گڈھ، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :اگر لاؤڈ اسپیکر اور اس کا ہارن دونوں حدود مسجد سے باہر ہیں، اور مسجد سے غیر متعلق اعلانات سے مسجد کی آمدنی ہوتی ہے، تو گنجائش ہے، نیز نعت وغیرہ بھی مسجد سے غیر متعلق امور میں ہے اس کی اجرت مسجد کو ملنی چاہئے، جیسا کہ

شامی کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے۔

لو احتاج المسجد إلیٰ نفقة تؤجر قطعه منه بقدر ما ینفق علیه الخ. (شامی، کتاب الوقف، قبیل مطلب فیما لو خرب المسجد، کراچی ٤/ ٣٥٨، زکریا ٦/ ٥٤٨، تقریرات رافعي علی الشامی، کراچی ٤/ ٨٠، زکریا ٦/ ٨٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ؍رمضان ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۶۳۹)

مسجد کے مائک سے دنیاوی چیزوں کا اعلان

سوال: [۸۱۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے خرید وفروخت کا سامان یا گمشدہ چیزیں اور دیگر دنیاوی چیزوں کا اعلان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: محمد زاہد حسین، گونڈوی،
مدرسہ تعلیم القرآن، موضع چوپڑپوری،
پوسٹ: بلدپور، ضلع بلندشہر، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اسپیکر مسجد کے منارو غیرہ پر ہے، تو وہ اندورن مسجد میں اعلان کرنے کے حکم میں ہوگا، یہ ناجائز اور ممنوع ہے، اس سے روکنا واجب ہے۔

وتجب صیانة المسجد عن إدخال الرائحة الکریهة (إلیٰ قوله) وعن حدیث الدنیا وعن البیع والشراء وإنشاد الأشعار وإقامة الحدود ونشدان الضالة. (صغیری، مکتبه مجتبائی دهلی/ ۳۰۱، حلبي کبیر، فصل فی احکام المساجد ،رحیمیه دیو نبد/ ٦٠٦، اشرفیه دیو بند/ ٦١٠)

اوراگرحدودمسجد سے باہر ہے،تو بھی ناجائز ہےاسلئے کہ سامان مسجد کادوسری اغراض میں استعمال جائزنہیں ہے۔

إن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة ،زكريا ٦/ ٦٦٥، كراچی ٤/ ٤٤٥)

شرط الواقف كنص الشارع الخ. (الاشباه والنظائر قديم/ ١٧٠، شامی ، مطلب فی تولهم شرط الواقف كنص الشارع كراچی ٤/ ٤٣٣، زكريا ٦/٩ ٤ ٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴ر ۹۸۷)

مسجد کے مائک سے بیع وشرا اور گمشدگی کے اعلان کا حکم

سوال: [۸۱۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کا مائک جوکہ اذان پڑھنے کے لئے ہوتا ہے، اس کے ذریعہ بیع وشراء گمشدگی کی تلاش اور میت اوراس کی نماز جنازہ وغیرہ کا اعلان کرنا کیسا ہے؟ یہ بات بھی واضح رہے کہ مسجد کی کمیٹی نے فی اعلان کچھ فیس مثلاً دس روپئے وغیرہ مقرر کی ہے، جو اعلان کرانے والے سے لی جاتی ہے، تو اس سلسلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا بذریعہ فیس اعلان کرنے کا شرعاً جواز معلوم ہوتا ہے، بینوا وتوجروا۔

المستفتي: محمد سلمان قاسمی،

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مصالح مسجد کے پیش نظر کرایہ لیکر مسجد کے مائک سے اعلان کرانا جائز ہے، اس لئے کہ مسجد کے منافع بھی مصالح مسجد میں شامل ہیں، البتہ مائک اوراس کے سپیکر کو مسجد شرعی کی حدود سے باہر رکھنا ضروری ہے۔

الشامنه في وقف المسجد أيجوز أن يبنيٰ من غلته منارة قال في

الخانية : معزيا إلىٰ ابى بكر البلخى إن كان ذلک من مصلحة المسجد بأن كان أسمع لهم فلا بأس به . (البحرالرائق، كتاب الوقف ، زكريا ٥/ ٣٦٠، كوئٹه٥/ ٢١٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۶۴/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱/۹ھ

گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا

سوال: [۸۱۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے اندر یا خارج مسجد کوئی چیز گم ہوجائے، تو اس کا اعلان مسجد میں کیا جاسکتا ہے یا یہ کہ اندورن مسجد خارج مسجد کے حکم سے جداگانہ ہے؟

المستفتي: محمد حامد، کرلا، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو چیز اندورن مسجد گم ہوجائے تو اس کا علان اس شرط کیساتھ جائز ہے، کہ شوروشغب نہ ہو اور نمازیوں کو خلل نہ ہو، اور اگر بیرون مسجد گم ہوگئی ہے، تو حدود مسجد سے باہر دروازہ پر کھڑے ہوکر اعلان کرنا جائز ہے، اندرون مسجد ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲۵۳/۱۵، جدید ڈابھیل ۲۱۱/۱۵)

وأما إنشاد الضالة فله صورتان إحداهما إن ضل شيئى فى خارج المسجد وينشده فى المسجد لاجتماع الناس فهو أقبح وأشنع وأما لو ضل فى المسجد فيجوز الإنشاد بلا شغب الخ. (العرف الشذى على هامش الترمذى، ابواب الصلوٰة، باب كراهية البيع والشراء انشاد الضالة فى المسجد ١/ ٨٠)

قال الشيخ وأما إنشادالضالة فله صورتان : إحداهما : وهى أقبح وأشنع بأن يضل شيئى خارج المسجد ثم ينشده فى المسجد

لأجل اجتماع الناس، والثانية: أن يضل في المسجد نفسه فينشده فيه وهذا يجوز إذا كان من غير لغط وشغب. (معارف السنن ،اشرفیہ دیو بند۳/۳۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/۶/۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۰۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۶/۱۴۱۵ھ

مسجد کے اندر گم شدہ بچے اور چیز کا اعلان کرنا

سوال: [۸۲۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گم شدہ بچے اور چیز کا مسجد سے اعلان کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: عبدالمعید قاسمی، آزادنگر، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کے اندر اعلان ممنوع ہے، البتہ حدود مسجد سے باہر آکر اعلان کرنیکی گنجائش ہے۔

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال: إذا رأيتم من ينشد فيه ضالة فقولوا: لا ردها الله عليك. (سنن الترمذی، ابواب البیوع، باب النهی عن البيع فی المسجد ، النسخة الهندية ۱/۲٤٦،دارالسلام رقم: ۱۳۲۱ ، صحيح مسلم،كتاب المساجد ، باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد ، النسخة الهندية ۱/۲۱۰، بيت الافكار رقم: ٥٦٨)

إذا رأيتم من ينشد ضالة في المسجد فقولوا لا ردها الله عليك.

(شامی، كتاب الصلوٰة باب مايفسد الصلوٰة الخ ، مطلب فی انشاد الشعر ،كراچی ۱/٦٦٠، زكريا ۲/٤٣٣)

تجب تصان عن إدخال الرائحة الكريهة – إلىٰ – وعن حديث

الـدنيـا و البيـع و الشـر اء وإنشـاد الأشـعـار و إقـامة الحدود و نشدان الـضـالة. (كبيرى فصل فى احكام المساجد، رحيميه ديو بند/٥٦٦، اشرفيه ديو بند/٦١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۷۹)

مسجد کے مائک سے مختلف امور کا اعلان کرنا

سوال: [۸۲۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) مساجد کے مائک سے اہل بستی اپنے کاروباری سلسلے کیلئے اعلان کراتے ہیں، مثلاً نور محمد صاحب کے یہاں ۴ روپیہ کیلو گڑ بک رہا ہے، فرید احمد صاحب کے ہوٹل پر دو چار روپیہ کیلو ملیگا وغیرہ وغیرہ دوسرا اعلان اسطرح کا ہوتا ہے، کہ تسلیم احمد کی بکری جس کا رنگ کالا ہے، گم ہوگئی ہے، جن صاحب کو ملے وہ انکے مکان پر پہونچادے، حد یہ ہیکہ مساجد کے مائک سے غیر مسلم حضرات بھی فائدہ حاصل کرتے ہیں، مذکورہ اعلان پر امام مسجد یا متولی صاحبان ۲، ۵ روپیہ فی اعلان اجرت لیتے ہیں، جس کو مسجد کے صرفہ میں لاتے ہیں، یہ اعلان برائے افادۂ عام کیسا ہے؟ نیز اس پر اجرت لینا کیسا ہے؟

(۲) مسجد کے متولی یا امام اکثر مذہبی تقریبات کے موقع پر مسجد کے مائک پر یہ اعلان کرتے ہیں، کہ محلّہ والے اپنے اپنے بچوں کو پیسہ لیکر بھیجیں، جو بچہ پیسہ لاتا ہے، اس کا مع اسکے ورثاء کے دعائیہ الفاظ سے تعارف کراتے ہیں، اس شکل سے بچوں کے ورثاء کے دل میں رغبت پیدا ہوتی ہے، اوروہ خوب پیسے بھیجتے ہیں، مذکورہ بالا طریقہ سے چندہ کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: مختار احمد، مدرسہ درویشاں
سلیم پور، سہس پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق :(۱)اگر مائک اوراس کا ہارن دونوں حدود مسجد سے باہر ہیں، اور مسجد کی آمدنی کی غرض سے کرایہ لیکرا علان کیا جاتا ہے، تو اس کی گنجائش ہے۔(امدادالفتاویٰ ۲/ ۷۲۸)

اور اگر حدود مسجد کے اندر مائک یاہارن ہے اور ہر طرح کا اعلان اسمیں کیاجا تاہے، تو جائزنہیں ہے۔

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال: إذا رأيتم من يبيع أو يبتاع في المسجد فقولوا لااربح الله تجارتک وإذا رأيتم من ينشد فيه ضالة فقولوا لا ردالله عليک ، الحديث: (سنن الترمذى، ابواب البيوع ، باب النهى عن البيع فى المسجد ، النسخة الهندية ۱/ ۲٤٦، دارالسلام رقم: ۱۳۲۱، صحيح مسلم ، كتاب المساجد ، باب النهى عن نشد الضالة فى المسجد، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۰ ، بيت الأفكار رقم: ٥٦٨ ، مشكوٰة ۱/ ۷۰)

(۲)اگر مذہبی تقریب ہے اور چندہ مسجد ہی کیلئے ہو اوراوقات نماز کے علاوہ میں ہو تو اس کی گنجائش ہے۔(امدادالفتاویٰ ۳/ ۷۲۸، و۲/ ۷۱۰)فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۲۰؍رجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر:۱۸۸۱/۲۶)

مسجد کے مائک سے مرغی ،بکری کا اعلان کرنا

سوال: [۸۲۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں ہے گاؤں کے رہنے والے اکثر مسلمان ہیں ، کچھ ہندولوگ بھی رہتے ہیں، گاؤں کے آخر میں ایک ندی ہے، ندی کے پاس گاؤں والوں کے اکثر لوگوں کی زمین جائیداد ہے، ہندولوگوں کی بھی زمین ہے،اور گاؤں کے رہنے والوں میں سے بعض کی زمین وہاں نہیں ہے زمین میں ریشم کے توت کا پتہ دھان آم اناج وغیرہ ہوتا ہے، بعض

وقت چور زمین جا کر چوری کرتا ہے، بدمعاشوں نے ریشم کا پتہ وغیرہ فصلوں میں بیل بکری کو چرا دیا ہے، اس لئے گاؤں والوں نے زمین کی پیداوار کی حفاظت کیلئے ایک فصل حفاظت کمیٹی تیار کی ہے، اور پیداوار کی حفاظت کرنے کیلئے پولیس کیمپ بھی بٹھایا ہے، اور پولیس کا خرچہ وغیرہ خود گاؤں والے دیتے ہیں، اس کے باوجود کبھی کبھی چوری ہوجاتی ہے، فصل حفاظت کمیٹی کبھی کبھی میٹنگ بلاکر مشورہ کرتی ہے، کہ فصل کس طرح محفوظ رکھی جائے، اور پولیس والوں کے خرچہ اور چندہ کے بارے میں بھی مشورہ ہوتا ہے، اور میٹنگ اور مشورہ گاہ میں ممبر لوگوں کو بلانے کیلئے اعلان کی ضرورت پڑتی ہے، ہندو ممبر بھی کمیٹی کے اندر ہیں، تو سوال یہ ہے کہ اس کمیٹی کے ممبر لوگوں کو میٹنگ ومشورہ میں بلانے کیلئے مسجد کے اندر کھڑے ہوکر مسجد کے مائک اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اعلان کرنا جائز ہے یانہیں، اور جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد مسجد کے مصلیوں کے سامنے اعلان کرنا کیسا ہے؟ اسی طرح آجکل سرکاری ڈاکٹر آتے ہیں، دوائی اور بچوں کو پولیو ڈوز دینے کیلئے تو اس کا بھی اعلان مسجد کے اندر کھڑے ہوکر مسجد کے مائک کے ذریعہ کیا جاتا ہے، اور کبھی کبھی گاؤں والوں کا بکرا مرغی وغیرہ گم ہوجاتا ہے، تو اس کا اعلان مسجد کے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سے ہوتا ہے، حالانکہ مائک کا لاؤڈ اسپیکر مشین وغیرہ مسجد کے اندر رکھا ہوا ہے، یعنی اگر اعلان کرنا پڑتا ہے، تو مسجد کے اندر کھڑے ہوکر اعلان کرنا پڑتا ہے، تو اس صورت میں مذکورہ تمام اعلانات مسجد کے مائک کے ذریعہ مسجد کے اندر کھڑے ہوکر کرنا جائز ہے، یانہیں، برائے کرم جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتي: محمد حسین، بھاگلپور، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: حدود مسجد کے اندر مرغی بکری کا اعلان اسی طرح گاؤں پنچایت کے لوگوں کا اعلان ممنوع ہے ہاں البتہ اگر مائک حدود مسجد سے باہر اذان خانہ یا کمرہ میں ہو اور اس کا ہارن میناروں پر ہو اور کمرہ یا اذان خانہ میں کھڑے ہوکر اعلان کیا

جاتا ہے، اور مسجد کو اس اعلان کا معاوضہ دیا جاتا ہے، تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ معاوضہ کی صورت مسجد کی مصلحت ہے، مگر وہ بھی اندر نہیں۔

عن أبی عبد الله مولیٰ شداد بن الهاد أنه سمع أباهريرةؓ يقول: قال رسول الله ﷺ: من سمع رجلا ينشد ضالة فی المسجد فليقل لا ردها الله عليک فإن المساجد لم تبن لهذا. (صحيح مسلم ، كتاب المساجد ، باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد ، النسخة الهندية ١/ ٢١٠، بيت الافكار رقم: ٥٦٨، سنن الترمذی ، ابواب البيوع ، باب النهی عن البيع فی المسجد ، النسخة الهندية ١/٢٤٦، دارالسلام رقم: ١٣٢١)

نهی رسول الله ﷺ عن الشراء والبيع فی المسجد وأن تنشد فيه الأشعار وأن تنشد فيه الضالة. (شرح كبيری، فصل فی احكام المسجد ، اشرفيه ديوبند/٦١١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رشوال ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۴۷۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۰/۲۳ھ

مسجد میں سائل کا سوال کرنا اور سفیر کا چندہ کرنا

سوال: [۸۲۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) مسجد میں سائل کو سوال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد میں سفیر مدرسہ کو چندہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالعزیز، برتن فروش، شاہی بازار، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱-۲) مسجد میں اگر نمازیوں کو کوئی خلل نہ ہو تو سائل کا سوال اور مدارس کے سفراء کا چندہ کی بات کرنے کو ضرورت کے تحت حضرت تھانوی

قدس سرہٗ نے امداد الفتاویٰ ۲/۲۹۷، میں جائز قرار دیا ہے۔

ویکره التخطی للسؤال بکل حال قال فی النهر : والمختار أن السائل إن کان لا یمر بین یدی المصلی ولا یتخطی الرقاب ولا یسأل إلحافا بل لأمر لا بدمنه ، فلابأس بالسؤال والإعطاء . (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعه مطلب فی الصدقة علی سؤال المسجد، کراچی ۲/۱٦٤، زکریا ۳/٤۲، فتاویٰ بزازیه، باب صلوٰۃ الجمعة، نوع، جدید زکریا ۱/٥۱، وعلیٰ هامش الهندیة ،زکریا ٤/٧٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۸۶/۳۱)

مسجد کا مائک ذاتی کاموں کیلئے استعمال کرنا

سوال: [۸۲۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے مائک سے اپنے ذاتی کاموں کیلئے اعلان کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: اہلیان، جامع مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسجد کے مائک سے اپنے ذاتی کاموں کے لئے اعلان کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ فقہاء ومحدثین کی ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے۔

عن أبی عبد الله مولیٰ شداد بن الهاد أنه سمع أباهریرةؓ یقول : قال رسول اللهﷺ: من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لا ردها الله علیک فإن المساجد لم تبن لهذا. (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد، النسخة الهندیة ۱/۲۱۰، بیت الافکار رقم: ٥٦٨،

سنن الترمذی ، ابواب البیوع ، باب النهی عن البیع فی المسجد ، النسخة الهندیة ۲٤٦/۱، دارالسلام رقم: ۱۳۲۱)

ولا ینشدها فی المسجد لأن المسجد لم یبن لهٰذا. (اوجز دارالقلم بیروت۱۳/ ۲۹۸)

وأما إنشاد الضالة فله صورتان إحداهما إن ضل شیئی فی خارج المسجد وینشده فی المسجد لاجتماع الناس فهو أقبح وأشنع وأما لو ضل فی المسجد فیجوز الإنشاد بلا شغب. (العرف الشذی علیٰ هامش الترمذی، ابواب الصلوٰۃ ، باب کراهیة البیع والشراء وانشاد الضالة فی المسجد۱/ ۸۰، معارف السنن، اشرفیه دیو بند۳/ ۳۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۲/۹/۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۳۷۶/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۹/۱۸ھ

۲۳/ الفصل الثالث والعشرون: غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا

غیر مسلم ملازم سے مسجد کے کاموں میں تعاون لینا

سوال: [۸۲۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کیلئے کسی غیر مسلم ملازم سے تعاون مثلاً صفائی کرانا چٹائی بچھوانا اور اسی طرح لوٹے بھروانے کا کام لے سکتے ہیں، یا نہیں؟

المستفتي: محمد شفیع، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم میں پاکی ناپاکی کا اعتبار نہیں ہوتا اسلئے غیر مسلم مسجد کی صفائی اور چٹائی بچھوانے کیلئے نہ رکھا جائے، اور قرآن کریم میں مسجد حرام میں داخل ہونے کو منع کیا گیا ہے، اگرچہ ایک قول میں دوسری مساجد اس میں داخل نہیں ہیں، مگر احتیاط یہی ہے کہ غیر مسلم کو کسی بھی مسجد میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلاَ يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ. (البقرہ: ۲۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر شوال ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۰۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۱۰/۲۶ھ

کافر کا مسجد میں داخل ہوکر گھومنا

سوال: [۸۲۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا کافر مسجد میں داخل ہوسکتا ہے، ٹہل سکتا ہے، گھوم سکتا ہے؟ مسجد ومحراب تک جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد حنیف، محلّہ بینٹھ اتوار، سرائے ترین، سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں بےضرورت داخل ہوکر کے گھومنا اور ٹہلنا مسلمان کیلئے بھی ممنوع ہے، اسلئے کہ مسجد عبادت کی جگہ ہے ہاں البتہ کسی بھی ضرورت کیلئے داخل ہونا جائز اوردرست ہے ، اور کافر بھی مسجد میں کسی ضرورت کیلئے داخل ہوسکتا ہے، اورچل سکتا ہے، مثلاً کوئی اعتکاف میں بیٹھا ہوا ور غیر مسلم کو اس سے کوئی ضرورت ہے یااس معتکف کوکسی غیر مسلم سے ضرورت ہے،تو اس طرح کی ضرورت کیلئے کافر کامسجد میں داخل ہونا جائز اوردرست ہے، جب مسجد میں داخل ہوگا،تو اس میں چلے گا بھی اور چلنے میں محراب تک اورکسی بھی کونے تک پہونچ سکتا ہے، اورحدیث شریف میں کافر کامسجد میں داخل ہونے کاذکرموجود ہے۔

عن الحسن أن وفد ثقيف أتوا رسول الله ﷺ ، فضربت لهم قبة في مؤخر المسجد لينظروا إلیٰ صلاة المسلمين ، إلیٰ ركوعهم وسجودهم، فقيل : يارسول الله ! أتنزلهم المسجد وهم مشركون ؟ فقال: إن الأرض لاتنجس ، إنما ينجس ابن آدم . (المراسيل لأبي داؤد /٦، رقم: ١٧، مصنف عبد الرزاق ، المجلس العلمي ١/ ٤١٤، رقم: ١٦٢٢، المصنف لابن أبي شيبة، مؤسسه علوم القرآن جديد٦/٦٥، رقم: ٨٨٦٧)

عن عثمان بن أبي العاص أن وفد ثقيف لماقدموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم انزلهم المسجد ليكون أرق لقلوبهم، الحديث : (سنن ابی داؤد، الخراج، باب ماجاء في خبر الطائف ، النسخة الهندية ٢/٤٢٨، دارالسلام رقم: ٣٠٢٦، صحيح ابن خزيمه ، المكتب الإسلامی ١/٦٥٠، رقم: ١٣٢٨، المعجم الكبير للطبرانی ، دارالاحياء التراث العربي ٩/ ٥٤، رقم: ٨٣٧٢، مسند أحمد بن حنبل ٤/٢١٨، رقم: ١٨٠٧٤)

ولابأس أن يدخل الكافر وأهل الذمة المسجد الحرام وبيت

المقدس وسائر المساجد لمصالح المسجد وغيرها من المهمات.

(البحرالرائق، الوقف، فصل في احكام المسجد ،زكرياه/ ٤٢٠، كوئٹه٥/ ٢٥١)

وجاز دخول الذمى مسجداً مطلقاً قال الشامى: ولو جنباً كما فى الاشباه. (درمختار مع شامی ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الإستبراء وغيره زكريا ٩/ ٥٥٥، کراچی ٦/ ٣٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۹۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۱/۱۴۳۴ھ

غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا

سوال: [۸۲۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کیا شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ الیکشن کے امیدوار غیر مسلم حضرات مع اپنے ہمراہیوں کے مسجدوں میں داخل ہوں، اسی طرح کیا غیر مسلم حضرات مسجدوں میں نکاح کی محفلوں میں شرکت کرنے اور دولہا دولہن کو مبارک بادی پیش کرنے کیلئے حاضری دے سکتے ہیں، نیز یہ بات بھی میں گوش گذار کردینا چاہتا ہوں کہ یہ یقینی بات ہے کہ اس طرح مسجدوں میں آنے والے یہ غیر مسلم لوگ ظاہری وباطنی نجاستوں میں ملوث رہتے ہیں، مثلاً آنے والوں میں اکثر وبیشتر پیشاب کرنے کے بعد طہارت کا اہتمام نہیں کرتے۔

(۲) یہ بھی احتمال ہے کہ ان میں سے بعض جنبی ہوں؟

(۳) یہ بھی احتمال ہے کہ ان میں سے بعض کے کپڑے بھی ناپاک ہوں؟

(۴) ہندوستان کے اکثر علاقوں میں چونکہ شراب پینے پر پابندی نہیں ہے، لہٰذا آنے والوں میں بیشتر لوگ شراب، وائنس، برانڈی وہسکی وغیرہ پی کر آگئے ہوں؟

الغرض یہ ہندو لوگ ہر طرح کی گندگی ونجاست میں گھرے رہتے ہیں، بالعموم ان ظاہری وباطنی نجاستوں سے پاک نہیں ہوتے ہیں، لہٰذا ان تمام حالات کو مدنظر رکھکر ان

سوالات کے جوابات تحریرفرمائیں؟

المستفتي: محمداشرف علی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک غیر مسلم کے بدن کا نجاست حقیقیہ کے ساتھ ملوث ہونا ظاہراً ثابت نہ ہوتو غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا جائز اوردرست ہے، حضور ﷺ اورخلفائے راشدین کے زمانہ میں غیر مسلم مسجد نبوی میں داخل ہوتے تھے، ہم ظاہری نجاست کے مکلّف ہیں، ان کے اندورنی حالات کے مکلّف نہیں ہیں، لہٰذا کسی مسلمان کی مسجد کے اندر نکاح کی مجلس میں کوئی غیر مسلم داخل ہوجاتا ہے، تو اسے مسجد میں داخل ہونے سے روکنے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں البتہ سوالنامہ میں شراب پیکر داخل ہونے کا بھی ذکر ہے، تو شراب کی بو ہر شخص کو معلوم ہوجاتی ہے، تو ایسی صورت میں مسجد میں داخل ہونے سے روک لیا جائے۔

عن الحسن أن وفد ثقيف أتوا رسول الله ﷺ فضربت لهم قبة في مؤخر المسجد لينظروا إلىٰ صلوٰة المسلمين إلىٰ ركوعهم وسجودهم، فقيل: يارسول الله! أتنزلهم المسجد وهم مشركون؟ فقال: إن الأرض لاتنجس، إنما ينجس ابن آدم. (مراسيل ابوداؤد/٦، رقم: ١٧)

وعن سعيد بن المسيب أن أبا سفيان، كان يدخل المسجد بالمدينة وهو كافر، غير أن ذلك لايصلح له فى المسجد الحرام، لما قال الله تعالىٰ: إنما المشركون نجس فلايقربوا المسجد الحرام، الأية. (مراسيل ابو داؤد /٦، رقم: ١٨)

أقول: دلت هذه الأحاديث على أن نجاسة الكفر غير مانعة من دخول المسجد وهى ليست من النجاسات الحكمية أو الحقيقية البدنية، بل هى من نجاسات الآثام والأوزار، ونجاسة الآثام هى المرادة فى قوله

تعالیٰ: ''إنما المشركون نجس'' فلا تعارض بين الآية والأحاديث حتى يمكن القول بكونها منسوخة بالآية لاسيما إذا كانت رواية الحسن مشيرة إلىٰ ان قصة وفد ثقيف متأخرة من نزول الآية . (اعلاء السنن کراچی ۱۷/۴۵۳، دارالکتب العلمية بيروت ۱۷/ ۴۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۷/۸۳۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۴/۲۳ھ

مسجد میں نکاح کی منعقد مجلس میں غیر مسلم کی شرکت

سوال: [۸۲۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم لوگ اپنے گھر کی لڑکیوں کا نکاح حکم شرعی کے مطابق مسجد میں منعقد کرتے ہیں، چونکہ ہمارے کاروباری تعلقات کچھ غیر مسلموں سے بھی ہیں،جس کی وجہ سے ہماری دعوت پر وہ لوگ بھی مجلس نکاح میں شرکت کرتے ہیں،سوال یہ ہے کہ کیا ایسے مواقع پر ان غیر مسلموں کو مسجد میں آنے کی اجازت دی جاسکتی ہے، اگر اجازت ہے تو کن شرائط کیساتھ اور اگر اجازت نہیں تو کس وجہ سے؟

المستفتي: محمد سلیم،محمد یعقوب،
روشن بدھوار وڈ، مالیگاؤں، ناسک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غیر مسلم نکاح میں شرکت کیلئے مسجد میں جاسکتا ہے، بشرطیکہ بدن ظاہری نجاست سے پاک ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ نجاست ان کی اعتقادی ہے۔

وجاز دخول الذمی مسجداً ولو جنباً كما فى الاشباه (إلىٰ قوله) قال

فی الهداية : ولنا ماروى أنه عليه الصلوٰة والسلام أنزل وفد ثقيف فى مسجده وهم كفار ولأن الخبث في اعتقاد هم فلا يؤدى إلىٰ تلويث المسجد . (شامی مع الدرالمختار ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، زكريا ۹/ ۵۵۵، کراچی ۶/ ۳۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۱۴)

۲۴/الفصل الرابع والعشرون : مسجد میں حرام مال لگانا

مسجد میں مالِ حرام لگانا

سوال: [۸۲۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گاؤں میں شیعہ تو نہیں ہیں، سب سنی ہیں، لیکن ایک زمانہ سے شیعوں جیسا عمل چلا آ رہا ہے، کہ محرم بھی بنتا ہے، اور کربلا کی ایک زمین ہے جو تقریباً پندرہ بیس بیگہ ہے اسکی آمدنی غریب مسجد میں لگانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

المستفتي: علیم الدین، سردن نگر، جسپور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کربلا کے نام سے زمین کا متعین کرنا شرعی طور پر ناجائز اور ممنوع ہے اور اس سے شرعی وقف نہیں ہوتا ہے، اور اس کو عبادت کا کام سمجھنا بھی گناہ ہے، جب علاقہ کے لوگوں نے اس نام سے یہ زمین متعین کی تھی، اس وقت ان لوگوں کو مسائل شرعیہ سے واقفیت نہیں تھی، کہ کربلا کے نام سے بھی شریعت میں کوئی زمین وقف ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ حالانکہ یہ وقف شرعی طور پر درست نہیں ہوا تھا، اب علاقہ کے ذمہ دار لوگوں کو مشورہ کرکے اس زمین کے بارے میں یہ طے کرلینا چاہئے، کہ ضرورت مند مساجد ومدارس کیلئے اس زمین کو وقف کردیں، اور کربلا کے نام باقی نہ رکھیں پھر اس کی آمدنی ان مساجد اور مدارس میں خرچ کی جائے۔

ومن شرائط الوقف أن يكون قربة في ذاته وعند التصرف فلا يصح وقف المسلم أو الذمي على البيعة والكنيسة أو على فقراء أهل الحرب. (عالمگیری، كتاب الوقف، الباب الأول في تعريفه زكريا قديم ۲/۳۵۳، جديد ۲/۳۴۷، الدر مع الرد، كراچی ۴/۳۴۲، زكريا ۶/۵۲۶، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۸/۱۵۹، الفقه الإسلامي وأدلته، هدیٰ انٹر نیشنل دیوبند ۸/۱۹۳، دار الفكر ۱۰/۷۶۴۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر:۷۶۸۴/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۶/۱۰ھ

مدرسہ ومسجد میں حرام مال لگانا

سوال: [۸۲۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دینی مدارس کے چلانے کیلئے صدقات وزکوۃ وامدادی رقم لینی چاہیئے،کسی عالم دین، فاضل دیوبند وفاضل مظاہر علوم کے لئے دینی مدرسہ چلانے کیلئے شراب کی دوکان والے سے چندہ لینا اسی طرح مٹکہ چلانے والے سے اسکے گھر پر جاکر مدرسہ کیلئے چندہ طلب کرنا یا زکوۃ طلب کرنا اور لینا کیسا ہے؟ اور جبکہ ان علماء کو معلوم ہے کہ یہ شراب اور مٹکہ کا دہندہ کرتے ہیں، اسکے باوجود انکے پاس چندہ کو جاتے ہیں،شراب کا دھندہ حرام،مٹکہ لگانا حرام مٹکہ کا دھندہ حرام تو پھر کیا مدرسہ کیلئے ایسی رقم کا لینا جائز ہے یا نہیں،اگر جائز ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب نقل کیا جائے،اور اگر نا جائز ہے،تو بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب نقل کیا جائے،اور پھر ایسے علماء کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، جو چیزیں نص قطعی سے حرام ثابت ہیں، وہ اپنے لئے جائز قرار دیتے ہیں،کیا ان علماء کے پیچھے نماز کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ہمیں امید ہے کہ تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں گے؟

المستفتي:محمد خواجہ،نیو جنتا،ضلع لاتور،مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق:مدرسہ اور مسجد کیلئے مال حرام اور شراب وغیرہ کا پیسہ نا جائز اور ممنوع ہے،اگر معلوم ہوتے ہوئے شراب کا پیسہ لیکر مدرسہ میں لگایا جائے،تو لگانے والا اور دینے والا دونوں گنہگار رہوں گے۔(مستفاد:امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۶۷)

يَـاأَيُّهَا الَّـذِيْـنَ آمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوْا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ .(البقرہ:۲۶۷)

عن أبي هريرة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: أيها الناس! إن الله طيب لايقبل إلا طيباً . (صحيح مسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها، النسخة الهندية ۱/۳۲٦، بيت الافكار، رقم: ۱۰۱۵)

لو أنفق في ذلک مالا خبيثا ، أو مالا سببه الخبيث و الطيب فيكره ؛ لأن الله تعالیٰ لايقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله . (الدرمع الرد ، كتاب الصلاة، قبيل مطلب في أفضل المساجد زكريا ۲/۴۳۱، كراچی ۱/٦۵۸)

اور قطعی حرام چیز کو کوئی عالم اپنے لئے جائز قرار دے یہ نا قابل تصور بات ہے، جس عالم کے متعلق لکھا گیا ہے، جب تک ان سے براہ راست معلومات نہ ہو حکم لگانا ہمارے لئے روا نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲٦/ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۹۹)

ناجائز آمدنی مسجد میں لگانا

سوال: [۸۲۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص جوا سٹہ کا کام کرتا تھا، اور اب کچھ عرصہ سے اس نے جوا سٹہ کا کام چھوڑ دیا ہے، اور اس پیسے سے دیگر کاروبار شروع کر دیا ہے، تو اب یہ اس پیسے کی آمدنی میں سے مسجد میں کچھ کام کرانا چاہتا ہے، لہٰذا یہ پیسے مسجد میں لگائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: جمشید، محلّہ پیر غیب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ناجائز آمدنی خواہ جوا اور سٹہ کے ذریعہ حاصل کی ہو خواہ اور کسی ذریعہ سے مسجد اور دوسرے کاروبار میں لگانا درست نہیں ہے، لہٰذا سوالنامہ میں ذکر کردہ آمدنی چونکہ جوا اور سٹہ کے ذریعہ سے حاصل کی گئی ہے جو شرعاً ناجائز ہے اس لئے اس

آمدنی سے مسجد کی تعمیر کرانا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/۴۶۹، ڈابھیل ۱۵/۱۱۶)

أما من رأى المكاس يأخذ من أحد شيئا من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذه من ذلك الآخر فهو حرام . (شامی، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/۵۵۳، كراچی ۶/۳۸۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/رجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۴۸۸)

مال حرام مسجد اور انکے متعلقات میں صرف کرنا

سوال: [۸۲۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مذکورہ گاؤں چاکھل میں مسلمان چار برادری کے بستے ہیں۔

(۱) قریشی (قصائی) انکا کاروبار بکری ذبح کر کے بیچنا، بھیڑ بکری پالنا، خریدنا، بیچنا اور ہر گھر سے ایک دوفرد کا سعودی عرب وغیرہ میں ملازمت کرنا۔

(۲) منیہار، انکا کاروبار چوڑی بنانا بیچنا، دوسری تجارت وغیرہ کرنا۔

(۳) قاضی (فقیر) انکا بھی کاروبار ملازمت بمبئی وغیرہ میں ہے اور مزدوری کرتے ہیں۔

(۴) چوبدار (قلال) ان کا اکثر کاروبار شراب کا ہے، یا شراب کے ٹھیکوں پر ملازمت کرنا اور دیگر کام کاج جیسے مذکورہ برادری کے ہیں، انکے برائے نام ہیں، یہ چاروں برادری والے مل کر مسجد مدرسہ کے ملازم کو تنخواہ دیتے ہیں، اور بھی مسجد و مدرسہ کے کاموں میں برابر کا حصہ لیتے ہیں، اور جس طرح تینوں برادری والے مسجد و مدرسہ کے ملازم کو کھانا کھلاتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کھانا وغیرہ کھلاتے پلاتے ہیں، غرض ہر موقع پر مالی امداد کرتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ مسجد و مدرسہ میں انکا مالی تعاون یا امام و مدرس کی تنخواہ یا کھانا وغیرہ کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ پوری مسلم آبادی سماجی اعتبار سے ایک

ہے، اور ہر ایک کا پورا پورا حق ہے، اگر یہ اتفاق واتحاد مسجد ومدرسہ کیلئے نہ رکھیں تو غیروں کو ایمان پر حملہ کرنا آسان ہوگا، اور مسجد ومدرسہ کا کام چلنا دشوار ہوگا، کیونکہ جہالت میں سبھی یکساں ہیں، جیسا کہ میں نے سوال نمبر ایک میں روشنی ڈالی ہے، نیز امام ومدرس کا متولی کے گھر ٹیوشن پڑھا کر پیسے یا کپڑے وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ سبھی سوالوں کے جوابات مدلل تحریر فرمائیں، عین نا زش ہوگی؟

المستفتي: مصلیان مسجد مقام
جاکھل، جھن جھنوں، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جن لوگوں کی آمدنی خالص حرام کی ہے ان کے روپئے پیسے سے حتی الامکان بچا جائے، لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی حلال کاروبار بھی وہ لوگ کرتے ہیں، یا حلال مال سے مالی تعاون کرتے ہیں، تو گنجائش ہے، ورنہ قلال برادری سے مال لینا جائز نہیں ہوگا۔

إن كا ن غـالـب مـاله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام ، فإن كـان الـغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل . (هـنـديه ، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، زكريا جديده/٦ ٣٩، قديم ٥/ ٣٤٢)

غـالـب مال المهدي إن حلالا لا بأس بقبول هديته...... مالم يتعين أنه مـن حرام وإن غالب ماله الحرام لايقبلها. (بزازيه ، كتاب الكراهية ،الفصل الرابع، زكرياجديد٣/٣ ٢٠ ، وعلى هامش الهندية٦/ ٠ ٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍ شعبان ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍ ۶۳۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۸/۸ھ

مسجد میں لگے ہوئے مالِ حرام کے مکافات کی شکل

سوال: [۸۲۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص تعلیم یافتہ یعنی حفظ وقرأت کا جاننے والا جوکہ امامت بھی کرتا ہے، اور امامت کرتے کرتے ایک عرصہ گذر چکا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ پندرہ سال امامت کی ہے، اتنے عرصہ اب تک زکوٰۃ فطرہ چرم قربانی کا پیسہ مسجد میں لگایا اور لگوایا یہ فعل امام صاحب کا ہمہ وقت رہا، عوام الناس اس بارے میں بالکل لاعلم تھے، کہ پیسہ کس مد کا لگ رہا ہے، دیکھ بھال کرنے پر اس بات کا علم ہوا کہ مسجد میں پیسہ غلط لگا ہے، اس بارے میں غور وفکر ہے کہ مسجد کو مدرسہ کے قرض سے کس طرح بری کیا جائے، کیا صورت اختیار کرنی چاہئے، قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتي: محمد یسین انصاری،
قصبہ سرجن نگر، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کی آمدنی میں سے اتنی رقم مدرسہ کو ادا کردی جائے، جتنی رقم چرم قربانی کی مسجد میں لگائی گئی ہے، تو شرعاً مسجد مذکورہ قرضہ سے بری ہوجائیگی۔
(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۷/ ۶۸، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۲۸۰، امداد الفتاویٰ کراچی ۲/ ۶۵۳)

رجل غصب ساجةً وأدخلها في بنائه فإنه يتملك الساجة وعليه قيمتها فإن قيمة الساجة والبناء سواء فإن اصطلحا على شيئى جاز الخ. (فتاویٰ قاضیخان، کتاب الغصب، فصل فيما يصير به المرء غاصباً وضامنا، زكريا جديد۳/ ۱٦٥، وعلى هامش الهندية ۳/ ۲٤۲، هنديه، زكريا قديم ۵/ ۱۲٤، جديد ۵/ ۱٤٦، المبسوط للسرخسی، دارالكتب العلمية بيروت۲۳/ ۵٤، مجمع الضمانات ۱/ ۱۳۵، الاشباه والنظائر قديم/ ۱٤٤، جديد

زکریا ۱/ ۲۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍صفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴؍ ۱۱۴۱)

مخنث کا مکان مسجد کے نام وقف کرنا

سوال: [۸۲۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مخنث حاجی زاہد حسین نام کے اپنے مکان کو جو کہ پختہ بنا ہوا ہے، مسجد کے نام کر دینا چاہتے ہیں، کیا وہ مکان جو ناچنے گانے کی کمائی سے تیار ہوا ہے مسجد کے نام کروانے سے کوئی قباحت تو نہیں ہے، اس مکان کے مسجد کے نام ہو جانے سے محلّہ کا جو گندہ ماحول ہے مخنثات کی جو ٹولیاں یہاں پھرتی رہتی ہیں، وہ بھی ختم ہو جائیں گی، اور آوارگی و بے شرمی کا جو بازار گرم ہے، وہ بھی ٹھنڈا پڑ جائیگا، اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ اس مکان کو مسجد کے نام کرایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: مسعود احمد، وعبد الرائم، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو مکان خالص حرام کمائی (یعنی گانے بجانے وغیرہ) سے تعمیر کیا گیا ہے، تو اس کو مسجد کے نام وقف کرنا کبھی جائز نہیں۔ (امداد المفتیین /۸۰۴)

أما المغني والنائحة والقوال إذا أخذ المال هل يباح له، إن من غير شرط يباح لأنه أعطاه المال من طوع من غير عقد وإن من عقد لايباح له لأنه أجر على المعصية. (البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع زكريا ٨/ ٣٦٥، كوئٹه ٨/ ١٩٩، الدر مع الرد، كراچی ٦/ ٤٢٤، زكريا ٩/ ٦٠٨)

البتہ مسجد کے نام معمولی قیمت مثلاً ہزار دو ہزار ہی روپیہ پر خرید لیا جائے، اس کے بعد

مسجد کے نام وقف کردیا جائے، تو یہ وقف خریدار کی طرف سے صحیح ہوجائے گا، اور ایسی صورت میں وہ مکان مسجد کیلئے جائز ہوجائیگا۔

وفی فتاویٰ أهل سمر قند رجل دخل علی السلطان فقدم إلیه بشیئ مأکول فان اشتراه بالثمن حل له أکله هکذا ذکر . (هندیه ، کتاب الکراهیة ، الثانی عشر فی الهدایا والضیافات زکریا قدیم ۳۴۲/۵، جدیده ۳۹۶/۵، الفتاویٰ التاتار خانیة زکریا ۱۷۵/۱۸، رقم: ۲۸۴۰۸، المحیط البرهانی، المجلس العلمی ۷۳/۸، رقم: ۹۶۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۰/۳/۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۰۶۵/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۳/۹ھ

ہجڑے کا مسجد کیلئے زمین وقف کرنا

سوال: [۸۲۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ہجڑے نے جس کی آمدنی حرام کی ہے اپنی ایک زمین ۷ ارگز مسجد کیلئے بطور وصیت اس طرح وقف کی اور رجسٹری بھی کرادی کہ جب تک میں حیات ہوں میرا ہی قبضہ ہے، اور میں ہی اسکا مالک ہوں، اور میرے مرنے کے بعد مسجد کیلئے ہے، کیا ایسی صورت میں اگر اس زمین کی پوری قیمت بلا نیت ثواب محتاج اور نادار مسلمانوں کو دیدی جائے اس کے بعد اس زمین کی آمدنی کو مسجد کی ضروریات میں صرف کیا جائے، تو یہ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ واقف کا انتقال بھی ہو چکا ہے، اور اس کا کوئی وارث بھی نہیں ہے؟

المستفتي: نور العارفین، رفعت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہجڑے کی حرام آمدنی سے خریدی ہوئی زمین مسجد میں وقف کرنا جائز نہیں ہے، اور ذمہ داران مسجد کا اس زمین کو مسجد کیلئے قبول کرنا بھی

جائز نہیں ہے، اور اگر ہجڑے نے اس طرح وقف و وصیت کردی ہے اور اس کے بعد وہ مر گیا ہے تو ذمہ دارانِ مسجد پر لازم ہے کہ اس وقف کو مسجد کے نام سے قبول نہ کریں، بلکہ اس کے وارثین کو واپس کردیں اور اگر ممکن ہو تو جہاں جہاں سے ہجڑے نے حرام پیسہ حاصل کیا تھا، وارثین اس کو وہیں واپس کردیں اگر ممکن نہ ہو تو غریبوں میں بلانیت ثواب صدقہ کردیں اور اگر کوئی وارثِ شرعی نہیں ہے تو اہل حل وعقد اور دینی ذمہ دار لوگ اس زمین یا پیسے کو مسلمان غریبوں میں تقسیم کردیں، اور سوالنامہ میں مسجد کیلئے جو حیلہ لکھا گیا ہے، وہ مسجد کے حق میں درست نہیں ہے۔

وأما إذا كان عند رجل مال خبيث فإما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل لهٗ بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس لهٗ حيلة إلا أن يدفعه إلىٰ الفقراء . (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، دارالبشائر الإسلامية ۱/۳۵۹، تحت رقم الحديث: ۵۹، مطبع سهارنپور قديم ۱/۳۷، هنديه، زكريا جديد ۵/۴۰۴، قديم ۵/۳۴۹، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۴/۲۴۶، الدر مع الرد، زكريا ۹/۵۵۳، كراچی ۶/۳۸۵، تبيين الحقائق، امداديه ملتان ۶/۲۷، زكريا ۷/۶۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/۵/۱۴۲۷ھ

ہجڑے کی کمائی سے بنائی گئی مسجد کا حکم

سوال: [۸۲۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہجڑے کی کمائی سے مسجد یا مدرسہ تعمیر کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہجڑے کی کمائی مطلقاً حرام نہیں ہے، لہٰذا ہجڑے کی وہ کمائی جو جائز طریقہ پر مثلاً بھیک مانگ کر جمع کردہ رقم ہے تو وہ جائز ہے، اس کو مسجد یا

مدرسہ کی تعمیر میں لگانا درست ہے، اور جو رقم حرام طریقہ سے کمائی گئی ہو جیسے بدکاری، اور منکرات وغیرہ کے ارتکاب کے ذریعہ سے تو وہ حرام ہے اور حرام آمدنی کو مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں لگانا قطعاً جائز نہیں؟

کل مسجد بنی مباهاة أو رياءً أو سمعةً أو لغرض سویٰ ابتغاء وجه الله أوبمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار . (تفسير كشاف ١/٥٦٣، تفسير مدارك٧/٣٥٤)

عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال لايقبل الله صدقة من غلول فإن الحديث دال على حرمة التصدق بمال الخبيث وقد نص الله في كتابه ، يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنَ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَلاَ تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ . (بذل المجهود، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء، مكتبه سهارن پور، قديم ١/٣٧، دارالبشائر الاسلاميه ١/٣٥٩، تحت رقم الحديث : ٥٩)

إن الله لايقبل إلاّ ماكان من كسب طيب فمفهومه أن ماليس بطيب لايقبل . (فتح الباری ، كتاب الزكاة، باب لاتقبل صدقة من غلول، اشرفيه ديوبند٣/٣٥٦، تحت رقم الحديث: ١٤١٠، دارالفكر ٣/٢٧٩) **فقط اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ر ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۷۸)

زنانہ پن اختیار کرنے والے کے مکان کو مسجد میں استعمال کرنا

سوال: [۸۲۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک شخص جن کا نام عبدالقیوم تھا، انھوں نے اپنی زندگی میں زنانہ پن اختیار کرلیا تھا، ۳۰ رتیس ۳۵ ر پینتس سال سے ہجڑوں کیساتھ گانا بجانا کرتے تھے، اس سے کمایا ہوا پیسہ تھا، جگہ خرید کر

مکان بنالیا قریب ایک سال پہلے وہ مکان مسجد کو دیدیا، لیکن جب تک وہ زندہ رہے انہیں کا قبضہ رہا، یہ دینا انکا بذریعہ وصیت یا بذریعہ بیعانہ ہے ابھی پانچ روز قبل انکا انتقال ہوگیا اپنے پیچھے دو حقیقی بھتیجے محمد فاروق، محمد محفوظ اور دو بھتیجیاں چھوڑیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی کمائی کا مال مسجد کے لئے قبول کرنا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ مسجد کے اخراجات کیلئے مسجد کی چار دوکانیں اور جمعہ کے دن بذریعہ گولک بھی آمدنی ہوتی ہے، اور اس مال میں سے بھتیجے بھتیجیوں کی وراثت قائم ہوگی یا نہیں؟

(۲) ہمارے یہاں مفتی محمد آفتاب علی صاحب سے جب یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ اس مکان کو فروخت کر کے حیلہ کرلو اور مسجد میں وہ پیسہ صرف کردو وہیں ایک دوسرے مولانا نے جب مفتی صاحب سے کہا کہ ناجائز مال کو حیلہ کر کے مسجد میں نہیں لگایا جاسکتا ہے، جب تک کہ ضرورت شدیدہ نہ ہو کہ بغیر اسکے وہ کام ہو ہی نہیں سکتا، اس کے جواب میں مفتی صاحب نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ کتب فقہ میں اسکی اجازت ہے، کوئی قید نہیں ہے، اور یوں فرمایا کہ زکوٰۃ وصدقات اور بینک کا سود بھی حیلہ کر کے مسجد میں لگایا جاسکتا ہے، اس طرح حیلہ کرنا واقعی کتب فقہ میں موجود ہے، تو مع حوالہ کے جواب مرحمت فرمائیں، نیز اگر شرائط ہوں تو وہ بھی حوالہ سے تحریر فرمائیں؟

المستفتي: محمد محفوظ خاں، محلّہ پینٹھا تو ار،
سرائے برتن، معرفت جناب اطہر شاہ قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) مکان مسجد میں دینے کی جو بات ہے اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر بذریعہ بیعانہ ہبہ کر دیا ہے، تو ہبہ قبضہ سے قبل تام نہیں ہوگا، لہٰذا ایسی صورت میں پورا مکان بطور وراثت دونوں بھتیجوں کو برابر برابر مل جائیگا، کیونکہ مسجد کو قبضہ نہیں دیا ہے۔

لايجوز الهبة إلا مقبوضة والمراد نفي الملك . (هدايه ، كتاب

الهبة ، اشرفی ۳/۲۸۳)

عن النضر بن أنس قال نحلني أنس نصف داره قال: فقال أبو بردة: إن سرک يجوز لک فاقبضه ، فإن عمر بن الخطاب قضى في الأنحال، أن ماقبض منه فهو جائز، ومالم يقبض فهو ميراث . (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الهبات، باب ماجاء في هبة المشاع ، دارالفكر ۹/۱۵۸، رقم: ۱۲۱۸٦)

اوراگر وصیت ہے تو صرف ایک تہائی میں نافذ ہوسکتی ہے، باقی دو تہائی دونوں بھتیجوں کوملیں گے، اور بھتیجیاں وارث نہیں ہوتی ہیں۔

(۲) فتاویٰ دار العلوم قدیم کی عبارت دیکھ لی گئی ،حضرت مولانا مفتی آ فتاب علی خاں کی بات کسی حد تک اس سے منطبق ہے، اگر چہ دوسرے عالم کی موافقت میں جزئیات موجود ہیں، ہماری رائے میں ایسی کمائی سے خریدا ہوا مکان فروخت کرکے حیلہ کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ مسجد کو اس طرح کے حرام اور مشتبہ مال سے ہمیشہ پاک رکھنے کا حکم ہے، نیز یہاں پر مسجد کو اتنی ضرورت بھی نہیں ہے، کہ مال مشتبہ میں حیلہ کرکے مسجد میں لگایا جائے۔

لأن الله تعالىٰ لايقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لايقبله .

(شامي، الصلاة ، باب مايفسد الصلاة و مايكره فيها قبيل مطلب في أفضل المساجد ، زكريا ۲/۴۳۱، كراچی ۱/٦۵۸)

عن أبي هريرة –رضي الله عنه– قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن الله طيب لايقبل إلا طيباً . (مصنف عبد الرزاق ، المجلس العلمي ۵/۱۹، رقم: ۸۸۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رشعبان ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۴۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۸/۳۰ھ

طوائف کی مسجد

سوال: [۸۲۱۸]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد واقع محلّہ اہیران شہر گونڈہ جس کو طوائف مرحومہ ہیرانے اپنی آمدنی (بذریعہ طوائفانہ) پیشہ سے حاصل رقم سے ایک آراضی واسطے مسجد حاصل کی اپنی ہی آمدنی سے اس کی تعمیر کرائی تو کیا یہ مسجد مسجد کے آداب میں سے ہے، کیا اس مسجد میں نماز ہو جائیگی؟ کیا اس مسجد میں جماعت وغیرہ فرائض واجبات کا ثواب حاصل ہوگا، اگر اس مسجد کو منہدم کر کے پھر سے تعمیر کیا جائے، تو اس میں اعانت کی جاسکتی ہے؟

المستفتي: مسرور احمد خاں، گونڈہ، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جبکہ طوائف ہیرانے اپنی حرام آمدنی سے حاصل شدہ رقم سے مسجد کیلئے زمین خرید کر اس میں مسجد تعمیر کرائی تھی، تو یہ جگہ مسجد کے لئے وقف ہوگئی، لیکن چونکہ اس کی زمین حرام مال سے خرید کردہ ہے، اور اس کی تعمیر میں بھی حرام مال لگا ہوا ہے، اس لئے یہ مسجد وقف ہونے کے باوجود مسجد شرعی نہیں کہلائیگی، اور اس میں نماز پڑھنا اس وقت تک مکروہ رہے گا، جب تک اس مسجد کی قیمت حلال مال کے ذریعہ سے ادا نہ ہو جائے، لھٰذا اگر طوائف کے ورثاء ہوں تو اس کی زمین اور عمارت کی قیمت طوائف کے ورثاء کو دیدیں اور طوائف کے ورثاء نہ ہونے کی صورت میں مسجد کی طرف سے نیت کر کے نادار فقراء کو دیدیں تو اسکے بعد یہ مسجد شرعی بھی بن جائے گی، اور مسجد کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا، اسلئے کہ اب مسجد مع زمین کے طوائف کے پیسہ کی نہیں رہی ہے، بلکہ حلال اور پاک پیسہ کی بن گئی ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں جو تصریح فرمائی ہے اس کا یہی خلاصہ اور حاصل ہے، ملاحظہ فرمایئے۔ (امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۶۷، احسن الفتاویٰ ۶/ ۴۳۲، کفایت المفتی جدید ۷/ ۲، جدید زکریا

مطول۱۰/۲۸۰، باقیات فتاویٰ رشیدیہ/ ۳۴۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رمحرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۱/۱۴۳۵ھ

طوائف کی کمائی سے بنائی ہوئی مسجد کب شرعی مسجد بن سکتی ہے؟

سوال: [۸۲۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی مسجد طوائف کی کمائی سے بنائی گئی ہے، اس کے شرعی مسجد ہونے کی کیا شکل ہو سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو مسجد طوائف کی کمائی سے بنائی گئی ہے، اس کو شرعی مسجد بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی اتنی رقم جو تعمیر مسجد میں صرف ہوئی ہے، اگر ممکن ہو تو مالک کو واپس کردی جائے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اتنی رقم فقراء پر صدقہ کردی جائے، تو یہ مسجد مسجد شرعی بن جائے گی۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید۷/ ۳۷، قدیم ۷/ ۶۸، جدید زکریا مطول۱۰/ ۲۸۳)

لو مات رجل وكسبه من ثمن الباذق والظلم أو أخذ الرشوة تعود الورثة ولا يأخذون منه شيئاً وهو الأولىٰ لهم ويردونه على أربابه إن عرفوهم وإلا يتصدقوا به لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد.

(البحرالرائق، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع كوئٹه ۸/ ۲۰۱، زكريا۹/ ۳۶۹)

والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة والتخلص منه برده إلىٰ أربابه إن علموا وإلا إلىٰ الفقراء. (الموسوعة الفقهية ۳۴/ ۲۴۵)

إذا مات الرجل وكسبه خبيث فالأولىٰ لورثته أن يردّ والمال إلىٰ أربابه فان لم يعرفوا أربابه تصدقوا به. (هنديه، زكريا قديم ۵/ ۳۴۹، جديد ۵/ ۴۰۴)

وأما إذا كان عند رجل مال خبيث فإما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلىٰ مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلىٰ الفقراء. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب

فـرض الـوضـوء ، مكتبه سهارن پور قديم ١/ ٣٧، دارالبشائر الإسلاميه ١/ ٣٥٩، تحت رقم الحديث: ٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۷۷)

طوائف کی زمین عمومی چندہ سے خرید کر اس پر مسجد یا مدرسہ تعمیر کرنا

سوال: [۸۲۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ طوائف کی زمین پر عوام الناس کی رقم سے خرید کر مدرسہ یا مسجد کی تعمیر ہوسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتي: بشیر احمد قاسمی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: طوائف کی زمین اگر حلال کمائی یا حلال طریقہ سے حاصل شدہ ہے تو اسے مسجد یا مدرسہ کیلئے خریدنا جائز ہے، اور اگر حرام آمدنی یا فعل حرام کے عوض ملی ہوئی ہے، تو اسے خریدنا ہرگز جائز نہیں ہے، اسلئے کہ حرام چیز تبدل ملک سے حلال نہیں ہوتی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۳۱۲، ڈابھیل ۱۵/ ۱۲۱، امداد الفتاویٰ ۳/ ۲۴، و ۴/ ۵۴۴)

الحرام ينتقل أي تنتقل حرمته وإن تداولته الأيدىٰ وتبدلت الأملاك ويأتى تمامه قريباً (قوله) ولا للمشترى فيكون بشراءه منه مسيئاً لأنه ملكه بكسب خبيث الخ. (شامى، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعيين الدراهم فى العقد الفاسد زكريا ٧/ ٣٠٠، كراچى ٥/ ٩٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۳/ ۱۴۱۷ھ

مسجد میں حرام سامان یا اسکی قیمت دینا

سوال: [۸۲۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مسجد میں حرام روپیہ یا اس کا سامان دیتا ہے، اور مہتمم کو اس سے آگاہ بھی کردیا مہتمم صاحب نے اس کو قبول کرلیا اور لوگوں نے اعتراض کیا اب اس مال یا روپیہ کو واپس کردیا جائے یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی؟

المستفتي: حافظ رئیس احمد، شیر کوٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد یا تعمیر مسجد میں حرام مال یا حرام طریقہ سے خریدا ہوا سامان دینا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے دیدیا ہو تو اسکو واپس کردیا جائے، اگر تعمیر کرادی گئی ہے، تو اسکی قیمت واپس کردینی چاہیئے خواہ مہتمم صاحب لئے ہوں یا کوئی اور متولی صاحب لئے ہوں، بہر صورت حرام مال مسجد میں لینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۲/ ۲۹۸، ڈابھیل ۱۵/ ۵۴، احسن الفتاویٰ ۶/ ۶۳۲)

عن أبي هريرة -رضی الله عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله طيب لايقبل إلا طيباً. (مسند احمد بن حنبل ۲/ ۳۲۸، رقم: ۸۳۳۰)

أما لو أنفق في ذلک أى المسجد مالا خبيثاً و مالا سببه الخبيث والطيب فيكره. (شامی، الصلاة، باب مايفسد الصلاة، و مايكره فيها، قبيل فى أفضل المساجد زكريا ۲/ ۴۳۱، كراچى ۱/ ۶۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ ۶/ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۹۲۸)

ناجائز آمدنی والے شخص کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز کا حکم

سوال: [۸۲۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے

گھر کے پاس نئی مسجد تعمیر ہورہی ہے، جسمیں نماز شروع ہوگئی ہے، مسجد تعمیر کرانے والا فخر یہ یہ کہتا ہے، کہ ہماری مسجد ہے یہ بات وہ اپنی تقریر میں ضرور کہتا ہے، مسجد تعمیر کرانے والا شخص ظاہراً مالدار ہے، مگراس کی آمدنی کا کوئی جائز ذریعہ نہیں، نہ وہ نوکری کرتا ہے، نہ کوئی تجارت اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اتنا سارا پیسہ کہاں سے آیا جس سے مسجد تعمیر ہورہی ہے، اس شخص کی باتوں سے یہ معلوم ہوا، ۲۷ر لاکھ روپیہ مسجد میں صرف ہوگا، مگراس نے یہ نہیں بتایا کہ یہ پیسہ کہاں سے موصول ہورہا ہے، اس بات کو کبھی منظر عام پر نہیں رکھا کہ کہاں سے کتنا پیسہ موصول ہوا، وہ شخص مجھ سے رنجش بھی رکھتا ہے، وہ شخص دینی کم سیاسی زیادہ ہے اور گاؤں میں رہتا نہیں ہے، جبکہ گاؤں ہی کا رہنے والا ہے، کبھی کبھار گاؤں آتا ہے، جیسے عید الفطر، عید الاضحیٰ یا شادی بیاہ کے موقعہ پر اور نماز بھی پنجگانہ نہیں پڑھتا ہے، چونکہ مسجد میرے گھر کے پاس ہے، لہٰذا اوپری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بتائیے کہ میرا اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بالتفصیل جواب مطلوب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق :جب مسلمان شخص مسجد تعمیر کرارہا ہے، تو ہم کو ’’**ظُنُّوا بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ خَيْراً** . (المعجم الكبير للطبراني ، داراحياء التراث العربي ۲۳/۱۵٦، رقم: ۲۳۹) کے تحت یہی خیال کرنا چاہئے، کہ جائز اور حلال پیسہ سے یہ شخص مسجد تعمیر کررہا ہے ، نیز ہم کو اس طرح کھود کرید کرکے تحقیق وتفتیش کا حق بھی حاصل نہیں ہے، لہٰذا اس مسجد میں آپکا اور دیگر لوگوں کا نماز پڑھنا بلاتردد جائز ہے۔

وَلاَ تَجَسَّسُوْا وَلاَ يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً ، **الأية**: (حجرات /۱۲)

رہا اس کا نماز نہ پڑھنا تو یہ اس کا اپنا فعل ہے ، نماز نہ پڑھنے کا گناہ اس پر ہوگا، نمازیوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۸۰/۳۵)

ناچنے والی عورتوں کا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال: [۸۲۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا ناچنے والی عورتوں کا روپیہ مسجد میں کسی بھی شکل میں لگانا جائز ہے یا نہیں، نیز اگر اسمیں آدھے روپیہ حلال کمائی کے ہیں، تو کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد طیب، متعلم دورۂ حدیث،
جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، شہر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد خدا کا مقدس اور پاکیزہ گھر ہے، اسکی تعمیر اور درستگی میں حلال اور پاکیزہ مال ہی استعمال کیا جائے، حرام کمائی مسجد میں استعمال کرنا ممنوع اور مکروہ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال قبول فرماتے ہیں، لٰھذا حرام اور مشتبہ مال سے مسجد بنانے کی قطعاً اجازت نہیں، ہاں البتہ اگر وہ صرف حلال کمائی میں سے ہی دیتی ہے، حرام میں سے نہیں دیتی تو اس صورت میں مسجد میں لگانے کی گنجائش ہے، اگر آدھا حلال اور آدھا حرام مخلوط پیسے دیتی ہے تو جائز نہیں۔ (مستفاد: رحیمیہ ۶/ ۹۹، جدید زکریا ۹/ ۱۰۸، محمودیہ ۵/ ۸۸، ڈابھیل ۱۵/ ۸۴)

عن أبي هريرة –رضی الله عنه– قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله طيب لايقبل إلا طيباً. (صحيح مسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب...... النسخة الهندية ۱/ ۳۲۶، بيت الأفكار رقم: ۱۰۱۵)

أما لو أنفق في ذلک مالا خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالیٰ لايقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (شامی، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها قبيل مطلب في أفضل المساجد، زكريا

۲/ ۴۳۱، کراچی ۱/ ۶۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ رجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۶۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰؍ ۷؍ ۱۴۲۲ھ

سودی رقم مسجد میں صرف کرنے کا حکم

سوال: [۸۲۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک نادار محلّہ ہے محلے والوں نے ایک مسجد بنالی ہے چھت ٹین کی ہے کم آباد محلّہ ہے محلّہ میں صاحب ثروت لوگ نہیں ہیں، بجلی کا کھمبا بھی دور وہاں سے بجلی لینے کیلئے چند کھمبوں کی ضرورت ہے، جس پر تقریباً بیس ہزار روپئے خرچ ہوں گے، اور یہ بیس ہزار بمشکل ہیں ایسی شکل میں اگر مسجد کا بیت الخلاء و پیشاب گھر و کھمبے بیاج کے روپیوں سے تعمیر کرالیں تو کیا گنجائش ہے یا نہیں؟ (فتاویٰ رحیمیہ ۲/ ۱۹۲ میں) درست بتایا ہے، آپ کیا فرماتے ہیں، نیز مصرف بھی بتائیں، آپ کا انتظار ہے، فقہی جدید مسائل/ ۳۹۸ میں ناجائز لکھا ہے؟

المستفتي: عظیم اللہ، بستوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: بیاج کا روپیہ مسجد میں خرچ کرنا تقدس مسجد کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اور مسجد کے بیت الخلاء، پیشاب گھر اور کھمبے میں صرف کرنا بھی جائز نہیں ہے، بعض اہل فتویٰ نے گنجائش لکھی ہے، ان کی دلیل ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، دعویٰ اور دلیل میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله طيب لايقبل إلا الطيب.

(سنن الدارمي، باب في أكل الطيب، دارالمغنى للنشر التوزيع ۳/ ۱۷۸۶، رقم: ۲۷۵۹)

أما لو أنفق في ذلک مالا خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالىٰ لايقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (شامی،

كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها قبيل مطلب في أفضل المساجد ، زكريا ٢/ ٤٣١، كراچی ١/ ٦٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/۱۱/۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۳۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/۱۱/۱۴۲۲ھ

سودی قرض لیکر مساجد و مدارس تعمیر کرنا

سوال: [۸۲۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا سودی قرضہ لیکر مساجد یا مذہبی یا اسلامی ادارے کی املاک تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل ومدلل جواب جلد عنایت فرما کر مشکور ہوں؟

المستفتي: حبیب اللہ خان، مدرسہ مسیح العلو، بنگلور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ ناجائز اور حرام ہے، کرنے والے گناہ کبیرہ کے مرتکب اور لعنت خداوندی کے مستحق ہوں گے۔

عن جابرؓ قال : لعن رسول الله ﷺ ، آكل الربوٰ، ومؤكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال: هم سواءً . (صحيح مسلم ، باب لعن أكل الربا، وموكله ، النسخة الهندية ٢/ ٢٧، بيت الافكار رقم: ١٥٩٨)

اس قسم کا معاملہ کرنے والے سب سخت گنہگار اور وعید کے مستحق ہوں گے، البتہ اس طرح سے جو عمارت بن چکی ہے، وہ شرعاً مسجد وغیرہ کی ملکیت میں داخل ہو جائیگی، کیونکہ اسمیں کوئی سود کا پیسہ لگایا نہیں گیا ہے! فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۲۲۵)

بینک سے قرض لیکر مسجد بنانا اور آراضی مساجد پر بینک کی تعمیر

سوال: [۸۲۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ڈاکٹر محمد ہاشم پڑاؤ والی محلّہ مسجد کنجری سرائے کا متولی ہوں، میرے ایک عزیز دوست ابرار حسین صاحب عرف منے میاں چاہتے ہیں، کہ بینک سے قرض لے کر مسجد کو دوبارہ بنایا جائے، نیچے نئی دوکانیں اسکے اوپر بینک اور اسکے اوپر مسجد تعمیر کرائی جائے، کیا حدیث اور شریعت کی روشنی میں ایسا کرنا جائز ہے، یا ناجائز؟ جبکہ مسجد کی آمدنی ایک ماہ کی دوکانوں اور مکان سے مبلغ چارسو پندرہ روپیہ ہے، میں دل کا مریض ہوں، میں حساب وکتاب دینا چاہتا ہوں کیا میں ان حالات میں ابرار صاحب کو حساب وانتظام دے سکتا ہوں یا نہیں؟ مفصل ومدلل بیان فرمائیں؟

المستفتي: محمد ہاشم، نارتھ ریلوے
ہوسپٹل منزل، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بینک کا قرض سودی ہوتا ہے، اور اس کو مسجد میں لگانا ناجائز اور ممنوع ہے۔

لو أنفق فی ذلک مالاً خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالیٰ لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بمالا يقبله الخ. (شامی، الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، قبيل مطلب في أفضل المساجد زكريا ۲/ ۴۳۱، کراچی ۱/۶۵۸، کوئٹہ ۱/ ۴۸۷)

نیز دوکانیں اور بینک مسجد کی زمین پر تعمیر کرا کے اوپر مسجد بنائی جائے، یہ صورت ہرگز جائز نہیں ہے، اگر کوئی ایسا کرے گا، تو عمارت توڑ کر زمین مسجد میں داخل کرلی جائے گی۔

لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع (إلیٰ قوله) فيجب هدمه ولو

علی جدار المسجد ولا یجوز أخذ الأجرة منه ولا أن یجعل شیئاً منه مستغلاً ولا سکنیٰ الخ. (الدر مع الرد، الوقف مطلب فیما لو خرب المسجد أوغیره ، زکریا ۶/۵۴۸، کراچی ۳۵۸/۴، کوئٹه ۴۰۶/۳، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۲۹۶/۱۲، النهر الفائق ، دارالکتب العلمیة بیروت ۳۳۰/۳)

نیز موجودہ حالات میں ابرار صاحب کو متولی بنانا جائز نہیں ہوگا، کسی متبع شرع شریف کو بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۸۹/۲۴)

بینک میں مسجد کی جمع شدہ رقم پر ملے سود کو بیت الخلاء میں لگانا

سوال: [۸۲۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی کچھ رقم بینک میں تھی، اس رقم پر سودی رقم تقریباً پچاس ہزار ہوگئی ہے، آیا اس رقم کو مسجد کے بیت الخلاء یا مدرسہ کے بیت الخلاء میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: محمد علیم الدین قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بینک میں مسجد کی جمع شدہ رقم پر جو سود ملا ہے، وہ حرام ہے، اسلئے اسکو مسجد یا مدرسہ کے بیت الخلاء میں نہیں صرف کر سکتے بلکہ بینک سے نکال کر فقراء کو دینا لازم ہے، اور جن علماء نے مسجد کے بیت الخلاء میں صرف کرنے کی اجازت دی ہے، ان کی دلیل مضبوط نہیں ہے۔

أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا. (البقرہ: ۲۷۵)

عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: أيها الناس ! إن الله طيب لايقبل إلا طيباً. (صحیح مسلم، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها، النسخة

الهندية ۱/ ۳۲٦، بيت الافكار رقم: ۱۰۱۵)

أما لو أنفق في ذلک مالا خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالیٰ لايقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (شامی، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها قبيل مطلب في أفضل المساجد، زكريا ۲/ ۴۳۱، كراچی ۱/ ٦۵۸)

وأما إذا كان عند رجل مال خبيث فأما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل لهٗ بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلیٰ مالكه فليس لهٗ حيلة إلا أن يدفعه إلیٰ الفقراء. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، سهارنپور قديم ۱/ ۳۷، دارالبشائر الإسلاميه ۱/ ۳۵۹، تحت رقم الحديث: ۵۹، هنديه، زكريا قديم ۵/ ۵۴۸، جديد ۵/ ۴۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۵/ ۳/ ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۶۰۳)	۱۵/ ۳/ ۱۴۲۳ھ

بینک سے حاصل شدہ رقم مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا

سوال: [۸۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بینک کے اکاؤنٹ میں جو رقم ڈالتے ہیں، ایف ڈی کی صورت میں جو رقم جمع ہوتی ہے، اس پر جو انٹرسٹ حاصل ہوتا ہے، کیا اس کو مسجد کی تعمیر میں خرچ کیا جا سکتا ہے؟

المستفتي: اہلیہ محمد ناصر، محلّہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: بینک کے سود کا پیسہ مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے، اور ایف ڈی میں جو زائد رقم ملتی ہے، وہ سود ہی ہے، اور اللہ تعالیٰ حرام مال کو قبول نہیں کرتا۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۲/ ۷۹۹)

أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا. (البقرہ: ۲۷۵)

عن أبي هريرة –رضى الله عنه– أن النبى صلى الله عليه وسلم ، قال : إن الله طيب لايقبل إلا طيباً. (مسند بزار ، مكتبه العلوم و الحكم ۱۷/۱٤٤، رقم: ۹۷٤۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍شوال ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۳۳۳/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۱۰/۱۴۲۰ھ

سودی رقم عیدگاہ یا مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۸۲۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) جو شخص بینک سے سود پر لین دین کرتا ہے، کیا اس کا پیسہ عیدگاہ یا مسجد میں لگایا جاسکتا ہے۔

(۲) عیدگاہ یا مسجد کے کام میں چندہ دینا اولیٰ ہے یا دینی درسگاہ مدرسہ میں؟

المستفتي: اخلاق احمد، سلیم پور، گڑھی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سود کا پیسہ مسجد یا عیدگاہ میں لگانا جائز نہیں ہے، بلکہ فقراء کو بلانیت ثواب صدقہ کردینا لازم ہے۔

فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلىٰ الفقراء الخ. (بذل المجهود، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء ، سهارن پور قديم ۱/۳۷، دارالبشائر الاسلاميه ۱/۳۵۹، تحت رقم الحديث: ۵۹، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳٤/۲٤٦، الدر مع الرد، زكريا ۹/۵۵۳، كراچى ٦/۳۸۵، البحرالرائق، زكريا ۹/۳٦۹، كوئٹه ۸/۲۰۱، تبيين الحقائق، مكتبه امداديه ملتان ٦/۲۷، زكريا ۷/٦۰)

عیدگاہ یا مسجد کے کام میں چندہ دینا اور دینی درسگاہ مدرسہ میں چندہ دینا دونوں اعلیٰ

درجہ کا ثواب کا کام ہے، البتہ مدارس میں ثواب زیادہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲؍ ۵۰۵۴)

مسجد میں لگی ہوئی سودی رقم کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: [۸۲۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک پرانی مسجد جس کو دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے، کچھ سود کا روپیہ اس میں لگا دیا گیا ہے، مثلاً ۶۰؍ ہزار روپیہ تھا، جسمیں سودی بھی تھا اس سے تعمیر کردی گئی، لیکن یہ معلوم نہیں ہے، کہ اسمیں سود کتنا تھا، اب مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سودی رقم مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے، ایسی مسجد میں نماز مکروہ ہوتی ہے، لیکن جتنی رقم سود کی اسمیں خرچ کردی ہے، اتنی ہی رقم کوئی شخص اپنی طرف سے مذکورہ سودی رقم کے عوض میں اگر شخصی سود ہے، تو اس کو واپس کردے، اور اگر بینک کا سود ہے، تو غرباء کو بلانیت ثواب صدقہ کردے تو پھر شرعی مسجد بن جائیگی اور نماز بلا کراہت ہوجائیگی۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/ ۶۸، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۲۸۰)

من ملک أموالا غیر طیبة أو غصب أموالاً وخلطها ملکها بالخلط ویصیر ضامناً الخ. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، زکریا ۳/ ۲۱۸، کراچی ۲/ ۲۹۱، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/ ۲۴۹)

لا یباح الانتفاع بہ قبل أداء البدل فی الصحیح من المذهب. (شامی، مطلب فی التصدق من المال الحرام زکریا ۳/ ۲۲۰، کراچی ۲/ ۲۹۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍ ۳۶۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳؍ ۱۲؍ ۱۴۱۴ھ

سودی رقم سے تجارت کرنے والے شخص کی رقم مسجد میں لگانے اور ان کی دعوت کھانے کا حکم

سوال: [۸۲۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قصبہ میں بکرا منڈی ہے، جہاں بیوپاری خرید وفروخت جانوروں کی کرتے رہتے ہیں، کچھ احباب سود کی رقم لیکر کاروبار کرتے ہیں، ایسے حضرات کی رقم مسجد کی تعمیر میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اور ایسے لوگوں کے یہاں دعوت میں جانا شادی کی تقریبات میں شرکت کرنا اور کھانا وغیرہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ وضاحب کے ساتھ تشریح فرمائیں؟

المستفتي: عزیز احمد نعمانی، فاضل دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سودی رقم کے ذریعہ کاروبار کرنا شرعاً ناجائز ہے اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کو مسجد میں لگانا درست نہ ہوگا، مسجد میں خالص حلال اور طیب روپیہ لگانا چاہئے، اور اگر ایسے شخص کی غالب آمدنی یہی ہے، تو اس کے یہاں کھانا پینا ہدیہ لینا، اور دعوت قبول کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. (البقرہ: ۲۷۵)

أما لو أنفق في ذلک مالا خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالىٰ لايقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (شامی، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها قبيل مطلب في أفضل المساجد، زكريا ۲/ ۴۳۱، کراچی ۱/ ۶۵۸)

عن أبي هريرة –رضى الله عنه– أن النبى صلى الله عليه وسلم، قال: إن الله طيب لايقبل إلا طيباً. (صحيح مسلم، باب قبول الصدقة، من الكسب الطيب

و تربیتها ، النسخة الهندية ١/ ٤٢٦، بيت الافكار رقم: ١٠١٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/شعبان ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۴۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۸/۱۴۳۲ھ

سودی رقم مسجد کے بیت الخلاء میں صرف کرنا

سوال: [۸۲۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے استنجاء خانہ وغسل خانہ کی تعمیر میں بینک سے ملا ہوا بیاج اور سود استعمال کیا جا سکتا ہے؟ بہت سی جگہوں پر دیکھا گیا ہے، اس رقم سے بیت الخلاء وغیرہ بنوایا گیا ہے؟ اگر استعمال کرنا درست ہے تو مسجد کی چھت اور لٹرین باتھ روم کی چھت کو ملا دینا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: ولی الدین، شہڈول، ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سودی رقم کو مسجد کے بیت الخلاء استنجا خانہ کی تعمیر میں استعمال کرنا قطعاً درست نہیں ہے، اور سودی رقم کسی بھی عنوان سے مالک تک پہونچانا ممکن نہ ہو تو بلا نیت ثواب فقراء میں تقسیم کر دینی چاہئے، اور بعض علماء نے بیت الخلاء اور رفاہ عام میں خرچ کرنے کی گنجائش لکھی ہے، ان کے دلائل مسئلہ سے منطبق نہیں ہوتے۔

وأما إذا كان عند رجل مال خبيث فأما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل لهٗ بغير عقد، ولا يمكنه أن يرده إلىٰ مالكه، ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس لهٗ حيلة إلا أن يدفعه إلىٰ الفقراء . (بذل المجهود ، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء ، سهارنپور قديم ١/٣٧، دارالبشائر الإسلاميه ١/٣٥٩، تحت رقم الحديث :٥٩، البحرالرائق، کوئٹه ٨/ ٢٠١، زكريا ٩/ ٣٦٩، الدر مع الرد، زكريا ٩/ ٥٥٣،

کراچی ٦/٣٨٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رصفر ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۱٦٧/٣٨)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۲/۱۰ھ

سود کے پیسہ سے مسجد کا بیت الخلاء بنانا

سوال: [۸۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سود کے پیسہ سے مسجد کا بیت الخلاء بنانا یا اجتماع کے موقع پر بیت الخلاء بنانا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد صدیق، عمری کلاں، جامع مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سود کے پیسہ سے بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ہے، چاہے مسجد و مدرسہ کا ہو یا ذاتی یا قومی بلکہ اگر حکومت سے سودی رقم ملی ہے، تو انکم ٹیکس سیل ٹیکس میں دینا جائز ہے اور اگر ٹیکس نہیں ہے، تو فقراء میں بلانیت ثواب تقسیم کر دینا لازم ہے۔

لايمكنه أن يرده إلىٰ مالكه ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء الخ. (بذل المجهود، كتاب الطهارة باب فرض الوضوء سهارن پورقديم ۱/۳۷، درالبشائر الإسلاميه ۱/۳۵۹، تحت رقم الحديث: ۵۹، هنديه، زكريا قديم ٥/٣٤٩، جديده ٥/٤٠٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ رجمادی الثانیہ ۱۴۱٦ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۴۵۲/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱٦/۶/۸ھ

غیر مسلم کی شراب وخنزیر اور سودی رقم کو مسجد میں لگانا

سوال: [۸۲۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی

ازسرنوتعمیر کی گئی تھی ،تعمیر کے بعد لینٹر چھت ڈالنے کے لئے رقم نہ ہونے کی بنا پر مسلم اور غیر مسلم دونوں فرقوں کے لوگوں سے چندہ لیا گیا جبکہ کچھ غیر مسلم ایسے بھی ہیں ،جنھوں نے خوشی سے چندہ دیا ہے ،اور کتنے غیر مسلموں کا کاروبار شراب وغیرہ کا بھی ہے، اور یہ رقم مسجد میں لگادی گئی ہے، آیا اب اسمیں نماز جائز ہے یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مسلموں سے مسجد کی تعمیر وغیرہ کیلئے ازخود چندہ وصول کرنا درست نہیں ہے، ہاں اگر وہ کار خیر سمجھ کر از خود مسجد کیلئے چندہ دیں تو وہ رقم مسجد میں لگانا جائز اور درست ہے، اور غیر مسلم کی وہ آمدنی جو اس کے مذہب میں حلال ہے وہ جائز آمدنی شمار ہوتی ہے، لہٰذا اگر غیر مسلم شراب وخنزیز اور سود کے پیسے کو حلال سمجھتے ہیں، پھر وہ پیسہ کار خیر سمجھ کر دیتا ہے، تو اس کا لگانا جائز ہے، لیکن چوری ڈکیتی کے پیسہ کو غیر مسلم بھی حرام سمجھتے ہیں، اس لئے ان کی چوری ڈکیتی کا پیسہ مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے، اور غیر مسلم کا پیسہ جس مسجد میں لگایا گیا ہے اس مسجد میں نماز پڑھنا بلا تر دد جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: انوار رحمت/۱۵۴)

لو وقف علیٰ مسجد بیت المقدس فانه صحیح لأنه قربة عندنا وعندهم . (البحرالرائق، کتاب الوقف، کوئٹه ٥/ ١٩٠، زکریا ٥/٦ ٣١)

لأنه مباح بدليل صحته من الكافر كا لعتق والنكاح وتحته فى الشامية: بل التقرب به موقوف على نية القربة فهو بدونها مباح حتى يصح من الكافر. (درمختار مع الشامی، مطلب لو وقف علی الاغنیاء وحدهم لم یجز زکریا٦/ ٥٢١، کراچی ٤/ ٢٣٩، الموسوعة الفقهية الكويتية٣٣/ ١١٠، ٤٤/ ١٢٩)

وأما الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمى بشرط كونه قربة عندنا وعندهم كما لو وقف على أولاده أو على الفقراء أو على فقراء أهل الذمة فإن عمم جاز الصرف إلىٰ كل فقير مسلم أو كافر. (البحرالرائق، زکریا

۵/۳۱۶، کوئٹه ۵/۱۸۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۵۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۱/۱۷ھ

مسجد میں چوری کی بجلی کا استعمال

سوال: [۸۲۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آجکل اکثر مقامات کی مساجد میں دیکھا گیا ہے، کہ وضو کے واسطے جو پانی گرم کیا جاتا ہے، ہیٹر اور گیزر سے گرم کیا جاتا ہے، اور بہت سے مقامات کے مسجد کے ذمہ دار حضرات میٹر بند کر دیتے ہیں، اوریا کسی طریقہ سے بجلی چوری کر کے پانی گرم کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے یانہیں؟ اور ایسے پانی سے وضو کرنا شرعی طور پر کیا حکم رکھتا ہے، اور اس سے نماز میں کوئی خرابی آتی ہے یانہیں؟ امید ہے کہ مدلل جواب مرحمت فرمائیں گے؟

المستفتي: مولانا امام الدین، رام نگر، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد خالص عبادت کا مقام ہے، اسمیں چوری کی چیز استعمال کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اب تک جو نماز اس پانی سے وضو کر کے ادا کی گئیں وہ نمازیں صحیح اور جائز ہو جائیں گی، اور جان بوجھ کر ایسے پانی کو وضو میں استعمال کرنا ناجائز اور ممنوع ہے، اور اب تک جو بجلی چوری سے استعمال کی گئی ہے، اس کا بل تمام نمازیوں پر ادا کرنا لازم ہوگا؟

عن أبی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ألا لاتظلموا، ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (مشكوٰة شريف/ ٢٥٥، شعب الإيمان للبيهقى، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دارالكتب العلمية بيروت ٣٨٧/٤، رقم: ٥٤٩٢)

لايجوز لأحد أن يتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنه الخ لايجوز لأحد

أن يأخذ مال أحد الخ. (قواعد الفقه، اشرفي ديوبند/ ۱۱۰، رقم: ۲۶۹، ۲۷۰، شرح المجلة رستم اتحاد ۱/۶۱، رقم المادة: ۹۶، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/۲۹۶، ۲۱/۱۱۲، ۲۸/۲۶۴، ۳۷/۳۵۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۳۴۹۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۶/۵ھ

چوری کے پیسے سے مسجد کا مائک خریدنا

سوال: [۸۲۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کسی غیر مسلم کی دوکان پر نوکری کرتا ہے، وہ مالک کی غیر موجودگی میں دوکان سے روپیہ چرا کر اپنے گاؤں کی مسجد کیلئے مائک ایمپلی فائر وغیرہ خریدتا ہے، تو بتلائیے کہ اس شخص کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ اور اس مائک کے ذریعہ سے اذان دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اذان دیدی گئی تو اذان ہوگی یا نہیں؟ اذان دینے والا گنہگار تو نہ ہوگا، قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: محمد ظفر عالم، سعید نگر، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد اللہ کا مقدس گھر ہے، اور اللہ کے نزدیک روئے زمین پر سب سے محبوب جگہ یہی مسجد ہے۔

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال: أحب البلاد إلىٰ الله مساجدها.

(مسلم شريف، باب أحب البلاد إلىٰ الله مساجد ها، النسخة الهندية ۱/۲۳۶، بيت الافكار رقم: ۶۷۱، صحيح ابن خزيمه، المكتب الإسلامی ۲/۲۶۹، رقم: ۱۲۹۳)

اس لئے مسجد میں بالکل حلال اور پاکیزہ مال استعمال کرنا چاہئے، مال حرام اور مال مشتبہ سے بچنا چاہئے، لہٰذا مسجد میں مال حرام یا ایسا مال جس کے حصول کا سبب حرام ہو خرچ کرنا جائز نہیں۔

أما لو أنفق في ذلک مالا خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالىٰ لايقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (شامی، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها قبيل مطلب في أفضل المساجد، زكريا ۲/ ۴۳۱، کراچی ۱/ ۶۵۸)

لہٰذا مسئولہ صورت میں اس شخص کا یہ فعل ناجائز اور حرام ہے، اور جتنی اذانیں اس مائک سے دی گئیں ہیں، کراہت کے ساتھ صحیح ہوجائیں گی، اور اگر بعد میں وہ مالک اجازت دیدے تو وہ کراہت ختم ہوجائے گی۔

والأرض المغصوبة أو رأى صاحبها لايكرهه فلا بأس . (شامی، الصلاة، مطلب فی الصلاة، فی الأرض المغصوبة زكريا ۲/ ۴۴، کراچی ۱/ ۳۸۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۷/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
۱۴۲۲/۱/۸ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۷۰۱۴/۳۵)

میٹر کے بغیر مسجد و مدرسہ میں لائٹ کا استعمال

سوال: [۸۲۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے محلّہ کی مسجد میں شروع ہی سے لائٹ کا میٹر لگا ہوا نہیں ہے، ایسے میں تاروں سے کرنٹ لے رکھا ہے، جس سے مسجد میں لائیٹس پنکھے سمرسیبول وغیرہ سب چیزیں چلتی ہیں، اور لائٹ محکمہ کی طرف سے اب تک نہ کوئی اعتراض ہوا نہ گرفت اور مسجد سے قریب ایک مدرسہ ہے، اس میں بھی لائٹ جارہی ہے، تو کیا اس طرح مسجد و مدرسہ میں بغیر میٹر لائٹ کا استعمال کرنا جائز ہے یانہیں؟ شرعاً وقانوناً اور اس مسجد میں کیا ہمارا وضو درست ہوگا یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد فراست علی، سرائے ترین، عائشہ مسجد، سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سرکار کی طرف سے مسجد یا مدرسہ میں فری لائٹ دی گئی ہے، تو اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر سرکار کی اجازت کے بغیر چوری کے تار ڈال کر مسجد کی مذکورہ ضرورتوں میں لائٹ کا استعمال ہو رہا ہے، پھر مسجد سے مدرسہ کی طرف بھی لائٹ منتقل کی جا رہی ہے، تو یہ سب ناجائز ہے اس کا گناہ مسجد کے ذمہ داران پر ہوگا، اور نمازیوں کے سر نہ ہوگا، نمازیوں کی نماز بلا کراہت درست ہوجائیگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ زکریا ۴/ ۱۴۵، محمودیہ ڈابھیل ۱۵/ ۱۰۷)

إمرأة زوجها في أرض الجور، إن أكلت من طعامه ولم يكن عين ذلك الطعام غصبا فهي في سعة من تناوله والإثم على الزوج. (شامی، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالا صراحاً، زكريا ۷/ ۳۰۲، كراچی ۵/ ۹۹، كراچی ۶/ ۳۸۶، زكريا ۹/ ۵۵۳، ۵۵٤)

لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه. (شرح المجلة ۱/ ٦۱، رقم المادة: ۹٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۳۹/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۱۱/۱۴۳۵ھ

مسجد کی تعمیر میں شیعہ سے بغیر حق کے روپئے لینا

سوال: [۸۲۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ضلع بجنور کے موضع شکر پور میں شیعہ حضرات نے اپنی ایک مسجد تعمیر کی تھی، جس میں سنی حضرات نے کچھ حصہ نہیں لیا تھا، اور نہ کسی نے کوئی رقم دی تھی، لیکن دونوں فرقوں کے حضرات اتفاق رائے سے اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے، اب کچھ سنی حضرات نے شیعوں کی اس بنائی ہوئی مسجد میں اس نیت سے کہ شیعوں کی مسجد میں ان کی دی ہوئی اذان سے ہماری نماز نہیں ہوتی

ہے، نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے، اور فرقۂ شیعہ کے لوگوں سے مسجد کی نصف قیمت جس کی رقم تقریباً پچیس ہزار روپئے اور اس مسجد کا سامان نصف صف وغیرہ لینا چاہتے ہیں، اور شیعہ حضرات نصف قیمت پچیس ہزار روپئے اور نصف سامان دینے پر رضا مند ہیں، لیکن سنی حضرات میں سے کچھ حضرات نصف قیمت اور نصف سامان لینے پر رضا مند نہیں ہیں، اور یہ کہتے ہیں، کہ اس مسجد میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے، اور نہ ہم نے اس کی تعمیر میں کوئی حصہ لیا ہے، اب تک ہم نے ان کی مسجد میں نماز پڑھی، یہ ان لوگوں کا اخلاقی فعل تھا کہ انھوں نے ہم کو منع نہیں کیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا فرقۂ شیعہ کے لوگوں سے ان کی مسجد کی نصف قیمت ونصف سامان لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا سنی حضرات اس رقم کو اور سامان کو اپنی مسجد میں یا اپنی تیسری مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: محمد یاسین، شکر پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شیعہ لوگوں کی مسجد میں سنیوں کا کوئی پیسہ لگا ہوا نہیں تو پھر مسجد کے تعمیری خرچہ میں سنیوں کو آدھی قیمت لینے کا کوئی حق نہیں ہے، اور اس نام سے شیعوں سے پیسہ لیکر سنیوں کی مسجد میں لگانے کا شرعی طور پر کوئی جواز نہیں، اگر سنیوں کو اپنی مسجد بنانی ہے، تو اپنے پیسے سے الگ سے بنائیں۔

عن أبی حرۃ الرقاشي عن عمه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: لایحل مال امرئ مسلم، إلا بطیب نفس منه. (السنن الکبریٰ للبیهقی، الغصب، قبیل باب من غصب جاریة فباعها ثم جاء رب الجاریة، دار الفکر ۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷٤۰)

لایجوز لأحد أن یأخذ مال أحد بلا سبب شرعی. (قواعد الفقه، اشرفي دیوبند/ ۱۱۰، رقم: ۲٦۹، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۲۱/ ۱۱۲، ۲۸/ ۲٦٤، ۳۷/ ۳٥٤، مجلة الأحکام العدلیة ۱/ ۲۷) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/۷/۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر:۷۷۸۳/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۸/۱۴۲۳ھ

سٹہ کا پیسہ مسجد میں لگانا

سوال: [۸۲۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب نے سٹہ کا پیسہ مسجد کیلئے دیا تو کیا اس سے تعمیری ضرورتوں میں خرچ کیا جاسکتا ہے یانہیں؟ یا کیا شکل اختیار کی جائے؟

المستفتی: عبدالرؤف، کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سٹہ کا پیسہ مسجد کے کسی مصرف میں لگانا جائز نہیں ہے۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/ ۳۷۶، جدید ڈابھیل ۱۶/ ۳۹۷)

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ : أيها الناس! إن الله طيب لا يقبل إلا طيباً. (صحيح مسلم، باب قبول الصدقة، من الكسب الطيب وترتيبها، النسخو الهنديه ١/ ٣٢٦، بيت الافكار رقم: ١٠١٥، مشكوٰة شريف ١/ ٢٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/شعبان ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۶۸۸۳/۳۵)

تعزیر بالمال کی سزا میں لئے گئے پیسہ کو مسجد و مدرسہ میں لگانا

سوال: [۸۲۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دولڑکے ایک لڑکی کولیکر فرار ہورہے تھے، کسی نے راستہ میں ان کو دیکھ لیا دیکھنے والے نے ان دونوں لڑکوں اور لڑکی کو پکڑ کر کے پردھان کے حوالہ کردیا پردھان نے ان تینوں کو پولیس کے حوالہ

کردیا، پھر لڑکے اور لڑکی والوں کے کہنے پر گاؤں کے بڑے ذمہ دار حضرات ان تینوں کو چھڑا کر لے آئے اس کے بعد انھوں نے پنچایت بلائی، پنچوں نے پہلے یہ شرط رکھدی کہ ہم جو فیصلہ کریں گے اس کو ماننا لازم ہوگا، چنانچہ انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں لڑکے سزا کے طور پر پچیس پچیس ہزار روپئے ہمارے حوالہ کریں ہم اس کو جہاں چاہیں گے خرچ کریں گے، چنانچہ دونوں لڑکوں نے بخوشی پچیس پچیس ہزار روپئے ان کے حوالہ کردیئے، اب سوال یہ ہے کہ ان پیسوں کو مسجد، مدرسہ یا عیدگاہ کی تعمیر ومرمت میں لگا سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا اس کے علاوہ کوئی اور مد بھی ہے جس میں ان پیسوں کو خرچ کرسکیں؟

المستفتي: عبدالخالق، شریف نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مالی جرمانہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے، لھٰذا پنچوں نے ان دونوں لڑکوں سے جو پچیس پچیس ہزار روپئے سزا کے طور پر وصول کئے ہیں، اس کو واپس کرنا ضروری ہے، مسجد ومدرسہ عیدگاہ کی تعمیر مرمت یا کسی اور مد میں اس کو خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

التعزير بأخذ المال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال . (شامی، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب فی التعزير بأخذ المال ، زكريا ٦/١٠٦، كراچی ٤/٦١، ٦٢)

وعند أبي يوسفؒ يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقي الأئمة الثلاثة لايجوز ومعنى التعزير بأخذ المال على المتولى به إمساك شيئ من ماله عنده مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه لا أن يأخذه الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة إذ لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (هنديه ، كتاب الحدود ، فصل فی التعزير زكريا جديد ٢/١٨١، قديم ٢/١٦٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸/ ۹۵۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۷ھ

مالی جرمانہ کا پیسہ مساجد و مدارس میں لگانا

سوال: [۸۲۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی شخص کے یہاں چوری ہوئی اس نے ایک شخص کو چوری کا مجرم ٹھہرایا اب ایک ہفتہ کے اندر وہ سامان اہل معاملہ کے گھر سے دستیاب ہوگیا جب گاؤں والوں کے سامنے یہ فیصلہ آیا تو انھوں نے فریقین پر جرمانہ عائد کردیا اب سوال یہ ہے کہ جو جرمانے کا پیسہ وصول کیا گیا ہے، یہ پیسہ مسجد کے اندر لگ سکتا ہے؟ اگر نہیں لگ سکتا ہے تو اس کا مصرف بتائیے؟

المستفتی: سراج الحق، سرجن نگری، ٹھاکردوارہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شرعی طور پر مالی جرمانہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اور جن لوگوں سے مالی جرمانہ حاصل کیا گیا ہے، ان کے روپئے انہیں واپس کردینا واجب ہے، مساجد اور مدارس اور کار خیر میں لگانا جائز نہیں ہے۔

عن أبی حرة الرقاشي عن عمه ، أن رسول الله ﷺ قال: لایحل مال امرئ مسلم ،إلا بطيب نفس منه . (شعب الإيمان ، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة ، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٣٨٧، رقم: ٥٤٩٢)

التعزير بالمال كان فی ابتداء الإسلام ثم نسخ، والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال . (البحرالرائق، كتاب الحدود ، فصل فی التعزير ، زكريا ٥/ ٦٨، كوئٹه ٥/ ٤١، النهر الفائق، دالكتب العلمية بيروت ٣/ ١٦٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٧/ ٣٥٤)

ماحرم أخذه حرم إعطاء ه الخ .(الإشباه قديم / ٢٢٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۲۲؍ربیع الاول۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۱۰۴/۲۸)

الجواب صحیح:
احقرمحمدسلمان منصورپوری غفرلہ
۲۲/۳/۱۴۱۳ھ

جرمانہ کے پیسے سے مسجد کا بیت الخلاء بنانا

سوال: [۸۲۴۲]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شادی شدہ لڑکا دوسرے شخص کی بیوی سے زنا کرتے ہوئے پکڑا گیا توایک مفتی صاحب کے فیصلہ کے مطابق دونوں کو۱۰۰،۱۰۰رکوڑے مارے گئے، پھر گاؤں کے لوگوں نے متفق ہوکر لڑکے سے تین ہزار اورعورت سے دوہزار روپیہ جرمانہ کے طور پر لئے تھے، اسی روپیہ کے ذریعہ مسجد کابیت الخلاء بنانا چاہتے ہیں،تو کوڑے لگانااور جرمانہ لینااوراسی پیسہ سے مسجد کابیت الخلاءبنانا کیسا ہے؟

المستفتي: شاہجہاں شیخ،مرشدآبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اسلامی شریعت میں غیرشادی شدہ لوگوں کے زنا میں مبتلا ہونے کی وجہ سے حاکم اسلام کی نگرانی میں سوسوکوڑے لگانے کاحکم ہے، اور شادی شدہ کوحاکم اسلام کی نگرانی میں سنگسارکرکے ختم کردینے کاحکم ہے،لیکن ہمارے ہندوستان میں حاکم اسلام نہیں ہے،اسلئے حاکم اسلام کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے حد لگانے کاحکم نہیں ہے،لیکن علاقہ اور برادری پنچایت کےذریعہ سے جوبھی مناسب سزادی جاسکے دی جائے،بشرطیکہ سزادینے والوں پرکوئی ردعمل نہ ہواوراس کے ساتھ توبہ کرانا بھی لازم ہے،مگر مالی جرمانہ لیناجائزنہیں ہے،لہٰذا مذکورہ واقعہ میں مالی جرمانہ جولیا گیاہے، اس کومسجد کے بیت الخلاء یاکسی اورجگہ خرچ کرنا جائزنہیں ہے،جن سے مالی جرمانہ لیا گیاہے،انہیں کوواپس کردینالازم ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه ، أن رسول الله ﷺ قال: لايحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه . (السنن الكبرىٰ للبيهقي ، اللغصب قبيل باب من

غصب جارية فباعها ثم جاء ت الجارية ، دارالفكر ٨/٥٠٦، رقم: ١١٧٤٠)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .

(عالمگری، كتاب الحدود، فصل في التعزير ، زكريا قديم ٢/١٦٧، جديد ٢/١٨١، البحرالرائق، ٥/٤١، زكريا ٥/٦٨، الدر مع الرد، زكريا٦/١٠٦، كراچي ٤/٦١)

معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شئ من ماله عند مدة لينزجر ثم يعيد الحاكم إليه . (شامی ، مطلب في التعزير، بأخذ المال زكريا٦/١٠٦، كراچی ٤/٦١، البحرالرائق ، كوئٹه ٥/٤١، زكريا ٥/٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۸۸/۳۷)

ہندوستان میں چوری وغیرہ کے جرم میں لیا ہوا روپیہ مساجد کی تعمیر وغیرہ میں لگانا کیسا ہے؟

سوال: [۸۲۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوستان کے اندر کسی گاؤں میں آدمی نے چوری یا ڈکیتی کی یا زنا کیا گاؤں والوں نے اس سے کوئی سامان یا روپیہ وغیرہ جرمانہ کے طور پر لیا تو مسجد کی تعمیر میں یا مدرسہ کی تعمیر میں عوام کے فائدے کیلئے اس سامان یا روپیہ کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد کاظم، بانکوڑوی، مغربی بنگال،
دورۂ حدیث، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شریعت اسلامی میں مالی جرمانہ حاصل کرنا ناجائز اور حرام ہے، اور حاصل شدہ مال اصلی مالک کو واپس کر دینا واجب ہے، اور اس حاصل شدہ

مال کومسجد یا مدرسہ کے تصرف میں لانا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ زکریا۴/ ۱۳۴، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۳۷۳، ڈابھیل ۱۴/ ۳۴۹)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه، أن رسول الله ﷺ قال: لايحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، اللغصب قبيل باب من غصب جارية فباعها ثم جاء ت الجارية، دارالفكر ٨/ ٥٠٦، رقم: ١١٧٤٠)

لايجوز لاحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي الخ وتحته عدم جواز التعزير بالمال الخ. (قواعد الفقه، اشرفي ديوبند/ ١١٠، رقم: ٢٦٩، الموسوعة الفقهية الكويتية٣٧/ ٣٥٤، البحر الرائق، كوئٹه ٥/ ٤١، زكريا ٥/ ٦٨، شامي، زكريا ٦/ ١٠٦، كراچی ٤/ ٦١، هنديه زكريا قديم ٢/ ١٦٧، جديد ٢/ ١٨١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۷۸)

شراب کی کمائی مسجد میں لگانے کا حکم

سوال: [۸۲۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید شراب کا ٹھیکہ دار ہے، ہندؤں کے بازار میں دو کان ہونے کی وجہ سے ان کے جاگرن میں پیسہ دیتا ہے، زید مسجد کے مصرف اور مدرسہ وغیرہ کے سلسلہ میں پیسے دینا چاہتا ہے، اس کا کہنا ہے، کہ مسجد میں جو روپئے دوں گا، میری جائز کمائی کا ہوگا، اس سلسلہ میں کچھ لوگوں کو شک ہوا اور ناراض بھی ہوئے، تو اس نے مسجد میں بیٹھ کر بتایا کہ میرا پیسہ دوسرے کاروبار کا ہے، جیسے اینٹوں کا بھٹہ جائیداد مکان دوکانوں اور بس وغیرہ کا کرایہ اس گفتگو میں یہ حضرات شامل تھے، حاجی عبد الحی صاحب حافظ محمد ہاشم صاحب عبد المجید صاحب، حاجی انوار حسین صاحب، سجاد حسین صاحب، اسٹینہ ولٹیر وغیرہ کیا اس صورت میں زید کا پیسہ مسجد و مدرسہ اور دیگر کاموں میں خرچ کیا جاسکتا ہے، یانہیں؟ شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو قرآن

وحدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی؟

المستفتي: حاجی عبدالحی صاحب،
محمد قاسم صاحب، اے ون ٹیلر،
فورہ چوک، چندوسی، ضلع، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مسلمانوں کے نزدیک اس بات کی صداقت ثابت ہوجائے، کہ مذکورہ شخص اپنی جائز کمائی سے ہی مسجد ومدرسہ میں دیتا ہے تو اس کی جائز آمدنی کا لگانا جائز ہے۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۴/ ۱۱۸)

حرام ومشتبہ کمائی کا مدرسہ یا مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے۔

أما لو أنفق في ذلك مالا خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالىٰ لايقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (شامی، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، قبيل مطلب في أفضل المساجد، زكريا ۲/ ۴۳۱، كراچی ۱/ ۶۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ ررمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۹۵۴)

خنزیر کے بالوں کے برش بنانے والوں کا چندہ مسجد میں لگانا

سوال: [۸۲۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) خنزیر کے بالوں کے برش بنانے والے حضرات سے مدرسہ میں چندہ لینا اور ان حضرات کی چرم مدرسہ میں لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مساجد میں چندہ کی صندوقچی جمعہ کے روز رکھی جاتی ہے، اس میں خنزیر کے بالوں والے برش کے تاجر قمار باز دھوکہ دہی سے غلہ کے تاجر یعنی یہ تاجر کسانوں کو دھوکہ دیکر

زیادہ تول کرلاتے ہیں، ایسے لوگوں سے مدرسہ یا مسجد میں چندہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: مولانا سلامت اللہ، شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خنزیر کے بالوں کے برش کا کاروبار کرنا جائز نہیں ہے، لٰهذا اگر اس کے کاروبار کرنیوالے حضرات کا ذریعہ معاش صرف یہی ہے تو ایسے لوگوں سے مدرسہ کیلئے چندہ لینا جائز نہیں ہے، البتہ اس کے علاوہ اگر اور بھی حلال ذرائع معاش ہیں، اور یہ معلوم نہ ہو کہ جو رقم مدرسہ میں دے رہا ہے، وہ حرام ہے یا حلال تو ایسے لوگوں سے چندہ لینا جائز ہے اور اگر یہ معلوم ہوجائے کہ جو رقم مدرسہ کیلئے دے رہا ہے، وہ حرام ہے، تو جائز نہیں ہے۔

أما لو أنفق في ذلک مالا خبيثاً و مالا سببهٗ الخبيث و الطيب فيكره .

(شامی ، الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة ، و مايكره فيها ، قبيل مطلب فی أفضل المساجد زكريا ٢/٤٣١ ، كراچی ١/٦٥٨، بزازيه زكريا جديد ٣/٢٠٣، وعلى هامش الهندية ٦/ ٣٦٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۹ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲ر ۴۹۲۷)	۱۴۱۷/۶/۲۶ھ

خنزیر کے بالوں کا برش بنانے والوں کی رقم مسجد یا مدرسہ میں لگانا

سوال: [۸۲۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ برش والوں کی رقم مسجد و مدرسہ میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ کیا ایسے مدارس کو ہم بھی زکوٰۃ وغیرہ دے سکتے ہیں، جن کے متعلق ہمیں علم ہے کہ وہ خنزیر کے بالوں کے برش بنانے والوں سے بھی اسطرح کی رقوم لیتے ہیں، اس صورت میں حلال وحرام کی آمیزش کا ہونا از روئے شرع کیسا ہے؟ کیا ہمارے لئے ان کا مالی تعاون کرنا جائز ہے؟

المستفتي: احسان علی صدیقی، اصفر منزل، قصبہ شیرکوٹ، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برش والوں کی حلال رقم جائز اور خالص حرام یا اکثر حرام ناجائز ہے وہ لوگ مدرسہ یا مسجد میں ایسی رقم نہ دیں، اور ارباب مدرسہ و مسجد بھی ایسی رقم سے احتراز فرمائیں، جب تک صراحت سے نہ کہہ دیں کہ یہ حلال پیسہ ہے۔

وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها ...... إلا إذا قال أنه حلال الخ. (مجمع الانهر، كتاب الكراهية، فصل في الكسب مصرى قديم ٢/٥٢٩، دارالكتب العلمية بيروت ٤/١٨٦، ١٨٧، هنديه زكريا قديم ٥/٣٤٢، جديد ٥/٣٩٦، بزازيه زكريا جديد٣/٢٠٣، وعلى هامش الهندية٦/٣٦٠)

اگر اہل مدرسہ مال زکوٰۃ کو صحیح مصرف میں خرچ کریں یا ضرورت شدیدہ کی بناء پر حیلۂ تملیک کر کے ضرورت مدرسہ میں خرچ کریں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اور ان کو زکوٰۃ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، برش والوں سے چندہ لینے کی وجہ سے اسکی زکوٰۃ میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴؍۱۰۲۹)

دوسرے کی غصب کردہ زمین کی اجرت مسجد میں دینا

سوال: [۸۲۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کسی کی زمین قبضہ کر کے کہتا ہے، کہ یہ مسجد کی زمین ہے اس میں دوکان بنا کر اس کا کرایہ مسجد کو بھی نہیں دے رہا ہے، مسجد کی زمین ہونے کا کوئی ثبوت بھی نہیں ہے، کیا ذمہ داران مسجد کو اس کا کرایہ لینا درست ہے، نیز مدعی کا اپنی زمین ہونے کا ثبوت بھی ہے، کئی دفعہ مقدمہ بھی جیت گیا ہے، لیکن پھر بھی مذکورہ شخص اپنی غلطی سے ظلم سے مسجد کی زمین بتلا رہا ہے، اور کرایہ مسجد کو بھی نہیں دے رہا ہے، کیا ذمہ داران مسجد کو کرایہ لینا جائز ہے، جبکہ وہ یہ بھی جانتا ہے، کہ یہ مسجد کی زمین نہیں ہے، اس صورت میں کون کون لوگ گنہگار رہوں گے اس

سلسلہ میں مظلوم مکمل وضاحت چاہ رہا ہے؟

المستفتي: محمد عارف، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کے نام سے کسی دوسرے کی زمین کو قبضہ کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے ایسی زمین کی آمدنی نہ قبضہ کرنے والے کیلئے حلال ہے، اور نہ ہی مسجد کیلئے، شرعی طور پر لازم ہے کہ جس کی زمین ہے، اسے واپس کردے۔

عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: من اقتطع شبرا من الأرض ظلما، طوقه الله إياه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح مسلم، باب تحريم الظلم وغصب الأرض غيرها، النسخة الهندية ۲/ ۳۲، بيت الافكار رقم: ۱۶۱۰)

لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلاسبب شرعي. (قواعد الفقه، اشرفيه/ ۱۱۰، رقم: ۲۷۰، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۱/ ۱۱۲، ۲۸/ ۲۶۴، ۳۷/ ۳۵۴، الدر مع الرد، زكريا ۶/ ۱۰۶، كراچی ۴/ ۶۱، البحرالرائق، كوئٹه ۵/ ۴۱، زكريا ۵/ ۶۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ شعبان ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۸۰۹/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۸/۱۲ھ

مغصوبہ زمین میں مسجد بنانے کا حکم

سوال: [۸۲۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گرام کودی دوانہ میں جامع مسجد محلّہ بازار میں ہے، اسکے سابقہ دروازہ کی دیوار سے آگے گرام سماج کی جگہ ہے اس میں ہفت روزہ بازار لگتا ہے، یہ جگہ بازار کے تمام

ہندو مسلم کی ملکیت ہے، اس میں جو بازار کا ٹھیکہ لئے ہوئے ہے اس کو نقصان ہورہا ہے، اور جو دوکان والے اس جگہ پر بیٹھے چلے آئے ہیں، اب وہ یہاں بیٹھیں گے، اس میں دوکانداروں کو بہت تکلیف ہے بیٹھنے کی جگہ مسجد میں ملالی گئی ہے، جس میں دوصفوں کی جگہ لے لی ہے،جس کی وجہ سے کچھ پبلک کو اعتراض ہے، جھگڑا فساد کی وجہ سے کوئی کچھ اس میں لب کشائی نہیں کرسکتا ہے، اپنے سر جھگڑا کون مول لے اسی حالت میں اس بڑھی ہوئی جگہ میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں؟ عین کرم ونوازش ہوگی؟

المستفتي: اکرم حسین انصاری، محمد عباس، انیس احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب دوصفوں کی مقدار مسجد میں غیر کی ملکیت داخل ہوگئی، تو اتنے حصہ کی قیمت بانیان مسجد گرام سماج کے ذمہ دار کو دیدیں، تو وہ حصہ بھی مسجد شرعی میں داخل ہوجائے گا، اوراس میں مسجد کا ثواب حاصل ہوگا اور بلا کراہت نماز ادا ہوجائیگی، مسجد میں شامل ہوجانے کے بعد اب اسے مسجد سے خارج کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ قیمت ادا کرنا لازم ہوگا، اور قیمت ادا کرنے سے پہلے پہلے نماز وہاں پر مکروہ ہوگی۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/ ۴۶۸، جدید زکریا مطول۱۰/ ۲۵۷)

ومنها لو غصب أرضاً فبنىٰ فيها أو غرس فإن كانت قيمة الأرض أكثر قلعها وردت إلا ضمن لهٔ قيمتها الخ. (الاشباه والنظائر،قديم ١/ ١٤٤، وهكذا في فتاوى قاضيخان زكريا جديد ٣/ ١٦٥، وعلى هاش الهندية ٣/ ٤٢ هنديه زكريا قديم ٥/ ٢٤، جديد ٥/ ١٤٦، المبسوط السرخسي، دارالكتب العلمية بيروت ٢٣/ ٥٤) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ /صفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۱۲۴)

مساجد کو ڈسکاؤنٹ دینے والی کمپنیوں سے سامان خریدنا

سوال: [۸۲۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی سامان اسپیکر وغیرہ مسجد کیلئے خریدا ہو جا کمپنی سے اور اس نے دس فیصد چھوٹ دی یعنی منجانب کمپنی مسجد اور عبادت گاہوں کو دس فیصد کی رعایت چھوٹ ملتی ہے، اب مفہوم طلب امر یہ ہے کہ وہ رعایت چھوٹ جو کمپنی کی طرف سے عبادت گاہوں کو دیجاتی ہے، مسجد کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عظمت حسین، مانپور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کمپنی اپنی چیز کی خود مالک ہے، اور مالک کو یہ حق حاصل ہے، کہ اپنی ملکیت کی چیز جس کو جتنے میں چاہے دیدے اسلئے مذکورہ رعایت مسجد و عبادت گاہ کیلئے بلا قباحت جائز اور درست ہے۔

المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء من الملک الخ. (بیضاوی، ۱/۷، مکتبہ رشید) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸؍۲۹۱۱)

واپس نہ لینے کی نیت سے دیئے گئے قرض کو مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۸۲۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر نے زید سے قرض کے طور پر کچھ رقم لی، زید نے بکر کو رقم دیتے وقت یہ نیت کرلی، کہ مجھے یہ رقم واپس نہیں لینی، اور بکر سے کہہ بھی دیا کہ آپ مجھے یہ واپس نہ کریں، لیکن بکر کی نیت شروع ہی سے یہ ہیکہ مجھے یہ رقم واپس کرنی ہے، لٰہذا ایک موقع پر بکر نے کہا بھی کہ آپ کی رقم کا بندوبست ہو چکا ہے، زید نے کہا کہ آپ واپس نہ کریں بلکہ اپنا کام چلائیں، بکر نے کہا نہیں، بلکہ مجھے واپس ہی کرنی ہے، زید نے خیال کیا کہ چونکہ میری نیت واپس لینے کی نہیں تھی، اور

یہ واپس ہی کرنا چاہتا ہے، تو اس کو کسی مسجد کی تعمیر میں صرف کر دوں، لہٰذا دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ رقم تعمیر مسجد میں صرف کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو دوسرا مصرف کیا ہے؟

المستفتي: جلیس احمد، ٹانڈہ بادلی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بکر مستحق زکوٰۃ ہے اور زید نے دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کی ہے اور غرض عطیہ دینا ہے تو بکر اسکا مالک بن چکا ہے، اس میں اب زید کا تصرف جائز نہیں ہوگا، ہاں اگر بکر سے کہہ دے کہ تم ہی اپنی خوشی سے وہ رقم مسجد کو دیدو تو درست ہے، اور اگر بکر مستحق زکوٰۃ نہیں ہے، اور زید نے زکوٰۃ کی نیت بھی نہیں کی ہے، تو واپسی درست ہے، اور زید اسکو واپس لیکر چاہے اپنے اوپر خرچ کرے یا مسجد کے لئے دیدے تو دونوں جائز ہے، البتہ مسجد میں دینا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہوگا۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك الخ. (بیضاوی شریف، مکتبہ رشید ۱/۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍شعبان ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۰۵)

جوا اور شراب کی آمدنی سے تعمیر کیا گیا مکان مسجد کیلئے خریدنا

سوال: [۸۴۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مکان مسجد کے پڑوس میں ہے جس کو خریدنا ہے، مسجد کیلئے لیکن اس میں بات یہ ہے، کہ مسجد کے پڑوس کی ملکیت صحیح آمدنی سے خریدی ہوئی نہیں ہے، حرام آمدنی جوا اور شراب کے کاموں سے مکان بنایا گیا ہے، لھٰذا سوال یہ ہے کہ ایسا مکان مسجد کو وسیع کرنے کیلئے خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ یا یہ کہ ایسا مکان مسجد کی آمدنی کیلئے خرید کر کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ مسجد میں نہ لیں صرف آمدنی کیلئے خرید سکتے ہیں، نیز ایسا مکان مسجد کے جماعت خانہ میں استعمال نہ ہو بلکہ صرف

وضوخانہ یا یہ کہ جماعت کو کھانا کھلانے کیلئے خرید لیں تو کیا ایسا کر سکتے ہیں؟

المستفتي: محمد الیاس، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب اہل مسجد کو واضح طور پر معلوم ہے کہ پڑوس کا مذکورہ مکان جوا اور شراب کی آمدنی سے تعمیر کیا گیا ہے، تو مسجد کے لئے ایسا مکان خریدنا جائز نہیں ہے، اور نہ ہی ایسا مکان خرید کر کے آمدنی کا ذریعہ بنانا جائز ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے، لہٰذا مسجد کے لئے اس مکان کو خریدنے سے گریز کیا جائے۔

عن أبي هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ أيها الناس إن الله طيب لا يقبل إلا طيباً. (مسلم شريف، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، النسخة الهندية ١/٣٢٦، بيت الافكار رقم: ١٠١٥، ترمذی شريف ٢/١٢٨، رقم: ٢٩٨٩، الترغيب و الترهيب لليافعی /١٩١، رقم: ٧٨٣)

وفی حديث طويل قال رسول الله ﷺ لا يكتسب عبد مال حرام فيتصدق فينفق فيبارک له فيه ولا يتصدق له فيقبل منه ولا يترک خلف ظهره إلا كان زاده إلىٰ النار الخ. (شعب الإيمان، دارالكتب العلمية بيروت ٤/٣٩٥، ٣٩٦، رقم: ٥٢٤، مسنداحمد بن حنبل ١/٣٨٧، رقم: ٣٦٧٢، مسند بزار، مكتبه العلوم والحكم ٥/٣٩٢، مجمع الزوائد، دارالكتب العلمية بيروت ١٠/٢٩٢، ١/٥٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۱۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۵ھ

سنیما ہال کے جنریٹر کی بجلی مسجد میں استعمال کرنا

سوال: [۸۲۵۲]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسلمان نے جنریٹر خریدا سنیما ہال چلانے کیلئے اس نے بغیر کسی اجرت کے بخوشی اس جنریٹر میں سے مسجد کو بجلی دیدی تو اس کا استعمال کرنا مسجد میں کیسا ہے؟

المستفتي: محمد صدیق، عمری کلاں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو جنریٹر سینما ہال چلانے کیلئے خریدا گیا ہو اور سینما ہال میں اس کا استعمال بھی ہونے لگا ہو اس جنریٹر سے کسی مسجد میں بجلی دینا (بخوشی اور بلاکسی اجرت کے ہوتب بھی) جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/۱۹۳، جدید ڈابھیل ۱۵/۱۱۶، احسن الفتاویٰ ۶/۴۳۲، کفایت المفتی ۷/۶۸، جدید مطول)

أما لو أنفق في ذلک مالا خبیثاً ومالا سببه الخبیث و الطیب فیکره، لأن اللہ تعالیٰ لایقبل إلا الطیب، فیکره تلویث بیته بما لا یقبله.

(شامی، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، وما یکره فیها، قبیل مطلب في أفضل المساجد، زکریا ۲/۴۳۱، کراچی ۱/۶۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۷۶۶)

جہیز میں روپیہ لے کر مسجد میں لگانا

سوال: [۸۲۵۳]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو لڑکا شادی کرنے کیلئے لڑکی والے سے نقد روپیہ لیتا ہے، پھر اس روپیہ میں سے مسجد کو دیتا ہے، تو یہ روپیہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد اسماعیل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کے اندر لڑکی کے لئے مہر کے نام سے

لڑکے یا لڑکے کے ذمہ داروں سے مال وصول کرنا جائز ہے، لیکن لڑکے کو لڑکی یا لڑکی کے ذمہ داروں سے کسی قسم کے مال کا مطالبہ شرعی طور پر ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا جو مال لڑکا یا لڑکے والے لڑکی یا لڑکی والے سے دباؤ کیساتھ یا صراحت کے ساتھ مطالبہ سے وصول کرتے ہیں، وہ رشوت ہے۔ (مستفاد: مجموعۃ الفتاویٰ ۲/ ۱۹۱)

ولا إلزام على المتبرع لعدم أهلية اللزوم. (هدايه، كتاب الهبة، اشرفي ۳/ ۲۸۳)

اور رشوت کا پیسہ مسجد مدارس یا کسی بھی کار خیر میں دینا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۷۲، قدیم زکریا)

لو أنفق في ذلک مالا خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالىٰ لايقبل إلا الطيب. (شامي، الصلاة، باب مايفسد الصلاة، و مايكره فيها قبيل مطلب في أفضل المساجد زكريا ۲/ ۴۳۱، كراچی ۱/ ۶۵۸)

اس رشوت اور مال حرام کو اصل مالک کو واپس کر دینا واجب ہے، لہٰذا لڑکی والے سے لیا ہوا پیسہ لڑکی والے ہی کو واپس کر دینا واجب ہے۔

وإن أخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه أن يردهٗ علىٰ مالكه إن وجد المالک. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء مكتبه سهارن پور ۱/ ۳۷، دارالبشائر الإسلاميه ۱/ ۳۵۹، تحت رقم الحديث: ۵۹، هنديه زكريا قديم ۵/ ۳۴۹، جديد ۵/ ۴۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۴۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۳ھ

شادی کے موقع پر مسجد میں دیئے گئے کولر گھڑی وغیرہ کا حکم

سوال: [۸۲۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل کا رواج بن گیا ہے، کہ شادی بارات میں پنکھا، کولر گھڑی وغیرہ مسجد کو ضرور دیتے ہیں، رواج کے طور پر قطع نظر اس سے کہ مصلی ہی کے سر پر لگے یا مسجد یا مسجد میں کہیں اور تو ایسے پنکھے اتنے

ہوگئے کہ مسجد میں اندر باہر سب جگہ پنکھے اور کولر لگ گئے اب مسجد میں ضرورت نہیں ہے، پھر بھی آرہے ہیں، تو یہ پنکھا امام صاحب کے کمرہ میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ امام صاحب کا کمرہ مسجد کی حدود کے اندر ہے اس کے بارے میں ازراہ کرم مطلع فرمادیں، عین کرم ہوگا؟

المستفتي: محمد انعام احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر آپ کے یہاں کے عرف ورواج کے مطابق مسجد میں دینے والے کا مقصد مسجد کی ملکیت میں دینا ہے، اور مسجد میں ہی استعمال کی قید نہیں ہے، تو یہ مسجد کی آمدنی کے حکم میں ہوگا، اور مسجد کی کمیٹی کے مشورہ سے امام ومؤذن کے کمرہ میں لگوانا اور فروخت کر کے اسکی رقم کو مسجد کی ضرویات میں خرچ کرنا سب جائز ہوگا۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص الخ المعروف كالمشروط .

(رسم المفتی ۱/ ۹٤)

اور اگر ایسا عرف نہیں ہے، اور دینے والے صرف مسجد ہی میں چلانے کیلئے دیتے ہیں، تو دینے والے کی اجازت سے امام ومؤذن کے کمرہ میں استعمال کرنا جائز ہوگا۔

إن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ . (شامی، الوقف، مطلب واعاة غرض الواقفين واجبة كراچی ٤/٥٤٤، زكريا ٦/٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۴؍محرم الحرام ۱۴۱۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۱۵)	۱۴۱۲/۱/۴ھ

عیدمیلاد النبی کے جلوس سے مسجد کی تعمیر کیلئے چندہ کرنا

سوال: [۸۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں عید میلاد النبی کے موقع پر لوگوں کا ایک ہجوم نکلتا ہے، جس کو جلوس کہتے ہیں، اس جلوس کا سارا انتظام مسلمان کرتے ہیں، لیکن غیر مسلم بھی اس میں شریک رہتے ہیں،

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہماری مسجد کے لوگ اس جلوس میں مسجد کی تعمیر کیلئے چندہ کرتے ہیں، کیا اس طرح مجمع عام میں چندہ کرنا اور مسجد کے مصرف میں لگانا درست ہے، جبکہ معلوم نہیں ہوتا کہ لوگوں کی کمائی حلال ہے یا حرام؟

المستفتي: ناصر عبدالقدیر شیخ، کاشی واڑی، بھوانی پیٹھ، دس نمر کالونی، پورنہ ۴۲

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مجمع عام میں مسجد کیلئے چندہ وصول کرنا اور اسے مسجد میں صرف کرنا جائز ہے، اور کسی مسلمان سے مسجد کے واسطے تعاون حاصل کرنے میں شرعی اعتبار سے مسجد والے اس بات کے مکلّف نہیں ہیں، کہ چندہ دینے والے کے بارے میں تفتیش کریں کہ حلال کا پیسہ ہے یا حرام کا بلکہ ایک مسلمان کے بارے میں حسن ظن لازم ہے، کہ مسجد میں چندہ حلال مال ہی سے دے رہا ہوگا۔

عن أبي هريرة رضـ قال قال رسول الله ﷺ إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم فأطعمه طعاماً فليأكل من طعامه ولايسأله عنه فإن سقاه شراباً من شرابه فليشرب من شرابه ولايسأله عنه. (مسند احمد بن حنبل ۲/ ۳۹۹، رقم: ۹۱۷۳، المعجم الاوسط، دارالفکر ۴/ ۸۸، رقم: ۵۳۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۱۰۰۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۴/ ۱۴۳۱ھ

مسجد کا بیت الخلاء دکھلا کر سرکار سے وصول کی گئی رقم کا حکم

سوال: [۸۲۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں سرکاری اسکیم کے تحت اگر کوئی شخص بیت الخلاء بنواتا ہے، تو وہ شخص گرام پنچایت یا سرکاری دفتر میں درخواست پیش کردے تو اس کو حکومت کی جانب سے ایک معقول رقم ملتی ہے،

مسجد یا مدرسہ کا بیت الخلاء دکھلا کر امام و مدرس صاحب نے اپنے نام کی درخواست داخل کر کے پیسہ وصول کرلیا ہے، مولانا اور امام صاحب کا کہنا ہے، کہ اس ملنے والی رقم کا حقدار میں ہوں چونکہ حکومت سے ملنے والی رقم میرے نام پر ہے، کیونکہ اگر میں اپنے نام پر دوبارہ گھر کا سنڈاس بنوا کر رقم حاصل کرنا چاہوں، تو نہیں مل سکتی، لہٰذا اس رقم کا حقدار میں ہوں، مسجد یا مدرسہ کو صدقہ وتعاون نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ مذکورہ رقم کا حقدار کون ہے؟ امام ومدرس یا مسجد ومدرسہ؟

المستفتي: محمد ایوب صاحب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے کہ سرکار کی طرف سے مذکورہ رقم سرکاری اسکیم کے تحت بیت الخلاء بنانے والے کو ملتی ہے، اور مسجد یا مدرسہ کا بیت الخلاء چونکہ اسی مسجد ومدرسہ کیلئے خاص ہے، وہ کسی امام یا مدرس کا ذاتی نہیں ہے اس لئے اس بنیاد پر ملنے والی رقم مسجد یا مدرسہ ہی کی ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۹/ ۲۸۵، جدید زکریا ۹/ ۶۸)

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة . (شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة زكريا ٦/ ٦٦٥، كراچی ٤/ ٤٤٥)

شرط الواقف كنص الشارع ،في وجوب العمل به وفي المفهوم والدلالة. (قواعد الفقه ، اشرفی/ ٨٥، رقم: ١٥٢)

ومن اختلاف الجهة ماإذاكان الوقف منزلين أحدهما للسكنى والآخر للإستغلال فلايصرف أحدهما، للآخر وهي واقعة الفتوىٰ. (شامی، والوقف، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه زكريا ٦/ ٥٥١، كراچی ٤/ ٣٦١) **فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ علم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۹۹)

منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنے والے کا پیسہ مسجد میں لگانا

سوال: [۸۲۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کیا اس شخص کے اوراس کے ماں باپ وغیرہ کے پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں، کیا اس شخص کو اوراس کے بھائی، باپ وغیرہ کو مسجد میں آنے سے روکا جانا چاہیئے؟

(۲) کیا اگر وہ شخص جماعت میں شامل ہو جائے تو نمازیوں کی نماز میں فرق تو نہیں آئیگا، آپ ان سوالوں کے جواب شریعت مطہرہ کی روشنی میں دیجئے گا، اور عام فہم زبان میں سمجھا دیجئے گا، تاکہ ہر ایک آدمی بخوبی سمجھ سکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر حلال کمائی کا پیسہ ہے تو مسجد میں لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۰۱)

توبہ واستغفار کرکے باز آنے تک برادری پنچایت سے علیحدہ کردیں؟ لیکن مسجد میں آنے سے نہ روکا جائے۔

(۲) اس کے شامل ہونے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئیگی۔

وإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلىٰ الحق. (مرقاة المفاتيح، الأدب باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع …… الفصل الأول، مكتبه امداديه ملتان ۹/ ۲٦۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍صفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳؍ ۴۹۴)

۲۵/ الفصل الخامس والعشرون: غیر مسلم کے پیسے مسجد میں لگانے کے احکام

غیر مسلم کا پیسہ مسجد میں لگانا

سوال: [۸۲۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک کے مہینے میں شدید گرمی کی وجہ سے گاؤں کی مسجد میں پنکھے کولر وغیرہ چلانے کے لئے جنریٹر چلتا تھا، تو گاؤں کے ایک غیر مسلم نے مسلمانوں سے کہا کہ تم لوگ آپس میں مشورہ کرلو کہ اگر میرے روپیوں سے خرید کر تیل چلایا جا سکتا ہو تو میں ہی تیل کے پیسے دیدوں، ان میں دو تین عالم لوگ بھی تھے، لوگوں نے ان سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ چلایا جاسکتا ہے، جب اس غیر مسلم نے پیسے دیدئے اور تیل جل گیا تو کچھ مسلمانوں نے کہنا شروع کیا کہ غیر مسلم کے پیسے مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے، اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے، کہ اس طرح لگانا جائز ہے، یعنی مسلمانوں میں دو گروہ ہو گئے اور یہ اختلاف اب تک جاری ہے، اور پورے گاؤں کے مسلمانوں کو یہ بات بھی معلوم ہے کہ اس غیر مسلم شخص کا پیسہ حلال کمائی کا ہے، لہٰذا گذارش ہے کہ جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتي: محمد عمر، بڑھن پوروہ،
تحصیل: بسواں، ضلع: سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مسلم شخص کار خیر سمجھ کر مسجد میں روپیہ دے اور آئندہ مندر وغیرہ کی تعمیر کے موقع پر مسلمانوں کو روپیہ دینے پر مجبور نہ کرے، تو بلاتردد جائز ہے، اور جو مسلمان غیر مسلم کے پیسے لگانے کو ممنوع سمجھتے ہیں وہ مسئلہ سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے، اس لئے ان لوگوں کو بتادیا جائے، کہ غیر مسلم کا پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے، اور اس کی وجہ سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا، لهٰذا جنریٹر کے تیل کے لئے غیر مسلم شخص جو پیسہ دے

رہاہے، اس کوقبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ثواب میں کوئی کمی آئے گی۔

شرط وقف الذمی أن یکون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء أو علی مسجد القدس . (شامی، کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة زکریا ٦/٥٢٤، کراچی ٤/٣٤١)

وأما الإسلام فلیس من شرطه فصح وقف الذمی بشرط کونه قربة عندنا وعندهم . (البحرالرائق، زکریا ٥/٣١٦، کوئٹه ٥/١٨٩)

وللمسلمین أن یقبلوا من الکافر ...... إذا لم یکن فی ذلک ضرر دینی ولا سیاسی . (تفسیر المراغی ٤/٧٤، بحواله محمودیه میرٹھ ٢٥/٤٨٧)

وإن قال الذمی: جعلت غلة هذه الصدقة فی سراج بیت المقدس ودهنه فهو جائز . (تاتارخانیة ٨/٢٠١، برقم: ١١٦٣٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۵/۱۹ھ

تعمیر مساجد میں ہندو حکومت یا اشخاص کی رقم لگانا

سوال: [۸۲۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) مسجد کی تعمیر کے لئے ہندو حکومت اور ہندو لوگوں سے چندہ لینا درست ہے یا نہیں؟

(۲) نیپال سرکار گرامین پنچایت کے ذریعہ اب حلقہ کی ترقی کیلئے سال میں دو تین دفعہ کچھ نقد رقم دیتی ہے، فی الحال بھینسوا نیپال کی پنچایت میں سرکار کی طرف سے نقد رقم آئی تھی، یہاں کے کچھ دنیا دار مسلمانوں نے ہندو مکھیا سے سانٹھ گانٹھ کر کے ۵۵/ ہزار روپئے مسجد کی ڈھلائی کیلئے پاس کرائے اور ان لوگوں نے اس کی ٹھیکیداری لے لی اور مسجد کی ڈھلائی بھی کرادی، مگر چھڑ سمنٹ، چھری وغیرہ کی جو مقدار مسجد کی ڈھلائی میں لگی ان ٹھیکیداروں نے دوکانداروں سے سب سامان میں مقدار بڑھا

کروا ؤچر بنوایا اور فاضل سامان کا بھی روپیہ پنچایت سے مسجد کے نام پر لے کر اور رکھیا سے پاس کرا کر رکھیا اوران ٹھیکداروں نے آپس میں بانٹ لیا لوگوں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے مسجد کے نام پر پنچایت سے روپئے لیکر کیوں ناجائز فائدہ اٹھایا، جبکہ آپ لوگ مسلمان ہیں، توان مسلمان ٹھیکیداروں نے جواب دیا کہ اس دور میں سب کچھ جائز ہے خاص طور سے نیپال جیسے غریب دیش میں، پوچھنا یہ ہے کہ ایسے اشخاص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے، دینی اور شرعی اعتبار سے ان کی کیا حیثیت ہوگی؟ اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہوگا یانہیں؟ اور مسجد کے نام پر غلط واؤچر کے ذریعہ روپئے پنچایت سے لیکر آپس میں بانٹ لینا جائز ہوگا یانہیں؟

(۳) آج سے تقریباً چالیس سال قبل ایک جگہ مسجد کی تعمیر ہوئی اس کی چھت کی ڈھلائی کڑی اور شہتیر پر ہوئی، اب از سرنو چھت کی ڈھلائی چھڑ بالوسمنٹ اور چھرّی سے کرائی گئی ہے، چھت کی شہتیریں اور کڑیاں نکال دی گئی تھیں، مرحوم کے لڑکے یہ شہتیریں اور کڑیاں اٹھا کر لے گئے یہ کہتے ہوئے کہ ہمارے والد مرحوم نے یہ دیں تھیں، اب مسجد میں یہ لکڑیاں نہیں لگیں گی اسلئے ہماری ہوئیں، اور ان لڑکوں نے ان لکڑیوں کوفروخت کرکے روپیہ اپنے پاس رکھ لئے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ لکڑیاں کس کی ملکیت ہوں گی، مرحوم کے لڑکوں کا لکڑیاں فروخت کرکے روپئے اپنے پاس رکھ لینا جائز ہوگا یانہیں؟ اب لکڑیوں کو فروخت کردینے کے بعد روپیوں کا حقدار کس کوقرار دیا جائے گا، نیز مرحوم کے لڑکوں کا یہ عمل بھی جائز ہوگا یا ناجائز؟ ایسی مسجد میں نماز پڑھنی کیسی ہے جس کی پوری تعمیر میں آدھی رقم حرام کی لگی ہو جس کی تصدیق بھی ہوچکی ہے؟ شریعت کی روشنی میں مفصل ومدلل بیان فرمائیں؟

المستفتي: راج محمد انصاری، موضع دہی،

پوسٹ: سکٹا بازار، مغربی چمپارن، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) مسجد کی تعمیر کیلئے ہندوحکومت اور ہندولوگوں کا چندہ

لیناشرعاً درست ہے، بشرطیکہ اس کی وجہ سے وہ مسجد کے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔

وأما الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمي بشرط كونه قربة عندنا وعندهم كما لو وقف على أولاده أو على الفقراء أو على فقراء أهل الذمة فإن عمم جاز الصرف إلىٰ كل فقير مسلم أو كافر. (البحرالرائق، كتاب الوقف، كوئٹه ٥/١٨٩، زكريا ٥/٣١٦)

لو وقف علىٰ مسجد بيت المقدس فإنه صحيح لأنه قربة عند نا وعندهم. (البحرالرائق، كوئٹه٥/١٩٠، زكريا ٥/٣١٦)

(۲) سوالنامہ میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے، اگر وہ واقعہ کے مطابق ہے تو مذکورہ لوگوں کا مذکورہ عمل دھوکہ دہی ہے، جو شرعاً ناجائز ہے، اور مسجد کی تعمیر سے بچا ہوا پیسہ ٹھیکیداروں کا آپس میں بانٹ لیناشرعاً جائز نہیں ہے، وہ مسجد ہی کا حق ہے، لٰہذا اس کو مسجد کے فنڈ میں جمع کرنا لازم ہے، اس کو کھانے والے خائن ہیں اس کو مسجد کے فنڈ میں جمع کرکے اپنی اس غلط حرکت سے توبہ لازم ہے۔

ولو أن قوماً بنوا مسجداً وفضل من خشبهم شيئى قالوا: يصرف الفاضل في بنائه ولايصرف إلىٰ الدهن والحصر هذا إذا سلموه إلىٰ المتولى ليبنىٰ به. (البحرالرائق، كوئٹه٥/ ٢٥٠، زكريا ٥/ ٤٢٠)

(۳) شہتیر مسجد کی ملکیت ہے، مرحوم کی اولاد اور وارثوں کو لے کر جانے کا حق نہیں ہے، اگر وہ شہتیر بیچ دی گئی ہیں، تو ان پیسوں کا مسجد کے فنڈ میں جمع کردینالازم ہے، ورنہ اللہ کے یہاں سخت ترین سزا کے مستحق ہوں گے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/ ۷ ۴۸)

وصرف الحاكم أو المتولى نقضه أى المنقوض من خشب وحجر و أجر وغيرها أو ثمنه إن تعذر إعادة عينه إلىٰ عمارته إن احتاج وإلا حفظه ليحتاج إلا إذا خاف ضياعه فيبيعه ويمسك ثمنه ليحتاج. (شامی، الوقف، مطلب فی الوقف، إذا خرب ولم يكن عمارته، كراچی ٤/ ٣٧٧، زكريا ٦/ ٥٧٣)

(۴)مسجد کی تعمیر میں حرام مال کیسے لگا ہے، اس کو صاف طور پر وضاحت کے ساتھ اس طرح پیش کیا جائے کہ وہ پیسہ کیسے حرام ہے، اس وضاحت سے پہلے حکم شرعی بیان کرنا مناسب نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۳۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۶/۱۸ھ

غیر مسلم کا پیسہ مسجد یا مدرسہ میں لگانا

سوال: [۸۲۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو غیر مسلم بنیت ثواب اور قربت سمجھ کر مسجد یا مدرسہ میں پیسہ دے تو اس پیسہ کو مسجد یا مدرسہ میں لگانا کیسا ہے؟ مفصل ومدلل بیان فرمائیں، نوازش ہوگی؟

المستفتی: محمد عمر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بنیت ثواب دینے والے غیر مسلم کا پیسہ مسجد یا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں لگانا بلا کراہت جائز ہے، تاہم یہ خیال رکھا جائے، کہ بعد میں مسلمانوں پر احسان نہ جتلائے، اگر یہ اندیشہ ہو کہ بعد میں مسلمانوں سے اپنے مذہبی امور میں چندہ کیلئے پیش کش کریگا، تو نہ لیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/ ۵۳۸، احسن الفتاویٰ ۶/ ۴۳۹، محمودیہ ڈابھیل ۱۵/ ۱۳۶، میرٹھ ۲۲/ ۱۱۵)

فإن كان الموصىٰ به شيئاً هو قربة عندنا وعندهم بأن أوصىٰ بثلث ماله أن يتصدق به علىٰ فقراء المسلمين – أو بعمارة المسجد الأقصىٰ ونحو ذلك جاز في قولهم جميعاً. (بدائع، كتاب الوصايا، فصل في شرائط ركن الوصية، زكريا ٦/ ٤٣٩)

وأما الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمي بشرط كونه قربة

عندنا وعندهم . (البحرالرائق ،کتاب الوقف ، زکریا ۳۱٦/٥ ، کراچی ۱۸۹/٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱٦/ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر خاص:۴۰/ ۱۱۴۹۵)

مساجد کی تعمیر میں غیر مسلموں کا روپیہ لگانا

سوال: [۸۲٦۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ(۱) مساجد کی تعمیر جدید یا مرمت میں اہل ہنود غیر مسلم اقوام کا روپیہ لگانا شرعاً کیسا ہے؟ نیز اگر جائز ہے تو کسی شرط کے ساتھ مشروط ہے یا نہیں؟

(۲) نیز یہود ونصاریٰ وشیعہ اگر مسجد تعمیر کرادیں یا مسجد کی مرمت کرادیں یا چندہ وغیرہ میں شریک ہوں تو شرعاً کیا حیثیت ہے، درست ہے یا نہیں؟ بحوالہ جواب تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی؟

المستفتي: مرزا عمر بیگ، کوہ نور کالونی،
قصبہ: اورنگ آباد، صوبہ مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) غیر مسلم ہندو اور یہود ونصاریٰ اگر عبادت اور کار خیر سمجھ کر مسجد کیلئے روپیہ پیسہ دیدیں اور بظاہر ان کی کوئی ایسی غرض اس سے نہیں ہے، کہ جس سے بعد میں مسلمانوں کو ان کی عبادتگاہوں پر پیسہ خرچ کرنے پر مجبور کیا جاسکے تو ان کا پیسہ لیکر مسجد میں لگانا شرعاً جائز ہے اور شیعہ غالی کو باجماع کافر قرار دیا گیا ہے، اور کافر اور شیعہ کا روپیہ بھی مساجد میں لگانا جائز ہے، جبکہ وہ کار خیر سمجھ کر بخوشی دیتا ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ قدیم/ ۵۳۷، جدید زکریا/ ۵۱۷)

شرط وقف الذمي أن يكون قربة عند نا وعندهم كالوقف على

الفقراء أو على مسجد القدس . (شامی، کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، کراچی ٤/٣٤١، زکریا ٦/٥٢٤، البحرالرائق، کوئٹہ ٥/١٨٩، زکریا ٥/٣١٦، تاتار خانیة زکریا٨/٢٠١، رقم: ١١٦٣٦)

وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر …… **إذا لم يكن في ذلك ضرر ديني ولا سياسي** . (تفسیر المراغی ٤/٧٤، بحواله محمودیه میرٹھ ٢٥/٤٨٧)

اور بعض لوگوں نے شیعہ اور قادیانی کو مرتد قرار دیکر ان کے پیسہ کو مسجد میں لگانے کی ممانعت کی ہے، اسلئے کہ مرتد کا وقف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک موقوف رہتا ہے، یہاں تک کہ اسلام پر دوبارہ لوٹ کر آجائے۔

لو وقف في حال ردته فهو موقوف عند الإمام الخ. (شامی، کتاب الوقف، قبیل فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته، زکریا ٦/٦٠٤، کراچی ٤/٤٠٠)

اور حکم ارتداد میں تردد ہے اسلئے کہ اس زمانہ کے شیعہ اور قادیانی کا کفر اپنے باپ دادا سے چلا آرہا ہے، اور یہ لوگ از خود اسلام سے منحرف نہیں ہوئے بلکہ آباء کے کفریہ عقیدہ پر قائم ہیں، اور اپنا ایک خاص مذہب مستقل سمجھتے ہیں، اسلئے ان پر کفر کا حکم لاگو ہوگا، اور ارتداد کا حکم قابل تردد ہے، اور کافر کا پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے، جیسا کہ مذکورہ دلائل اور عبارات فقہاء سے واضح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۴/۲۵۷۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۶ھ

غیر مسلم کا چندہ مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۶۲ ۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی تعمیر کیلئے روڈ پر بینر لگادیا ہے چندہ کیلئے اب اگر کوئی غیر مسلم روپیہ ڈال دے چندہ میں اور ہمیں معلوم نہیں ہے تو کیا غیر مسلم کا پیسہ مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں، اس روپیہ کو تعمیر مسجد میں

یاامام کے حجرہ میں یا دیوار وغیرہ مسجد کے کنارہ میں غیر مسلم کے روپیہ سے کرواسکتے ہیں، یانہیں؟ حجرہ مسجد سے خارج ہونے کی صورت میں کیا مسئلہ ہے، اور مسجد سے متصل ہوتو اس کی صورت میں کیا مسئلہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معلوم اور غیر معلوم دونوں طرح کے غیر مسلم کا چندہ مسجد میں لگانا شرعاً جائز اور درست ہے، بشرطیکہ غیر مسلم اس احسان کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی مذہبی تقریب میں شرکت پر مجبور نہ کریں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۲۶۴)

کمافی البدائع : أو بعمارة المسجد الأقصیٰ ونحو ذلک جاز فی قولهم جمیعاً لأن هذا مما یتقرب به المسلمون وأهل الذمة الخ. (بدائع، کتاب الوصایا، فصل فی شرائط رکن الوصیة کراچی ۷/ ۳٤۱، زکریا ٦/ ٤۳۹)

اور غیر مسلموں کو اپنے کارِ خیر کا بدلہ دنیا میں مل جاتا ہے۔

عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم إن الله لا یظلم مؤمناً حسنة یعطی بها فی الدنیا ویجزی بها فی الآخرة وأما الکافر فیطعم بحسنات ماعمل بهالله فی الدنیا، حتی إذا أفضی إلیٰ الآخرة لم تکن له حسنة یجزیٰ بها. (صحیح مسلم، کتاب صفة المنافقین وأحکامهم، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة الخ، النسخة الهندیة ۲/ ۳۷٤، بیت الافکار رقم ۲۸۰۸/) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
۱/۷/ ۱۴۱۲ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۷۲۲)

ہندؤں کا پیسہ مسجد میں لگانا

سوال: [۸۲۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ہندؤں کا پیسہ مسجد میں یا عیدگاہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ ہلدور کی جامع مسجد میں ایک ہندو نے اپنے جنریٹر کا کنکشن دے رکھا ہے، اس کی روشنی میں مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی جاتی ہے، اور ہندو کوئی پیسہ نہیں لیتا ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: محمد اسماعیل، ہلدور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ہندو ثواب یا عبادت سمجھ کر اپنا پیسہ مسجد یا عیدگاہ میں دینا چاہیں، اور کوئی دوسرا مانع مثلاً شرکت کا دعویٰ کرنیکا یا مسلمانوں پر احسان جتانے کا یا کسی بھی قسم کے فتنہ وفساد کا اندیشہ نہیں ہے تو اس صورت میں ان کا روپیہ مسجد اور عیدگاہ میں لگانا اور ان کے جنریٹر کی روشنی میں مغرب کی نماز ادا کرنا شرعاً جائز اور درست ہے، اور نماز میں اس سے کوئی خرابی نہیں آتی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۴۷۰، ۱۰/۱۸۸، جدید ڈابھیل ۱۵/۱۴۲، ۱۳۸)

ولو أوصیٰ (ذمی) بثلث ماله بأن یحج عنه قوم من المسلمین أو یبنیٰ به مسجداً للمسلمین إن کان ذلک لقوم بأعیانهم صحت الوصیة وتعتبر تملیکاً لهم وکانوا بالخیار إن شاء وُحجوا به وبنوا المسجد وإن شاء وُلا. (عالمگیری، کتاب الوصایا، الباب الثامن قبیل مسائل شتیٰ، زکریا قدیم ٦/١٣٢، جدید ٦/١٥٢)

وإن قال الذمی: جعلت غلة هذه الصدقة فی سراج بیت المقدس ودهنه فهو جائز. (تاتار خانیة، زکریا ٨/٢٠١، رقم: ١١٦٣٦، بدائع الصنائع، ٦/٤٣٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/۷/۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۷۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۷/۱۴۲۳ھ

غیر مسلم کا چندہ مسجد میں لگانے کا حکم

سوال: [۸۲۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں غیر مسلم کا چندہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ آپ کے یہاں سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے، جس کو مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہٗ نے شائع فرمایا ہے، اس میں امداد الفتاویٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مسجد میں غیر مسلم کا چندہ لگانا بلا کراہت جائز ہے۔ (ایضاح المسائل/ ۱۳۶) اس پر کچھ لوگوں نے شور مچا رکھا ہے قرآن وحدیث کے حوالے سے وضاحت مطلوب ہے؟

المستفتي: غلام قادر، مہتمم جامعہ ضیاء العلوم جامعۃ الطیبات، پونچھ جموں وکشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم کا چندہ ایسی صورت میں مسجد میں لگانا بلا کراہت اور بلا تردد جائز اور درست ہے، جبکہ اس کو عبادت اور کار خیر سمجھ کر دیتے ہوں، اور اس میں یہ خطرہ بھی نہ ہو کہ کل کو مسلمانوں پر احسان جتلائیں یا اپنے دھرم کے امور میں چندہ دینے پر مسلمانوں کو مجبور کریں، اور ایضاح المسائل میں امداد الفتاویٰ کے حوالہ سے جو مسئلہ لکھا ہے وہ صحیح اور درست ہے، اور شرعی مسئلہ پر کسی کو بلا تحقیق شور مچانے کا حق نہیں ہے، اور حضرات فقہاء نے کتب فقہ میں جو مسائل لکھے ہیں، وہ سب قرآن وحدیث کی روشنی میں لکھے ہیں۔

أن شرط وقف الذمی أن یکون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء أو علی مسجد القدس الخ. (شامی، کتاب الوقف، مطلب من یثبت الوقف بالضرورة، کراچی ۴/ ۳۴۱، زکریا ۶/ ۵۲۴)

وأما الإسلام فلیس من شرطه فصح وقف الذمی بشرط کونه قربة عندنا وعندهم. (البحر الرائق، کوئٹہ ۵/ ۱۸۹، زکریا ۵/ ۳۱۶، هندیه، زکریا قدیم

۳۵۲/۲، جدید ۳٤۷/۲)

حدیث پاک میں کثیر تعداد کی روایات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے تعمیر کردہ کعبہ کو اسی حالت میں باقی رکھا اس کو توڑ کر دوبارہ تعمیر نہیں فرمایا۔ (ابو داؤد ، کتاب المناسك ، باب الصلوٰة من الكعبة ، النسخة الهندية ۲۷۷/۱، بخاری شریف ، کتاب المناسك ، باب فضل مكة و بنيانها ۲۱۵/۱)

اوراس طرح کی کئی حدیثیں موجود ہیں کہ حضرت سید الکونین علیہ السلام نے کافر بادشاہوں کا تحفہ اور ہدیہ قبول فرمایا:

عن علی عن النبی ﷺ أن کسریٰ أهدیٰ له فقبل وإن الملوک أهدوا إليه فقبل منهم . (ترمذی، ابواب السیر ، باب ماجاء فی قبول هدایا المشرکین ، النسخةالهندية ، ۲۸٦/۱، دارالسلام، رقم:............)

عن بريدة قال أهدى أمير القبط لرسول الله صلى الله عليه وسلم جاريتين أختين و بغلة فأما البغلة فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يركبها وأما إحدىٰ الجاريتين فتسراها فولدت ابراهيم . الحديث : (المعجم الاوسط،دارالفکر ۳٦۳/۲، رقم: ۳٥٤۹)

اسی طرح شاہ مقوقش نے اسکندریہ سے آپ ﷺ کیلئے ہدیہ روانہ کیا آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔ (المعجم الاوسط ، دار الفکر ۲۷۳/٥، رقم: ۷۳۰٥)

اسی طرح روم کے شاہ نے آپ ﷺ کیلئے ہدیہ بھیجا اور آپ ﷺ نے قبول فرمایا:

(المعجم الاوسط ، دارالفکر ۳٦/۲، رقم: ۲٤۱٦)

اور غیر مسلم جو کار خیر میں خرچ کرتے ہیں، اسکا بدلہ ان کو دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے، آخرت میں ان کا حصہ نہیں ہے۔

عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ إن الله لايظلم مؤمنا حسنة، يعطى بها في الدنيا ويجزىٰ بها في الآخرة ، وأما الكافر فيطعم

بحسنات ما عمل بها لله فی الدنیا حتی إذا أفضیٰ إلیٰ الآخرة لم تکن له حسنة یجزیٰ بها، الحدیث: (مسلم شریف، کتاب صفة المنافقین وأحکامهم، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة، النسخة الهندیة ۲/ ۳۷٤بیت الأفکار رقم: ۳۸۰۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۴۸۷ ۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۱/۱۴۲۴ھ

غیر مسلم کی رقوم مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۸۲۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) اگر کوئی غیر مسلم بغیر سوال کئے ہوئے کچھ رقم تعمیر مسجد کیلئے دے تو کیا اس رقم کو لینا چاہئے یا نہیں؟ (۲) اگر لے لیں تو پھر اس کو کس مصرف میں لایا جائے، مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: محمد صدیق، دہلی گیٹ، محلّہ بٹوال، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) غیر مسلم اگر ثواب کی نیت سے تعمیر مسجد میں چندہ دے تو لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ آئندہ مسلمانوں پر احسان نہ جتلائے یا اسکی خاطر مسلمانوں کو ان کے دھرم کے امور میں خرچ کرنا نہ پڑے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۶۴)

وفی البحر وأما الإسلام فلیس من شرطه فصح وقف الذی بشرط کونه قربة عندنا وعندهم. (البحر الرائق، کوئٹه ٥/ ١٨٩، زکریا ٥/ ٣١٦، هندیه زکریا قدیم ٢/ ٣٥٢، جدید٢/ ٣٤٧، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت ٢/ ٥٦٨)

(۲) دینے والے نے جس مصرف کیلئے دیا ہے، اسی مصرف میں خرچ کرنا لازم ہے۔

شرط الواقف کنص الشارع. (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم

شرط الواقف کنص الشارع ، کراچی ٤/٤٣٣، زکریا ٦/٧٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ ؍محرم ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۹۶۰)

مدارس ومساجد میں غیر مسلم کی رقم صرف کرنا

سوال: [۸۲۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدارس ومساجد میں غیر مسلموں کی رقم چلتی ہے یا نہیں؟ اور اگر چلتی ہے تو کس قسم کی رقم؟ ایک حاجی صاحب خانہ کعبہ سے لوٹنے کے بعد کہہ رہے ہیں، کہ ہم نے مولانا مکی صاحبؒ سے مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ قطعاً نہیں چلتی ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد مدرسہ میں کافر کا چندہ لینے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ وہ اپنے اعتقاد میں قربت وثواب سمجھتا ہو۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۱/ ۵۹۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۴۸۷، ۲/ ۶۷ ۴، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۱۳۶، ۱۳۸)

وفی الشامیة: حتی یصح من الکافر (إلیٰ قوله) بخلاف الوقف فإنه لا بد فیه من أن یکون فی صورة القربة. (ردالمحتار مع الدر المختار ، کتاب الوقف، مطلب لو وقف علی الاغنیاء ،کراچی ٤/٣٣٩، زکریا ٦/٣٢١، محمودیه قدیم ١٠/١٨٨، جدید ڈابهیل ١٥/١٣٨)

لو وقف علی مسجد بیت المقدس فإنه صحیح لأنه قربة عندنا وعندهم. (البحرالرائق، کوئٹه ٥/١٨٩، زکریا ٥/٣١٦)

اگر واقعی مکی صاحب نے اس کو ناجائز کہا ہے، تو یہ درست نہیں ہے، نیز وہ حنفی مسلک کے مفتی بھی نہیں ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ ؍محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۷۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۲۵ھ

ہیجڑوں یا کافروں کا روپیہ مسجد یا عیدگاہ میں لگانا

سوال: [۸۲۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ہیجڑوں کا دیا ہوا روپیہ کیا مسجد میں لگا سکتے ہیں اور ہندو کا روپیہ مسجد کی تعمیر وغیرہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) ہجڑوں کا روپیہ کیا مسجد کے حجرے کی تعمیر میں جبکہ حجرہ مسجد سے باہر بنا ہوا ہے، لگا سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور ہندو کا روپیہ بھی اس حجرہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) تملیک کر کے روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) فطرہ زکوٰۃ کا پیسہ مسجد میں یا حجرہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۵) ہیجڑوں کا روپیہ کیا عیدگاہ کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: ڈاکٹر خلیل احمد، بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱-۲) ہیجڑے کا دیا ہوا روپیہ مسجد یا مسجد کے حجرہ میں لگانا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ مسجد خدا کا گھر ہے، اور خدا پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔

أما لو أنفق في ذلك مالا خبيثا ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالىٰ لايقبل إلا الطيب. (شامی، الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ الخ، قبیل مطلب فی افضل المساجد، کراچی ۱/۶۵۸، زکریا ۲/۴۳۱)

البتہ ہندو کا چندہ مسجد میں لگانا جائز اور درست ہے، جبکہ وہ بنیت **ثواب** دیتا ہو۔

(مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم/۳/۵۵۳، جدید زکریا/ ۵۱۸، امداد الفتاویٰ ۲/۶۷۲)

نیز مسجد کے حجرہ وغیرہ میں بھی ہندو کا روپیہ خرچ کرنا جائز ہے۔

وأما الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمي بشرط كونه قربة عندنا وعندهم. (البحرالرائق، کتاب الوقف، کوئٹہ ۵/۱۸۹، زکریا ۵/۳۱۶، هندیه ،

زکریا قدیم ۲/۳۵۲، جدید۲/۳۴۷، مجمع الأنہر ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۶۸)

(۳) زکوٰۃ وصدقات کا روپیہ مسجد اوراس کے کمروں میں صرف کرنا جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے زکوٰۃ ادانہیں ہوتی۔

لا یصرف إلیٰ بناء نحو مسجد . (درمختار ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱)

(۴) زکوٰۃ وصدقات کی رقم کو تملیک کرا کے مسجد اوراس کے حجروں کی تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے۔

وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد. (درمختار مع الشامی، کراچی۲/۲۷۱، زکریا ۳/۱۹۱)

(۵) ہیجڑوں کا روپیہ تعمیر عیدگاہ میں لگانا جائز نہیں۔

أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً .... فیکرہ . (شامی، کراچی ۱/۶۵۸، زکریا ۲/۴۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ذی الحجہ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۱/۳۷۷۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۲/۲۵ھ

ہندوؤں کا مساجد ومدارس میں چندہ دینا

سوال: [۸۲۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرکاری فیکٹری میں ہندو ومسلمان دونوں کام کرتے ہیں، اورآپس میں خوب میل ملاپ بھی رکھتے ہیں، ایک دوسرے کے پروگرام میں حصہ لیتے ہیں، ہندو کا درگا پوجا یا اورکوئی پوجا ہوتی ہے، تو مسلمان سے بھی چندہ لیتے ہیں، اورمسلمان بھی مسجد ومدرسہ کے لئے چندہ لیتے ہیں، تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: محمد صلاح الدین، نوہٹہ، سہرسا، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ہندو مساجد و مدارس میں ثواب اور نیک کام سمجھ کر امداد دیتا ہے، اور کبھی اسکا احسان جتانے کا احتمال بھی نہیں ہے، اور مسلمانوں کو ہندوؤں کے مذہبی پروگرام میں شرکت پر مجبور کرنے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو چندہ لے سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/۴۷۰، امداد الفتاویٰ ۲/۶۹۱)

أن شرط وقف الذمي أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس الخ. (شامی، کتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، مطبوعه کوئٹه ۳/۳۹٤، کراچي ٤/۳٤۱، زکریا ٦/٥۲٤)

وأما الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمي بشرط كونه قربة عندنا وعندهم الخ. (البحرالرائق، کوئٹه ٥/۱۸۹، زکریا ٥/۳۱٦، منحة الخالق، کوئٹه ٥/۱۸۹، زکریا ٥/۳۱٦، هنديه، زکریا قديم ۲/۳٥۲، جديد ۲/۳٤۷، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ۲/٥٦۸)

لیکن سوالنامہ میں درج شدہ صورت میں مسلمان بھی غیر مسلموں کے مذہبی پروگرام میں شرکت کیا کرتے ہیں، اسلئے صورت مذکورہ میں ہندوؤں کا چندہ لیکر مساجد و مدارس میں لگانا جائز نہیں ہوگا، نیز مسلمانوں پر لازم ہے کہ نہ اس طرح میل ملاپ رکھیں اور نہ ان کے پروگرام میں شرکت کریں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۸۸)

وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر ...... إذا لم يكن في ذلك ضرر ديني ولا سياسي . (تفسير المراغي ٤/۷٤، بحواله محموديه ميرٹھ ۲٥/٤۸۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۰/۲۴)

اہل ہنود کی رقم براہ راست مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۸۲۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) اگر اہل ہنود کچھ رقم اپنی خوشی سے مسجد کی تعمیر میں دینا چاہیں، تو کیا وہ رقم لے سکتے ہیں، اور تعمیر مسجد یا دیگر مسجد کے مصارف میں خرچ کر سکتے ہیں۔

(۲) کسی کافر کی دی ہوئی رقم براہِ راست مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں، یا کوئی اور شکل ہے؟

المستفتي: غیاث الدین قاسمی، قصبہ اوجھاری، حسن پور، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱-۲) اگر اہل ہنود تعمیر مسجد کو کار خیر سمجھ کر رقم دیتے ہیں، اور اس میں ایسا کوئی مقصد یا اندیشہ نہیں ہے، کہ کل کو ہندوؤں کیلئے مسلمانوں سے رقم حاصل کریں تو اہل ہنود کی رقم براہ راست مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۶۴، ۲/ ۶۶۷)

أن شرط وقف الذمی أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف علىٰ الفقراء أو علىٰ مسجد القدس الخ تحت قول صاحب الدر وأن يكون قربة فی ذاته.

(شامی، کتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، کراچی ٤/ ٣٤١، زکريا ٦/ ٥٢٤)

وأما الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمی بشرط كونه قربة عندنا وعندهم. (البحر الرائق، كوئٹه ٥/ ١٨٩، زكريا ٥/ ٣١٦، هنديه، زكريا قديم ٢/ ٣٥٢، جديد ٢/ ٣٤٧، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ٥٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ محرم ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۷۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۱/۱ھ

غیرمسلم کی رقم سے مسجد کا تعمیری کام کرانا

سوال: [۸۴۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی تعمیر میں کسی غیر مسلم کے روپیہ لگائے جاسکتے ہیں؟ اور تعمیری کام کرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں مدلل بیان فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غیرمسلم کا چندہ مسجد میں لگانا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ کل کو مسلمانوں سے اپنی مذہبی چیزوں پر تعاون کا مطالبہ نہ کرے گا، اور وہ ایک کار خیر سمجھ کر مسجد کو چندہ دیتا ہو، تو ایسی صورت میں غیرمسلم کا چندہ مسجد میں لگانا درست ہے۔

وأما الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمي بشرط كونه قربة عندنا وعندهم...... لو وقف على مسجد بيت المقدس فإنه صحيح لأنه قربة عندنا وعندهم. (البحرالرائق ،كتاب الوقف ،كوئٹه ٥/١٨٩، ١١٩٠، زكريا ٥/٣١٦)

لمافي البحر وغيره أن شرط وقف الذمي ان يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس. (شامي، الوقف ، مطلب قدى يثبت الوقف بالضرورة ، كراچی ٤/٣٤١، زكريا ٦/٥٣٤)

وأما الإسلام فليس بشرط .... وشرط صحة وقفه أن يكون قربة عندنا وعندهم .... بخلاف ماإذا وقف على مسجد بيت المقدس فإنه صحيح لأنه قربة عندنا وعندهم. (مجمع الأنهر ، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٥٦٨)

ولأن درء المفاسد أولىٰ من جلب المصالح. (الأشباه والنظائر، زكريا /٤ ٢٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰؍ ۱۰۹۸۴)

۲۶/ الفصل السادس والعشرون: مسجد میں وعظ وتقریر وغیرہ

مسلمانوں کی عزت اور جان ومال کیلئے مسجد میں جلسہ کرنا

سوال: [۸۲۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوستان میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے، کئی شہروں میں مسلمانوں کا انتہائی سفاکانہ قتل عام ہوا، اور یہ سلسلہ کسی نہ کسی درجہ میں جاری ہے مسلمان کی عبادت گاہ بابری مسجد (اجودھیا) میں بتوں کی پوجا پاٹ کی جارہی ہے، مختلف مقامات پر تقریری اور تحریری طریقوں سے اسلامی شریعت کو نقصان پہنچایا جارہا ہے، ایسی حالت میں زید اسکے رفقاء اور معززین شہر کا مسجد میں جمع ہوکر مسلم پرسنل لاء اور اسکی اہمیت اور اسکے تحفظ کے سلسلے میں عوام کو آگاہ کرنا بابری مسجد کی زیادتی نیز مختلف شہروں میں مسلمانوں کے بے رحمانہ قتل عام کے سلسلے میں بنائے ہوئے اتحاد بین المسلمین کی دعوت دینا اور حکومت وقت سے پُرامن اجتماع کرنا کیسا عمل ہے، جبکہ اس سے زیادہ مناسب مقام کوئی اور نہ ہو کیونکہ عام مقامات پر ہر قسم کے اجتماع کی حکومت وقت نے پابندی لگادی ہو یہ ملحوظ رہے کہ زید دیندار مسلمان اور ایم ایل اے ہے۔

المستفتي: مرتضیٰ علی خان، محلّہ شتر خانہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمان کی جان مال عزت وآبرو عبادت گاہوں اور مسلم پرسنل لاء کی حفاظت کی غرض سے اجتماعی جلسہ مساجد میں کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ اس میں کوئی بات آداب مسجد کے خلاف نہ ہو، مثلاً نعرہ لگانا، آواز بلند کرنا، شور وغل کرنا وغیرہ۔

المساجد یجب أن تصان عن إدخال الرائحة الکریهة (إلیٰ قوله) ورفع الصوت والخصومة الخ. (غنیة المستملی، فصل فی احکام

المسجد، رحیمیه دیوبند/٥٦٦، اشرفیه دیوبند/٦١٠، صغیری مطبع مجتبائی دهلی/٣٠١، شامی، کتاب الصلوٰة، باب ما یفسد الصلوٰة کراچی ١/٦٦٠، زکریا ٢/٤٣٣، ٤٣٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳؍۴۱۰)

مسجد کے مائک سے بچوں کی اجتماعی دعا اور نعت خوانی کا حکم

سوال: [۸۲۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے مائک سے بچوں کی اجتماعی دعا مثلاً ''حمد وثناء ہو تیری کون ومکاں والے'' یہ دعا پڑھی جاتی ہے، اور وہ بچے مسجد میں پڑھتے ہیں، نیز اکثر وبیشتر بعد المغرب نعت خوانی ہوتی ہے، تو کیا یہ مسجد کے مائک سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتي: نثار احمد، رائپور سادات، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے مائک کو بلا اجرت استعمال کرنا مسجد کی حق تلفی ہے، بلا کرایہ اور بلا اجرت مسجد کے مائک کا استعمال محض نعت خوانی کیلئے جائز نہیں ہے، البتہ اجرت وکرایہ کیساتھ مسجد کے مفاد کے پیش نظر گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۲۰۸، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۳۵)

الثامنة في وقف المسجد أيجوز أن يبنى من غلته منارة؟ قال في الخانية معزيا إلىٰ أبي بكر البلخي: إن كان ذلک من مصلحة المسجد بأن كان أسمع لهم فلا بأس به . (البحر الرائق، کتاب الوقف کوئٹه ٥/٢١٥، زکریا ٥/٣٦٠)

لو احتاج المسجد إلىٰ نفقة تؤجر قطعة منه بقدر ماينفق عليه . (تقریرات رافعي مع الشامي، کراچی ٤/٨٠، زکریا ٦/٨٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ / ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲ / ۴۴۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۴/۲۲ھ

مسجد کے مائک میں نعت وغیرہ پڑھنا

سوال: [۸۲۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجدوں میں جو مائک ہوتا ہے، وقف کی چیز ہوتی ہے، سحری کے وقت بنیت ایقاظ صائمین تلاوت قرآن ونعت خوانی لوگ ایک دو گھنٹہ تک کرتے رہتے ہیں، کیا مسجد کی اشیاء کو اس قدر بے دریغ خرچ کرنا لوگوں کے فائدے کیلئے جائز ہے؟ نیز کیا علاوہ ازیں ابن نجیم مصریؒ کی الاشباہ الخ میں بیان کردہ قاعدہ ''**الأمور بمقاصدها**'' کے تحت ذکر کردہ جزئیہ کے زمرہ میں یہ تلاوت قرآن کریم نہیں آئے گا، جبکہ اسوقت کی تلاوت صرف لوگوں کے بیدار کرنے کیلئے ہوتی ہے، بندہ نے عبارت شامیہ، اردو فتاوے اور الاشباہ الخ کو مدنظر رکھ کر عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے، عالیجناب کی رائے وفتویٰ اس بارے میں کیا ہے، نیز اسکے لئے دارالعلوم بھی استفتاء بھیجا گیا ہے، نیز لوگ کافی پریشان ہیں اس لئے جلد از جلد بھیجنے کی زحمت گوارہ فرمائیں؟ کرم ہوگا؟

المستفتي: عبدالغفار، پیرولیاوی
ڈاک، مقام مرولیا، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: رمضان المبارک کی راتوں میں مائک وغیرہ کے ذریعہ سے وقفہ لیکر دوتین بار سحری کا اعلان کرنا جس سے لوگوں کو وقت کا علم ہوجائے جائز ہے، لیکن مسلسل تلاوت اور نعت خوانی چار وجہوں سے ناجائز ہے۔

(۱) مسجد کے مائک کو بلاضرورت استعمال کرنا۔

(۲) مائک لگا کرراتوں کومسلسل نعت خوانی اورشور شغب کرنا اہل ہنود واغیار کا شعار ہے، جومندروں میں ہوا کرتا ہے۔
(۳) ہر سننے والا تلاوت قرآن کی سماعت کا اہتمام نہیں کرسکتا ہے، جس سے قرآن کی سخت ترین بےادبی ہوتی ہے۔
(۴) سونے اور عبادت کرنے والوں کوخلل ہوتا ہے، جوممنوع ہے۔

لأن تعظيم القرآن والفقه واجب الخ. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الكراهية، الباب الرابع زکریاقدیم ۳۱٦/٥، جدیده ٥/٣٦٥)

ولا يقرأ جهراً عند المشتغلين بالأعمال ومن حرمة القرآن أن لايقرأ في الأسواق . (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الكراهية، الباب الرابع زکریا قدیم ٥/٣١٦، جدیده ٥/٣٦٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍شوال المکرّم ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۹۲/۲۶)

کیا عورتوں کا اجتماع مسجد میں کرسکتے ہیں؟

سوال: [۸۲۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عورتوں کا اجتماع مسجد میں کرسکتے ہیں یانہیں؟

المستفتي: عبداللہ، مہراج گنجی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کے اندعورتوں کا اجتماع کرنا خطرہ اورفتنہ سے خالی نہیں ہے، اسلئے کہ مسجد عام مردوں کی جگہ ہے، اس میں مردوں کی آمد ورفت کی پابندی نہیں لگائی جاسکتی ہے، اس وجہ سے عورتوں کا اجتماع کرنا احتیاط کے خلاف ہے، ہاں البتہ اگر ایسے وقت میں ایک آدھ گھنٹہ کیلئے اجتماع کرلیا جائے جس میں نہ شروع میں نماز کا وقت ہو

اورنہ آخر میں نماز کا وقت ہو، بلکہ دونوں جانب وقت نماز سے ایک آدھ گھنٹہ کا فاصلہ ہے، مثلاً صبح کو ۹/بجے سے گیارہ بجے تک کے درمیان اجتماع سے فراغت ہو جاتی ہے، اور اس درمیان میں وہاں پر مردوں کی آمد ورفت پر سخت پابندی لگادی جائے، تو اتفاقی طور پر سال میں ایک آدھ مرتبہ اس طرح کا اجتماع مسجد میں کرلیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ عام عورتیں پاکی کی حالت میں ہوں، اور فتنہ کا کوئی خطرہ بھی نہ ہو۔

لابأس بالجلوس فی المسجد للوعظ إذا أراد به وجه الله تعالیٰ .

(عالمگیری، کتاب الکراهیة ، قبیل الباب الخامس فی آداب المسجد الخ ، زکریاقدیم ۵/ ۳۱۹، جدید ۵/ ۳۶۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/رجب ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۷/۱۴۲۶ھ

مسجد میں نعت شریف پڑھنا

سوال: [۸۲۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص مسجد میں نعت شریف حضور ﷺ کی شان میں پڑھتا ہو تو پڑھنا مسجد میں کیسا ہے؟ آپ حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد عرفان، گرام باقی پور،
تحصیل: بلاری، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اچھی نعت مسجد میں اس قدر پڑھنا جائز و درست ہے کہ اسکی وجہ سے نمازی اور دوسرے اذکار میں مشغول لوگوں کو خلل نہ ہو، حضور ﷺ نے مسجد میں برے اشعار پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اور اچھی نعت کی اجازت دی ہے۔

أنـه صـلـى الله عليه وسلم نهىٰ أن تنشد الأشعار في المسجد وأن تبـاع فيه السلع (إلىٰ قوله) أنه صلى الله عليه وسلم وضع لحسان منبراً ينشـد عـليـه الشعر بحمل الأول علىٰ ما كانت قريش تهجوه به ونحوه مـمـا فيـه ضـرر، أو على ما يغلب على المسجد حتى يكون أكثر من فيه متشـاغلاً بـه (إلـىٰ قوله) فما غلب عليه كره ومالا فلا الخ. (شامی، باب مـايفسد الـصلوٰة، ومـايـكـره فيهـا، مـطلب فی انشاد الشعر، کراچی ۱/ ٦٦٠، زکریا ۲/ ٤٣٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ رمضان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۴۰۲/۲۵)

۲۷/ الفصل السابع والعشرون: مسجد میں مستحب اور مکروہ کاموں کا بیان

مینار اور کمان بنانے کا حکم

سوال: [۸۲۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں اپنے محلّہ کی مسجد بنوار ہا ہوں حسب ذیل سوالات ذہن میں آرہے ہیں، ان سوالات کے جوابات شرعی اصول کی روشنی میں ارسال فرما کر میری ذہنی الجھن کو دور کریں تو نوازش ہوگی۔

(۱) مینار اور کمان کی مسجد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) کیا مسجد کی تعمیر کیلئے جو چندہ لوگوں نے دیا ہے، مینار اور کمان کی تعمیر پر خرچ کر سکتے ہیں؟

(۳) اگر کوئی اپنا ذاتی پیسہ خرچ کرنا چاہے تو کتنی رقم میناروں اور کمانوں کی تعمیر پر خرچ کر سکتا ہے؟

(۴) مینار کی اونچائی اور خوبصورتی پر کتنا خرچ کیا جاسکتا ہے؟ کیا یہ خرچ اسراف اور ابذار میں شامل ہوگا؟

المستفتي: حمید اللہ، نور منزل، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے مینار عام طور پر خارج مسجد ہوتے ہیں، اور مسجد کے نام سے جو لوگ پیسہ دیتے ہیں، وہ اس نیت سے دیتے ہیں کہ ہمارے پیسہ کے ذریعہ مسجد بنے گی جس میں ہمیشہ لوگ نماز پڑھیں گے، جس سے ہمارے لئے صدقۂ جاریہ ہوتا رہے گا، اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ذمہ داران مسجد تعمیر مسجد کے نام سے جو چندہ کرتے ہیں، وہ سارا پیسہ حدود مسجد ہی میں لگائیں؟ اور مینار کیلئے الگ سے چندہ کریں، اور مینار اس لئے بنائے جاتے ہیں، تا کہ مسجد کی شناخت رہے تا کہ اجنبی مسافروں کو بھی پتہ چل سکے کہ یہ مسجد ہے اور اس کی کوئی مقدار بھی شریعت میں متعین نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص اپنی

جیب خاص سے مینار بنانا چاہے،تو اس کو اختیار ہے جس شان کا چاہے مینار بنالے شرعاً اس پرکوئی نکیر نہیں ہے، البتہ بعض فقہاء نے اتنی گنجائش لکھی ہے، کہ اگر مینار پر چڑھ کر اذان دی جاتی ہے، اور اس سے نمازیوں کو اذان کی آواز صاف سنائی دیتی ہے،تو مسجد کے پیسہ سے اس کے بنانے کی گنجائش ہے ورنہ نہیں، اور اس زمانہ میں مینار کے اوپر مائک کے لاؤڈ اسپیکر کا ہارن رکھا جاتا ہے، وہیں سے آواز لوگوں تک پہونچتی ہے، اس لئے مسجد کے پیسہ سے ان کو بنانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

ولا بأس بنقشه خلا محرابه ...... بجص وماء ذهب لو بماله الحلال لامن مال الوقف فإنه حرام . (در مختار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، كراچى ١/٦٥٨، زكريا ٢/ ٤٣٠-٤٣١)

الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل وقد أمره بالدفع إلىٰ فلان فلا يملك الدفع إلىٰ غيره. (شامى، كتاب الزكاة ، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء كراچى ٢/٢٦٩، زكريا ٣/١٨٩)

ويجوز أن يبنىٰ منارة من غلة وقف المسجد إن احتاج إليها ليكون أسمع للجيران وإن كانوا يسمعون الأذان بدون المنارة فلا . (هنديه ، الوقف ، الباب الحادى عشر فى المسجد ، الفصل الثانى فى الوقف على المسجد، زكريا قديم ٢/٤٦٢، جديد٢ /٤١٣، البحرالرائق، كوئٹه ٥/٢١٥، زكريا ٥/ ٣٦٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۹/۱۰۳۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۴/۱۳ھ

مسجد کی تعمیر میں سنگ مرمر اور دیگر قیمتی پتھر لگانا

سوال: [۸۲۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

آجکل مساجد میں سنگ مرمر اور دیگر نفیس اور قیمتی پتھر استعمال کئے جاتے ہیں، تو کیا یہ پتھر لگوانا تعمیر میں شمار ہوگا یا تزئین میں اس کا کیا حکم ہے؟ دارالعلوم دیوبند کی مسجد جدید کو مدنظر رکھ کر جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: مفتی عتیق الرحمٰن، مدرسہ اسلامیہ، ناگپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مساجد میں عمدہ اور نفیس پتھر لگانے کیلئے کوئی صاحب حیثیت شخص پیسہ دیتا ہے، تو اس کے لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور دارالعلوم کی مسجد میں عمدہ ترین جو پتھر لگایا جارہا ہے، وہ چندہ دہندگان کی مرضی سے لگایا جارہا ہے، اور اس وقت تو تمام چندہ دہندگان کو اس کا علم ہے کہ مسجد کے نام سے اب جو چندہ کیا جارہا ہے، وہ صرف پتھر لگانے کیلئے کیا جارہا ہے، اس لئے اس طرح چندہ دہندگان کی مرضی سے مسجد کی تزئین جائز ہے۔

أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامی، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الوقفين واجبة، کراچی ٤/٤٤٥، زکریا ٦/٦٦٥) **فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۶۴)

صفوں میں رنگوں سے مصلّٰی نما شکل بنانا

سوال: [۸۲۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم نے مسجد کا فرش کرایا تو فرش میں ہم نے امام صاحب کے نماز پڑھانے کی جگہ پر رنگ بھروادیا مسجد کے اندر بھی اور باہر صحن میں بھی فرش پر رنگ سے مصلیٰ بنوادیا اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ شریعت کیخلاف ہے، اور اس طرح مصلیٰ بنے رہنے سے بے ادبی ہوتی ہے، جبکہ ہمارا کہنا ہے کہ ہم نے صفیں سیدھی کرنیکی وجہ سے یہ کام کیا ہے، اور اس طرح بنے رہنے سے کوئی

نقصان نہیں ہے، آپ شریعت کا حکم تحریر فرمائیں کیا اس کو بنا رہنے دیں یا ختم کرا دیں؟ جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: سعید احمد، دھینگر پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے فرش پر جہاں امام کھڑا ہوتا ہے، وہاں پر مصلے کی شکل میں رنگ بھر دینا جس سے مصلے کا نشان نمایاں ہوجائے، بلاکراہت جائز اور درست ہے، اس میں کسی قسم کی بے ادبی نہیں ہے اور مصلیوں کا اس کے اوپر سے ہوکر چلنا بھی بے ادبی نہیں ہے، اسی طرح جس مسجد میں پوری مسجد مشرق سے مغرب تک مصلے بنادئے جاتے ہیں، اس میں بھی کسی قسم کی کراہت نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۳۳، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/۴/۲۷، جدید زکریا ۶/ ۳۱)

ولا بأس بنقشه خلا محرابه فإنه يكره .... وقيل يكره في المحراب دون السقف والمؤخر وظاهره أن المراد بالمحراب جدار القبلة. (درمختار كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة وما يكره فيها كراچی ۱/ ۶۵۸، زكريا ۲/ ۴۳۰، ۴۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۷ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۶۵/۷۴۶۵)	۲۷/۱/۱۴۲۳ھ

پھول والے ٹائلس کو تصویر تصور کرنے کا حکم

سوال: [۸۴۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد جس کی تعمیر جدید کی گئی ہے، اس میں حسب دستور محراب میں خوشنماں ٹائلوں کو استعمال کیا گیا ہے، جن پر پھول بنے ہوئے ہیں، اور دور سے دیکھنے والا ان کو پھول ہی تصور کرتا ہے، لیکن بعض حضرات یہ شبہ پیش کررہے ہیں، کہ اگر یہ ٹائل ایک دوسرے سے جدا

کر کے دیکھے جائیں تو وہ پھول ہی ہیں، لیکن جب حسب قاعدہ ان چار ٹائلوں کو ملایا جائے، تو اگر چہ وہ پھر بھی پھول ہی محسوس ہوتے ہیں، لیکن اگر ان پر قریب سے اور غور کے ساتھ مع تصور نظر ڈالی جائے، تو وہ معبودان باطلہ میں سے کسی کی تصویر بھی محسوس ہونے لگتی ہے، اس صورتحال میں کیا ان ٹائلوں کو مسجد میں باقی رکھا جائے، یا نکالنا ضروری ہے؟

المستفتي: افتخار عالم، سہسپور، محلّہ نئی بستی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ ٹائلوں کو دیکھ لیا گیا ہے، ان میں ایسے پھول ہیں جن پر نظر پڑتے ہی تصویر یا مورتی جیسی محسوس نہیں ہوتے بلکہ بہت غور سے نظر جمانے کے بعد اس کا تصور ہوتا ہے، تو ایسی چیزوں پر تصویر کا حکم لاگو نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی اس کی وجہ سے نماز میں کراہت آئیگی، اسلئے ان ٹائلوں کو نکالنا لازم نہیں ہے۔

ولو كانت الصورة صغيرة بحيث لاتبدو للناظر لايكره لأن الصغار جدا لا تعبد الخ. (هدايه، الصلوٰة باب مايفسد الصلوٰة، فصل فى المكروهات، اشرفى ديوبند ۱/ ۱۴۲)

أو كانت الصورة صغيرة جدا بحيث لا تبدو أى لاتظهر للناظر إذا كان قائما وهى على الأرض أى لاتتبين تفاصيل أعضائها فلا يكره. (حلبى كبير، فصل فى كراهية الصلوٰة، اشرفيه ديوبند/ ۳۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ ؍ صفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴ ؍ ۶۰۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰ ؍ ۲ ؍ ۱۴۲۰ھ

مسجد کی دیواروں پر منقش ٹائلس لگانا

سوال: [۸۲۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونا ڈانگا کی مسجد کی اندرونی دیوار میں چاروں طرف فرش سے ۲؍ فٹ اونچائی تک منقش شدہ ٹائل

یعنی پتھر لگا ہوا ہے، اور مشرقی جانب اور جنوبی جانب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے روضۂ مبارک کی عمارت کی تصویر ہے اور قبلہ کی جانب کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی کی تصویر شدہ پتھر ہے، جسمیں اللہ، محمد، یا علی یا فاطمہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا ہے، ان تمام چیزوں کو ایسی صورت میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد شفیق، متولی مسجد سونا ڈانگا، بردوان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسجد کی دیواروں پر خصوصاً قبلہ کی دیوار پر نقش ونگار کرنا نیز دیواروں کے کسی حصہ پر آیات واحادیث یا ان کا ترجمہ لکھنا یا اللہ یا محمد یا علی یا فاطمہ اسی طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا مکروہ ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳/۱۴۰، جدید زکریا مطول ۱۰/۳۸۵)

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار کو روضۂ مبارک کہنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ روضۂ مبارک کا لفظ صرف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کیلئے بولا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اطہر کے علاوہ باقی دوسرے کسی بھی بزرگ کے مزار کو روضۂ مبارک کہنا سردار دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی ہے، اسلئے روضۂ مبارک کا لفظ نہ بولا جائے۔

ویکره التکلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً في جدار القبلة وفي الشامية: کره بعض مشايخنا النقش على المحراب وحائط القبلة لأنه يشغل قلب المصلي. (درمختار مع الشامی، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها مطلب كلمة لا بأس دليل على المستحب غيره، زكريا ۲/۴۳۱، کراچی ۱/۶۵۸، نووی شرح مسلم، کتاب المساجد، باب کراهية الصلوٰة، في ثوب له اعلام ۱/۲۰۸، الفقه على المذاهب الأربعة، دارالفكر بيروت ۱/۲۸۷)

وليس بمستحسن كتابة القرآن على المحاريب والجدران لما يخاف من سقوط الكتابة وأن توطأ. (عالمگیری، الباب السابع فيما يفسد الصلوٰة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلوٰة، وما لا يكره، زكريا قديم ۱/۱۰۹، جديد ۱/۱۶۸)

مسجد کی عمارت مضبوط اور نفیس ہو مگر اس کے ساتھ سادگی کا خاص خیال رکھنا بھی ضروری ہے، پھول بیل بوٹے گل کاری نقش ونگار کی بھرمار دیوار میں کرنا ممنوع ہے، مسجد کی سادگی کے بارے میں حدیث ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما أمرت بتشييد المساجد قال ابن عباس لتزخر فنها كما زخرفت اليهود والنصاریٰ. (سنن أبي داؤد، کتاب الصلوٰة، باب في بناء المساجد، النسخة الهندية ۱/ ۶۵، دارالسلام رقم/ ۴۴۸، مشکوٰة شریف ۱/ ۶۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ رجب ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۷/ ۱۴۱۶ھ

مسجد کی مختلف جگہوں پر پھول رکھنا یا اسکے درخت لگانا

سوال: [۸۲۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) مسجد کے اندر ممبر پر برائے زینت گل دان مع پھولوں کے رکھنا کیسا ہے؟ اسکی تفصیل اس طرح ہے کہ اس شہر کی ایک مسجد میں گذشتہ دو ماہ سے یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ مسجد کے ممبر پر ایک بڑا گلدان مع پھولوں کے محض زینت کی غرض سے رکھا ہے، جمعہ کے دن نماز جمعہ کا خطبہ پڑھنے کیلئے جب امام صاحب ممبر پر تشریف لیجاتے ہیں، تو وہ گلدان ممبر سے ہٹا لیا جاتا ہے، اور پھر بعد نماز جمعہ گلدان دوبارہ ممبر پر رکھ دیا جاتا ہے؟

(۲) مسجد کے باہر میدان میں باغیچہ بنانا کیسا ہے؟ باغیچہ بنانے کیلئے عوام سے مسجد کی تعمیر کے نام پر وصول کیا گیا روپیہ پیسہ صرف کرنا کیسا ہے؟ جبکہ مسجد کے باہر کا میدان واضح طور پر مسجد کے اختیار میں نہیں ہے، مسجد کے باہر کے میدان کو تفریح گاہ بنانا کیسا ہے؟

(۳) مسجد کے صحن میں داخلی دروازہ کے اندر پھولوں کی کنڈیاں جن میں کھاد ڈالی جاتی ہے، وہ رکھنا کیسا ہے؟

(۴) مسجد کے باہر کے میدان میں جہاں جنازہ کی نماز پڑھائی جاتی ہے، وہاں گھاس اگانے کیلئے کھاد وغیرہ ڈال کر گھاس اگائی گئی ہے، گھاس کو زندہ رکھنے کیلئے پانی ڈالا جاتا ہے، اس گیلی (تر) گھاس پر جنازہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۵) مسجد کے بیرونی حصوں میں مثلاً مسجد کے میناروں پر گنبد پر اور مسجد کے سامنے باہر میدان میں روزانہ بے تحاشا روشنی کرنا کیسا ہے؟

(٦) ایک شخص سرکاری ادارہ لائف انشورنش کارپوریشن (Laif Inshorainsh cor Poershan) میں ملازم ہے، کیا ایسا شخص کسی مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کی تعلیمی دینی ادارہ کے کسی معزز عہدہ پر فائز رہ سکتا ہے، کیا ایسا شخص امامت کا فریضہ انجام دے سکتا ہے؟

(۷) عوام سے مسجد کی تعمیر کے نام پر وصول کیا گیا چندہ کسی دوسرے کام پر صرف کرنا کیسا ہے؟ جبکہ مسجد کا بہت سا تعمیری کام باقی ہے، ان باقی کاموں میں مسجد کے پانچ عدد دروازوں کا کام اور صحن میں فرش لگانا ہے؟

المستفتي: احمد فیروز، اقبال معرفت شمس،
ناولٹر پرانی عارف ہوٹل کے پیچھے محمد علی روڈ،
مومن پورہ، ناگپور، صوبہ: مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: (۱) ممبر پر زینت کیلئے پھولوں کا گلدان وغیرہ رکھنا مکروہ ہے، اسلئے کہ نماز میں خیال دوسری طرف متوجہ ہوجاتا ہے، اور خشوع باقی نہیں رہتا، حالانکہ نماز میں خشوع مستحب ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/۱۷۲، جدید زکریا ۹/۷۹، کفایت المفتی قدیم ۹/ ۲۳۱، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۳۸۵)

ویکره التکلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً فی جدار القبلة (وفی الشامیة) کأخشاب ثمینة وبیاض بنحو سبیداج قوله وظاهره الخ أي ظاهر التعليل بأنه يلهي. (درمختار مع الشامی، الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ، مطلب

کلمة لا بأس دلیل علیٰ المستحب غیرہ زکریا ۲/۴۳۱، کراچی ۱/۶۵۸)

(۲) جو چندہ مسجد کی تعمیر کے نام سے وصول کیا گیا ہو،اس کو تعمیر کے کام میں ہی لگایا جائے،اس سے مسجد کے باہری صحن میں پھلواری لگانا جائز نہیں،اگر پھلواری وغیرہ لگائے گا تو اسکا ضمان لازم ہوگا۔(مستفاد:فتاویٰ محمودیہ قدیم۱۲/۲۶۳،جدید ڈابھیل۲۳/۲۱۴)

وإذا کان علی عمارة المسجد لایشتری منه الزیت والحصیر ولا یصرف منه للزینة والشرفات ویضمن إن فعل . (فتح القدیر ، کتاب الوقف، الفصل الاول فی المتولی ، دارالفکر بیروت۶/۲۴۱، زکریا ۶/۲۲۳، کوئٹہ ۵/۴۵۰)

(۳) دیسی کھادنا پاک ہوتی ہے،اس کو حدود مسجد میں رکھنا جائز نہیں ہے، نیز مسجد کے پیسے سے صحن مسجد میں پھولوں کی کنڈیاں رکھنا جائز نہیں ہے۔(مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/۱۵۹،جدید زکریا۹/۱۳۴)

أما المتولی یفعل من مال الوقف مایرجع إلیٰ إحکام البناء دون ما یرجع إلیٰ النقش حتی لو فعل یضمن . (عالمگیری، الباب السابع ، فی مایفسد الصلوٰة ، الفصل الثانی زکریا قدیم ۱/۱۰۹، جدید ۱/۱۶۸)

(۴) جب تک دیسی کھاد کے اثرات باقی رہیں گے،اس پر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے، جب اس کے اثرات ختم ہوجائیں گے، یا وہ گھاس اتنی لمبی یا گھنی ہوجائے کہ وہ کھاد گھاس کے اندر چھپ جائے،تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے، کیونکہ قدم کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے۔(مستفاد:احسن الفتاویٰ۳/۴۴۰)

ثم الشرط (إلیٰ قوله) ومکانه أی موضع قدمیه أو إحداهما إن رفع الأخریٰ. (درمختار مع الشامی، کتاب الصلوٰة باب شروط الصلوٰة کراچی ۱/۴۰۲، زکریا ۲/۷۳تا ۷۵)

(۵) مسجد کے میناروں وگنبدوں پرضرورت سے زائد روشنی کرنا جائز نہیں ہے،اس میں فضول خرچی ہے،قرآن پاک میں اس کی ممانعت آئی ہے،چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا،اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ . (بنى اسرائيل : ٢٦)

بے جا خرچ نہ کرو بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں،

دوسری جگہ ارشاد ہے: ''اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ '' اللہ تعالیٰ ضرورت سے زائد خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، لہٰذا ان شنیع افعال سے بچنا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۱۶۰، جدید زکریا ۹/ ۷۰، فتاویٰ رشیدیہ قدیم/ ۵۴۷، جدید زکریا/ ۵۱۹)

(٦) ایسے شخص کو مسجد و مدرسہ کا ذمہ دار نہیں بنانا چاہئے اور نہ ہی ایسے شخص کو امام بنانا چاہئے ، بلکہ کسی متبع شریعت کو امام بنایا جائے، البتہ اگر وہ توبہ کر لے تو اسکو مسجد کا ذمہ دار بنایا جا سکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۲۸۳، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۳۴۷، فتاویٰ دار العلوم ۳/ ۱۳۴)

(۷) وصول شدہ کو مسجد کے تعمیری کام میں ہی خرچ کرنا واجب ہے، ورنہ متولی اس کا ضامن ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۲۶۳، جدید ڈابھیل ۲۳/ ۲۱۴)

وإذا كان على عمارة المسجد لا يشترى منه الزيت والحصير ولا يصرف منه للزينة والشرفات ويضمن إن فعل . (فتح القدير ، دارالفكر بيروت ٦/ ٢٤١، كوئته ٥/ ٤٥٠، زكريا ٦/ ٢٢٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ ۶/ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/ ۶/ ۱۴۱۶ھ

مسجد کی زمین میں پھولوں کے درخت لگانا اور گملے رکھنا کیسا ہے؟

سوال: [۸۲۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مسجد میں کسی صاحب نے گملے کے اندر آم کا یا انار کا یا کھجور کا یا اس کے علاوہ کوئی ایسا درخت لگایا جو مسجد کیلئے موضوع نہیں ہے، تو کیا اس کو فروخت کر کے یا اسکے بدلے میں کوئی اور درخت پھول وغیرہ لگادے جو مسجد کیلئے موضوع ہو تو کیا ایسا کر سکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی

میں جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں؟

المستفتي: محمد نذیر الدین، امام مسجد محلّہ کھٹیرہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد میں ایسا درخت لگانا جس سے سایہ یا زمین خام ہوتو خشکی اور صلابت وغیرہ منافع مسجد مقصود ہوتو جائز ہے، اور گملے میں لگائے ہوئے درخت اور پھول اور زنیت کے درختوں میں مسجد کا کوئی نفع ثابت نہیں ہوتا ہے، اس لئے نہ پھول کا درخت لگانا درست ہے اور نہ ہی گملے رکھنا۔

وإن غرس في المسجد فإن قصد الظل لا يكره وإن قصد منفعة أخرىٰ يكره. (الاشباہ قدیم /٥٦)

غرس الأشجار في المسجد لا بأس به إذا كان فيه نفع للمسجد بأن كان المسجد ذا نزٍ والأسطوانات لاتستقر بدونها وبدون هذا لا يجوز الخ. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی الغرس فی المسجد زکریا ٢/٤٣٥، کراچی ١/٦٦١، کوئٹہ ١/٤٨٩)

ويكره غرس الأشجار في المسجد، لأنه يشبه البيعة، إلا أن يكون به نفع للمسجد كأن يكون ذا نز أو اسطوانية لا تستقر فيغرس ليجذب عروق الأشجار ذلک النز، فحينئذ يجوز، وإلا فلا. (البحرالرائق، باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا فصل: کرہ استقبال القبلۃ زکریا ٢/٦٢، کوئٹہ ٢/٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۷۴۴)

حدود مسجد سے باہر پھولوں کے پیڑ پودے لگانا

سوال: [۸۲۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی زمین میں خوشبودار پھولوں کے پیڑ پودے لگانا جن پودوں کی وجہ سے نمازیوں کو نماز میں کوئی خلل

واقع نہیں ہوتا جو مسجد کی دیواروں سے لگے ہیں، پودے گملوں میں مسجد کے زینہ جنگلے پر لگا رکھے ہیں، ان پیڑ پودوں کو لگانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حدود مسجد سے باہر مسجد کی ملکیت کی زمین میں خوشبودار پھولوں کے پیڑ لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ حدود مسجد میں ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۴۷۰، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۲۲۶)

ولوغرس في المسجد يكون للمسجد ، لأنه لا يغرس لنفسه في المسجد. (فتاویٰ قاضی خان، كتاب الوقف باب الرجل يجعل داره مسجداً ، جديد زكريا ۳/ ۲۱۷، وعلى هامش الهندية ،زكريا ۳/ ۳۱۰، هنديه ، الباب الثاني عشر في الرباطات والخانات والمقابر الخ، زكريا قديم ۲/ ۴۷٤، جديد ۲/ ۴۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۷/۱۰/۱۴۱۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۹۹۹)	۱۷/۱۰/۱۴۱۷ھ

پرچار والے کیلنڈر مساجد میں آویزاں کرنا

سوال: [۸۲۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آجکل جو کمپنی اور فیکٹری والے اور بڑی دوکانوں والے اور بڑے ڈاکٹر حضرات اپنی کمپنی فیکٹری دوکانوں کے پرچار کیلئے بھی اور کسی درجہ میں لوگوں کو تاریخ وغیرہ بھی معلوم ہوجائے، سالانہ کیلنڈر مساجد میں آویزاں کرتے ہیں کیا ان کا ایسا کرنا درست ہے، جبکہ ان کیلنڈروں میں تصاویر نہیں ہوتی ہیں، اگر درست نہیں ہے تو کیا مساجد سے ان کیلنڈروں کو ہٹانا درست ہے؟ جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حدیث میں مسجد کے اندر دنیوی اعلانات کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور موجودہ دور میں اعلان وتشہیر کا ایک ذریعہ تجارتی کیلنڈر بھی ہیں، بریں بنا ایسے کیلنڈروں کا مساجد میں آویزاں کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

أبو هريرة يقول قال رسول الله ﷺ من سمع رجلاً ينشد ضالة في المسجد فليقل لا ردها الله عليك فإن المساجد لم تبن لهذا. (مسلم شریف، كتاب المساجد، باب النهي عن نشد الضالة في المسجد، النسخة الهندية ١/٢١٠، بيت الأفكار رقم: ٥٦٨، سنن الترمذی، ابواب البيوع، باب النهی عن البيع فی المسجد، النسخة الهندية ١/٢٤٦، دارالسلام، رقم: ١٣٢١)

تجب أن تصان عن إدخال الرائحة الكريهة –إلىٰ– وعن حديث الدنيا وعن البيع والشراء وإنشاد الأشعار وإقامة الحدود وإنشاد الضالة الخ. (كبيری، فصل فی احكام المسجد، رحيميه ديو بند/٥٦٦، اشرفيه ديو بند/ ٦١٠، مرقاة شرح مشكوٰة، باب المساجد ومواضع الصلوٰة، امداديه ملتان ٢/١٩٩، اشرفی ديو بند ١/٤٦٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۰/۴۰)

مسجد میں غیر جاندار کی تصویر لگانا

سوال: [۸۲۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بنام سندری جو کہ بغیر جاندار ہے، اس کی تصویر مسجد میں خوبصورتی کیلئے لگانا جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ مدلل جواب تحریر فرمائیں؟ نوازش ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر جاندار کی تصویر بنانا اور رکھنا علی

الاطلاق جائز ہے۔

الحنفية قالوا تصوير غير الحيوان عن شجرة ونحوه جائز الخ. (الفقه على مذاهب الاربعة، كتاب الحظر و الإباحة، أحكام التصوير، دارالفكر بيروت۲/۱ ٤)

لیکن زیادہ خوبصورتی اورزینت کیلئے مسجد میں لگانا مکروہ ہے، جس سے نمازی کا ذہن منتشر ہوسکتا ہے۔

الأولىٰ أن تكون حيطان المسجد أبيض غير منقوش ولا مكتوب عليها ويكره ان تكون منقوشا بصور أو كتابة الخ. (البحرالرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المسجد، كوئٹه ٥/١ ٣٥، زكريا ٥/ ٤٢٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۶/۲۳)

مسجد میں میوزک والی گھڑیاں لگانا

سوال: [۸۲۸٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں ایسی گھڑیاں لگانا جس میں سنگیت بولتا ہے، تو اسے مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: نوشاد علی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: میوزک اور باجے کی آواز شریعت میں پسند نہیں ہے، پھر یہ آواز مسجد کے اندر اور زیادہ بری ہے، اسلئے ایسی گھڑی مسجد میں نہ لگائی جائے، ہاں البتہ سادی آواز کے ساتھ ٹائم بتلانے والی گھڑی رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلوٰة والسلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق الخ.

(درمختار، کتاب الحظر والإباحة، کراچی ٦/٣٤٩، زکریا٩/٥٠٤، تاتار خانية زکریا١٨/١٨٩، رقم: ٢٨٤٦٦، الفتاویٰ البزازیه، کتاب الکراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمناهي جديد زكريا٣/٢٠٢، وعلى هامش الهندية ،زكريا ٦/٣٥٩، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٤/٢٢٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵رصفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۲/ ۱۴۱۹ھ

سنگیت اور میوزک والی گھڑی مساجد میں لگانا

سوال: [۸۲۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکبر پور کی جامع مسجد میں ایک گھنٹہ ہے، جو سنگیت پہلے بجاتا ہے، اس کے بعد گھنٹہ بجاتا ہے، تو کیا ایسا گھنٹہ مساجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ اور یہ گھنٹہ مسجد میں اسلئے لگایا گیا تھا، کہ مسجد کے جو مؤذن ہیں وہ نابینا ہیں اس سے ٹائم کا پتہ چلتا رہتا ہے، جواب سے آگاہ فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سنگیت اور میوزک والی گھڑی جس میں باقاعدہ ساز ہوتا ہے، اس کا مسجد میں لگانا درست نہیں ہے، اور نابینا مؤذن کو وقت معلوم کرنے کیلئے بغیر سنگیت کے صرف گھنٹہ والی گھڑی کافی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ٦/١٣١، جدید زکریا ٩/١٢٦، امداد الفتاویٰ ٢/ ٧١٨)

استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهي معصية الخ. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، کراچی ٦/٣٤٩، زكريا ٩/٥٠٤، تاتار خانية، زكريا ١٨/١٨٩، رقم: ٢٨٤٦٦، الفتاویٰ البزازیه، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمناهي، جديد زكريا ٣/٢٠٢، وعلیٰ هامش الهندية، زكريا٦/٣٥٩، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت٤/٢٢٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۵/۶۶۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۵/۱۴۲۱ھ

مسجد میں ٹوپیاں رکھنا اوران میں مصلیوں کا نماز پڑھنا

سوال: [۸۲۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں مساجد میں تاڑ کے پتے کی یا پلاسٹک کی ٹوپیاں رکھی رہتی ہیں، مصلی حضرات خالی سر آتے ہیں، اوران ٹوپیوں کو پہن کر نماز پڑھتے ہیں، پھر اتار کر چل دیتے ہیں۔

(۱) کیا اس طرح ٹوپیوں کو مسجد میں رکھنا صحیح ہے، ان ٹوپیوں کو پہن کر نماز میں کوئی کراہت تو نہیں آئے گی، کہ ایسی ٹوپی کسی اچھی مجلس میں پہننے کو لوگ گوارہ نہیں کرسکتے؟

(۲) اگر ان ٹوپیوں کے بجائے اچھی خوبصورت ٹوپی مسجد میں رکھی جائیں تو کیا یہ صحیح ہوگا؟ مفصل جواب سے نوازیں؟ کرم ہوگا؟

المستفتي: ماہتاب عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تاڑ کے پتے کی ٹوپیاں یا چٹائی اور پلاسٹک کی ٹوپیاں پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسلئے کہ مسجد کے اندر نماز کیلئے ایسے لباس میں حاضر ہونا مکروہ ہے جس کو پہن کر معزز مجلسوں اور تقریبوں میں شریک ہونا پسند نہ کیا جاتا ہواور یہ ٹوپی ایسی ہے جس کو پہن کر شادی بیاہ کے پروگراموں یا دیگر معزز مجلسوں میں اور تقریبات میں شرکت پسند نہیں کریں گے، اس لئے ایسی ٹوپی پہننا مکروہ ہے، اگر کپڑے کی اچھی ٹوپیاں رکھدی جائیں اوران کو پہن کر لوگ نماز پڑھیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مستفاد: ایضاح المسائل/۱۳۳،۱۳۴)

وکرہ صلاتہ فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته (درمختار) قال

الشامی تحته: ولا یذهب به إلیٰ الأکابر، والظاهر أن الکراهة تنزیهیة. (شامی، کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة، مطلب فی الکراهیة، النسخة الهندیة، کراچی ۱/ ۶۳۸، زکریا ۲/ ۴۰۷)

وتکره الصلاة فی ثیاب البذلة کذافی معراج الدرایة . (هندیه، الباب السابع فیما یفسد الصلوٰة، الفصل الثانی فیمایکره فی الصلوٰة وما لایکره، زکریا قدیم ۱/ ۱۰۷، جدید ۱/ ۱۶۵، مجمع الأنهر قدیم ۱/ ۱۲۴، جدید، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۱۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍ ۹۹۷۳)

مسجد میں صفوں کے آگے چپلوں کو ٹین کے ڈبہ میں رکھنا

سوال: [۸۲۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر مسجد میں پہلی صف کے آگے جوتے چپل رکھنے کیلئے ٹین کے ڈبے وغیرہ بنوادئے جائیں، جس میں نمازی اپنے چپل بغرض حفاظت رکھ لیں، تو کیا نماز میں کوئی قباحت یا کراہت آئے گی، شاہی مسجد میں بھی اس طرح جوتے چپل رکھنے کا نظم ہے، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

المستفتي: لیاقت حسین، امام شاہی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا جوتا چپل جس میں نجاست لگی ہوئی نہ ہو مسجد میں رکھنا بلاکراہت جائز ہے، اور ایسے جوتے چپل کو مسجد میں ٹین کے ڈبے میں رکھنا جائز ہے، چاہے ٹین کے ڈبے مسجد کی دیوار قبلی سے متصل رکھے ہوں یا دائیں بائیں یا نیچے کی جانب ہوں، ہر طرح سے جائز ہے پس نمازیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اگر اس کے

جوتے میں نجاست لگی ہوئی ہوتو اس کو مسجد میں داخل نہ کریں۔

وینبغی لداخله تعاهد نعله وخفه (درمختار) **لكن إذا خشى تلويث فرش المسجد بها ينبغي عدمه** . (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ، ومایکرہ فیها کراچی ۱/ ۶۵۷، زکریا۲/ ۴۲۹، البحرالرائق، فصل فی کرہ استقبال القبلۃ، زکریا ۲/ ۶۱، کوئٹہ ۲/ ۳۴، کفایت المفتی قدیم ۳/ ۱۵۰، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۳۶۲، امداد الاحکام ۲/ ۵۷، مسائل مساجد / ۷۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۵۹)	۹/ ۶/ ۱۴۳۰ھ

مسجد وقبرستان سے کتنی دوری پر بیت الخلاء تعمیر کریں؟

سوال: [۸۲۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد وقبرستان سے کتنی دوری پر بیت الخلاء بنانا جائز ہے؟

المستفتي: عبدالصمد، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اتنی دوری پر بیت الخلاء بنانا جائز ہے جہاں سے مسجد اور قبرستان میں بدبو نہ آتی ہو، اور آجکل جو فلش وغیرہ کے بیت الخلاء بنائے جاتے ہیں، جب پانی بہا دیا جائے تو ان سے قریب میں بھی بدبو نہیں آتی ہے، لہٰذا آپ کا فلش کا بیت الخلاء قریب میں بھی بنایا جا سکتا ہے، اور کچا بیت الخلاء اتنی دور بنانا چاہئے جہاں سے بدبو نہ آسکتی ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۶/ ۱۹۶، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۵۴۶)

يكره........ بول وغائط في ماء ولوجاريا ...... وبجنب مسجد ومصلى عيد. (تنویر الأبصار مع الدرالمختار، کتاب الطهارة، فصل فی الاستنجاء، کراچی ۱/ ۳۴۲، ۳۴۳، زکریا ۲/ ۵۵۵، ۵۵۶، البحرالرائق، باب الأنجاس، زکریا

۱/ ٤٢٢، کوئٹه ۱/ ۲٤۳)

ویحرم فیه السؤال ویکره الإعطاء …… وأکل نحو ثوم ویمنع منه وتحته أی کبصل ونحوه مماله رائحة کریهة …… قال الإمام العینی فی شرحه علیٰ صحیح البخاری: قلت : علة النهی أذی الملائکة وأذی المسلمین …… ویلحق بما نص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة مأکولا أو غیره . (شامی ، کتاب الصلوٰۃ مطلب فی الغرس فی المسجد ،کراچی ۱/ ٦٦۱ ، زکریا ۲/ ٤۳٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۷۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۹/۲ھ

مساجد میں نعرہ بازی کرنا

سوال: [۸۲۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مساجد کے اندر تقریروں کے موقع پر کیا نعرہ بازی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالباسط، مہاراشٹری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جلسہ اور تقریر وغیرہ کے موقع پر مسجد کے اندر نعرہ بازی کرنا احترام مسجد کے خلاف ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

والسادس أن لایرفع فیه الصوت من غیر ذکر اللّٰہ تعالیٰ . (هندیه ، کتاب الکراهیة ، الباب الخامس فی آدابه المسجد زکریا قدیم ٥/ ۳۲۱، جدید٥/ ۳۷۲)

ویکره فی المسجد الإعطاء ورفع صوت بذکر . (شامی، الصلوٰۃ ، باب مایفسد الصلوٰۃ ، ومایکره فیها ، کراچی ۱/ ٦٦۰، زکریا۲/ ٤۳۳)

هل یکره رفع الصوت بالذکر والدعاء قیل نعم وفی الشامیة : وحمل مافی فتاویٰ القاضی علی الجهر المفرط. (شامی، کتاب الحظر والإباحة

، فصل في البيع ، كراچی ۳۹۸/٦، زكريا ۹/ ۵۷۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رجمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۲۰/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/٦/۱۱ھ

ٹیکس سے بچنے کیلئے مسجد کی آمدنی اصل سے کم بتانا

سوال: [۸۲۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک جامع مسجد ہے مسجد کے نام سے تقریباً ٦٠/ بیگہ زمین ہے، زمین کی آمدنی کو بجلی چٹائی لاؤڈ اسپیکر دیگر چیزوں میں خرچ کیا جاتا ہے، وہ مسجد چند سال پہلے وقف بورڈ سرکار کے حوالہ کردی گئی تھی سرکار پہلے زمین کا ٹیکس وغیرہ نہیں لیتی تھی، اب چند سال سے اس زمین کا خرچ اور ٹیکس وصول کرتی ہے، پوری زمین میں آج جتنی آمدنی ہوتی ہے اس کا ٹیکس جوڑ کر لیتی ہے، بجلی خرچ الگ لیتی ہے، کیا یہ صورت ہمارے لئے جائز ہے کہ ایک سال میں مثلاً ایک ہزار روپیہ کی آمدنی ہوئی، اور سرکار کو ہم حساب اس طرح دیں کہ اس سال ہماری آمدنی ۲۵۰/ ۳۰۰/ رہوئی ہے، تو اس روپیہ کو بچا کر مسجد کی ضروریات میں خرچ کریں اگر یہ صورت جائز ہے تو تفصیلا جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: عبدالرؤف، متعلم دورۂ حدیث شریف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: یہ کہا جاسکتا ہے کہ ڈھائی سو یا تین سو آمدنی ہوئی ہے، اور یہ نہ کہا جائے کہ کہ تین سو سے زائد آمدنی نہیں ہوتی ہے، تو دفع ظلم کیلئے اسطرح توریہ جائز ہے، بلکہ فقہاء جھوٹ کو بھی جائز کہتے ہیں۔

وقد اتفق الفقهاء على أنه لو جاء ظالم يطلب إنسانا مختفيا ليقتله أو يطلب وديعة لإنسان ليأخذها غصبا و يسأل عن ذلك واجب على من علم ذلك إخفائه وإنكار العلم به وهذا كذب جائز الخ. (شرح المسلم للنووي ،

کتاب الفضائل ، باب من فضائل ابراهیم۲/ ۲٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ / ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶ / ۱۹۵۷)

نمازیوں کا دوسرے کی زمین سے مسجد میں آنا جانا

سوال: [۸۲۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد ہے اس کے دو دروازے ہیں، ایک مین دروازہ ہے، جو بازار کی طرف واقع ہے، ادھر سے مسجد میں آنے پر کوئی ممانعت نہیں ہے، اور نہ کسی کو کوئی اعتراض ہے، اور جو دوسرا دروازہ ہے، وہ سائڈ سے تعمیر کے وقت کھولا گیا ہے، اس دروازہ سے مسجد میں آنے کیلئے ایک صاحب کی جگہ میں ہو کر گذرنا پڑتا ہے، اگر چہ وہ جگہ فی الحال یوں ہی خالی پڑی ہے، وہاں سے گذرنے میں کسی چیز کا کوئی نقصان نہیں ہے، لیکن صاحب جگہ کو ادھر سے آنے پر اور نکلنے کی صورت میں اعتراض ہے، جب مقتدی حضرات نماز کیلئے آتے ہیں، تو گالیاں دیتا ہے، اور لعن طعن کرتا ہے، اور کہتا ہے، کہ بازار میں ہو کر مسجد میں آؤ میری جگہ میں ہو کر آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن مین گیٹ سے آنے کی صورت میں راستہ بہت طویل ہو جاتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ چونکہ وہ کسی طرح سے بھی لوگوں کے نکلنے پر راضی نہیں ہے، اور نمازی حضرات برابر نکل رہے ہیں، اور نماز ادا کر رہے ہیں تو اس صورت میں ان نمازی حضرات کی نمازوں میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا، کراہیت یا عدم ثواب کس چیز کو ان کا فعل مستلزم ہے، وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: محمد صدیق، لالپور کلاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صاحب زمین کو اپنی زمین سے گذرنے سے منع کرنے کا حق ہے، اور اپنی زمین پر دروازہ کھولنے سے بھی منع کرنے کا حق ہے، اسلئے

نمازیوں کو مسجد کے اصل مین دروازہ سے آنا چاہئے ،اور صاحب زمین کو گذرنے والوں کو منع کرنیکا تو حق ہے مگر گالیاں دینا جائز نہیں ہے، گالیاں دینا گناہ کبیرہ ہے، اور منع کرنے کے بعد اس کی زمین سے نمازیوں کا زبردستی آنا جانا جائز نہیں ہے، زبردستی آنے جانے کا گناہ ہوگا، مگر مسجد میں جو نماز پڑھی جائیگی وہ نماز بہرحال درست ہوگی۔

عن عبادة قال إن من قضاء رسول الله صلى الله عليه وسلم وطرفه هذا: لاضرر ولاضرار . (مسند الامام احمد بن حنبل ۵/۳۲۷، رقم: ۲۳۱۵۹)

عن عمر وبن يحيٰ المازني ، عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال: لا ضرر ولا ضرار . (مؤطا امام مالك، كتاب القضاء ، القضاء ف الرفق /۳۱۱)

أن لرب الارض المنع من الدخول فى أرضه . (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۵/۱۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۸۵/۳۸)

مسجد کے نیچے سے نجاست کا پائپ ڈالنا

سوال: [۸۲۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پہاڑی علاقہ میں ایک مسجد ہے، جس میں بیت الخلاء وغسل خانہ نہ ہونے کی وجہ سے نمازیوں مسافروں کو بہت پریشانی ہوتی ہے، مسجد کے حدود کے باہر کوئی مسجد کی زمین نہیں ہے، تاہم متولی صاحب نے مسجد کے باہر اپنی زمین میں بیت الخلاء وغیرہ بنوادیا ہے، لیکن مسجد کے چاروں طرف متولی صاحب کا مکان ہے، اور زمین ہے، اور کہیں ایسا راستہ نہیں ہے، مجبوراً متولی صاحب نے چند معتبر علماء کے مشورہ سے وضو اور غسل کا پانی اور بیت الخلاء کا پانی مسجد کے بیچ وبیچ پورب سے پچھم فرش کو ایک فٹ کھود کر پلاسٹک کے مضبوط پائپ کے ذریعہ منبر ومحراب کے درمیان سے مسجد سے تقریباً پندرہ فٹ دور سیور لائن میں ڈال دیا ہے، پانی کے اوپر فرش کی دو تہیں بنادی گئی ہیں، جس سے مسجد میں کسی قسم کی نجاست وگندگی اور بدبو آنے کا

کوئی امکان نہیں ہے، اس بات کولیکر چندلوگوں میں چہ میگوئیاں ہورہی ہیں، اس کے بارے میں شرعی فیصلہ کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: احقر معین الدین ڈوئی والا، دہرادون، اترانچل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مسجد پہلے سے مکمل ہے، تو آسمان سے تحت الثریٰ تک پوری فضا مسجد میں شامل ہے، لہٰذا مسجد کے نیچے کی طرف سے اور اوپر کی طرف سے نجاستوں کا پائپ ڈالنا جائز نہیں ہے، اگر پائپ نکالنے کیلئے کوئی راستہ نہیں ہے، تو متولی صاحب کے مکان یا دوکان کے نیچے سے پائپ ڈالا جائے، مسجد اور جماعت خانہ کے نیچے سے نجاست کا پائپ ڈالنا جائز نہیں ہے، اسلئے مسجد کے فرش کے نیچے سے جو پائپ ڈالا گیا ہے، اس کو وہاں سے ختم کردینا ضروری ہے۔ (کفایت المفتی قدیم ۷/ ۳۰، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۱۲۷)

الظاهر عدم الجواز ومايأتي متنالا يفيدالجواز لأن بيت الخلاء ليس من مصالحه. (تقريرات رافعي على الشامي، كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة، زكريا ۲/ ۸۵، كراچی ۱/ ۸۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ شوال ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷؍ ۸۱۷۴)

حدود مسجد میں نالی بنانا

سوال: [۸۲۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک قدیم مسجد تھی، تنگ ہونے کی بناء پر جب اسکی توسیع کی گئی، تو اس قدیم مسجد کو شہید کرکے توسیع شدہ مسجد کے صحن میں لے لیا گیا اب پہلی مسجد کے حدود میں جو اس وقت توسیع شدہ مسجد کا صحن بنالیا گیا اس میں نالی بنانا چاہتے ہیں، تو کیا حدود مسجد میں نالی بنانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالوحید، مدرسہ کاشف العلوم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :جب ایک دفعہ مسجد بن جاتی ہے،تو قیامت تک کیلئے وہ مسجد ہی رہتی ہے،لہٰذا مذکورہ صورت میں قدیم کو حدود مسجد اور جماعت خانہ کے دائرہ میں رکھنا واجب ہے اس کی حدود میں کہیں بھی نالی یا وضوخانہ وغیرہ بنانا جائز نہیں ہوگا۔ (مستفاد:محمودیہ قدیم ۱۵/۱۹۶،جدید ڈابھیل ۱۴/۵۳۷)

عن عائشةؓ أن رسول اللّٰہ ﷺ أمر بالمسجد أن تبنیٰ فی الدور وأن تطهر وتطیب. (سنن ابن ماجه، ابواب المساجد، باب تطهير المساجد وتطييبها، النسخة الهندية /٥٥، دارالسلام رقم: ٧٥٨)

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع. (درمختار، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، كراچی ٤/٣٥٨، زكريا ٦/٥٤٨، الموسوعة الفقهيةالكويتية ١٢/٢٩٦، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت ٣/٣٣٠) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ

۱۴۱۶/۸/۱ھ

(الف فتویٰ نمبر:۳۲/۴۵۵۵)

مسجد کی اراضی میں گاڑیاں کھڑی کرنا

سوال: [۸۲۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جامع مسجد پختہ سرائے جو تبلیغی جماعت کا مرکز بھی ہے، حدود مسجد سے متصل ایک آراضی ہے جو مسجد کی ملکیت میں ہے، جمعرات کو اس مسجد میں اجتماع بھی ہوتا ہے، تو اجتماع میں شرکت کرنے والے حضرات اس آراضی میں جو مسجد کی ملکیت میں ہے، جس میں نماز نہیں ہوتی ہے، اپنی سائیکل اور اسکوٹر وغیرہ کھڑی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: محمد عثمان، پختہ سرائے، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متولی اور ذمہ داران مسجد کی اجازت سے مذکورہ آراضی میں نمازیوں کا اسکوٹر، سائیکل اور گاڑی وغیرہ کھڑی کرنا شرعاً جائز ہوگا، کیونکہ یہ کام بھی مسجد کے مصالح میں سے ہے۔

قال تفعل ماتری من مصلحة المسجد الخ. (عالمگیری الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد، زکریا قدیم ۲/ ۴۶۱، جدید ۲/ ۴۱۳)

يجوز لهم أن يبنوا خارج المسجد من المساكين ماكان مصالحة لأهل الاستحقاق الخ. (فتاویٰ ابن تیمیه ۳۱/ ۲۰۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۰۴)

حکومت کے مظالم کے خلاف احتجاجاً مسجد کو مقفل کرنا

سوال: [۸۲۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا مسجد کے امام ومؤذن کیلئے یہ جائز ہے، کہ حکومت کے مظالم کے خلاف احتجاج کرنے کی غرض سے شہر کی جامع مسجد کو مقفل کردے، اور عام مسلمانوں کو اسمیں جمعہ وجماعات کے قیام سے روک دے، کیا یہ فعل قرآن پاک کی آیت ”وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا“ کے تحت نہیں آتا ہے؟

المستفتي: طاہر حسین، محلّہ گدپواڑہ، دیوبند، سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلامی شریعت میں مساجد کو آباد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس کو مؤمن ہونے کی علامت بتلائی گئی ہے، چنانچہ قرآنی فیصلہ ہے۔ ”اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ“ الآیۃ اور آگے فرمایا گیا ہے،” وَلَمْ

یَخْشَ اِلَّا اللّٰہِ“ (البراءۃ: ۱۸) **یعنی مساجد کو آباد رکھنے میں مؤمن اللہ پاک کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے،** لہٰذا کسی محض جائز مطالبہ کو حکومت سے منوانے کیلئے اپنی مساجد کو غیرآباد بنا کر نمازیوں کو مساجد میں نماز پڑھنے سے روک دینا کسی امام ومتولی یا اور کسی کیلئے ہرگز جائز نہیں ہے، چاہے مطالبہ اسکی وجہ سے پورا نہ ہو، امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں آیت بالا کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ:

أن المقصود الأعظم من بناء المساجد إقامة الصلوات الخ. (۹/۱۶)

اور ”**إنما یعمر الخ**“ میں تعمیر مساجد سے مراد پنجوقتہ نمازوں میں مساجد میں حاضری دینا ہے۔

المراد من عمارة المسجد الحضور فيه الخ. (تفسیر کبیر ۹/۱۶)

اور یہ بات شریعت اسلامی کے مقتضیٰ اور شعار کے مخالف ہے کہ مسلمان اپنی جانب سے مسجد کو مقفل کر کے اسے غیرآباد اور ویران بنانے میں بےضرر ہیں، مسلمانوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنے والے کو شریعت اسلامی میں ظالم وجابر بتلایا گیا ہے، جو سوالنامہ میں درج شدہ آیت کے تحت داخل ہے، اگرچہ آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق مفسرین نے نشاندھی کی ہے، لیکن ضابطہ شرعی ہے کہ ”**العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب**“ لہٰذا حکم تمام مساجد کو عام ہے، اور مساجد کو ویران کرنے کی سعی کا مطلب نمازی وعبادت گذار کو مسجد میں داخل ہونے سے روکنا ہے۔

السعی فی تخریب المسجد قد یکون لو جهین أحدهما منع المصلین والمتعبدین والمتعهدین له من دخوله فیکون ذلک تخریباً، والثانی بالهدم والتخریب الخ. (تفسیر کبیر ۴/۱۱، سورہ بقرہ: آیت/۱۱۴)

علامہ آلوسی روح المعانی میں رقم طراز ہیں: **وسعی فی خرابها أی بتکریرها بالتعصبات وغلبة الهویٰ ومنع أهلها بتهییج الفتن اللازمة لتجاذب قوی النفس ودواعی الشیطان والوهم الخ.** (روح المعانی، البقرة تجب تفسیر الآیة:

۱۱٤، زکریا دیوبند۱/ ۵۷٤)

آج کل مسلمانوں کو ویسے ہی نماز روزہ اور مسجد سے لگاؤ کم ہے، اور بہت کم لوگ مساجد میں آکر باجماعت نماز پڑھتے ہیں، تو اس طرح مساجد کو مقفل کردینے کے بعد کتنے لوگ نماز ہی غائب کردیں گے، اور اس ملک میں ایسا اقدام کفار کی نظر میں اپنے ہی ہاتھوں اپنی مساجد اور نماز جیسی عظیم الشان بنیادی عبادت کو بے وقعت بنانیکا زبردست ذریعہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍شوال ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳؍۲۹۰)

مسجد کی رقم سے خریدی گئی اینٹوں سے استنجاء کرنا

سوال: [۸۲۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسئلہ یہ ہے کہ مسجد کیلئے اینٹ خرید کر رکھی گئی اور اس سے لوگ استنجاء کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ جبکہ اینٹ مسجد کی رقم سے خریدی گئی ہے؟

المستفتي: احمد علی، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کی اینٹوں کو استنجاء کے ڈھیلے بنانا جائز نہیں ہے، البتہ گری پڑی اینٹوں کے ٹکڑے جنکی کوئی اہمیت نہیں ہے، ان سے ڈھیلا لینے کی گنجائش ہے، اس لئے کہ تعمیر مسجد کی اشیاء کو بالقصد ناپاک کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے، پھر بھی اگر کسی نے ڈھیلا لے لیا پھر وہ خشک ہو چکا تو وہ خشک ہونے کے بعد پاک بھی ہوجائیگا، اسلئے کہ حدیث میں ہے کہ:

عن أبي قلابة قال: جفوف الأرض طهورها. (مصنف عبدالرزاق، قبیل کتاب الجمعة: المجلس العلمی بیروت ۳/ ۱۵۸)

وإن أصابت الأرض نجاسة فجفت بالشمس وذهب أثرها جازت الصلوٰة على مكانها. (هدايه، كتاب الطهارة، باب الأنجاس وتطهيرها، اشرفی ديو بند ۱/ ۷٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ رجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۷۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۷/ ۱۴۲۰ھ

پرندوں کی بیٹ کی وجہ سے صحن مسجد کا درخت کاٹنا

سوال: [۸۲۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے صحن میں ایک درخت لگا ہوا ہے، اسپر پرندے بیٹھ کر مسجد کے فرش پر بیٹ کرتے ہیں، بیٹ کی وجہ سے فرش پر گندگی ہوتی ہے، اور کوڑا بھی ہوتا ہے، گندگی اور کوڑے کو دیکھ کر کچھ لوگوں کا خیال ہوا کہ اس درخت کو کٹوایا جائے، کچھ لوگ کہتے ہیں، کہ بزرگوں کی نشانی ہے، اس کو نہ کٹوایا جائے، شرعی حکم سے آگاہ کریں کہ گندگی دور کرنے کیلئے اسکو کٹوایا جائے یا بزرگوں کی نشانی کو باقی رکھا جائے، جواب سے نوازیں؟

المستفتي: عبدالقدیر محلہ اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر پرندوں سے ماکول اللحم کبوتر گوریا وغیرہ پرندے مراد ہیں، توان کی بیٹ پلید نہیں ہے، مسجد ناپاک نہیں ہوگی۔

كما فى الدر المختار مع الشامى، خرء كل طيرٍ (إلىٰ قوله) فإن مأكولاً فطاهرٌ وفى الشامية كحمام وعصفور الخ. (شامی، کتاب الطهارة، باب الأنجاس، مبحث فی بول الفارة وبعرها الخ، کراچی ۱/ ۳۲۰، زكريا ۱/ ٥٢٥، كوئٹه ۱/ ۲۱۳)

وذرق مايؤكل لحمه من الطير طاهر عندنا مثل الحمام والعصافير .

(هنديه، زكريا قديم ۱/ ٤٦، جديد ۱/ ۱۰۱)

اوراگر غیر ماکول اللحم پرندہ مثلاً کوا چیل وغیرہ مراد ہیں، تو ان کی بیٹ شرعاً ناپاک ہے، درخت کواس صورت میں کاٹ کر مسجد کو پاک وصاف رکھنا لازم ہے۔

كما في الدر المختار وإلا فَمخَفَّفٌ وفي الشامية أي وإلا يكن مأكولاً كالصقر والبازي والحدأة فهو نجس مخفف عنده مغلظ عندهما الخ.

(شامی، کوئٹہ ۱/۲۱۳، کراچی ۱/۳۲۰، زکریا ۱/۵۲۵)

اگر دونوں قسم کے پرندے ہیں، تو بھی درخت کاٹ دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۲۴۳)

مسجد میں اگلدان رکھنا اوراس میں تھوکنا

سوال: [۸۳۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام ومصلیوں کو منہ میں تمبا کو رکھ کر مسجد میں بیٹھنا اور محراب کے اندر رکھے ہوئے ڈبہ میں تھوکنا کیسا ہے؟ جواب دیں؟

المستفتي: نعمانی نیوڈیلکس واچ، سروس کوتی روڈ، کنڈگل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر شدید ضرورت نہ ہو تو مسجد کے اندر اگلدان رکھنا اوراس میں تھوکنا جائز نہیں ہے!

حرمة المسجد (إلىٰ قوله) والثاني عشر أن لا يبزق فيه الخ.

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد زكريا قديم ۵/۳۲۱، جدید ۵/۳۷۲)

لأن تنزيه المسجد من القذر واجب. (حلبي كبير، فصل في أحكام

المسجد ، اشرفیه دیو بند/۲ ۶۱)

نیز اگر تمبا کو کی بد بوظاہر ہو تو اسکو منہ میں رکھکر مسجد میں داخل ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم۲/۱۴۲، جدید زکریا/۵۵۰)

قلت : فيفهم منه حكم النبات الذى شاع فى زماننا المسمىٰ بالتتن فتنبه ، وقد كرهه شيخنا العمادى فى هديته إلحاقا له بالثوم والبصل بالاولىٰ. (الدر مع الرد، كتاب الأشربة،كراچی ٦/٤٦٠، زكريا ١٠/٤٤، حاشية الطحطاوى على المراقى ، دارالكتاب ديو بند/٥ ٦٦)

نیز تمبا کو کو منہ میں لیکر تلاوت کرنا قرآن کریم کی بے ادبی ہے، اسلئے مکروہ ہے۔

والظاهر كراهة تعاطيه حال القراء ة لما فيه من الإخلال بتعظيم كتاب الله تعالىٰ الخ. (شامی، قبيل كتاب العيد ، كراچی ٦/٤٦١، زكريا ١٠/٤٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۳۱۰)

مسجد کے دیوار پر پوسٹر لگانا

سوال: [۸۳۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجدوں کی دیوار پر تصویر والے پوسٹر وغیرہ چسپاں کرنا کیسا ہے؟ کوئی گناہ یا خلاف شرع غلط طریقہ تو نہیں ہے؟ تسلی بخش جواب دیں کرم ہوگا؟

المستفتي: احقر محمد اسلم مسجد ملا قاسم، لال مسجد، روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجدوں کی دیواروں پر جاندار کی تصویروں والے

پوسٹر چسپاں کرنا جائز نہیں ہے، البتہ غیر ذی روح کی تصویر والے پوسٹر ہوں جیسا کہ لال قلعہ کی تصویر تاج محل کی تصویر کسی مشہور پیڑ کی تصویر وغیرہ تو ایسے پوسٹروں کو بھی مسجد کی پچھلی دیواروں یا دائیں بائیں دیواروں پر چسپاں کرنا چاہئے۔

وأن یکون فوق رأسه أوبین یدیه أو بحذائه یمنة أویسرة أو محل سجوده تمثال أی مرسوم فی جدار أوغیره أوموضوع أومعلق . (شامی، زکریا ۲/۴۱۷، حلبی کبیر، فصل کراهیة الصلوٰة ، اشرفیه دیوبند/۳۵۹)

أو لغیر ذی روح لایکره لأنها لا تعبد. (درمختار مع الشامی، کتاب الصلوٰة ، باب مایفسد الصلوٰة وما یکره فیها، مطلب إذا تردد الحکم بین سنة و بدعة الخ۔ (کراچی ۱/۶۴۹، زکریا۲/۴۱۸)

وأما صورة غیر ذی الروح فلا خلاف فی عدم کراهة الصلوٰة علیها أو إلیها. (حلبی کبیر، فصل فی کراهیة الصلوٰة ، اشرفیه دیوبند/۳۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۳؍ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۰۵/۳۸)	۱۴۲۸/۳/۱۳ھ

مسجد کے دالان میں آئینہ نصب کرنا

سوال: [۸۳۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے دالان میں دوستون ہیں، اور دونوں ستونوں پر دو بڑے بڑے آئینہ نصب ہیں جن میں لوگ وضو کرنے کے بعد اپنے چہرے دیکھتے ہیں، اور کبھی نماز کے اوقات کے علاوہ کچھ لوگ وضو کرکے چہرہ دانت بھی دیکھتے ہیں اور کنگھا بھی کرتے ہیں، تو مسجد میں اس طرح کا آئینہ لگانا کیسا ہے؟ اور لوگوں کا یہ فعل کیسا ہے؟

المستفتي: عبدالجبار، جامع مسجد، مین روڈ، ہندو پور، انت پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز کی روح خشوع وخضوع ہے، یہ روحانیت خدا کی طرف سے دلی توجہ ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے، لہٰذا مسجد کے ستون میں آئینہ نصب کرنا جبکہ وہ نمازی کے سامنے ہو نماز میں خلل کا باعث ہوگا، لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے، اور لوگوں کا چہرے اور دانت دیکھنے کا عمل درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۴۸۲، جدید ڈابھیل ۶/ ۶۷۷، رحیمیہ قدیم ۱۰/۲۳۴، جدید زکریا ۹/۷۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے دروازہ پر خوبصورت پردہ دیکھ کر فرمایا کہ ہٹادو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میری توجہ کو مبذول کراتی ہیں۔

عن أنس قال: كان قرام لعائشةؓ سترت به جانب بيتها، فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم أميطي عني فإنه لاتزال تصاويره تعرض لي في صلاتي.

(صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب كراهية الصلوٰة في التصاوير ۲/۸۸۱، رقم: ۵۷۲۵، ف: ۵۹۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/۵/۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۱۶۲)

مسجد کی تعمیر کے درمیان اس میں چپل پہن کر چلنا

سوال: [۸۳۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی دوبارہ تعمیر ہورہی ہے، تو تعمیر کی وجہ سے مسجد کے صحن میں سیمنٹ بجرفٹ وغیرہ پڑے ہوئے ہیں، تو ایسی صورت میں پیروں کے گندے ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے مسجد کے صحن میں چپل پہن کر چل سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چپلوں پر ناپاکی نہ لگی ہو تو مسئولہ صورت میں چپل

پہن کر مسجد کے صحن میں چلنا جائز ہے، بشرطیکہ اس جگہ پر نماز نہ ہوتی ہو۔ (مستفاد: کفایت المفتی زکریا ۳/۲۱۲، جدید زکریا مطول ۱۰/۳۶۲، ۳۶۳)

عن عصمة قال نظر رسول الله ﷺ إلیٰ رجل یمشی فی نعلیه بین المقابر فقال یا صاحب السبتیه اخلع نعلیک . (مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/ ۶۱)

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِیَ یَامُوسیٰ إِنِّیْ أَنَارَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ إِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُویٰ. (سوره طه: آیت/۱۲)

قلت لکن إذا خشی تلویث فرش المسجد بها ، ینبغی عدمه وإن کانت طاهرة و أما المسجد النبوی فقد کان مفروشا بالحصافی زمنه صلی الله علیه وسلم بخلافه فی زماننا ولعل ذلک محمل مافی عمدة المفتی من أن دخول المسجد متنعلا من سوء الأدب. (فتح الملهم ، باب جواز الصلوٰة فی النعلین، اشرفیه دیوبند ۲/ ۱۴۷، شامی، باب مایفسد الصلوٰة، مطلب فی أحکام المسجد کراچی ۱/ ۶۵۷، زکریا ۲/ ۴۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/۴/۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۶۰/۴۰)

حدود مسجد میں مستری ومزدور کا حقہ بیڑی پینا

سوال: [۸۳۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حدود مسجد میں راج اور مزدور حقہ بیڑی پیتے ہیں، منع کرنے پر یہ جواب دیتے ہیں، کہ کام کرنیوالوں کیلئے حقہ بیڑی پینا درست ہے، کیونکہ بیڑی یا حقہ مسجد کے باہر پینے کیلئے جائیں گے تو کام میں حرج ہوگا، تو کیا ان راج اور مزدوروں کے لئے حدود مسجد میں حقہ بیڑی پینا درست اور جائز ہے یا خلاف شرع امر ہے؟ جواب دیں۔

المستفتي: عبدالواحد، مدرسہ کاشف العلوم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی ترمیم کے وقت مزدوروں کا مسجد کے حدود میں بیڑی حقہ وغیرہ پینا ہرگز جائز نہیں ہے، جب تک حدود مسجد میں کام کیا جائے، اس وقت تک حقہ بیڑی بند کردینا لازم ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۹۱)

قلت : فيفهم منه حكم النبات الذى شاع فى زماننا المسمىٰ بالتتن فتنبه ، وقد كرهه شيخنا العمادى فى هديته إلحاقا له بالثوم والبصل بالاولىٰ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الأشربة ،کراچی ٦/ ٤٦٠، زکریا ١٠/ ٤٤، حاشية الطحطاوی علی المراقی ، دارالکتاب دیوبند/ ٦٦٥) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
یکم رشعبان ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵۵۵)

منبر پر جاکٹ، کوٹ یا دودھ کا ڈبہ رکھنا

سوال: [۸۳۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ سردیوں میں جاکٹ، کوٹ، چادر وغیرہ اتار کر ممبر پر ہی رکھ دیتے ہیں، بعض لوگ فجر کی نماز کے وقت دودھ کا ڈبہ ساتھ لاتے ہیں، اور ممبر پر ہی رکھدیتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ممبر پر کوئی سامان یا کپڑا وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو بیٹھ کر تقریر کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں، سبھی جزئیوں کا جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: ضیاء الرحمٰن، چوہان بانگر، نیوسلیم پور، دہلی ۵۳

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جاکٹ چادر کوٹ نیز دودھ کا ڈبہ وغیرہ ممبر پر

رکھنے کی وجہ سے نمازیوں کی نماز میں خلل نہیں ہوتا تو کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر نمازیوں کا ذہن منتشر ہوتا ہے، تو قابل ترک ہے۔

بقي في المكروهات أشياء أخر .... منها الصلاة بحضرة ما يشغل البال ويخل بالخشوع كزينة ولهو ولعب . (شامي ، باب مايفسد الصلوٰة ، مطلب في بيان السنة والمستحب والمندوب والمكروه الخ ، كراچی ۱/ ٦٥٤ ، زکریا ۲/ ٤٢٥ ، البحر الرائق ، کوئٹه ۲/ ١٤ ، زکریا ۲/ ۲٥ ، نورالايضاح ، امدادیه دیوبند / ۹۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۶۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۴/ ۱۴۲۱ھ

مسجد کے صحن میں چارپائی لگا کر بیٹھنا

سوال: [۸۳۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد میں جو صحن ہے اور اس کا وہ حصہ جو ذمہ داران مسجد کی طرف سے اجتماعی طور پر طے شدہ ہے کہ وہ حدود مسجد میں داخل ہے، اس حدود مسجد والے صحن میں کچھ احباب ایک پلنگ پر بغیر کسی شرعی عذر کے بیٹھتے بھی ہیں، اور آرام بھی کرتے ہیں، اکثر احباب کو شکایت ہے کہ ایسا عمل کرنا قطعی طور پر غلط ہے اور یہ مسجد کے آداب کے خلاف ہے جبکہ مسجد میں اسی صحن سے لگا ہوا دوسرا حصہ صحن کا حدود مسجد سے باہر ہے، اور اس میں جگہ بھی ہے، پھر بھی وہ لوگ مسجد کے حصہ میں ہی پلنگ بچھا کر بیٹھنے کا یا آرام کرنے کا عمل کرتے ہیں، باتفاق رائے یہ طے ہوا کہ اس سے متعلق مسئلہ معلوم کیا جائے، تو گذارش ہے آپ اس سے متعلق جواب مرحمت فرمائیں کیا یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد اسحاق، جے پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدودِ مسجد کے اندر ذکر واذکار کے علاوہ دنیاوی گفتگو کرنا اور چارپائی یا بغیر چارپائی مقامی لوگوں کا بیٹھ کر باتیں کرنا اور آرام کرنا سب ناجائز اور ممنوع ہے، اس سے احتراز لازم ہے، چارپائی وہاں سے فوراً نکال دینا چاہئے۔

بکراهة الحديث أى كلام الناس فى المسجد لكن قيده بأن يحبس لأجله والكلام المباح فيه مكروه يأكل الحسنات الخ. (البحرالرائق، کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة، فصل فی کره استقبال القبلة کوئٹه ۲/۳٦، زکریا ۲/٦۳)

والكلام المباح وقيده فى الظهيرية بأن يجلس لأجله وتحته فإنه حينئذ لايباح بالاتفاق، لأن المسجد مابني لأمور الدنيا . (شامی، مطلب فی الغرس فی المسجد، کراچی ۱/٦٦۲، زکریا ۲/٤۳٦، هندیه زکریا قدیم ۵/۳۲۱، جدید ۵/۳۷۲) فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۵/۱۴۱۹ھ

بچوں کے پاجامہ کی تری سے کیا صف ناپاک ہوجاتی ہے؟

سوال: [۸۳۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں صف کو کوئی بچہ اپنے کپڑوں میں پاخانہ کرکے ناپاک کردیتا ہے، حالانکہ پاخانہ خشک نہیں ہے، صف گندگی کی وجہ سے سے گیلی ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے بدبو اور مکھیاں ہوتی ہیں، جبکہ امام صاحب مسجد کہتے ہیں، کہ کوئی بات نہیں طہارت کے پانی کی وجہ سے پاجامہ گیلا تھا، اس لئے صف ناپاک نہیں ہوئی، کہنے والے کو جھٹلاتے ہیں؟

المستفتي: سیدوارث علی، محلّہ قاضیخان، سہسپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں سائل اور امام کے درمیان

جومنا قشہ پیش کیا گیا ہے،اس کے بارے میں کون صحیح ہے اورکون غلط ، فیصلہ کرنا مشکل ہے، اورسائل کی بات سمجھ سے بالاتر ہے، اس لئے کہ کوئی بھی مسلمان ایسانہیں کرسکتا ہے، کہ بچہ نے مسجد میں پاخانہ کیا ہو، اوراسی پاخانہ کے ساتھ اس کومسجد میں بٹھائے رکھے چہ جائیکہ امام ایسا کرے،ایسا کرنا کسی مسلمان سے متوقع نہیں،اوراگر بچے حدودِ مسجد سے باہر استنجاء خانہ میں استنجاء وپیشاب کرکے مسجد میں آ ئے ہیں،اوراستنجاء کرنے کے بعداس کی تری بچوں کے پاجامہ یاکپڑوں میں لگی ہوئی ہوتو وہ ناپاک نہیں ہے ، جیسا کہ امام صاحب کے قول سے واضح ہوتاہے، پھر بھی بہتر یہی ہے کہ چھوٹے بچوں کے مسجد میں بیٹھنے کیلئے الگ سے کوئی دری یا ٹاٹ وغیرہ بچھادینا چاہئے ، اور بچے اسی پر بیٹھ کر پڑھا کریں ، اور پڑھائی کے بعد اٹھا کر رکھ دیا جائے، اگر مذکورہ مسجد میں ایسا ہی کیا جارہاہے، اس کے باوجود معترض اعتراض کررہاہے، تواس کا اعتراض غلط ہے،اورامام صاحب پرکوئی گناہ نہیں۔

قول الشارح وإلا فيكره أي حيث لم يبالوا بمراعاة حق المسجد من مسح نخامة أو تفل في المسجد ، وإلا فإذا كانوا مميزين ويعظمون المساجد بتعلم من وليهم فلا كراهة في دخولهم ١ه سندی. (تقریرات رافعی مع الشامی، کتاب الصلوٰۃ ، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا ، کراچی ۱/۸۶، زکریا ۲/۸٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۲/۶/۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸/۹۰۲۷)

الجواب صحیح:
احقرمحمدسلمان منصورپوری غفرلہ
۲/۶/۱۴۲۷ھ

ناپاک کپڑا بیگ وغیرہ میں رکھ کر مسجد میں رکھنا

سوال: [۸۳۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر میرا تین دن کی جماعت میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے، اگراس دوران غسل کی حاجت ہوجاتی ہے،توفوراً غسل کرلیتاہوں،لیکن ناپاک کپڑے کو دھونے میں پریشانی ہوتی ہے، کیااس

ناپاک کپڑے کو پلاسٹک کی تھیلی میں رکھ کر چمڑے کے کپڑے کے بیگ میں رکھ کر وہ بیگ مسجد میں رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟

المستفتي: شبلی حبیب، پیرزادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب آپ فوراً غسل کر لیتے ہیں، تو اسی درمیان کپڑے میں جس جگہ ناپاکی لگی ہوئی ہے اسے بھی دھولیا کریں، اور دھونے کے لئے اگر آپ کے پاس صابن نہیں ہے، تو تین مرتبہ بغیر صابن کے دھو لینے سے بھی کپڑا پاک ہوجاتا ہے، اور پورا کپڑا دھونا لازم نہیں ہے، صرف جس جگہ ناپاکی ہو یا ناپاکی کا شبہ ہو اسی حصہ کا دھونا کافی ہے اس کے بعد اس کپڑے میں کوئی شک نہیں رہتا۔

عن عائشةؓ قالت كنت أغسل الجنابة من ثوب النبي ﷺ، فيخرج إلىٰ الصلاة وإن بقع الماء في ثوبه. (بخاری شریف، کتاب الوضوء، باب غسل المني وفركه الخ ۱/۳۶، حديث: ۲۲۹)

عن سليمان بن يسار قال: سئلت عائشة عن المني يصيب الثوب فقالت: كنت أغسله من ثوب رسول الله ﷺ فيخرج إلىٰ الصلاة وأثر الغسل في ثوبه، بقع الماء. (بخاری شریف ۱/۳۶، حديث ۲۳۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الاول ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۹۷۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۳/۵ھ

مسجد کا ملبہ ناپاک جگہ میں استعمال کرنا

سوال: [۸۳۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کا ملبہ لکھوری اینٹ مسجد کے کسی کام کی نہیں متولی مسجد نے اعلان کردیا کہ جس کا جی چاہے، اٹھالیجائے متولی کا منشا یہ بھی ہوگا کہ اسطرح بلاکسی اجرت کے جگہ کی صفائی ہوجائیگی، لوگوں نے وہ اینٹیں اپنے گھروں میں فرش میں غسل خانہ میں پائخانہ وغیرہ میں لگائیں تو کیا مسجد

کے ملبہ کو متولی کی اجازت اور اعلان سے مفت استعمال کرنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کا ملبہ جو مسجد کے کسی کام میں نہ آسکے اس کو ناپاک جگہ میں اور جہاں بے ادبی ہوتی ہو ایسے کام میں استعمال کرنا درست نہیں ہے، نیز مسجد کا ملبہ اپنے گھر میں متولی کی اجازت سے بھی مفت استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱۶۶/۳، جدید زکریا ۹/ ۹۵، محمودیہ قدیم ۵۰۴/۱، جدید ڈابھیل ۴۹۹/۱۴)

ولا ترمى برأية القلم المستعمل لاحترامه كحشيش المسجد وكناسته لايلقى في موضع يخل بالتعظيم . (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطهارة، قبيل باب المياه، كراچی ١٧٨/١، زكريا ٣٢٢/٢، هنديه، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد، زكريا قديم ٣٢٤/٥، جديده ٣٧٥/٥)

ويصرف نقضه إلىٰ عمارته إن احتاج وإلا حفظه (إلىٰ قوله) وإن تعذر إعادة عينه بيع و صرف ثمنه إلىٰ العمارة . (تبيين الحقائق، كتاب الوقف، امداديه ملتان ٣٢٨/٣، زكريا ٢٦٧/٤)

ويصرف إلىٰ عمارته إن احتاج وإلا حفظ إلىٰ وقت الحاجة وإن تعذر صرف عينه يباع ويصرف ثمنه إليها . (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٥٨٧/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۷۸۰/۳۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۴/۱۴۱۷ھ

۲۸/ الفصل الثامن والعشر ون: مسجد میں بدبودار چیز داخل کرنے کا بیان

مسجد میں مورٹین جلانا

سوال: [۸۳۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے مدرسہ کے احاطہ میں مسجد ہے، جنگل کا کنارہ ہے، مسجد میں مچھر بہت لگتے ہیں، کیا کچھوا چھاپ اگربتی مسجد میں جلا سکتے ہیں؟

المستفتي: محمد اصفر، سڑھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کچھوا چھاپ اگربتی کی طرح ہے جیسے اگربتی کی خوشبو ہوتی ہے کچھوا چھاپ کی خوشبو بھی تقریباً اسی طرح ہوتی ہے، اسلئے کچھوا چھاپ جلانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؟

عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال: ...... اتخذوا على أبوابها المطاهر وجمروها في الجمع. (سنن ابن ماجه، باب مايكره في المساجد، النسخة الهندية ۱/ ۵٤، دارالسلام رقم: ۷۵۰، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ۲۲/ ۵۷، رقم: ۱۳٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۴۰/۳۸)

بدن پر مچھر مارنے والی دوائی لگا کر نماز پڑھنا

سوال: [۸۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز پڑھنے کے دوران مکھی اور خاص طور پر ان دنوں میں مچھر بہت کاٹتے ہیں نمازی کو، تو اس

سلسلہ میں ایک دونمازیوں نے سوال کیا ہے کہ مچھروں سے بچنے کیلئے اوڈ و ماس جو دوائی ہوتی ہے، یا اس کے علاوہ اور کوئی دوا لگا کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سے نماز میں کوئی کمی اور وضو خراب تو نہ ہوگا؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: اشرف علی، ٹیچر: اسلامیہ جونیر ہائی اسکول، قصبہ: شاہ آباد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر اوڈو ماس وغیرہ کی بدبو بالکل نمایاں ہے جس سے دوسروں کو بھی تکلیف ہوسکتی ہے، تو نماز میں کراہت آسکتی ہے، اور اگر بالکل نمایاں نہیں ہے، مشکل سے محسوس ہوتی ہے، تو کراہت نہیں، اسکا فیصلہ آپ خود کیجئے گا۔

والـذى استعمل دواءً كريهة الرائحة يؤذى الناس بريحه لا يجوز لهـم الـخـروج إلـى الـمسجد والشهود إلىٰ الجماعة. (بـذل المجهود، كتاب الأطعمة، باب في الثوم، دارالبشائر الإسلاميه ۱۱/ ۵۵۱، تحت رقم الحديث: ۳۸۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/۱/۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۶۴۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱/۱۴۲۱ھ

مساجد میں گیس کی لالٹین جلانے کا حکم

سوال: [۸۳۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس وقت جو گیس کا لالٹین چل رہا ہے، مسجدوں کے اندر جلانا ممنوع تو نہیں ہے، اگر اس کی پرچھائی نمازی کے آگے یا پیچھے سے پڑتی ہو تو کیا نماز کے اندر کوئی خلل بھی پیدا ہوگا یا نہیں؟ مفصل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتي: قمر الدین طلعت، رفعت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: موجودہ زمانہ میں جوگیس لائٹ چل رہی ہے، اس میں ناگوار بدبو نہ ہونے کی وجہ سے اس کا مسجد میں جلانا بلاکراہت جائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۶۹۸، کفایت المفتی ۳/ ۱۲۷، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۳۷۸)

نیز اس کی پرچھائی سے نمازی کی نماز میں کسی قسم کا خلل نہیں ہوتا ہے۔

ولو توجه إلیٰ قندیل أو سراج لم یکره . (هندیه، الصلاة، الباب السابع الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة و مالایکره، زکریا قدیم ۱/ ۱۰۸، جدید ۱/ ۱۶۷، قاضیخان، زکریا جدید ۱/ ۷۵، وعلی هامش الهندیة ۱/ ۱۱۹، البنایه، اشرفیه دیو بند ۲/ ۴۵۹، المحیط البرهانی، المجلس العلمی ۷/ ۵۰۶، رقم: ۹۴۲۳، حاشیه چلپی، مکتبه امدادیه ملتان ۱/ ۱۶۶، زکریا ۱/ ۴۱۵، الدر مع الرد، زکریا ۲/ ۴۲۳، کراچي ۱/ ۶۵۲، حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیو بند/ ۳۶۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رشوال المکرّم ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۴۵۷)

مسجد کے اندر گیس سلنڈر جلانا

سوال: [۸۳۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گیس سلنڈر مسجد کے اندر جلانا جائز ہے یا ناجائز وضاحت کے ساتھ جواب مطلوب ہے؟

المستفتي: سعید الرحمٰن، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گیس سلنڈر میں سے چلاتے وقت بہت معمولی سے بدبو نکلتی ہے، اس کے بعد کسی قسم کی بدبو ظاہر نہیں ہوتی اس کا استعمال کرنے والے سب لوگوں کو تجربہ ہوگا، لہٰذا احتیاطاً مسجد کے باہر جلانے کے بعد جلتے ہوئے سلنڈر کو مسجد میں

رکھنے میں کسی قسم کا مضائقہ نہ ہوگا، حدیث پاک سے یہی بات واضح ہوتی ہے۔

عن علي، أنه قال: نهى عن أكل الثوم إلا مطبوخاً. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الرخصة في أكل الثوم مطبوخاً، النسخة الهندية ۲/ ۳، دارالسلام رقم: ۱۸۰۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۱/ ۱۴۱۷ھ

مساجد میں گیس سلنڈر کا استعمال

سوال: [۸۳۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آجکل رسوئی گیس سلنڈر کو عام طور پر مساجد میں روشنی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، لیکن کئی مرتبہ کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے، کہ جلتے وقت اس میں بو نکلتی ہے تو ایسی صورت میں کیا مسجد کے اندر اس کو استعمال کیا جاسکتا ہے؟

المستفتي: محمد حفیظ الرحمٰن، قصبہ صمدھن، فرخ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خارج مسجد مثلاً استنجاء خانہ کے پاس غسل خانہ کے نزدیک اسی طرح جوتے اتارنے کی جگہ اور امام کے یا مؤذن کے حجرے میں گیس کا ہنڈا جلا سکتے ہیں، اسی طرح مسجد میں خارج جگہ اگر ہے تو اسمیں بھی رسوئی گیس کا ہنڈا جلانا جائز ہے، لیکن صحن مسجد یا دالان مسجد جو حرم کے متصل ہوتا ہے، جس میں دھوپ کی وجہ سے جاڑوں میں اور گرمی یا برسات وغیرہ میں نماز پڑھتے ہیں، اور جماعت ہوتی ہے اور جہاں معتکف کے جانے اور بیٹھنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا وہ مسجد کا حصہ سمجھا جاتا ہے، اس میں اور حرم مسجد میں رسوئی گیس کا ہنڈا جلانا جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد نبوی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أكل هذه الشجرة المنتنة

فلا یقربن مسجدنا الخ.

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اس بدبودار درخت لہسن یا پیاز میں سے کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ جائے کہ جس سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ (مظاہر حق ۲/ ۲۲۹، مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں، اس میں ہر بدبودار چیز داخل ہے، چاہے کھانے کی قسم ہو یا کھانے کی قسم نہ ہو۔ (۱/ ۲۲۹)

لہٰذا جب سرورانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حلال چیز کو کھا کر آنے میں بدبو کی وجہ سے منع فرمادیا کہ فوراً کھا کر مسجد میں نہ آئے کھانے والا، تو پھر مسجد میں رسوئی گیس کا ہنڈا جلتے وقت اسمیں سے بدبو نکلتی رہتی ہے، جیسا کہ آپ نے سوال میں لکھا ہے، فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت محدث گنگوہیؒ کا فتویٰ مٹی کے تیل جلانے کا مسجد میں مکروہ تحریمی لکھا ہے، کیونکہ اس میں بدبو ہوتی ہے، اور ہر بدبودار چیز کا مسجد میں داخل کرنا ممنوع ہے، (خلاصہ) فتاویٰ رشیدیہ/ ۴۰۸)

لہٰذا صورت مسئولہ میں گیس ہنڈا مسجد میں جلانا منع ہے، اسی طرح گیس کا چولھا جلانا اور مٹی کے تیل کا اسٹوپ جلانا مسجد میں منع ہے، خارج مسجد حصہ میں جلا سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر العباد: عبدالحمید نعمانی قاسمی
ادارہ تحقیقات شرعیہ آگرہ
۴؍شوال ۱۴۱۵ھ

دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی کا جواب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہاہر جلانے کے بعد جلنے کی حالت میں مسجد میں رکھنے میں مضائقہ نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ جلنے کی حالت میں ظاہر اور نمایاں بدبو نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ مٹی کے تیل کا چراغ جلنے کی حالت میں بدبو نمایاں ہوتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ر ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱ر ۴۲۲۴)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رسوئی گیس لالٹین میں جلنے کی حالت میں بدبو نہیں ہوتی ہے، اسلئے مسجدوں کی روشنی کیلئے اس کے استعمال میں کوئی علتِ ممانعت نظر نہیں آتی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۱۱/۱۴۱۵ھ

مسجد میں مٹی کے تیل سے لالٹین جلانا

سوال: [۸۳۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کتب فتاویٰ میں مذکور ہے کہ مساجد میں مٹی کے تیل کی لالٹین کو روشنی کیلئے استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن جن مساجد میں بجلی اور موم نہیں ہے، ان میں لالٹین کو روشنی کیلئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتي: عبداللہ متعلم دار العلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جلتے ہوئے لالٹین سے بدبو نہیں آتی ہے، تو اسے باہر جلا کر خوب صاف ستھرا کر کے مسجد کے اندر رکھ دیا جائے، جس سے کسی قسم کی بدبو نہ ہوتی ہو تو اس کی گنجائش ہے، اسلئے کہ علت کراہت بدبو کا پھیلنا ہے، اور اگر صاف ستھرا کرنے کے باوجود جلتے ہوئے لالٹین سے بدبو پھیلتی ہے، تو جلتے ہوئے مٹی کے تیل کا لالٹین

مسجد میں رکھنا کسی طرح بھی جائز نہیں اور بدبو نہ پھیلنے کی صورت میں بھی بہتر شکل یہ ہے کہ لالٹین کو حدودِ مسجد سے باہر رکھدیا جائے، اور آجکل کے زمانہ میں جو گیس کے لالٹین آرہے ہیں، اسے احتیاط سے جلایا جائے تو اس سے بدبو نہیں پھیلتی اور حدیث شریف میں کراہت کی جو علت بیان کی گئی ہے، وہ بدبو کا پھیلنا ہے جو یہاں مفقود ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۴۶۰، ۱۰/ ۱۷۳، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۲۴۸)

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أكل من هذه ، قال أول مرة: الثوم ، ثم قال: الثوم والبصل والكراث ، فلا يقربنا في مساجدنا. (ترمذی شريف ، باب ماجاء في كراهية أكل الثوم والبصل ، النسخة الهندية ۲/ ۳، دارالسلام رقم: ٦/ ۱۸۰)

وفی هامشه قال محمد إنما كره ذلک لريحه فإذا أمته طبخا فلابأس به وهو قول أبی حنيفةؒ والعامّة أی من العلماء حاشيه ۲ . (ترمذی شريف ۲/ ۳)

الأول فيماتصان عنه المساجد يجب أن تصان عن إدخال الرائحة الكريهة لقوله عليه السلام من أكل الثوم والبصل والكراث فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى ممايتاذیٰ منه بنو آدم . (حلبی كبير، سهيل اكيڈمی ، لاهور/ ٦١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۴۵)

مسجد میں گھی کا چراغ جلانا

سوال: [۸۳۱٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں گھی کا چراغ جلانا جائز ہے یا ناجائز ہے، تفصیل کیساتھ جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: حافظ دلشاد احمد، مدرسہ مظہر العلوم، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں گھی کے چراغ جلانے میں کوئی قباحت نہیں، اسلئے کہ اس میں کسی قسم کی بدبو نہیں ہوتی ہے۔

عن واثلة بن الأسقع أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ...... اتخذوا علی أبوابها المطاهر، وجمروها فی الجمع. (سنن ابن ماجه، باب مایکره فی المساجد، النسخة الهندیة ۱/ ٥٤، دارالسلام رقم: ۷٥۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ ۱۱/ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۲۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/ ۱۱/ ۱۴۱۵ھ

مسجد کے اندر اگر بتی جلانے کا حکم

سوال: [۸۳۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ الحمدللہ خدا کے فضل وکرم سے ہم یہاں دینی کام انجام دے رہے ہیں، درج ذیل مسئلہ بتا دیں؟ کیا مسجد کے اندر ہم اگر بتی جلا سکتے ہیں، خصوصاً نماز کے وقت؟

المستفتي: محمد فیروز عالم، جلگاؤں، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم ہے، اور خوشبو دار رکھنا بھی بہتر ہے، مگر اگر بتی ہی کے ذریعہ سے خوشبودار بنانے کی ضرورت نہیں لوبان کے ذریعہ یا عطر چھڑکنے کے ذریعہ سے بھی یہ کام ہوسکتا ہے، بسا اوقات اگر بتی کی راکھ مسجد میں گرنے سے گندگی پھیلتی ہے، اور بعض اگر بتی ناپاک چیز سے بنائی جاتی ہے، لہٰذا اگر بتی کے بجائے کسی دوسری چیز سے خوشبو کی جائے تو بہتر ہے، ہاں اگر کبھی کبھی خوشبو کیلئے پاک اگر بتی جلالی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اور نماز کے وقت میں التزام کی ضرورت نہیں ہے، بعض دفعہ

نماز کے وقت اگر بتی جلانے کی وجہ سے اس کے دھوئیں سے نمازیوں کو تکلیف بھی ہوتی ہے۔

عن واثلة بن الأسقع أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: …… اتخذوا علی أبوابھا المطاھر ، وجمروھا فی الجمع. (سنن ابن ماجه ، باب مایکره فی المساجد ، النسخة الهندية ١/٥٤، دارالسلام رقم: ٧٥٠، المعجم الكبير للطبراني ، داراحياء التراث العربی ٢٢/٥٧، رقم: ١٣٦)

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول اللہ ﷺ : من أخرج أذی من المسجد بنیٰ اللہ له بيتا في الجنة . (سنن ابن ماجه ، باب تطهير المساجد و تطييبها ، النسخة الهندية ١/٥٥، دارالسلام رقم: ٧٥٧)

عن عائشة أن رسول اللہ ﷺ أمر بالمساجد أن تبنیٰ فی الدور ، وأن تطهر وتطيب . (سنن ابن ماجه ، باب تطهير المساجد وتطييبها ، النسخة الهندية ١/٥٥، دارالسلام رقم: ٧٥٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۹؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۵۷۴)	۹/۴/۱۴۲۱ھ

بدبودار پینٹ کا مسجد میں استعمال کرنا کیسا ہے؟

سوال: [۸۳۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) بندہ پینٹ کا کام کرتا ہے، مسجد و مدرسہ اور دیگر مکانات کے دروازے پر پینٹ کا کام کرتا ہوں، مسجد میں مٹی کا تیل اور دیگر بدبو جو اس کے ساتھ لاحق ہے، پھیل جاتی ہے، زید کہتا ہے، کہ مسجد وغیرہ کے دروازے پر پینٹ چڑھانا درست نہیں ہے، بلکہ رکھا کر پینٹ چڑھانا چاہئے، کیا ازروئے شرع زید کا کلام صحیح ہے، مطلع فرمائیں کرم ہوگا؟

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جس برش سے پینٹ کیا جاتا ہے، وہ برش خنزیر کے بالوں سے بنا ہوتا ہے کیا اس کا استعمال کرنا صحیح ہے، جبکہ مسجد وغیرہ میں بھی وہی کام میں لانا پڑتا ہے

مفصل تحریر فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتي: محمد انوار، پینٹ والے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) ہر بدبودار چیز کو مسجد میں داخل کرنا شرعاً ناجائز ہے، لہٰذا اگر پینٹ میں بدبو ہوتی ہے، تو مسجد میں اسکا استعمال جائز نہیں ہوگا، حدیث شریف میں بدبودار چیزوں کو کھا کر بھی مسجد میں داخل ہونے سے ممانعت کی گئی ہے۔

عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: من أكل هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فإنّ الملائكة تتأذى مما يتأذىّ منه الإنس. (صحيح مسلم المساجد، باب النهى من أكل ثوماً، النسخة الهنديه ۱/ ۲۰۹، صحيح البخارى، النسخة الهندية ۱/ ۱۱۸، رقم: ۸٤٦، ف: ۸٥٤)

ويلحق بما نص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة مأكولا أوغيره وإنما خص الثوم هنا بالذكر وفى غيره أيضاً بالبصل والكراث لكثرة أكلهم لها وكذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح له رائحة الخ. (اعلاء السنن، أبو اب أحكام المساجد، باب كراهة الدخول من أكل الثوم والبصل، كراچى ٥/ ۱۳۷، دارالكتب العلمية بيروت ٥/ ۱۸۷، الدر مع الرد، زكريا ۲/ ٤۳٥، كراچى ۱/ ٦٦۱)

(۲) خنزیر کا بال نجس العین ہے اس کا برش مسجد میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

وأما الخنزير فشعره وعظمهٗ وجميع أجزائه نجسةالخ. (البحرالرائق، كتاب الطهارة، زكريا ۱/ ۱۹۱، كوئٹه ۱/ ۱۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵؍ ۱۳۸۳)

مسجد میں تمبا کو استعمال کرنا

سوال: [۸۳۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تمباکو مسجد میں استعمال کرنا آداب مسجد کے خلاف ہے یا نہیں؟

المستفتي: ایچ کے نعمانی، نیوڈیلکس واچ، سروسکوٹی روڈ کنٹگل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: تمباکو مسجد میں استعمال کرنا بدبو کی وجہ سے آداب مسجد کے خلاف اور مکروہ ہے۔

قلت : فيفهم منه حكم النبات الذى شاع فى زماننا المسمىٰ بالتتن فتنبه ، وقد كرهه شيخنا العمادى فى هديته إلحاقا له بالثوم والبصل بالأولىٰ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الأشربة ،کراچی ٦/ ٤٦٠، زکریا ١٠/ ٤٤، حاشية الطحطاوى على المراقى ، دارالکتاب دیو بند/ ٥٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴؍ ۱۳۱۰)

۷/ باب المصلی

عیدگاہ کے تحقق کے لئے رجسٹری یا عمارت ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: [۸۳۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پورنیہ ضلع کے قصبہ سرسی میں تقریباً دوسو گھر مسلمانوں کی آبادی کے ہیں، ہر دو مسلم برادری کے لوگ رہتے ہیں، ایک لذاف برادری کے لوگ ہیں دوسرے راعن برادری کے لوگ ہیں، یہ دونوں برادری کے لوگ آج سے تقریباً بیس سال قبل سے عید بقرعید کی نماز ایک عیدگاہ میں ادا کرتے تھے، جو زمین عبدالعزیز راعینی کی ہے، یہ زمین رجسٹری شدہ نہیں ہے عیدگاہ کے نام سے، بلکہ عبدالعزیز کے نام ہے، آج سے چار سال قبل دونوں برادری کے لوگوں نے پنچایت کے طور پر بیٹھ کر عبدالعزیز راعینی سے کہا کہ آپ عیدگاہ کے نام زمین کی رجسٹری کردیجئے تو عبدالعزیز نے رجسٹری کرنے سے انکار کردیا اور کہا جس کو عیدگاہ میں نماز پڑھنی ہو پڑھے اور جس کو نہ پڑھنی ہو نہ پڑھے ہم رجسٹری نہیں کریں گے، لیکن نماز پڑھنے سے بھی نہیں روکیں گے، اس بات پر عبدالعزیز کے چند رشتہ داروں کے علاوہ باقی گاؤں کے سبھی لوگوں نے ایک نئی عیدگاہ قائم کی نئی قائم شدہ عیدگاہ بھی آج سے تقریباً پچاس سال قبل ایک غیر مسلم شخص نے اپنے سپاہی محمد عمر کو عید بقرعید کی نماز پڑھنے کے لئے دیا تھا، جس میں محمد عمر اکیلے عید و بقرعید کی نماز ادا کرتے تھے، محمد عمر کے انتقال کے بعد اس گاؤں کے لوگوں نے قبرستان بنادیا، اور جب عبد العزیز راعینی نے رجسٹری کرنے سے انکار کردیا تو گاؤں والوں نے محمد عمر کی عیدگاہ میں اینٹیں گرا کر عیدگاہ بنالیا لیکن یہ کام یعنی عیدگاہ بنانا اس حصہ میں ہوا جدھر قبریں نہیں تھیں، اس کو احاطہ میں لیکر درخت کے پودے لگادئے لیکن یہ کام قبرستان والی زمین کو احاطہ میں کرنا اس پیسے سے ہوا جو دوسرے قبرستان کی گھاس کی آمدنی تھی، دوتین سال تک

دونوں برادری کے لوگ سوائے عبدالعزیز کے چند رشتہ داروں کے سبھی محمد عمر والی عیدگاہ میں عید بقرعید کی نماز ادا کرتے رہے، اس سال دونوں برادریوں میں اختلاف ہوگیا دونوں برادری کے لوگ دو حصوں میں تقسیم ہوگئے راعینی برادری عبدالعزیز والی عیدگاہ میں نماز ادا کرنے لگے اور کہتے ہیں، کہ یہ دوسری عیدگاہ ایک غیر مسلم کی ہے اور اس کو قبرستان کے پیسوں سے بنایا گیا ہے، اسلئے ہم نماز نہیں پڑھیں گے، ادھر لذاف برادری کے لوگوں کا کہنا ہے، ہم لوگ عبدالعزیز والی مسجد میں نماز نہیں پڑھیں گے، اسلئے کہ وہ رجسٹری نہیں کررہا ہے، آپ یہ بتائیں کہ کونسی عیدگاہ میں نماز جائز ہے، یا دونوں میں جائز ہے، قبرستان کی آمدنی سے عیدگاہ بنانا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد الیاس قاسمی، گرام سرسی، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عبدالعزیز کو اختیار ہے کہ اپنی ملکیت کی زمین کو عیدگاہ کیلئے وقف کرے یا نہ کرے، کسی کو زبردستی کا حق نہیں ہے، اور عیدگاہ کی نماز کیلئے باقاعدہ عیدگاہ ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ کسی بھی میدان میں عید کی نماز پڑھی جائیگی، اس سے نماز عید کا مسنون طریقہ ادا ہوجائیگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۵۳۰، جدید ڈابھیل ۱۵/۳۲۲)

نیز محمد عمر والی عیدگاہ میں نماز پڑھنے سے بھی مسنون طریقہ ادا ہوجائیگا، اسلئے کہ غیر مسلم کی دی ہوئی زمین میں بھی مسجد یا عیدگاہ بنانا شرعی طور پر جائز ہوتا ہے۔

وأما الإسلام فليس بشرط فلو وقف الذمي (إلىٰ قوله) ويجوز أن يعطى المساكين المسلمين الخ. (هنديه، كتاب الوقف، الباب الاول زكريا قديم ٢/٣٥٢، جديد ٢/٣٤٧، البحر الرائق، زكريا ٥/٣١٦، كوئٹه ٥/١٨٩، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٦/٥٦٨، الدر مع الرد، كراچی ٤/٣٤١، زكريا ٦/٥٢٤)

نیز قبرستان کو اگر روپیوں کی ضرورت نہیں ہے تو اس کی آمدنی کمیٹی اور ذمہ داروں کے مشورہ اور اجازت سے عیدگاہ میں لگانا جائز ہے، اس لئے کہ عیدگاہ بھی وقف

ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۴۰۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۳/۱۴۱۶ھ

کیا عید کی نماز درست ہونے کیلئے عیدگاہ کی رجسٹری لازم ہے؟

سوال: [۸۳۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عیدگاہ جو عرصہ دراز سے عید کی نماز کیلئے استعمال ہورہی ہے، لیکن وہ زمین جس میں عیدگاہ بنی ہوئی ہے، گاؤں کے پردھان کی ہے، اب عیدگاہ میں لوگ دو پارٹی ہوکر ایک تو یہ کہتی ہے کہ جب تک پردھان صاحب زمین کو عیدگاہ کے نام پر رجسٹری نہ کردیں ہم اس میں عید کی نماز نہیں پڑھیں گے؟ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا پردھان کے رجسٹری کئے بغیر اسمیں عید کی نماز پڑھنی جائز ہے، جبکہ پردھان کا کہنا ہے کہ آپ لوگ نماز پڑھئے لیکن میں رجسٹری نہیں کروں گا؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: محمد حنیف مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدگاہ کیلئے تحریری ثبوت اور رجسٹری لازم اور ضروری نہیں ہے، البتہ جو زمین عیدگاہ کیلئے وقف ہو وہاں نماز افضل ہے، مذکورہ سوال میں چونکہ پردھان کی جانب سے اجازت ہے اسلئے وہاں عید کی نماز پڑھنا درست ہے، مگر وہ زمین عیدگاہ کیلئے وقف نہ ہوگی، جب تک پردھان کی طرف سے سرکاری انداز سے عیدگاہ کیلئے تحریری دستاویز نہ ہوں اس وقت تک وہ زمین عیدگاہ کیلئے وقف نہیں سمجھی جاسکتی۔
(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۶/ ۵۳۰، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۳۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۱/۱۴۲۱ھ

گرمی، سردی سے بچاؤ کیلئے عیدگاہ کو مسقّف بنانا

سوال: [۸۳۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عیدگاہ ہے جس میں تقریباً پچاس سال سے نماز دوگانہ ہی ادا کی جاتی رہی لیکن اس وقت کچھ مجبوری کے تحت کچھ لوگ اس میں نماز پنجگانہ ادا کر رہے ہیں، اوران کا خیال ہے کہ اس میں کچھ دور تک ٹین وغیرہ ڈال کر سردی گرمی اور برسات سے بچاؤ کیا جائے، کیا اس طرح اسمیں ٹین وغیرہ ڈال کر اس کو مسقّف کرنا جائز ہے؟

المستفتي: اشفاق افضل اعظمی، متعلم، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: اگر نمازیوں کے آرام کے واسطے سردی گرمی اور برسات سے بچاؤ کیلئے عیدگاہ کا کچھ حصہ مسجد کی طرح مسقّف کردیا جائے، تو یہ جائز ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۵/۲۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/ ۶/ ۱۴۱۵ھ

آٹھ گاؤں والوں کا مل کر ایک عیدگاہ بنانا

سوال: [۸۳۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں کے پاس سات آٹھ گاؤں بہت ہی قریب قریب خالص مسلمانوں کے آباد ہیں، ان گاؤں کے رہنے والے نماز عید ادا کرنے کیلئے قصبہ میں جایا کرتے تھے، چار پانچ سال سے حالات خراب ہوئے تمام گاؤں کے رہنے والوں میں مشورہ ہوا کہ حالات خراب ہیں، اگر ہم لوگ قصبہ میں نماز ادا کرنے جائیں، تو ہمارے بیوی بچے گھر وبار سب

غیر محفوظ ہوجاتے ہیں، کیونکہ مسلمانوں کے گاؤں کے پاس غیر مسلموں کے بھی گاؤں ہیں، آپس میں مشورہ سے آٹھوں گاؤں کے بیچ میں عیدگاہ بنائی گئی، جسمیں چار پانچ سال سے نماز عید برابر ہورہی ہے، کافی تعداد نمازیوں کی ہوجاتی ہے، اگر ان سے کہا جاتا ہے، کہ دیہات میں نماز عید واجب نہیں، تو کہتے ہیں کہ نہ پڑھنے سے بہتر ہے جو کبھی نماز نہیں پڑھتا کم از کم اس بہانہ سجدہ کرلیتا ہے ہم چند لوگ ابھی اس عیدگاہ میں نماز نہیں پڑھتے ہیں قصبہ میں ہی نماز کیلئے جاتے ہیں، کیا ہم لوگوں کا ایسی عیدگاہ میں نماز پڑھنا درست ہے یا جو لوگ نماز ادا کرتے ہیں ان کیلئے کیا حکم ہے؟

المستفتي: جمال احمد، جوگیا پوری،
مدرسہ وجامع مسجد کاسگنج، بریلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہاں کے لوگوں پر نماز جمعہ اور نماز عید لازم نہیں ہے، اور عید کی نماز صحیح ہونے کی شرط وہاں موجود نہیں ہے، اس لئے وہاں عید کی نماز صحیح نہ ہوگی، اور جو لوگ قصبہ میں جاکر عید کی نماز پڑھتے ہیں، ان کی نماز عید صحیح ہوجائیگی اور ان کے قصبہ میں جانے اور گاؤں میں نماز عید نہ پڑھنے پر اعتراض کرنے والے غلطی پر ہیں۔

عن علي، قال: لاجمعة، ولاتشريق، ولا صلاة فطر، ولا أضحى، إلا في مصر جامع، أو مدينة عظيمة. (المصنف لابن أبي شيبة، الصلاة، من قال لاجمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع، مؤسسه علوم القرآن ٤/٤٦، رقم: ٥٠٩٩)

تجب صلاتهما في الأصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها.

(درمختار، كتاب الصلوٰة، باب العيدين، زكريا ٣/٤٥، كراچی ٢/١٦٦، هنديه، زكريا جديد ١/٢١١، قديم ١/١٥٠، المبسوط للسرخسي، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٣٧، هدايه اشرفی ١/١٧٢)

صلوٰۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریماً الخ. (درمختار کراچی ٢/١٦٧، زکریا ٣/٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٣/ربیع الثانی ١٤١٥ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩٥٤/٣١)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٣/٤/١٤١٥ھ

ایک بستی میں دوعیدگاہ بنانا

سوال: [٨٣٢٤]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں ایک عیدگاہ ہے لیکن اب وہ آبادی کے اندر آگئی ہے، اور رنا کافی بھی ہوگئی ہے، اس میں عیدین میں پورے آدمی نہیں آپاتے ہیں، جہاں عیدگاہ ہے وہاں بڑھانے کی بھی گنجائش نہیں ہے، اس عیدگاہ سے تقریباً آدھا کلومیٹر سے کچھ کم مغرب کی طرف ایک آراضی چند افراد نے عیدگاہ کیلئے وقف کردی ہے، اور کہا کہ یہاں پر عیدگاہ بنالیں اب مسئلۂ مذکورہ میں زید کہتا ہے، کہ ایک بستی میں ایک عیدگاہ کے علاوہ دوسری عیدگاہ بنانا جائز نہیں تو زید کا کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور ہم لوگ عیدگاہ دوسری جگہ بنالیں یا نہیں؟ از راہ شرع مدلل جواب سے نوازیں؟

المستفتي: قاری ابرار احمد، امام وخطیب:
شاہی مسجد، ضلع: ہردوئی، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عیدگاہ کا آبادی سے باہر صحراء میں ہونا مسنون ہے، بعض روایات کے مطابق مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے، تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی اس فضیلت کو چھوڑ کر آبادی سے باہر صحراء اور جنگل میں جاکر عید کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے، اسلئے جو عیدگاہ آبادی کے اندر آگئی ہے اس کو مسجد یا مدرسہ کے کام میں لاکر اس کے بدلہ میں آبادی سے باہر نئی عیدگاہ

بنالینا سنن نبوی کے عین مطابق ہے۔

عن أبی سعید الخدري رضـ قال: کان رسول ا لله صلی اللہ علیہ وسلم یخرج یوم الفطر والأضحی إلیٰ المصلي. (صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الخروج إلیٰ المصلی بغیر منبر، النسخةالهندیة١/ ١٣١، رقم:٩٤٦، ف: ٩٥٦)

السنة الخروج إلیٰ الجبانة إلا لأهل مکة ففی المسجد وقال الشافعیؒ فی الأم بلغنا أن رسول الله کان یخرج فی العیدین إلیٰ المصلیٰ بالمدینةوکذا من بعده إلا من عذر مطر ونحوه الخ. (عمدة القاری شرح بخاری، داراحیاء التراث العربي ٦/ ٢٨١، زکریا ٥/١٧١، تحت رقم الحدیث: ٩٥٦، الأم ، کتاب صلاة العیدین الخروج إلیٰ الأعیاد، بیت الافکار الدولیةمکمل /١٧٤، رقم: ٤٦١)

نیز چھوٹی بستی میں ایک ہی عیدگاہ ہونا چاہئے جو آبادی سے باہر ہو، اور بڑے شہروں میں ہرچہار جانب متعدد عیدگاہ ہونے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ بہتر ہے۔(مستفاد: ایضاح المسائل/ ٣٥)

وتجوز إقامة صلاة العید فی موضعین ، وأما إقامتها فی ثلاثة مواضع فعند محمدؒ تجوز . (هندیه، الباب السابع عشر في صلاة العیدین، زکریا جدید١/١ ٢١، قدیم ١/ ١٥٠)

وأما صلاة العیدفي موضعین وأکثر منهما فجائز إجماعاً . (حاشیه چلپی ، مکتبه امدادیه ملتان ١/٩ ٢١، زکریا ١/٢٧ ٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٦ر جمادی الاولیٰ ١٤١٩ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٥٧٥٣/٣٣)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٦/٥/١٤١٩ھ

پہلی عیدگاہ کو فروخت کر کے اس کی رقم دوسری عیدگاہ میں لگانا

سوال: [٨٣٢٥]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عیدگاہ ہے اور وہ آبادی کے اعتبار سے آج کے دور میں بہت تنگ ہوچکی ہے، لہٰذا گاؤں

والوں نے کشادگی چاہتے ہوئے دوسری جگہ عیدگاہ بنانے کا ارادہ کیا ہے، اور وہ گرام سماج کی جگہ کھلیان ہے، اور وہ کافی کشادہ جگہ ہے، اس لئے گاؤں والوں نے اس زمین میں عیدگاہ بنانے کا ارادہ کیا ہے، اور تمام لوگ پرانی عیدگاہ بیچنا چاہتے ہیں، اور اس کی قیمت نئی عیدگاہ میں لگانا چاہتے ہیں، تو کیا عیدگاہ بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس صورت میں؟ اور اگر بیچنا جائز نہیں ہے، تب کس صورت میں حضرت والا سے مؤدبانہ التماس ہے کہ مندرجہ بالا مسئلہ کو مدلل اور مفصل طریقہ سے نقل فرما کر مشکور فرمائیں؟

المستفتي: محمد عتیق الرحمٰن، ککروہ، تھانہ شہزادنگر، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عید کی نماز آبادی سے باہر صحراء اور جنگلوں میں جا کر پڑھنا مسنون ہے، اسی کو الخروج إلی الجبانۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے،، حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسجد میں ایک نماز کا پڑھنا ۵۰۰۰۰/ ہزار نمازوں کے برابر حیثیت رکھتا ہے، لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آبادی سے باہر صحراء اور میدانوں میں جا کر عید کی نماز ادا فرماتے تھے، اس وجہ سے عیدگاہ ہمیشہ آبادی سے باہر کچھ فاصلہ پر ہونی چاہئے، لہٰذا جو عیدگاہ آبادی کے اندر آجائے اور آبادی بھی دلی بمبئی کی طرح بہت بڑی نہیں ہے، بلکہ اس آبادی سے باہر مسنون طریقہ سے عید کی نماز پڑھنے کیلئے دوسری عیدگاہ بنانا ممکن ہے اور مسلمانوں کا عید کے دن وہاں پہونچ جانا ممکن ہوسکتا ہے، تو ایسی صورت میں آبادی سے باہر دوسری عیدگاہ بنالینا مسنون ہوگا اور آبادی کے اندر عیدگاہ کا حکم وہی ہے جو آبادی کے اندر مساجد میں عید کی نماز پڑھنے کا ہے، اب اس تفصیل کے بعد سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیے جو عیدگاہ آبادی کے اندر آگئی ہے، اور موقوفہ ہے اس کو عام لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنا درست نہیں ہے، ہاں البتہ اس میں دو کام ہوسکتے ہیں۔

(۱) سب مسلمان مل کر اس میں دینی مدرسہ قائم کردیں اور اس کا وقف بحالہ باقی رہے اسی طرح کسی دینی مدرسہ کے ہاتھ اسے فروخت کردیں اور اہل مدرسہ اس میں مدرسہ ہی

کا کام لیں گے، اوراس کا پیسہ دوسری عیدگاہ میں خرچ کردیا جائے دوسری شکل یہ ہے کہ اس میں مسجد تعمیر کردی جائے، تو یہ بھی جائز ہے، اسلئے کہ مسجد بھی وقف ہی ہوتی ہے، اور آبادی کے لوگ دوسری عیدگاہ کیلئے آپس میں دوبارہ پیسہ وصول کرلیں، اور سب مل کرآبادی سے باہر دوسری عیدگاہ بنائیں اور مسجد و مدرسہ قائم کرنا اسلئے جائز ہے، کہ جس طرح عیدگاہ وقف ہے اسی طرح مسجد اور مدرسہ بھی وقف ہے۔

لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنیٰ قوم عليها مسجداً لم أر بذلک بأسا وذلک لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لأحد أن يملكها فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلىٰ المسجد لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين . (عمدة القارى ، الصلاة ، باب هل تنبش قبور مشركی الجاهلية يتخذ مكانها مساجد ، داراحياء التراث العربي ٤/١٧٩ ، زكريا ٣/٤٣٥ ، تحت رقم الحديث: ٤٢٨ ، فتح الملهم ، كتاب المساجد اشرفيه ٢/١١٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۶ر صفر المظفر ۱۴۲۵ھ
۱۴۲۵/۲/۱۶ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۵۲/۳۷)

ایک عیدگاہ سے متعلق چند سوالات

سوال: [۸۳۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موضع پارس منی ایک بڑی بستی ہے جہاں مسلم وغیر مسلم کی بڑی آبادی ہے، ایک خاندان کی مشترکہ زمین میں ایک نامعلوم زمانے سے عیدگاہ قائم ہے، زمین کے بٹوارہ اور آپس میں تقسیم ہونے پر عیدگاہ والی زمین اتفاق سے ایک غریب کے حصہ میں آئی جس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی زمین نہیں تھی، خود وہ غریب بھی چاہتے تھے، کہ عیدگاہ والی

زمین مجھ غریب کے حصہ میں اگر آئے تو میری خوش نصیبی اور سعادت مندی ہوگی، مرضئ خداوندی ایسے ہی ہوئی لیکن کچھ آدمیوں کو یہ اعتراض ہوا کہ گاؤں کے اندر مالدار زمین دار ہوتے ہوئے ایک غریب آدمی کی زمین پر عیدگاہ اور وہ زمین بھی ناکافی ہے، تو ایسی عیدگاہ میں نماز پڑھنا کیسے درست ہوسکتا ہے، لہٰذا ایک صاحب ثروت نے عیدگاہ اور مدرسہ کیلئے تقریباً ایک ایکڑ زمین رجسٹرڈ کردی اور ۱۹۸۶ء کی عیدالفطر کے بعد عیدالاضحیٰ کیلئے نئی عیدگاہ کی زمین میں نماز کا اعلان کردیا گیا کچھ آدمیوں کو اپنی نماز کی صحت وعدم صحت کی فکر ہوئی تو مختلف جگہوں سے فتویٰ منگائے گئے تو ہر ایک کا جواب یہی تھا، کہ پرانی عیدگاہ میں نماز پڑھنے والوں کی نماز صحیح ہوگی اور نئی عیدگاہ میں نماز پڑھنے والے اپنی نماز کی خیر منائیں، ان فتوؤں کے تحت پرانی عیدگاہ میں بقرعید ۱۹۸۶ کی نماز بدستور پرانے امام کی اقتداء میں جو جامع مسجد کے بھی امام ہیں ہوئی عیدگاہ میں ابھی تک ۸۶ء سے عید وبقرعید کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے، الغرض دونوں جگہوں پر نماز ہورہی ہے، ادھر مذکورہ غریب لوگوں کے اعتراضات (جگہ بھی ناکافی ہے) کو دور کرنے کیلئے ۸۶ء کے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے اندر ہی اس حصہ کی کچھ باقی بچی زمین بھی اس کے سمیت عیدگاہ کیلئے رجسٹرڈ کرادی لیکن جھکاؤ میلان زیادہ تر لوگوں کا صاحب ثروت کیساتھ ہی رہا، تقریباً ۴۰ر فیصد پرانی عیدگاہ اور ۶۰ر فیصد نئی عیدگاہ میں نمازی ہوتے ہیں، نیز عیدگاہ کی بقیہ زمین پر ۸۷ء ہی میں مدرسہ کلیمیہ کے نام جو پٹنہ بورڈ سے ملحق ہے، لیکن مدرسین بل منظور نہ ہونے کی وجہ سے عوام یا مدرسین کا کوئی لگاؤ مدرسہ سے نہیں رہا، اس صورت مذکورہ کو دیکھ کر اور گاؤں کی ضلالت وجہالت دیکھ کر احقر نے احساس کیا کہ اتنے بڑے گاؤں میں حکومت کی امداد سے آزاد ہوکر باضابطہ محض اکابر کے طرز پر تعلیم ہونی ضروری ہے، مذکورہ مدرسہ ملحق ہونے کی وجہ سے اکابر کے طرز اور درس نظامی کی حیثیت سے چلانا دشوار تھا، اسلئے مذکورہ غریب کی مذکورہ زمین جو رجسٹرڈ کے ساتھ بڑھائی گئی تھی، ۴۰ر فیصد نمازی کی وجہ سے پہلی زمین ہی کافی اور بہت ہے چنانچہ پرانی عیدگاہ کے

نمازیوں کے باہم مشوروں سے اس پرانی عیدگاہ کے بعد میں بڑھائے جانے والے حصہ میں ایک مدرسہ درس نظامی کا ۹۶ء میں افتتاح کیا گیا تاکہ جہالت وتاریکی دور ہو اور قرآن وحدیث کی تعلیم عام ہو گاؤں کے ایسے آدمی جو نئی عیدگاہ سے متعلق ہیں، وہ اعتراض کرتے ہیں، کہ عیدگاہ کی زمین میں مدرسہ قائم کرنا غلط ہے، مذکورہ صورت حال کے پیش نظر حسب ذیل سوالات کے جوابات دلائل کے ساتھ دیکر عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں؟

(۱) عیدگاہ کیلئے زمین کا رجسٹرڈ ہونا ضروری ہے یانہیں؟

(۲) غریب وامیر کی زمین میں مسجد وعیدگاہ کیلئے کون سی زمین بہتر ہے، دونوں کے خلوص وللہیت کے ساتھ؟

(۳) پہلی عیدگاہ کے ہوتے ہوئے دوسری عیدگاہ کا بنانا یا دوسری نئی عیدگاہ میں نماز پڑھنا درست ہے یانہیں؟ یا نئی عیدگاہ قائم کرنے کیلئے کیا شرائط ہیں؟

(۴) قرآن وحدیث کے مدلل مسائل پر عمل نہ کرنا کیسا ہے؟

(۵) ایک گاؤں میں دو عیدگاہ دونوں میں عوام وخواص یعنی عالم وغیر عالم دونوں شریک ہیں، دونوں عیدگاہوں میں نماز پڑھنے والوں کی نماز درست ہوگی یا کسی ایک کی اس کی وضاحت فرمائیں؟

(۶) پرانی عیدگاہ کی وہ زمین جو عیدین کی نماز میں ۶۰ رفیصد نمازی نہ ہونے کی وجہ سے استعمال نہیں ہوتی ہے، اس پر مدرسہ کا بنانا درست ہے یانہیں؟

(۷) عیدگاہ یا مساجد کی جگہ میں پڑھنے والے بچوں اور عام آدمی کیلئے غسل خانہ پیشاب خانہ، پاخانہ وغیرہ کا بنانا درست ہے یانہیں؟

(۸) عیدگاہ پر مسجد کی دوری کی وجہ سے طلباء اور قرب وجوار کے باشندوں کیلئے اذان کے ساتھ پنجوقتہ نماز باجماعت کا ادا کرنا کیسا ہے، نیز دھوپ یا بارش کیلئے چھپر یا سائے کا نظم کرنا کیسا ہے؟

نوٹ: ان تمام سوالوں کے جوابات مفصل عنایت فرمائیں؟

المستفتي: محمد محی الدین، پارس منی، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) شرعی طور پر عیدگاہ کے عیدگاہ ہونے کیلئے رجسٹرڈ ہونا ضروری نہیں ہے، البتہ کسی کے غلط قبضہ اور غلط تصرف کے خطرہ سے بچنے کیلئے رجسٹرڈ کرایا جاتا ہے۔

وقال أبو یوسف رحمہ اللّٰہ تعالیٰ، یزول ملکہ بمجرد القول . (هدایه، کتاب الوقف، اشرفیه اشرفی ۲/ ٦٣٧)

(۲) غریب وامیر کی زمین میں سے ہر ایک میں مسجد وعیدگاہ بنانا جائز ہے اور جس میں اخلاص اور للّٰہیت زیادہ ہوگی اسی کی زمین میں بنانا زیادہ بہتر ہوگا۔

لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ . (آل عمران: ۹۲)

(۳) پہلی عیدگاہ کے ہوتے ہوئے بلاضرورت دوسری عیدگاہ بنانا مسلمانوں میں تفرقہ اور انتشار کا باعث ہے، اسلئے دوسری عیدگاہ نہ بنانی چاہئے۔

(۴) قرآن وحدیث کے کس مسئلہ پر عمل نہیں ہورہا ہے، اس مسئلہ اور عمل کو متعین فرمادیں، اس کے بعد جواب پر غور ہوگا۔

(۵) بلاضرورت دوسری عیدگاہ بنانا انتشار کی وجہ سے ممنوع ہے لیکن اگر بنانے کے بعد نماز پڑھ لی جائے، تو نماز درست ہوجائیگی، لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

(٦) عیدگاہ کیلئے پوری زمین وقف کردی ہے، اور آئندہ چل کر پوری زمین کی عیدگاہ کیلئے ضرورت ہوسکتی ہو تو اس میں مسجد یا مدرسہ بناکر تنگ نہ کرنا چاہئے، لیکن ضرورت سے زائد زمین ہے، تو اس کو مسجد یا مدرسہ کیلئے استعمال کی گنجائش ہے۔

(۷) جی نہیں۔

(۸) جی ہاں جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵۸۷)

مسجد کی جگہ عیدگاہ بنانا

سوال: [۸۳۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں ایک مسجد ہے، جو بہت پہلے زمانے کی ہے، وہ اب اس شکل میں ہے کہ بالکل کھنڈر ہو چکی ہے، اور وہ آبادی سے باہر ہے، اب کوئی اس میں نماز نہیں پڑھتا ہے، اور گاؤں میں ایک دوسری مسجد ہے، جس میں لوگ نماز ادا کر لیتے ہیں، تو ہمارا یہ خیال ہے کہ اس مسجد کی دیواروں کو توڑ کر اس جگہ عیدگاہ بنا دی جائے، تو کیا یہ جائز ہے؟ اور اینٹیں اس میں بہت ہیں، ان کو بیچ کر کسی مد میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مفصل ومدلل جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتي: محمد طاہر، تحصیل سوار، موضع ٹانڈہ کلاں، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرچہ مسجد کے اردگرد کی آبادی ختم ہوگئی ہو شرعاً مسجد مسجد ہی رہے گی، اس کو شہید کرنا اور اس کے ملبہ کو اجاڑ کر منتقل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، اور مذکورہ مسجد قیامت تک کیلئے مسجد ہے، اس کو توڑ کر عیدگاہ بنانا جائز نہیں ہوگا، اور تمام مسلمانوں پر اس مسجد کی حفاظت کرنا لازم ہے۔

ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلىٰ قيام الساعة وبه يفتى الخ. (الدر المختار، الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد أوغيره زكريا ٦/ ٥٤٨، كراچی ٤/ ٣٥٨، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ٥٩٥، مصری قديم ١/ ٧٤٨، البحرالرائق، كوئٹه ٥/ ٢٥١، زكريا ٥/ ٤٢٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢١/ ربیع الثانی ١٤١٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٧/٤/٢٦٥)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢١/٤/١٤١٢ھ

آباد مسجد کوتوڑ کر عیدگاہ بنانے کا حکم

سوال: [٨٣٢٨]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عرصۂ دراز سے عیدین کی نماز ایک مسجد میں پڑھتے تھے، بعد میں مسجد کو شہید کر کے عیدگاہ کی شکل دیدی گئی ہے، مسجد کو بزرگوں نے چشم دید دیکھا ہے، نیز سرکاری کاغذات میں بھی مسجد ہی درج ہے، مسجد کا کل رقبہ چار بیسہ ہے، باقی غیر مستعمل قبرستان اور کچھ ایل ایم سی کی زمین یعنی مشترک ہے، پورے گاؤں کے آدمی یعنی سب مسلمان موجودہ عیدگاہ میں نہیں آسکتے ہیں، تو کیا ایسی صورت میں دوسری جگہ عیدگاہ بنا سکتے ہیں، اگر بنا سکتے ہیں، تو مذکورہ عیدگاہ کی حفاظت کی کیا شکل ہوگی، عیدین کی نمازیں عیدگاہ میں مندوب و بہتر ہیں، یا مسجد میں اس پر بھی روشنی ڈالیں؟

المستفتي: ڈاکٹر علی، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (١) آباد مسجد کوتوڑ کر عیدگاہ یا کسی دوسرے امور میں منتقل کر دینا قطعاً ناجائز ہے، مسجد کی وہ زمین قیامت تک مسجد رہے گی، جنھوں نے ایسا کیا ہے، وہ سب کے سب گنہگار رہوں گے۔

قال أبویوسف هو مسجد أبداً إلیٰ قیام الساعة لایعود میراثاً ولایجوز نقله ونقل ماله إلیٰ مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیه أو لا وهو الفتویٰ کذا فی الحاوی القدسی وأکثر المشائخ علی قول أبی یوسفؒ ورجح فی فتح القدیر قول أبی یوسف بأنه الأوجه . (البحرائق، کتاب الوقف، فصل في أحکام المسجد، کوئٹہ ٥/٢٥١، زکریا ٥/٤٢١، شامی، زکریا ٦/٥٤٨، کراچی ٤/٣٥٨،

مجمع الأنهر، دارالکتب العلمية بيروت ۲/ ۵۹۵، مصری قديم ۱/ ۷٤۸)

(۲) عیدین کی نماز اس عیدگاہ میں پڑھنا سنت اور افضل ہے جو آبادی سے باہر صحراء اور جنگل میں ہے، اور جو عیدگاہ آبادی میں داخل ہوگئی اس میں پڑھنا اور جامع مسجد میں پڑھنا دونوں برابر ہے۔

عن علي – رضی الله عنه – قال: الخروج إلیٰ الجبان فی العیدین من السنة . (المعجم الأوسط، دارالفکر ۳/ ۱۱٦، رقم: ٤۰٤۰)

والخروج إليها أی الجبانة لصلاة العيد سنة وإن وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح . (شامی، کتاب الصلوٰة، باب صلاة العيدين، زکریا ۳/ ٤۹، کراچی ۲/ ۱٦۹، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ۲/ ٤۸٤، رقم: ۲۲٤۱، زاد المعاد ۱/ ٤٤۱، هنديه، زکریا جدید ۱/ ۲۱۱، قديم ۱/ ۱۵۰)

(۳) اگر بڑی عیدگاہ کی ضرورت ہے تو سب لوگوں کا متفق ہوکر آبادی سے باہر عیدگاہ کیلئے کوئی جگہ تجویز کرلینا مناسب ہے، اور موجودہ عیدگاہ جو پرانی مسجد ہے مسجد کی جگہ پر مسجد ہی تعمیر کرنا لازم ہے، اور حدود مسجد کے علاوہ بقیہ جگہ میں کوئی دینی مدرسہ قائم کردینا چاہئے اس سے حفاظت بھی ہوگی اور دین کی ترقی بھی ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ رمحرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۶۱)

مسجد توڑ کر عیدگاہ بنانا

سوال: [۸۳۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گاؤں سیہ سرائے میں سڑک کے پاس عام قبرستان کے ایک کونے میں پچھلے سال سے ایک مسجد تعمیر ہے، جس میں پنجگانہ جماعت تو نہیں ہوتی ہے، لیکن لوگ اور مسافر نماز پڑھتے رہتے ہیں، اب گاؤں کے سب لوگ ہی اس مسجد کو عید کی نماز پڑھنے کیلئے بنانا چاہتے ہیں، کیونکہ عید کی

نماز پڑھنے کیلئے کوئی میدان نہیں ہے، مسجد کو بدستور رکھتے ہوئے، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

المستفتي: محمد منتظر، سید مزرعہ، سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو مسجد ایک مرتبہ شرعی طریقہ سے مسجد بنالی جائے وہ ہمیشہ مسجد ہی کے حکم میں رہے گی اسکو غیر مسجد کے کام میں لانا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/ ۳۷، جدید زکریا مطول ۱۰/۱۴۹)

ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلىٰ قيام الساعة وبه يفتى. (الدر مع الرد، الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره زكريا ٦/٦٦٥، كراچی ٤/٤٤٥، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٥٩٥، مصرى قديم ١/٧٤٨، البحرالرائق، كوئٹه ٥/٢٥١، زكريا٥/٤٢٠)

البتہ مسجد کو بدستور قائم رکھتے ہوئے عید کی نماز اس میں پڑھنا درست ہے، ایک مرتبہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عید کی نماز بارش کی وجہ سے مسجد میں پڑھائی ہے۔

عن أبي هريرةؓ أنه أصابهم مطر في يوم عيد، فصلى بهم النبي صلى الله عليه وسلم صلاة العيد فى المسجد. (ابوداؤد شريف، باب يصلى بالناس فى المسجد إذا كان يوم مطر، النسخة الهندية ١/١٦٤، دارالسلام رقم: ١١٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲؍۴۵۸۴)

عیدگاہ منہدم کر کے مسجد بنانا

سوال: [۸۳۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موضع کلہابگلہ ضلع مرادآباد کی عیدگاہ جو آبادی کے باہر تھی، اب گاؤں کی آبادی کے بڑھ جانے کی

وجہ سے عیدگاہ آبادی میں آگئی ہے، اور گاؤں میں صرف ایک مسجد ہے، جونمازیوں کیلئے دور بھی ہوگئی ہے، اس لئے گاؤں والوں کی خواہش ہے کہ موجودہ عیدگاہ کو منہدم کرکے اس جگہ پر دوسری مسجد تعمیر کرلی جائے، اور عیدگاہ دوسری جگہ بنالی جائے، شرعی جواب سے نوازا جائے؟

المستفتي: حافظ عبد السلام، ناظم دفتر جامعہ اسلامیہ عربیہ رحمانیہ، ٹانڈہ بادلی، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر مذکورہ گاؤں میں جواز عیدین کی شرائط موجود ہیں، تو پورے گاؤں کے لوگ متفقہ طور پر آبادی کے اندر آئی ہوئی عیدگاہ کو مسجد بنانے کی نیت کرلیں، اور سب مل کر سنت کے مطابق آبادی سے باہر عیدگاہ بنالیں، تو محض جائز ہی نہیں بلکہ یہی عین سنت ہے، کیونکہ عید کی نماز میں اصل سنت آبادی سے باہر جاکر نماز عید ادا کرنا ہے، لہٰذا گاؤں والوں کا مذکورہ پروگرام مقتضی شریعت کے بالکل مطابق ہے۔

عن أبی سعید الخدری قال کان النبی ﷺ یخرج یوم الفطر والأضحی إلی المصلی . (صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الخروج إلیٰ المصلی بغیر عذر، النسخة الهندیة ۱/۱۳۱، رقم: ۹٤٦، ف:۹٥٦)

عن علی رضی الله عنه قال: من السنة الصلاة فی الجبان . (المعجم الأوسط، دارالفکر ٤/۹٦، رقم: ۵۳۳۱، مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/۲۰۹، مستفاد: فتاویٰ رحیمیه ٦/۸۲، جدید زکریا ۹/۹۸)

ثم خروجه ماشیا إلیٰ الجبانة وهی المصلی العام الخ. (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، زکریا ۳/٤۸، ٤۹، کراچی ۲/۱٦۸)

والخروج إلیٰ الجبانة سنة لصلوٰة العید، وإن کان یسعهم المسجد الجامع عندعامة المشائخ هو الصحیح الخ. (البحرالرائق، کوئٹه ۲/۱۵۹، زکریا ۲/۲۷۸، هندیه، زکریاقدیم ۱/۱۵۰، جدید ۱/۲۱۱، قاضیخان، زکریا جدید ۱/۱۱٤،

وعلی هامش الهندية ١/١٨٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍رمضان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۴۲۶)

عیدگاہ کیلئے وقف کی گئی زمین پر مسجد بنانا

سوال: [۸۳۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آراضی عیدگاہ کیلئے وقف تھی بعد میں واقفین حضرات نے اس آراضی کو مسجد کیلئے تبدیل کیا تو کیا یہ تبدیلی جائز ہے؟ جب اس عیدگاہ کی زمین کو دوبارہ مسجد کیلئے وقف کیا گیا تو کچھ شرائط بھی رکھی گئی تھیں، ان میں سے ایک شرط یہ تھی، کہ اس مسجد کیلئے ایک متولی کے ساتھ ساتھ ۹؍افراد پر مشتمل ایک کمیٹی ہوگی کمیٹی میں دو افراد واقفین کے ورثاء میں سے چنے جائیں گے، پھر وہی دو افراد اپنی مرضی سے ۲؍دیگر افراد کو چنیں گے، پھر متولی خود ایک فرد کو چنے گا، پھر باقی چار افراد عام لوگوں میں سے چناؤ کے ذریعہ چنے جائیں گے، یہ شرط جمہوریت کے خلاف معلوم ہوتی ہے، اسلئے اکثر محلّہ والوں کا ان واقفین سے کہنا ہے کہ آپ حضرات اس شرط کو بدل کر کوئی دوسری شرط رکھیں، جو جمہوریت کے مطابق ہو اس پر وہ حضرات کچھ خاص لوگوں کے سامنے رضامند ہو گئے اور ایک کمیٹی بھی ہاتھوں ہاتھ ان کی رضامندی سے تشکیل دی گئی جن کی شکل یہ ہے کہ ۱۳؍افراد پر مشتمل کمیٹی ہوگی جن میں واقفین کے ورثاء میں سے ۳؍افراد اور باقی افراد چناؤ کے ذریعہ یا قرعہ کے ذریعہ چنے جائیں گے، لیکن کچھ روز بعد جب دلیل ہوتی ہے، تو واقفین حضرات کہتے ہیں، کہ ہم اس شرط کو نافذ کر تو دیتے مگر شریعت اس تبدیلی کی اجازت نہیں دیتی کیا اقرار کے بعد پھر ان کا یہ کہنا صحیح ہے، کیا شریعت میں واقعی اس تبدیلی کی کوئی اجازت نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو حوالہ سے لکھیں؟ اور ہے تب بھی حوالہ

سے ثابت کریں کیا غلط شرط کی تبدیلی نہیں کی جاسکتی؟

المستفتي: شریف الاسلام، ۲۴؍ پرگنوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدگاہ کے لئے وقف کی گئی زمین کو اگر واقفین ضرورت کی بناپر مسجد میں تبدیل کردیں تو یہ تبدیل کرنا جائز ہے، اور واقفین کو کمیٹی کیلئے افراد منتخب کرنے کا پوراپورا اختیار ہے، کسی کو کسی قسم کی شکایت اوراعتراض کا حق حاصل نہیں ہے، البتہ واقفین کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ کمیٹی کے افراد منتخب کرتے وقت ایسے لوگوں کا انتخاب کریں جن سے آگے چل کر مسجد کیلئے دینی یا دنیوی کسی قسم کی شکایت کا خطرہ نہ ہو۔

لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنیٰ قوم عليها مسجدا لم أر بذلک بأساً وقوله فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلىٰ المسجد لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين . (عمدة القاری، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركی الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، داراحياء التراث العربی ٤/١٧٩، زكريا ٣/٤٣٥، تحت رقم الحديث/٤٢٨، فتح الملهم، كتاب المساجد اشرفيه ٢/١١٨)

أما الواقف فله عزل الناظر مطلقاً به يفتى . (شامی، الوقف، مطلب في عزل الناظر، زكريا ٦/٥٨٠، ٦/٦٤١، كراچی ٤/٢٨٢، ٤/٤٢٧)

إن الولاية للواقف ثابتة مدة حياته ، وإن لم يشترطها وأن له عزل المتولی . (شامی، زكريا ٦/٦٣٣، كراچی ٤/٤٢١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۸۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۶/۱۲ھ

قدیم مسجد کوتوڑ کر عیدگاہ بنانا

سوال: [۸۳۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر پرانی مسجد کوتوڑ کر وہاں پر عیدگاہ بنانا چاہیں تو کیسا ہے؟ حوالہ کیساتھ جواب دینے کی زحمت گوارہ کریں، تاکہ ہمارے درمیان اختلاف ختم ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ آپ کو ثواب دارین سے سرفراز فرمائے، کرم ہوگا؟

المستفتي: ربیع الحق، مرشدآبادی، صوبہ مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس جگہ ایک مرتبہ مسجد بن جاتی ہے، قیامت تک کیلئے اس کا مسجد ہی رہنا لازم اور ضروری ہے، ہاں البتہ جمعہ ہونا ضروری نہیں ہے، پانچوں وقت کی نماز ہوجانا کافی ہے۔

إن المسجد إذا خرب یبقی مسجداً أبداً. (شامی، الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجدأو غیرہ، زکریا ٦/٥٤٩، کراچي ٤/٣٥٩، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت ٢/٥٩٥، مصری قدیم ١/٧٤٨، الموسوعة الفقهیة الکویتیة٣٧/٢٢٥، الفقه الإسلامی، وأدلته دارالفکر ١٠/٧٦٧٢، هدیٰ انٹر نیشنل دیو بند٨/٢١٧)

لأنه مسجد إلیٰ عنان السماء وکذا إلیٰ تحت الثریٰ کما فی البیری عن الاسبیجابی. (شامی، الصلاة، مطلب فی أحکام المسجد، زکریا ٢/٤٢٨، کراچي ١/٦٥٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۴۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۶/۱۰ھ

آبادی میں واقع عیدگاہ کو مدرسہ بنانا

سوال: [۸۳۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

نے کچھ آراضی عیدگاہ کے نام وقف کی وقف کرتے وقت وہ آراضی آبادی سے باہر تھی ، لیکن آہستہ آہستہ آبادی بڑھتی گئی یہاں تک کہ وہ عیدگاہ آبادی کے اندر ہوگئی، اوراس میں مکتب کی شکل میں بچوں کی دینی تعلیم بھی ہونے لگی اب لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس عیدگاہ میں مستقل مدرسہ قائم کردیا جائے، اور عیدگاہ کیلئے آبادی سے باہر دوسری زمین خریدلی جائے، اور یہ خریداری مخصوص لوگوں کے عطیہ سے ہوگی ،تو ایسا کرنا صحیح ہے یانہیں؟ مفصل ومدلل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتي: بشیر احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب عیدگاہ آبادی کے اندر آگئی ہے تو اس کو مدرسہ بنا کر وہاں تعلیم جاری کرنا اور اس کی جگہ آبادی سے باہر زمین خرید کر عیدگاہ بنانا جائز ہے۔(مستفاد: ایضاح المسائل/۳۵)

عن أبی سعید الخدری قال كان النبی ﷺ يخرج يوم الفطر والأضحی إلی المصلی . (صحيح البخاری ، كتاب العيدين، باب الخروج إلىٰ المصلی، بغير عذر، النسخة الهندية ۱/۱۳۱، رقم: ۹٤٦، ف:۹۵٦)

والثانی: أن لايشرطه سواء شرط عدمه أو سكت ؛ لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكلية ، بأن لا يحصل منه شيئی أصلاً ،أو لا يفي بمؤنته فهو أيضاً جائزعلی الأصح. (الدر مع الرد، الوقف ، مطلب في استبدال الوقف وشروطه ، زكريا ٦/۵۸۳، كراچی ٤/۳۸٤، الأشباه والنظائر، كراچی ۱/۳۰۵، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/ ۱۹٦، الفقه الإسلامی وأدلته ، دارالفكر ۱۰/۷٦۷۵ ، هدیٰ انٹر نیشنل دیوبند۸/ ۲۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۱/ ۳۹۱۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۳ھ

عیدگاہ کو مدرسہ بنا کر دوسری عیدگاہ بنانا

سوال: [۸۳۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے کچھ آبادی عیدگاہ کیلئے وقف کی وقف کرتے وقت وہ آراضی آبادی سے باہر تھی، لیکن آہستہ آہستہ آبادی بڑھتی گئی یہاں تک وہ عیدگاہ آبادی کے اندر ہوگئی، اس میں مکتب کی شکل میں بچوں کی دینی تعلیم بھی ہونے لگی، اب لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس عیدگاہ میں مدرسہ قائم کردیا جائے اور عیدگاہ کیلئے آبادی سے باہر دوسری زمین خریدی جائے، اور وہ خریداری مخصوص لوگوں کے عطیہ سے ہوگی، ایسا کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

المستفتي: بشیر احمد قاسمی، مدرسہ بشیریہ سکر ہٹہ خورد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عیدگاہ کی کمیٹی اور ذمہ داروں کی اجازت سے جو عیدگاہ آبادی میں آگئی ہے اس میں دینی مدرسہ بنانا اور اس کے عوض میں آبادی سے باہر دوسری عیدگاہ بنانا شرعاً جائز ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۱۵۴، ڈابھیل ۱۵/۳۳۵)

عن علي – رضی الله عنه – قال: الخروج إلیٰ الجبان فی العیدین من السنة. (المعجم الأوسط، دارالفکر ۳/۱۱٦، رقم: ٤٠٤٠)

والثاني: أن لایشرطه سواء شرط عدمه أو سکت؛ لکن صار بحیث لا ینتفع به بالکلیة، بأن لا یحصل منه شیئی أصلاً، أولا یفي بمؤنته فهو أیضاً جائز علی الأصح. (شامی، الوقف، مطلب في استبدال الوقف وشروطه، زکریا ٦/٥٨٣، ٥٨٤، کراچی ٤/٣٨٤، الأشباه والنظائر، کراچی ١/٣٠٥، الموسوعة الفقهية الکویتية ٤٤/١٩٦، الفقه الإسلامي وأدلته، هدیٰ انٹر نیشنل دیوبند ٨/٢١٩، دارالفکر ١٠/٧٦٧٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۴۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۵/۱۴۱۴ھ

عیدگاہ کومسجد میں تبدیل کر کے شہر کے باہر عیدگاہ بنانا

سوال: [۸۳۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج سے تقریباً ۳۵/سال پہلے ہمارے علاقہ میں ایک عیدگاہ بنانے کیلئے قرب وجوار کے تمام مسلمانوں نے مشورہ کیا چنانچہ جگہ کا انتخاب ہمارے گاؤں کے اندر ایک چوراہے کے پاس لب سڑک لکھنؤ اور سلطانپور روڈ پر کیا گیا، لیکن اسی وقت میرے گاؤں سے متصل ایک دوسرے گاؤں والوں نے دوسری عیدگاہ بنانا شروع کردی، دونوں کے درمیان فاصلہ ۱۰۰/۱۵۰/میٹر ہی کا ہے، ادھر عام حضرات کی رائے سے یہ عیدگاہ بھی تعمیر کی گئی، اب ادھر کچھ سالوں سے اس چوراہے پر دوکانیں بن گئی ہیں اور اس کے آس پاس کچھ مکانات بھی بن گئے ہیں، اور صبح وشام مسلمانوں کی خاصی تعداد یہاں رہتی ہے، اس وجہ سے یہاں ایک مسجد کی ضرورت ہے، اس بارے میں اس چوراہے کے پاس تمام گاؤں والوں کی مرضی ہے کہ میرے گاؤں کی سرحد میں پائی جانے والی عیدگاہ جو تمام قرب وجوار کے مسلمانوں کی رائے سے عیدگاہ بنی تھی، اسے جامع مسجد بنا دیا جائے لیکن ہمارے گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ ہم تم کو اسی سڑک کے آس پاس دوسری زمین مسجد کیلئے دے سکتے ہیں، پر اپنے آباء واجداد کی بنائی ہوئی عمارت اور عیدگاہ میں مسجد نہیں بنانے دیں گے، ادھر اس چوراہے اور بازار والے ہماری عیدگاہ میں ٹین شیٹ لگا کر پانچوں وقت کی نماز اور جمعہ ادا کر رہے ہیں، نیز یہ واضح رہے کہ عیدگاہ کی زمین میرے گرام سبھا کی ہے، جسے میرے دادا مرحوم سابق پردھان نے عیدگاہ کے لئے وقف کیا تھا، لیکن وقف بورڈ میں اس کا اندراج نہیں ہوا ہے، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس عیدگاہ کو جامع مسجد بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ میرے گاؤں والوں کی رضامندی ضروری ہے یا نہیں؟ (زمین میرے ہی گاؤں کی ہے) رضامندی میں گاؤں کی اکثریت کا اعتبار ہوگا یا ایک ایک فرد کی رضامندی ضروری ہے، نیز اس وقت اس میں جو نماز پڑھی جارہی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ جبکہ گاؤں کے بعض حضرات

ناپسند کرتے ہیں، اگر میرے گاؤں کا کوئی فرد اس میں نماز پڑھنے سے منع کرے تو اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

المستفتي: مقبول احمد، منڈوی،
شاہ پور، ضلع: سلطان پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عیدگاہ کو مسجد بنانے کیلئے وہاں کے ذمہ داران اور عیدگاہ کے متولی یا کمیٹی کی مرضی لازم ہے، نیز جب عیدگاہ آبادی کے اندر آ جائے تو اسکو مسجد میں منتقل کرکے آبادی سے باہر عیدگاہ بنانا بہتر ہے، مگر یہ کام ذمہ داروں کی رضامندی سے کرنا لازم ہے۔

عن علی رضی الله عنه قال: من السنة الصلاة في الجبان. (المعجم الأوسط، دارالفكر ٤/٩٦، رقم: ٥٣٣١، مجمع الزوائد، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٢٠٩)

والثاني: أن لايشرطه سواء شرط عدمه أو سكت؛ لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكلية، بأن لا يحصل منه شيئى أصلاً، أو لا يفي بمؤنته فهو أيضاً جائز على الأصح. إذا كان بإذن القاضي ورأيه المصلحة فيه.

(الدر مع الرد، الوقف، مطلب في استبدال الوقف وشروطه، كراچی ٤/٣٨٤، زكريا ٦/٥٨٣، ٥٨٤، الأشباه والنظائر، كراچی ١/٣٠٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/١٩٦، الفقه الإسلامي وأدلته، هدىٰ انٹر نيشنل ديوبند ٨/٢١٩، دار الفكر ١٠/٧٦٧٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۳۹)

گرام پنچایت کی زمین میں عیدگاہ بنانا

سوال: [۸۳۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گرام سبھا میں تین گاؤں شامل ہیں جس میں ایک جگہ خالی پڑی ہے اور وہاں پر میلہ لگتا ہے، اور اس کے متصل دوسرے گاؤں کے لوگ اور اس گاؤں کے لوگ تعزیہ دفن کرتے ہیں، حالانکہ دوسرے گاؤں کے لوگ اعتراض کرتے ہیں اور وہ جگہ گرام پنچایت کی ہے، اور نہ تو اس کی خریداری عیدگاہ کے نام سے ہوئی ہے، اور نہ ہی اس کی کوئی رسید عیدگاہ کے نام کسی پردھان نے ابھی تک کاٹی ہے، موجودہ پردھان نے بغیر کسی لکھا پڑھی کے عیدگاہ بنانے کی اجازت دیدی ہے، اور اعتراض کردہ اس گرام سبھا میں شامل نہیں ہیں، تو ایسی صورت حال میں وہاں عیدگاہ کی تعمیر درست ہے یا نہیں؟ اگر سنگ بنیاد رکھدیا گیا ہے، تو وہاں نماز عید پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: ظہیر احمد، دھراوان، دوھرارہ، ضلع کھیر لکھیم پور یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ زمین نہ گرام سبھا کی ہے اور نہ ہی کسی مخصوص شخص کی ملکیت ہے بلکہ گرام پنچایت کی زمین ہے، تو ایسی صورت میں اگر پردھان نے گرام پنچایت کی اجازت سے عیدگاہ کیلئے متعین کردی ہے، یا خود پردھان گرام پنچایت کا ذمہ دار ہے، اور اس نے عیدگاہ بنانے کی اجازت دیدی ہے تو شرعی طور پر اس کو عیدگاہ کے لئے متعین کرنا اور اس کو عیدگاہ بنانا درست ہوجائے گا، بہتر یہ ہے کہ اس کے لئے کاغذات میں لکھا پڑھی کردی جائے، تاکہ آئندہ کسی اختلاف اور جھگڑے کا شکار نہ بن سکے، اور اگر وہ زمین کسی افسر سے متعلق ہے تو اس سے تحریری اجازت لینی چاہئے تاکہ بعد میں اختلاف کا سبب نہ بن سکے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/۴۴، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۳۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۸۱/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۵ھ

سرکاری اسکول کو عیدگاہ بنانا

سوال: [۸۳۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسکول جو سرکاری ملکیت میں ہے، لوگوں نے اجازت دی کہ اس کو عیدگاہ بنالیا جائے، لیکن سرکار نے اجازت نہیں دی ہے، اب اسکول کے صحن کو عیدگاہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد ابوسعید مالاہی، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سرکار اور میونسپلٹی کی اجازت کے بغیر محض عوام کی اجازت سے اسکول کی زمین اور اس کے صحن کو عیدگاہ بنالینا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/۴۴، جدید زکریا مطول ۱۰/۳۲۵)

عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه، أن رسول الله ﷺ قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (شعب الإيمان، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دارالكتب العلمية بيروت ٤/٣٨٧، رقم: ٥٤٩٢)

لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلاسبب شرعي، لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغيرإذنه. (قواعد الفقه، اشرفی /۱۱۰، رقم: ٢٦٩، ٢٧٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۹۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۲۷ھ

عیدگاہ میں شادی ہال یا اسکول بنانا

سوال: [۸۳۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے شہر میں عیدگاہ کی حفاظت کے پیش نظر چہار دیواری کردی گئی تھی، لیکن اب عیدگاہ کے کچھ حصہ میں ٹین شیٹ ڈال کر شادی ہال بنا کر باراتوں کو ٹھہرایا جاتا ہے، اور باراتوں کے کھانے وغیرہ تیار کرنے کیلئے باورچی خانہ بھی تیار کردیا گیا ہے، نیز عیدگاہ میں جہاں نماز ہوتی تھی اسی حصہ میں بیت الخلاء پیشاب خانہ وغیرہ بھی بنادیا گیا ہے، اور شادی بیاہ وغیرہ کے موقعہ پر فوٹوگرافی بے پردہ عورتوں کی آمدورفت نیز ناچ گانا وشراب نوشی بھی ہوتی ہے، نیز مستقبل میں عیدگاہ کو پاٹ کر لڑکیوں کا انگلش میڈیم اسکول قائم کیا جارہا ہے، اوران تمام چیزوں پر زکوٰۃ وصدقات وچرم قربانی کی رقوم بھی خرچ کی جاتی ہیں۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ عیدگاہ کو قیام بارات کیلئے استعمال کرنا طلباء وطالبات کیلئے اسکول یا ہوسٹل قائم کرنا، نیز ان چیزوں پر چرم قربانی زکوٰۃ وصدقات کی رقوم کو خرچ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور جولوگ ان امور کیلئے اپنی رقوم دیتے ہیں، کیا ان کے صدقات وزکوٰۃ ادا ہوجاتے ہیں، یا نہیں؟ ایسے شخص کو متولی باقی رکھنے کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسے شخص کو تولیت سے علیٰحدہ کر کے عوام کو دوسرے متولی کا انتخاب کرنا شرعاً لازم ہے یا نہیں؟

سوال کے ہر جز کا جواب مفصل ومدلل تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد حنیف قریشی، اسماعیل نگر، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: موقوفہ عیدگاہ بہت سے امور میں مسجد کا حکم رکھتی ہے، اسلئے وہاں پر شادی ہال بنانا اور باراتوں کے کھانے کیلئے باورچی خانہ بنانا اور بیت الخلاء پیشاب خانہ وغیرہ بنانا ہرگز جائز نہیں ہے، نیز وہاں پر ایسی بارات کا ٹھہرانا جس میں ناچ گانا شراب نوشی وغیرہ حرام امور کا ارتکاب ہوتا ہو، ناجائز وحرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور

اس سے بڑھ کر اسمیں انگلش میڈیم اسکول قائم کرنا موقوفہ عیدگاہ پر نا جائز قبضہ ہے، وہاں کے تمام مسلمانوں پر لازم ہے، کہ جو متولی یا ذمہ دار یہ حرکتیں کرر ہا ہے، اس کو فوری طور پر برطرف کرکے دوسرا دیانتدار حلال وحرام اور جائز وناجائز امور سے واقف کار اور خدا کا خوف رکھنے والے شخص کو عیدگاہ کا متولی یا ذمہ دار بنائیں، نیز وہاں جب اسکول ہی قائم کرنا جائز نہیں ہے، تو زکوٰۃ وصدقات واجبہ کا مصرف کہاں سے ہوگا۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ کراچی ۱/ ۵۸۰، امداد المفتیین کراچی/ ۸۱۵)

وقال بعضهم له حكم المسجد حال أداء الصلوٰة لاغير وهو والجبانة سواء ويجنب هذا المكان كما يجنب المسجد احتياطاً .

(البحر الرائق، الوقف ، فصل في أحكام المسجد ، زكريا ٥/٤١٧، كوئٹه ٥/٢٤٨، حاشية چلپي ، مكتبه امداديه ملتان ١/١٦٨، زكريا ١/٤٢٠، الدر مع الرد، كراچی ٤/٣٥٦، زكريا٦/٥٤٥)

لم يخرجه القاضي من الولاية إلابخيانة ظاهرة الخ. (هنديه ، الوقف، الباب الخامس ، زكريا جديد٢/ ٣٩٠ ، قديم ٢/٤٢٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/٤ ١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ شوال المکرّم ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۹۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۱۰/ ۱۴۱۹ھ

مسجد اور عیدگاہ کی آمدنی مخلوط کرکے رکھنا

سوال: [۸۳۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد و عیدگاہ کی آمد وخرچہ ایک جگہ رہتا تھا، کیونکہ گاؤں میں ایک ہی مسجد ہے، اور ایک ہی عیدگاہ یہ اشتراک جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ خرچ میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، مسجد کا خرچ زیادہ ہے اور عیدگاہ کا کم لہٰذا جواب دیکر ممنون فرمائیں؟

المستفتي: عبدالرشید، امام مسجد مانپونگر، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس طرح اشتراک جائز نہیں ہے، بلکہ دونوں کی آمدنی الگ الگ رکھنا لازم ہے، ایک کی آمدنی دوسرے پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۵۹۶، مجموعۃ الفتاویٰ ۲/ ۱۴۶)

ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين أحدهما للسكنى والآخر للاشتغال فلا يصرف أحدهما للآخر وهي واقعة الفتوىٰ الخ.

(شامی، الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، زکریا ٦/ ٥٥١، کراچی ٤/ ٣٦١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۱۷)

عیدگاہ کو شادی بیاہ کیلئے دینا

سوال: [۸۳۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) شہر میرٹھ کی عیدگاہ کو شادی بیاہ کیلئے دینا جائز ہے یا نہیں؟ بالخصوص جبکہ شادیوں میں عموماً کھلم کھلا شراب کا استعمال ہو جاتا ہو؟

(۲) موجودہ دور میں عام طور پر شادیوں کی تقریبات میں مرد وعورتیں ایک ساتھ شرکت کرتے ہیں، شرعی طور پر پردہ کا لحاظ ایسی تقریبات ختم کر دیتی ہیں، جس سے نوجوان لڑکے ولڑکیاں عیدگاہ کے مقام کا خیال نہیں کرتے، معاشرہ میں اس عمل سے نقصان ہو رہا ہے، گویا عیدگاہ کی حرمت پامال ہو رہی ہے؟

(۳) عیدگاہ کا کوئی ذمہ دار شخص کیا اپنی ذمہ داری سے بچ سکتا ہے، جبکہ وہاں شراب نوشی ہو؟

(۴) کیا اس غیر ذمہ دار شخص کو یہ اختیار حاصل ہے، کہ وہ چشم پوشی سے کام لے ازراہ کرم مدلل ومفصل جواب تحریری کتاب وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں تاکہ قوم کو آنے والے فتنوں سے محفوظ رکھنے میں آپ کا جواب معاون ومددگار ہوسکے؟

المستفتي: وصی الدین، ومسلمانان شہر میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱-۲) عیدگاہ من وجہ مسجد ہے، اس لحاظ سے اس کا احترام لازم ہے، لہٰذا وہاں پر ایسی شادی کے لوگوں کو ٹھہرانا سخت ترین گناہ ہے، جو شراب نوشی کرتے ہیں، نیز سوالنامہ میں جتنی خرافات کا ذکر ہے، ان میں سے کسی بھی امر کا ارتکاب عیدگاہ میں جائز نہیں ہے۔

(۳-۴) عیدگاہ کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کو وہاں جانے نہ دیں، ورنہ گناہ میں خود بھی شامل ہوں گے، غیر ذمہ دار لوگ اگر منع کرنے پر قادر ہیں، تو ان کو بھی ممانعت کرنے میں حصہ لینا چاہئے۔

أما مصلی العيد لايكون مسجداً مطلقاً وإنما يعطى له حكم المسجد فی صحة مصلی العيد بالإمام وقال بعضهم (إلیٰ قوله) ويجنب هذا المكان عما يجنب عنه المساجد احتياطاً الخ. (شامی، الوقف، قبيل في احكام المسجد، زكريا ٦/ ٥٤٥، كراچي ٤/ ٣٥٦، البحرالرائق، كوئٹه ٥/ ٢٤٨، زكريا ٥/ ٤١٧، حاشية چلپی امدادیه ملتان ١/ ١٦٨، زكريا ١/ ٤٢٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۸/ محرم ۱۴۱۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۰۳)	۲۸/ ۱/ ۱۴۱۹ھ

عیدگاہ کو بازار لگانے کیلئے کرایہ پر دینا

سوال: [٨٣٤١]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چوکھا کے پل پر جو منگل کا بازار لگتا تھا، کسی بنا پر اب وہ وہاں سے ختم ہو گیا ہے، اب اگر اس کو عیدگاہ کے میدان میں لگایا جائے، اور اس کی آمدنی عیدگاہ کے فرش یا اس چہار دیواری میں لگائی جائے تو کیسا ہے؟ اگر اس جگہ جائز نہیں تو رانڈ اور بیواؤں پر صرف کیا جائے، تا کہ اس پیسہ سے وہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں، لھٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: حافظ شبیر احمد، رحمت نگر، گلی نمبر۲، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عیدگاہ بہت سے احکام میں باتفاق علماء مسجد کا حکم رکھتی ہے، نیز نفس عبادت گاہ ہونے کی حیثیت سے بھی عیدگاہ انتہائی حرمت وعظمت کی حامل ہے، جس طرح موقوفہ عیدگاہ میں کھیل تماشہ، کشتی وغیرہ کرنا اسی طرح اس کو گانا باجے کی جگہ بنا لینا شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے، اسی طرح عیدگاہ کو بازار کی جگہ بنالینا جہاں پر نہ جانے کتنے امور خلاف شرع انجام پائیں جس سے عیدگاہ کی حرمت وعظمت پامال ہوتی رہے، قطعاً جائز نہیں، جبکہ حدیث شریف میں آقاء نامدار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ سب سے اچھی جگہ مساجد ہیں، اور سب سے بری جگہ بازار ہیں، چونکہ عیدگاہ بھی بہت سے امور میں مسجد کا حکم رکھتی ہے، اسلئے بازار جیسی بری جگہ کیلئے عیدگاہ کو استعمال کیلئے کرایہ پر دینا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ٦/ ٤٢٨، فتاویٰ دارالعلوم ٥/ ٢١٥، کفایت المفتی ٣/ ١٤٢، جدید زکریا مطول ١٠/ ٤٥٠، امداد المفتیین / ٨١٥، مسائل عیدین/ ٢/ ٧٧، مسائل مسجد/ ٢٦٠)

ويجنب هذا المكان كما يجنب المسجد احتياطاً . (البحر الرائق، الوقف، فصل في احكام المسجد، كوئٹه ٥/ ٢٤٨، زكريا ٥/ ٤١٧، الدر مع الرد، زكريا ٦/ ٥٤٥، كراچى ٤/ ٣٥٦، حاشية چلپى امدايه ملتان ١/ ١٦٨، زكريا ١/ ٤٢٠)

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ لجبريل: .... خير

البقاع المساجد ، بیوت الله فی الأرض ......شر البقاع الأسواق. (المعجم الأوسط ، دارالفکر ۵/۲۲۳، رقم: ۷۱٤٠، مجمع الزوائد ، دارالکتب العلمیة بیروت ٤/٧٩)

عن أبی هریرة رضؓ أن رسول الله ﷺ قال أحب البلاد إلیٰ الله تعالیٰ مساجدها وأبغض البلاد إلیٰ الله تعالیٰ أسواقها. (مسلم شریف، باب آحب البلاد إلیٰ الله تعالیٰ مساجدها ، النسخة الهندیة ۱/۲۳٦، بیت الأفکار رقم: ٦٧١، صحیح ابن خزیمه المکتب الإسلامي ۱/٦٣٧، رقم: ١٢٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۴۴)

وقف کی زمین میں میلہ لگانا اور اس کے کرایہ کا حکم

سوال: [۸۳۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے قصبہ میں عیدگاہ اور قبرستان وقف علی الخیر ہیں، عیدگاہ سے متصل ہی قبرستان ہے، ہمارے یہاں عیدگاہ کا متولی قبرستان وعیدگاہ دونوں کا انتظام کرتا ہے، اور آمد وخرچ کا حساب بھی ان ہی کے پاس ہے، عیدگاہ متولی کے زیر انتظام ایک میدان ہے، میدان وقف علی الخیر ہے، جس میں ہر سال عید الفطر کے موقع پر ایک ہفتہ کیلئے ایک میلہ لگایا جاتا ہے، اس میلہ کا انتظام عیدگاہ متولی کی طرف سے کیا جاتا ہے، عیدگاہ متولی اس میلہ کا ٹھیکہ نیلام کرتا ہے، متولی اس میلے کے ٹھیکے سے ہونے والی آمدنی کے کچھ حصہ کو عیدگاہ وقبرستان پر خرچ کرتا ہے، اس میلے میں ہوٹل اور ریسٹورینٹس کے علاوہ فسق وفجور کے تمام پروگرام ہوتے ہیں، ناچنے گانے اور سرکس وغیرہ کے پروگرام بھی ہوتے ہیں، ناچنے گانے کی پارٹیاں ہوتی ہیں، سرکس اور دوسرے تفریحی پروگراموں میں نیم برہنہ خواتین بھی ناچتی ہیں، دوسرے کرتبوں میں جسم کی نمائش کرتی ہیں، اس میلہ میں خواتین مردوں کا اختلاط ہوتا ہے، خواتین بالخصوص جوان لڑکیاں مردوں کی بھیڑ میں میلہ میں شریک ہوتی

ہیں، اس میلہ کی نیلامی سے حاصل ہونے والی آمدنی کو عیدگاہ متولی عیدگاہ وقبرستان کے انتظام پر خرچ کرتا ہے، عید کی نماز کے موقع پر عیدگاہ میں نماز وخطبہ کے لئے لاؤڈ اسپیکر وغیرہ بھی اس پیسہ سے لگائے جاتے ہیں، عیدگاہ وقبرستان میں پودوں کیلئے پانی صفائی کیلئے مالی وچوکی دار کی تنخواہ بھی اسی میلہ کی آمدنی سے ادا کی جاتی ہے، حالات مذکورہ میں مسئلہ استفتاء ہے، کہ کیا میلہ کی آمدنی مذکورہ حالات میں جائز ہے یا ناجائز؟ میلہ کی آمدنی کو کیا عیدگاہ اور قبرستان میں مذکورہ کوائف میں خرچ کیا جاسکتا ہے؟ اس طرح کی آمدنی اگر عیدگاہ کی نماز پر خرچ کی جائے، تو اس نماز کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیا وقف الی اللہ کے قطعہ آراضی پر ایسے میلے ٹھیلے لگائے جاسکتے ہیں، جس میں فسق وفجور کو بڑھاوا ملتا ہے، متولی کو جب اس بارے میں متوجہ کیا جاتا ہے، تو متولی صاحب کہتے ہیں، ہم خاندانی طور پر متولی چلے آرہے ہیں، میں مالک ہوں جو چاہے کروں؟ جب کہ وقف قانون کے تحت متولی مالک نہیں ہوتا ہے، اور متولی صرف تین سال کیلئے مقرر ہوتا ہے، متولی صاحب اس وقف کو اپنی ذاتی جائداد سمجھتے ہیں، اگر کوئی متولی وقف کے املاک میں میلہ لگاکر اس طرح کے فسق وفجور کو بڑھاوا دیتا ہے، تو اس کے بارے میں کیا شرعی احکامات ہیں، براہ کرم شریعت کی روشنی میں استفتاء مرحمت فرمائیں؟

المستفتي: شہاب الدین غوری،
محلّہ منہاران، ٹانڈہ، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی وقف کا متولی وقف جائداد کا مالک نہیں ہوتا ہے، وہ صرف منتظم اور نگراں ہوتا ہے، اور اس کے اوپر لازم ہوتا ہے، کہ وقف جائداد کا انتظام شریعت کے دائرہ میں رہ کر کے کرتا رہے، اور اس بات کا خیال رکھے کہ وقف جائداد کے انتظام میں خلاف شریعت کوئی عمل کرکے اپنی آخرت برباد نہ کرے، سوالنامہ میں جس میدان کا ذکر کیا گیا ہے، وہ میدان نہ قبرستان کا جزء ہے، اور نہ ہی

عیدگاہ کا جز ہے، بلکہ دونوں سے الگ تھلگ ایک تیسرا میدان ہے منتظم کیلئے اسکوٹھیکہ اورکرایہ پر دینا جائز اور درست ہے، لیکن منکرات کے عمل اس میدان پر کرنے کی نیت سے دینے میں تعاون علی المعصیت کی وجہ سے متولی گنہگار ہوگا، مگراس میدان کا جوکرایہ آتا ہے، وہ میدان اورجائداد کا کرایہ ہوتا ہے، معصیت کے عمل کا کرایہ نہیں ہے، پس یہ میدان کے کرایہ کا پیسہ فی نفسہ جائز اورحلال ہے، اورمعصیت ومنکرات کا عمل فاعل مختار کا عمل ہے، جس کا گناہ فاعل مختار پر ہی ہوگا، اوراس گناہ کا وبال اس متولی صاحب کے سر بھی ہوگا، جس نے اس میدان پر منکرات کی کھلی عام اجازت دے رکھی ہے، لهٰذا متولی صاحب کوخود اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہئے۔

وجاز اجارة بيت بسواد الكوفة ...... ليتخذ بيت نارٍ أو كنيسةً أو بيعةً أو يباع فيه الخمر . (تحتهٗ فى الشامية) هذا عنده أيضاً لأن الإجارة على منفعة البيت ولهٰذا يجب الأجر بمجرد التسليم ولا معصية فيه وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فينقطع نسبته عنه . (شامی، کتاب الخطروالإباحة ، باب الأستبراء وغيره ، فصل فی البيع، زکريا ۹/۵۶۲، کراچی ۶/۳۹۲)

ولا بأس بأن يؤاجر المسلم داراً من الذمي ليسكنها فإن شرب فيها الخمر أوعبد فيها الصليب أوأدخل فيها الخنازير لم يلحق المسلم إثم في شيئ من ذلك لأنه لم يؤاجرها لذلك ، والمعصية في فعل المستاجر وفعله دون قصد ربّ الدار فلا إثم على ربّ الدار فى ذلك . (المبسوط لسرخسی، دارالكتب العلمية بيروت ۱۶/۳۹)

إذا استأجر الذمي من المسلم داراً يسكنها فلا بأس بذلك وإن شرب فيها الخمر أوعبد فيها الصليب أوأدخل فيها الخنازير ولم يلحق المسلم في ذلك بأس ؛ لأن المسلم لايؤاجرها لذلك إنما آجرها

للسکنیٰ کذا فی المحیط...... ذمي استأجر داراً من مسلم فاتخذها مصلیً لنفسه لم یمنع لأنه لیس في اتخاذه مصلیً لنفسه إحداث بیعة ولا إظهار شیئی من شعائر دینهم فی أمصار المسلمین ......و إذا استأجر الذمي من المسلم بیتاً لیبیع فیه الخمر جاز عند أبي حنیفةؒ . (عالمگیری ، کتاب الإجارة ، الباب السادس عشر في مسائل الشیوع فی الإجارة، زکریا قدیم ۴/ ۴۴۹، ۴۵۰،جدید ۴ /۴۸۶)

وَلاتَعَاوَنُوا عَلَی الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (مائده: ۲)فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/شعبان ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر:۴۰/۱۱۲۴۸)

شراب کی مشین بنانے والے کی اجرت کو عیدگاہ میں استعمال کرنا

سوال: [۸۳۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شہر میرٹھ کی عیدگاہ اور حاجی صاحب کے قبرستان پر دو پھاٹک لگے ہوئے ہیں، انکا مکمل خرچ ایک ایسے شخص نے اٹھایا ہے جو کہ شراب کی مشین بناتا ہے، اس نے دونوں گیٹ اپنی جانب سے بنواکر لگوائے ہیں ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا فیصلہ ہے، اس کے یہ گیٹ لگوانے جائز تھے؟ مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتي: وصی الدین، ومسلمانان شہر میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نفس مشین بنانا اور اس کو فروخت کرکے اس کی آمدنی کا استعمال کرنا حلال ہے، اسلئے مذکورہ پھاٹک کی تعمیر جائز رقم سے ہوئی ہے، اس پر کوئی اشکال نہیں ہے، اور مشین کے ذریعہ سے جو شراب بناتا ہے، وہ شراب بنانے والے کا اپنا فعل

ہے وہ مشین بنانے والے کا فعل نہیں۔

وجاز تعمیر کنیسة وحمل خمر ذمي بنفسه أو دابته بأجر وتحته فی الشامیة ولو آجر نفسه لیعمل فی الکنیسة ویعمرها لا بأس به لأنه لا معصیة فی عین العمل الخ. (درمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة ،باب الإستبراء وغیره ، زکریا ۹/ ۵۶۲، کراچی ۶/ ۳۹۱، وهکذا فی الهندیة ، زکریا قدیم ۴/ ۴۴۹، ۴۵۰، جدید۴ /۴۸۶)

ہاں البتہ بالقصد ایسا کام نہ کرنا ہی بہتر ہے، تاکہ امام صاحب اور صاحبین سب کے قول کے مطابق کراہت سے پاک رہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۶ھ

عیدگاہ کو مزین کرنا

سوال: [۸۳۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عیدگاہ کی محراب اور اس کے آس پاس بہت زیادہ نقش ونگار چھوٹی بڑی برجیاں بنانا جو علامتی نشان سے بہت زیادہ ہوں کیسا ہے؟ اگر پہلے سے محراب منقش ہو تو اسکی مطابقت میں ادھر ادھر مماثلت کا وقف کی رقم سے کیا حکم ہے؟

المستفتي: حمید الرحمٰن، ساکن رسول پور، امیر نگر، ضلع: کھری لکھیم پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عیدگاہ میں محراب یا سمت قبلہ کی دیواروں میں اس قدر نقش ونگار بنانا جو نمازیوں کے خشوع میں خلل ڈالے ناجائز اور مکروہ ہے، یہاں یہ بات یادرہے، کہ مال وقف وہیں خرچ کیا جائیگا جس کے لئے واقف نے وقف کیا ہو۔ (مستفاد:

فتاویٰ محمودیہ ۶/۳/۱۷، ڈابھیل ۱۵/۳۴۴، عزیز الفتاویٰ ۱/ ۵۸۷)

ولا بأس بنقشه خلا محرابه فإنه يكره لأنه يلهي المصلي ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً في جدار القبلة . (درمختار مع الشامي ، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، مطلب كلمة لابأس دليل على أن المستحب غيره، زكريا۲/ ۴۳۰، ۴۳۱، كراچی ۱/ ۶۵۸)

وفيه علىٰ أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة . (شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين، واجبة زكريا ٦/ ٦٦٥، كراچی ٤/ ٤٤٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/۷/۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۳۱۰/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۷/۱۴۲۲ھ

عیدگاہ میں کرکٹ کھیلنا

سوال: [۸۳۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عیدگاہ کے اندر کرکٹ یا پھر اس کے علاوہ کوئی دوسرا کھیل کھیلنا درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مطلوب ہے؟

المستفتي: سخاوت حسین، شریف نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کی طرح عیدگاہ کا احترام کرنا ضروری ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی کھیل کھیلنا جائز نہیں اور اس کو بے حرمتی سے بچانا بھی ضروری ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۶/ ۴۲۸)

قال في الشامية: عبارة النهاية: والمختار للفتوىٰ أنه مسجد في حق جواز الاقتداء الخ لكن قال في البحر ظاهره أنه يجوز الوطء

والبول والتخلی فیه ولا یخفی ما فیه فإن البانی لم یعدہٗ لذلک فینبغی أن لایجوز ، وإن حکمنا بکونه غیر مسجد وإنما تظهر فائدته فی حق بقیة الأحکام وحل دخوله للجنب الحائض . (الدرمع الرد، کتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها ، مطلب في احكام المسجد ، زكريا ٢/ ٤٣٠، كراچی ١ /٦٥٧ ، مصری ١ /١٥٨، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت١ /٢٨٨ ، البحرالرائق، زكريا ٢ /٦٥، کوئٹه ٢ /٣٦)

وأیضاً فی کتاب الوقف عن الخانیة : ویجنب هذا المکان عما یجنب عنه المساجد إحتیاطاً . (بحر،کتاب الوقف، فصل في أحكام المسجد ، کوئٹه ٥/٢٤٨، زكريا ٥/٤١٧، الدرمع الرد، كراچی ٤ /٣٥٦، زكريا٦/٥٤٥،حاشية چلپی امداديه ملتان ١ /١٦٨، زكريا ١ /٤٢٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٥/صفر ١٤٢٠ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٤/ ٦٠٢٩)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٥/٢/ ١٤٢٠ھ

۸/ باب المقبرة

کیا متفقہ قرارداد پر عمل کرنا ضروری ہے؟

سوال: [۸۳۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ہمارے یہاں نگینہ میں ایک قبرستان کی کمیٹی نے تشکیل کے بعد اپنی پہلی میٹنگ میں اتفاق رائے سے ایک قرارداد پاس کی کہ مستقبل میں قبرستان کی کمیٹی سبھی کام اتفاق رائے سے کرے گی اور اگر اتفاق رائے نہیں بن سکی تو اکثریت رائے سے قرارداد پاس کر کے کام کو تکمیل تک پہونچایا جائے گا، نیز تمام اراکین چاہے وہ صدر صاحب ہوں یا سکریٹری یا خزانچی ہو یا ممبران ہوں سب کی رائے کا برابر احترام کرتے ہوئے قرارداد اکثریت رائے یا باتفاق رائے سے پاس کی جائیگی، اور کام کو آگے بڑھایا جائے گا، اسی فارمولہ کی روشنی میں کمیٹی کئی سال سے قبرستان کا انتظام چلاتی آرہی ہے، چند یوم قبل کمیٹی کے ایک ممبر صاحب نے کسی عالم کے حوالہ سے ایک بات رکھی کہ باوجود مندرجہ بالا قرارداد پاس کرنے کے صدر محترم کو یہ اختیار رہے کہ وہ چاہیں، باقی تمام کمیٹی کا فیصلہ پلٹ سکتے ہیں، اور اکثریت رائے اور اتفاق رائے کا احترام نہ کر کے اپنی مرضی سے نئے فارمولہ کی قرارداد پاس کر سکتے ہیں، اپنی مرضی کے مطابق کیا یہ صحیح ہے، اگر یہ صحیح ہے تو پھر کمیٹی کی ضرورت ہی کیا ہے؟

(۲) چند یوم قبل اسی کمیٹی کے صدر صاحب انتقال کر گئے (اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے) ان کے انتقال کے بعد جب پہلی میٹنگ ہوئی تو عام میٹنگ کی طرح ایک یا دو ممبران صاحبان نے یہ اعلان کیا کہ آج شام کو قبرستان کی کمیٹی کی میٹنگ دو کانوں کے کرائے بڑھانے کے بارے میں ہوگی، اور جب شام کو میٹنگ شروع ہوئی تو اچانک نئے صدر کے انتخاب کا کام اس طرح عمل میں آیا کہ ایک صاحب نے دوسرے

صاحب کا نام میٹنگ کی صدارت کے لئے رکھا باقی کمیٹی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا انہیں دوسرے صاحب نے میٹنگ کی صدارت سنبھالتے ہوئے ان سے پہلے صاحب کو جنہوں نے ان کا نام پیش کیا تھا، ان کو مستقبل کیلئے صدر منتخب کردیا جبکہ ان صاحب کا نام کسی بھی رکن نے پیش نہیں کیا تھا، بلکہ اس کے علاوہ تین یا چار نام کمیٹی سے ہٹ کر آئے، (برادری ہی کے لوگ) تھے، لیکن قائم مقام صدر صاحب نے ان پر غور نہ کر کے اپنی مرضی سے صدر چن کر اعلان کردیا کہ آگے کیلئے صدر یہ ہوں گے، یہاں پر یہ کہنا بھی ضروری ہوگا کہ یہ (قائم مقام صدر صاحب وہی صاحب ہیں، جنھوں نے چند یوم قبل یہ بات کمیٹی کے سامنے رکھ کر ہلچل پیدا کردی تھی، کہ صدر صاحب کو یہ اختیار ہے کہ وہ باقی کل کمیٹی کی بات کو مانے یا نہ مانے) یہ صدارت کے انتخاب کی کارروائی کے دوران ایک رکن جو کہ سکریٹری کے عہدہ پر کام کرتے چلے آرہے ہیں، انھوں نے قائم مقام صدر صاحب سے کہا کہ مستقبل کے صدر صاحب کا چناؤ آج نہ کیا جائے، بلکہ اس کیلئے کم از کم تین یوم پہلے ایجنڈا گھومنا چاہئے، اور سب کو پتہ چلنا چاہئے کہ جو میٹنگ ہونے جارہی ہے وہ کس سلسلہ میں ہے، تاکہ سبھی اراکین خوب سوچ سمجھ کر پوری تیاری سے آئیں، لیکن قائم مقام صدر صاحب نے فرمایا کہ میں تو اپنا فیصلہ کر چکا ہوں، میں پھر عرض کر رہا ہوں کہ اس میٹنگ کی کارروائی کی اطلاع دن کے دن دی گئی تھی، اور پورا ایجنڈا بتایا بھی نہیں گیا تھا، اس صورت حال میں کیا میٹنگ کے قائم مقام صدر صاحب کو اپنی مرضی سے مستقبل کے صدر صاحب کو چننے کا حق حاصل ہے یا پوری کمیٹی اتفاق رائے یا اکثریت رائے سے نئے صدر کا انتخاب کرے وہ بہتر ہے؟ جو بھی حل ہو اس کو بیان فرمائیں؟

المستفتي: تنویر عالم شمسی، اکابران
اسٹریٹ، قصبہ: نگینہ، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب قبرستان کی کمیٹی تشکیل دیدی گئی اور سب

نے اتفاق رائے سے یہ طے کرلیا کہ کمیٹی جو کام بھی کرے گی وہ سب کے مشورہ اور اتفاق رائے یا اکثریت رائے سے کیا کرے گی اور اس کے پابند سبھی ہوں گے، خواہ صدر ہوں یا سکریٹری یا دیگر ممبران، تو اب اس قرارداد کے بعد صدر یا کسی کو حق نہیں پہونچتا کہ اس متفقہ قرارداد کے خلاف اپنی مرضی کے مطابق عمل کرے، اس لئے کہ اسلام میں شوریٰ اور مشورہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسلام کے بنیادی اصول اور قواعد میں سے ہے، قرآن کریم کی آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا مسلسل تعامل اس کی روشن سند ہے، نیز صدور حضرات کام کرنے میں بالکل آزاد نہیں ہیں بلکہ اہم معاملات میں ارباب حل وعقد سے مشورہ کرنے کے پابند ہیں، اس لئے اس سوال نامہ کے مطابق جب پہلے صدر کا انتقال ہوگیا، تو اب دوسرے صدر کا انتخاب بھی سب کے آپسی مشورے سے ہوگا، بغیر مشورے کے تنہا کسی آدمی کا دوسرے آدمی کو صدر منتخب کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں صرف قائم مقام صدر کے انتخاب کرنے سے اس نومنتخب صدر کو شرعاً صدر نہیں قرار دیا جائے گا۔ (مستفاد: معارف القرآن ۲/۲۲۴)

عن عبدا لرحمن بن عوف قال: حج عمر فأراد أن يخطب الناس خطبة –إلىٰ– إنه لا خلافة إلا عن مشورة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب المغازى، ماجاء فى خلافة أبي بكر رضى الله عنه وسيرته فى الردة، مؤسسه علوم القرآن جديد ۲۰/۵۷۳، رقم ۳۸۱۹۷)

قال ابن عطية: و الشورى من قواعد الشريعة وعزائم الأحكام من لايستشير أهل العلم و الدين فعزله واجب هذا مالا خلاف فيه وقد مدح الله المؤمنين بقوله "وأمرهم شورىٰ بينهم...... وقال ابن خويز منداد: واجب على الولاة مشاورة العلماء فيما لايعلمون وفيما أشكل عليهم من أمور الدين ووجوه الجيش فيما يتعلق بالحرب ووجوه الناس فيما يتعلق بالمصالح ووجوه الكتّاب والوزراء

والعمال فيما يتعلق بمصالح البلاد وعمارتها وكان يقال ماندم من استشار وكان يقال من اعجب برأيه ضل. (تفسير قرطبی، دارالكتب العلمية ٤/١٦١، تحت رقم الآية ١٥٩، من آل عمران قديم ٤/٢٥٠)

روى ذلك عن الحسن البصرى والضحاك قالا: ماأمر الله تعالىٰ نبيه بالمشاورة لحاجة منه إلىٰ رأيهم وإنما أراد أن يعلمهم مافى المشاورة من الفضل ولتقتدى به أمته من بعده. (التفسير للقرطبی، قديم ٤/٢٥٠، دارالكتب العلمية بيروت ٤/١٦١، تحت رقم الآية: ١٥٩، من سورة آل عمران) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٦/ جمادی الثانیہ ١٤٣٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩/ ١٠٤٢٨)

قبرستان کی زمین قبرستان میں اور کاشت کی زمین کاشتکار کے حوالہ کرنا

سوال: [٨٣٤٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبدالغفار ساکن موضع مونڈھا آئمہ آراضیٔ کاشت کا کچھ حصہ قبرستان میں چلا گیا ہے، اور کچھ حصۂ قبرستان میری آراضی کاشت میں آگیا ہے، اور جو حصہ قبرستان کا ہے، اس میں قبریں بھی ہیں، اور جو حصہ آراضی کا ہے اس میں قبریں نہیں ہیں، جبکہ نقشہ کی رو سے قبرستان کا حصہ قبرستان میں لینا چاہتے ہیں، اور جو حصہ آراضی کا ہے اسکو آراضی میں لینا چاہتے ہیں، اور قبرستان کے حصہ میں جو قبریں ہیں ان کے توڑنے میں جھگڑے کا اندیشہ ہے، لھذا نقشہ کی رو سے قبرستان کا حصہ آراضی میں لے لیا جائے، یا آراضی کا حصہ قبرستان کو چھوڑ دیا جائے؟

المستفتي: عبدالستار، مونڈھا آئمہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی طور پر حکم یہی ہے کہ قبر سمیت جو زمین ہے وہ قبرستان کو ملنی چاہئے، اور قبر سے خالی زمین کاشت میں ہمیشہ شامل رہی ہے اس کو کاشتکار کے

حوالہ کرنا چاہئے، اور اگر سرکاری نقشہ اس کے خلاف بنا ہے، اور قبرسمیت قبرستان کی زمین کاشتکار کے حصہ میں آرہی ہے، اور کاشتکار کی زمین قبرستان کے حصہ میں جارہی ہے، تو درخواست دیکر سرکاری نقشہ میں ترمیم کرانا ضروری ہے۔

عن ابن عباس – رضی الله عنهما – قال: قال رسول الله ﷺ: لاضرر ولاضرار. (سنن ابن ماجه، الأحكام، من بنیٰ في حقه مايضر بجاره، النسخة الهندية / ١٥٩، دارالسلام رقم: ٢٣٤١، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ١١/ ٣٠٢، رقم: ١١٨٠٦، المعجم الأوسط دارالفكر ١/ ٢٩٢، رقم: ١٠٣٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ر رجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۶۳)

قدیم قبرستان کے بدلہ میں دوسری جگہ قبرستان بنانا

سوال: [۸۳۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قصبہ گودی روانہ میں گورستان ہے، جسمیں گندگی کافی رہتی ہے، کیونکہ پورے قصبہ کا پانی گندگی بارش وغیرہ کے ساتھ بہہ بہہ کر گورستان سے گذرتا ہوا جاتا ہے، اور غیر مسلم اس گورستان میں کوڑا کرکٹ وغیرہ بھی ڈالتے ہیں، اور وہ قصبہ کے اندر ہو گیا ہے، بہر کیف تمام ملبہ وہیں جا کر جمع ہوتا ہے، تو وہاں کے لوگوں کا یہ مشورہ ہے، کہ اگر شریعت سے یہ بات ثابت ہو جائے، کہ اس کے بدلہ میں دوسری جگہ مل جائے، اور اس کو دوسری جگہ کے بدلہ میں دیدیا جائے، تو ٹھیک ہوگا یا نہیں؟ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرائیں؟

المستفتي: اکبر حسین انصاری، نیاز احمد، رئیس احمد۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب تک قبرستان مذکورہ میں دفن ممکن ہوا سوقت

تک اس کوفروخت کرکے دوسری زمین قبرستان کیلئے خریدنا جائز نہیں ہوگا، اگر ضرورت محسوس ہوتو چہاردیواری کردی جائے، اوراس میں تبادلہ درست نہ ہوگا۔

عن ابن عمر ، أن عمر تصدق بمال له علیٰ عهد رسول الله ﷺ ، وكان يقال له ثمغ ، وكان نخلا ، فقال عمر يا رسول الله : إني استفدت مالا وهو عندي نفيس ، فأردت أن أتصدق به ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: تصدق بأصله ، لايباع ، ولا يوهب ، ولا يورث. (صحيح البخاری ، الوصايا ، باب قول الله عزوجل وابتلوا اليتامیٰ حتیٰ إذا بلغوا النكاح ، النسخة الهندية ١/٣٨٧، رقم: ٢٦٨٣، ف:٢٧٦٥)

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الوقفين واجبة. (شامی ،الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة زكريا٦/٦٦٥، كراچی ٤/٤٤٥، كوئٹه ٣/٤٦٤)

أرض لأهل قرية جعلوها مقبرة وأقبروا فيها (إلیٰ قوله) وبعد مابنی لو احتاجوا إلیٰ ذلک المكان رفع البناء حتى يقبر فيه الخ. (قاضيخان ، فصل فی المقابر والرباطات ، زكريا جديد ٣/٢١٩، وعلى هامش الهندية٣/٣١٣، هنديه زكريا قديم ٢/٤٦٧، ٤٦٨، جديد ٢/٤١٦)

وإنما يثبت ولاية الاستبدال بالشرط الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية٤٤/١٩٨، مستفاد: امدادالفتاویٰ ٢/٥٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍صفرالمظفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴؍۱۱۲۶)

قبر کی مٹی لاکر دوسری جگہ قبر بنانا

سوال: [۸۳۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ڈاکٹر ستیانارائن شرما بھارت سرکار کی طرف سے بنائی گئی کمیٹی ''آف دی ایمینینٹ فریڈم فائٹرس'' کاایک ممبر ہوں، ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں دلی میں مہرولی میں

آخری مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کی ایک یادگار رقائم کریں اس مقصد کے تحت ہم رنگون (میانمار) سے ان کے مزار کی مٹی لاکر مہرولی میں ان کی خود کی بنائی ہوئی قبر میں جواب تک خالی پڑی ہے، دفن کرنا چاہتے ہیں، کیا اسلامی قانون میں اسکی اجازت ہے، نیز کیا اسی قبر میں ان کی بیوی زینت صاحبہ کی قبر کی مٹی لاکر آخری شہنشاہ کی قبر میں دفنائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں نوازش ہوگی

نیز ہم شکر گزار ہوں گے اگر آپ ہمیں یہ معلومات فراہم کردیں، کہ ہم رنگون میں جاکر کن لوگوں سے ملیں جو ہمیں اس تاریخی حقیقت کے بارے میں بتاسکیں، مہربانی ہوگی؟

المستفتي: ستیانارئن شرما

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: اسلامی شریعت میں کسی بڑے آدمی کے مزار کی مٹی دوسری جگہ لاکر اس کی قبر بنا کر یادگار رقائم کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا آخری شہنشاہ بہادر شاہ ظفر اوران کی بیوی کی قبر کی مٹی لاکر یادگار رکے طور پر قبر بنانے کی اسلامی شریعت اجازت نہیں دیتی ہے، اس لئے مذہب اسلام سچائی پر قائم ہے اور فرضی اور جھوٹا نقشہ ایک دھوکہ اور فریب ہے جس کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إیاکم والکذب فإن الکذب یهدی إلی الفجور ، وإن الفجور یهدی إلی النار. (ترمذی شریف ۲/۲ ۵)

میانمار کے بارے میں ہمیں کوئی معلومات نہیں ہے، اور کن صاحبان کے پاس بہادر شاہ ظفر کے متعلق کاغذات ہیں ہم کو یہ بھی علم نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۹۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۱/۱۴۳۴ھ

قبرستان کی خودروگھاس کی قیمت سے چہاردیواری بنانا

سوال: [۸۳۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کی چہاردیواری کی وجہ سے زمین پر خودروگھاس اور کانٹے دار جھاڑیاں رونما ہونے کی وجہ سے میت دفنانے میں دشواری ہوتی ہے، یعنی چلنے پھرنے میں نیز حشرات الأرض ہونے کا احتمال ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے، کہ اس خودروگھاس کو فروخت کرکے اس کی قیمت کو اس قبرستان کی چہاردیواری کی پتائی وقلعی کے کام میں لایا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ یا اس گھاس کو آگ لگا کر صاف کردیا جائے، شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتي: محمد عیاض بانکوی، متعلم مدرسہ ہذا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبرستان کی گھاس اور کانٹے دار جھاڑیاں کاٹ کر فروخت کرنا، اور ان کی قیمت قبرستان کی چہاریواری اسکی مرمت اور اس کی قلعی وغیرہ میں خرچ کرنا جائز ہے۔

حطب نبت في المقبرة ثمنه يصرف في مصالح المقبرة. (تاتار خانيه، الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون، الجنائز، القبر، والدفن، زکریا ۳/ ۷٦، برقم: ۳۷۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۷۷٦/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۷/۲۷ھ

قبرستان میں ممبران کے نام کا پتھر لگوانا

سوال: [۸۳۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

قبرستان میں اراکین وممبران کے نام کا پتھر لگانا کہاں تک درست ہے؟

(۲) قبرستان کی زمین پر دیگر اشخاص کے قبضہ سے بچانے کی حالت میں جبکہ دیگر لوگ اسپر قبضہ کرکے اپنا بنانا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں اراکین وممبران کا اس قبرستان کی چوحدی کراکے اس قبرستان میں سب ہی ممبران واراکین کے نام کا پتھر بنواکر اس قبرستان کی چوحدی میں تعمیر کرادیا گیا تاکہ دیگر اس پر قابض نہ ہوسکیں، ایسی صورت میں اوپر لکھے دونوں سوالوں کا جواب آپ ہمیں تفصیل سے لکھیں؟

المستفتي: محمد اسلم کپڑے والے، نالہ بازار،
گاندھی چوک، جلیسر سٹی (ایٹہ)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر قبرستان موقوفہ ہے، تو اس میں محض ناموری کیلئے ممبران قبرستان اپنے نام کے پتھر لگارہے ہیں، تو درست نہیں ہے! البتہ اگر اس کے بغیر قبرستان کی حفاظت ممکن نہیں ہے، تو درست اور جائز رہے گا۔

(۲) اگر قوم کے چندہ سے چوحدی یا تعمیر کرائی گئی ہے، اور چوحدی کے بعد دوسروں کے قبضہ کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو ممبران کے نام کا پتھر لگانا ایک قسم کی دھوکہ دہی ہے، کہ غیر کے پیسے سے بنواکر اپنی طرف منسوب کردیا ہے! حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔

عن أبي ذر أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: ...... ومن أدعى ماليس له فليس منا، وليتبوأ مقعده من النار. (صحيح مسلم، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم، النسخة الهندية ١/٥٧، بيت الأفكار رقم: ٦١)

اور اگر ممبران اپنے ذاتی پیسے سے بنواکر پتھر لگارہے ہیں، تو جائز ہے، یا پتھر لگائے بغیر حفاظت ممکن نہیں ہے، تو بھی جائز ہے ورنہ نہیں!

نوٹ: آپکا سوال واضح نہیں ہے، اس لئے اگر مگر کرکے جواب لکھنا پڑا کہ قبرستان ملکیت کا ہے یا موقوفہ ہے؟ تعمیر کس چیز کی ہے؟ چوحدی کس کے پیسہ سے کی گئی ہے؟ سب

کی تفصیل لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۳۴۷)

خلاف شرع امور میں قبرستان کو استعمال کرنا

سوال: [۸۳۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) محلّہ اصالت پورہ ملحقہ بڑی مسجد ایک قدیم قبرستان جو باڑہ کے نام سے جانا جاتا ہے، اور قریش برادری کیلئے وقف ہے، جسکا رجسٹریشن نمبر ۹۲۰ ہے، جس میں کچھ لوگ اپنی گائے بھینس اور گھوڑے وغیرہ باندھتے ہیں، جوٹٹی پیشاب کرتے ہیں۔

(۲) قبرستان میں گوبر کے ڈھیر لگا کر ذخیرہ کرتے اور پھر اسکو فروخت کرتے ہیں۔

(۳) غسل خانے، پاخانے اور ان کے گٹر بنوار کھے ہیں۔

(۴) کمرے، زینے، چبوترے، بیٹھکیں اور گیرج بنوار کھے ہیں۔

(۵) ٹیمپو، گھوڑے گاڑی وغیرہ کھڑے کرتے ہیں۔

(٦) میلے، ٹھیلے، کرکٹ اور کبڈی وغیرہ کھیلتے ہیں۔

(۷) پختہ وچوبی دکانیں بنوار کھیں ہیں، اور اس پر بیٹھ کر کاروبار کرتے ہیں۔

(۸) اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ، فضلی، واینٹ، پتھر اور روڑے کے انبار لگا کر قبرستان کو بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

(۹) کمیٹی قریش برادری کے تعاون سے اسکی حفاظت کے واسطے باؤنڈری کرانا چاہتی ہے۔

(۱۰) برادری اپنے بھر پور تعاون سے جلد از جلد باؤنڈری کرانا چاہتی ہے۔

(۱۱) لیکن مذکورہ ۱ تا ۸ چند لوگ یہ حیلہ ہائے حجت باؤنڈری کرانے کی مخالفت

کررہے ہیں، انکا یہ عمل کیسا ہے؟

(۱۲) باؤنڈری کرانے والوں کا یہ پروگرام کیسا ہے؟ باؤنڈری کرانی چاہئے یانہیں؟ ازراہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرما کرعنداللہ ماجورہوں؟

المستفتي: چودھری عتیق احمد قریشی، سکریٹری ۹۲۰رقبرستان ''باڑہ'' وجملہ برادران قریش اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: موقوفہ قبرستان قوم اور برادری کے درمیان اللہ کی امانت ہے، اس امانت میں کسی قسم کی خیانت ہوئی تو پوری برادری اس خیانت کی ذمہ دار ہوگی، سوال نامہ میں آٹھ چیزیں درج کی گئیں ہیں، گائے، بھینس، گھوڑے وغیرہ باندھتے ہیں، ان کے پیشاب پاخانہ سے قبرستان میں گندگی ہوتی ہے، قبرستان کی زمین میں گوبر کا ڈھیر لگا کراس کی فروختگی ہوتی ہے، غسل خانہ، پیشاب خانہ وغیرہ بناتے ہیں، نیز قبرستان کی زمین میں کمرے، زینے چبوترے، گیرج وغیرہ بنوائے گئے ہیں، ٹیمپو، گھوڑا گاڑی وغیرہ قبرستان میں کھڑے کئے جاتے ہیں، اور کرکٹ، کبڈی وغیرہ کھیلتے ہیں، دوکانیں، مکان وغیرہ قبرستان میں بنائے گئے اور گھروں کا کوڑا کرکٹ، فضلات، اینٹ پتھر، روڑے وغیرہ قبرستان میں ڈالکر قبرستان کو بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ تمام امور قبرستان میں جن کی تفصیل سوال نامہ میں درج ہے، ان میں سے کوئی بھی کام قبرستان کی حدود میں ناجائز اور حرام ہے، اور قبرستان کے حق میں خیانت ہے، اس لئے تمام برادری پر لازم ہے، کہ قبرستان کی باؤنڈری کرا کر قبرستان کو مذکورہ تمام امور سے محفوظ کرلیں ورنہ خدا کے یہاں برادری کے تمام ذمہ داروں سے سوال ہوگا، اور جولوگ باؤنڈری کو منع کرتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں، ان کو منع نہیں کرنا چاہئے، بلکہ کمیٹی کے کے ساتھ تمام برادری کو مل کر قبرستان کی باؤنڈری میں شریک ہونا چاہئے تاکہ کل قیامت کے دن اللہ کے یہاں جواب سے حفاظت ہوجائے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۶/۴۱۴، کفایت المفتی قدیم ۷/۱۲۵، جدید مطول

۱۰/ ۵۱۷، محمودیہ ۱۰/ ۳۰۳، ڈابھیل ۱۵/ ۳۷۴، رحیمیہ ۳/ ۱۷۸، جدید زکریا ۹/ ۵۲)

لأن شرط الواقف كنص الشارع . (درمختار علی شامی، زکریا ٦/ ٦٤٩، کراچی ٤/ ٤٤٣)

لأنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة . (شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة زکریا ٦/ ٦٦٥، کراچی ٤/ ٤٤٥)

شرط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به وفي المفهوم والدلالة. (قواعد الفقه اشرفی/ ٨٥، رقم: ١٥٢)

شرط الواقف كنص الشارع مالم يكن مخالفا للشرع. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/ ١٠٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ صفر ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۶۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۲/۱۷ھ

قبرستان کی جگہ حاصل کرنے کیلئے سڑک پر میت دفن کرنا

سوال: [۸۳۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شیر پور میں ایک علاقہ کونڈوا کے نام سے معروف ہے، یہاں مسلمانوں کی آبادی کثیر ہے، لیکن آبادی کے تناسب سے کوئی ایسا بڑا قبرستان نہیں ہے، جہاں مسلمان اپنے مردوں کی تدفین کا کام آسانی سے انجام دے سکیں، ایک انتہائی چھوٹا سا قبرستان ہے، لیکن وہ قانونی نہیں ہے، بس وہاں دفن کرتے چلے آرہے ہیں، وہ کبھی بھی ختم کیا جاسکتا ہے، جس کے نتیجے میں سخت مشکلات ودشواریاں درپیش ہیں، مسلمان اپنے مردوں کی تدفین انتہائی دور دراز کے علاقوں میں کرنے پر مجبور ہیں، قبرستان کی جگہ کے حصول کیلئے وارڈ کے غیر مسلم کارپوریٹرس بھی مسلمانوں کا بھرپور تعاون کررہے ہیں، لیکن حکومت قبرستان کیلئے جگہ دینے میں ٹال مٹول اور ظلم سے کام لے رہی ہے، اس ظلم

اور ٹال مٹول کوختم کرنے اور قبرستان کی جگہ کے حصول کے لئے ایک تدبیر اہلیان کونڈوا کے ذہن میں ہے، وہ تدبیر یہ ہے کہ مسلمان بڑی تعداد میں ایک جنازہ کولیکر کونڈوا کی شاہراہ عام پر پہونچ جائیں اور بیچ سڑک پر قبر کھود کر مردے کو قبر میں اتار دیں اور یہ کہا جائے، کہ چونکہ ہمارے پاس قبرستان کیلئے جگہ نہیں ہے، اسلئے ہم اپنے مردوں کو سڑک ہی پر دفن کریں گے، اس موقع پر پولیس اور حکومت کے افسران بھی پہونچ جائیں گے، اور حکومت مسلمانوں کیلئے قبرستان کی جگہ کی فوراً منظوری دیدے گی، اور مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے گی کہ مسلمان اپنے مردے کو سڑک پر دفن نہ کریں ایک صورت اس معاملہ کی یہ بھی ہوسکتی ہے، کہ مسلمان سڑک پر کھودی گئی قبر میں کسی حقیقی مردے کو نہ اتاریں، بلکہ مصنوعی طور پر کسی چیز کا مردہ بنالیں اور اسے ہی قبر میں دفن کریں، اس پورے عمل میں وارڈس کے غیر مسلم کارپوریٹرس کا مسلمانوں کو پورا پورا تعاون حاصل رہے گا، اور وہ لوگ بھی اس عمل میں شریک رہیں گے، لیکن یہ حضرات اپنے طور پر کرنا نہیں چاہتے ہیں، کہ مبادا ہم مسلمانوں کے فائدہ کیلئے ایک کام کریں اور مسلمان ہی ہمیں بدنام کریں، کہ ہم نے ایک مسلم مردے کی توہین کی ہے، یہ تدبیر انتہائی مؤثر ہے، اور حکومت اسی موقع پر فوراً قبرستان کی جگہ دینے پر آمادہ ہوجائیگی تو کیا تدبیر کو اختیار کرسکتے ہیں، کیا ”**الضرورات تبیح المحظورات، المشقة تجلب التیسیر**“ اور ”**إذا ضاق الامر تصح**“، نیز ”**إعلم أن الکذب قد یباح ویجب والضابط فیه کما فی تعیین المحارم وغیره وعن الأحیاء ان کل مقصود محمود، یمکن التوصل إلیه بالصدق والکذب جمیعاً فالکذب فیه حرام، وإن امکن التوصل إلیه بالکذب وحده فمباح ان ابیح تحصیل ذلک المقصود وواجب ان وجب تحصیله**“ جیسی عبارتوں سے اس کا جواز نکل سکتا ہے، اس سلسلہ میں حکم شرعی کو جلد از جلد واضح فرمائیں؟

المستفتي: محمد الیاس، امتیاز احمد،

مدرسہ بیت العلوم سروے نمبر۴۲ رکونڈوا
خرد، اشوکا میوز کے پیچھے، پونہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق : سڑک پر مردہ کو دفن کرنا جائز نہیں ہے، شریعت میں قبروں کے اوپر سے چلنے پھرنے کی بھی ممانعت آئی ہے، اور سڑک پر دفن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تازہ قبر کے اوپر سے مسلم وغیر مسلم ہر شخص کا مسلسل روندتے ہوئے چلنا لازم آجائے گا، جو ایک مسلمان میت کی ہتک حرمت ہے، جس کی شریعت ہرگز اجازت نہیں دیتی اور اس تدبیر کے اختیار کرنے سے یہ یقینی بھی نہیں ہے، کہ حکومت دباؤ میں آکر مسلمانوں کا مطالبہ پورا کردے اور فرضی قبر بنانے کی جو تدبیر پیش کی گئی ہے، یہ تدبیر بھی کامیابی تک پہونچ جائے ضروری نہیں ہے، اسلئے کہ مسلمانوں کو براہ راست حکومت سے مطالبہ کی جو بھی صورت ممکن ہو، وہ اختیار کرکے اپنا حق حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، علاقہ کے ایم پی منسٹر وغیرہ کے واسطے سے یہ حق حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور سڑک پر دفن کی تدبیر کے سلسلہ میں جو اصولی جزئیات پیش کئے گئے ہیں، وہ اس صورت میں ہے، جس میں کسی مسلمان (زندہ یا مرہ) کی ہتک حرمت کا خطرہ نہ ہو، نیز منجانب حکومت مسلمانوں کی عزت پر حملہ کا خطرہ نہ ہو، اور جو تدبیر پیش کی گئی ہے، اس میں ہتک حرمت یقینی ہے، اور زندہ لوگوں کی عزت پر حملہ کا خطرہ بھی ہے، اسلئے کہ پولیس والوں کے ڈنڈے چلنے میں کوئی دیر نہیں ہوگی۔

عن جابر قال: نهى رسول الله ﷺ أن تجصص القبور ، وأن يكتب عليها، وأن يبنىٰ عليها، وأن توطأ. (ترمذی، باب ماجاء في كراهية تجصيص القبور، والكتابة عليها، النسخة الهندية ١/٢٠٣، دارالسلام رقم: ١٠٥٢)

أن أبا حنيفة رحمه الله تعالىٰ كره وطء القبر والقعود أو النوم أو قضاء الحاجة عليه. (شامی، الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في اهواء ثواب القراءة للنبي صلى الله عليه وسلم، زكريا ٣/١٥٤، كراچی ٢/٢٤٥، تبيين

الحقائق ، امدادیه ملتان ۱/ ۲٤٦ ، زکریا ۱/ ۵۸۷ ، هندیه زکریا قدیم ۱/ ۱٦٦ ، جدید ۱/ ۲۲۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ / رجب ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۶۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۷/ ۱۴۳۰ھ

کھیت میں واقع قبر پر مکان تعمیر کرنا یا کاشت کرنا

سوال: [۸۳۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک حاجی صاحب کو ان کے لڑکوں نے وصیت کے مطابق اپنی زمین میں مرنے کے بعد دفنا دیا اور وہ کھیت کی زمین تھی ، کچھ عرصہ کے بعد میرے والد صاحب کے ہاتھ ان لڑکوں نے وہ کھیت کی زمین مع قبر کے فروخت کردی ، والد صاحب نے قبر برابر کر کے اس کھیت کی زمین میں رہائش کیلئے مکان بنوالیا تقریباً دو سال تک اس مکان میں رہے اسکے بعد والد صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی ، ڈاکٹروں اور حکیموں کو دکھلایا علاج کرایا کچھ فائدہ نہیں ہوا بلکہ بیماری بڑھتی رہی ، حتی کہ والد صاحب بہت کمزور ہوگئے ، آخر کار ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ ان کو کسی اچھے دیندار عامل کو دکھائیے ، پھر سہارن پور کے ایک اچھے عامل کے پاس گئے ، جو حضرت جی کے نام سے مشہور ہیں ، انھوں نے کہا کیا کام کرتے ہو ، والد صاحب نے جواب دیا مزدوری کرتا ہوں تو عامل صاحب نے کہا آپ مزدوری نہیں کرتے ہیں ، بلکہ بزرگ حاجی نمازی آدمی کی قبر پھوڑتے ہیں ، تو انھوں نے کہا ایسا ہے ، جب تک آپ ان بزرگ کا حظیرہ نہیں چنوائیں گے ، (پکی قبر بنوانا) تو آپ کی حالت ایسی ہی رہے گی ، اسکے بعد والد صاحب نے گھر آکر جہاں پہلے قبر بنی ہوئی تھی ، دوبارہ اسی جگہ پکی قبر بنوادی اسکے بعد والد صاحب بالکل ٹھیک ہوگئے ، یہ قبر حویلی کے اندر ہے ، پیر اور جمعرات کو اس میں چراغ جلاتے ہیں ، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں چراغ جلانا شریعت کی روشنی میں جائز ہے یا ناجائز؟

دوسری بات یہ پوچھنی ہے،اس قبر کوتوڑ پھوڑ کے برابر کر سکتے ہیں یانہیں؟ اگر توڑتے ہیں،تو پھر طبیعت خراب ہو جاتی ہے،تو ایسی حالت میں کیا کریں؟

المستفتي:عتیق الرحمٰن،بجنوری،نور پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب مالک زمین نے اپنی ملکیت کی زمین پر اپنی قبر بنانے کی وصیت کی ہے، یہ شریعت کے مطابق درست اور صحیح ہے،لہٰذا قبر کے احترام کو باقی رکھتے ہوئے قبر کی جگہ کو محفوظ کر کے اس سے ہٹ کر ہی تعمیر اور کھیتی کی جانی چاہئے، اس کے بعد وارثوں نے زمین فروخت کردی ہے،تو خریدار کیلئے بھی اس قبر کا احترام باقی رکھنا ضروری ہے، اور اگر زمین کے بیچ میں قبر کی زمین آ گئی ہے،تو اس جگہ کو چھوڑ کر کھیتی کرنی چاہئے،اور مکان بھی اس جگہ کو چھوڑ کر تعمیر کرنا چاہئے، اور یہی عمل خریدار کو بھی کرنا چاہئے، کہ قبر کی جگہ کو چھوڑ کر کھیتی کرے یا تعمیر کرے۔

عن جابر قال: نهى رسول الله ﷺ أن تجصص القبور ، وأن يكتب عليها، وأن يبنىٰ عليها، وأن توطأ. (ترمذی، باب ماجاء فی کراهية تجصيص القبور، والكتابة عليها، النسخة الهندية ۱/۲۰۳، دارالسلام رقم: ۱۰۵۲)

ويكره الجلوس على القبور ووطؤه وحينئذ فما يصنعه من دفنت حول أقاربه خلق من وطء تلك القبور إلى أن يصل إلىٰ قبر قريبه مكروه ويكره النوم عند القبر وقضاء الحاجة. (شامی، الصلاة،باب صلاة الجنازة، مطلب فی اهداء ثواب القراءة، للنبی صلی الله عليه وسلم، زکریا۳/۱۵٤، کراچی ۲/۲٤۵، تبيين الحقائق، امدادیه ملتان ۱/۲٤٦، زکریا ۱/۵۸۷، هنديه زکریا قديم ۱/۱٦٦، جديد ۱/۲۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/۷/۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸/۹۱۱۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۸/۱۴۲۷ھ

پرانی قبر پر مٹی ڈالکر برابر کرنا

سوال: [۸۳۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پرانی قبر جو بیٹھ گئی ہو، اور اوپر سے گڑھا نما نظر آتی ہو، تو کیا ایسی قبر پر اوپر سے مٹی ڈال کر درست کرنی چاہیے، یا درست نہیں کرنی چاہیے، کیا ایسی قبر درست کرنا واجب ہے یا بہتر ہے؟

المستفتي: شاہنواز احمد، مرادآبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو پرانی قبر بیٹھ گئی ہو اور اوپر سے گڈھا نما نظر آتی ہو، اس میں بے خیالی میں کسی کے گرنیکا بھی خطرہ ہو، تو اس پر مٹی ڈال کر برابر کر دینا جائز اور درست ہے، واجب نہیں ہے۔

عن مكحول قال: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس على قبر ابنه، إذا رأى فرجة فقال للحفار إئتني بمدرة لأسدها أما أنها لا تضر ولا تنفع؛ ولكن يقر بعين الحي. (مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب حسن عمل القبر، المجلس العلمي ۳/۵۰۸، رقم: ۶۴۹۹)

إذا خربت القبور فلا بأس بتطينها كذا فى التتار خانية، وهو الأصح، وعليه الفتوىٰ كذا في جواهر الأخلاطي. (هنديه، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس، زكريا قديم ۱/۱۶۶، جديد ۱/۲۲۷، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، دارالكتاب ديو بند/۶۱۲، الفتاوىٰ التاتارخانية، زكريا ۳/۷۲، رقم: ۳۷۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۴/۱۲ھ

قبر کی چوڑائی اور گہرائی کی مقدار

سوال: [٨٣٥٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر کے اوپری حصہ کی چوڑائی کتنی ہونی چاہئے؟ اور نیچے والے حصہ کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے؟ شریعت کی رو سے وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: یوسف، مہرولی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر کے اوپر کے حصہ کی چوڑائی ضرورت کے مطابق ہوتی ہے، ہاں البتہ گہرائی کے بارے میں حکم یہ ہے کہ نصف قد آدم کے برابر اس کی گہرائی ہو پھر اس کے بعد نیچے کا حصہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے، اس کی گہرائی اتنی ہو جتنی میں میت کو اس میں آسانی کے ساتھ لٹایا جا سکے اور بعض جگہ دیکھنے میں آیا ہے، اوپر کے حصہ کی گہرائی بہت کم ہوتی ہے، اور نیچے کے حصہ کی گہرائی نصف قد آدم سے زیادہ کرتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔

وینبغي أن یکون مقدار عمق القبر إلیٰ صدر رجل وسط القامة وکلما زاد فهو أفضل ، وعرضه قدر نصف قامته . (عالمگیری ، الصلاة ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السابع ، زکریاجدید ١/٢٢٧، قدیم ١/١٦٦)

وفی القهستانی وطوله علی قدر طول المیت وعرضه علی قدر نصف طوله . (شامی ، زکریا ٣/١٣٩، کراچی ٢/٢٤٣، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح،دارالکتاب دیوبند/٦٠٧، الموسوعة الفقهیة الکویتیة٣٢/٢٤٦، مجمع الأنهر ، دارالکتب العلمیة بیروت ١/٢٧٥، مصری قدیم ١/١٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢/ جمادی الثانیہ ١٤٢٨ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٩٣٢٤/٣٨)

مالک کی اجازت کے بغیر قبرستان میں میت دفنانا

سوال: [٨٣٥٧]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آراضی جس کا خسرہ ٦١ ربھورا کا آباء واجداداً مالک ہوں جس میں لوگ زبردستی میری مرضی کے بغیر میری کمزور حالت کا فائدہ اٹھاکر اپنے مردوں کو دفن کرتے چلے آرہے ہیں، اسی آراضی پر ایک مسجد پتن شہید ہے، اراکین مسجد مسجد کی توسیع جانب شمال کرنا چاہتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ لوگوں کا اس آراضی پر جبراً دفن کرنا اور اراکین مسجد کا مجھ سے اجازت لیکر قبروں کے اوپر لینٹر ڈال کر ان کی عظمت کو باقی رکھتے ہوئے مسجد کی توسیع کرنا کیسا ہے؟ بالدلائل شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب تحریر فرماکر ممنون ہوں!

المستفتي: مطلوب علی، کھوکھران، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب قبرستان ذاتی ملکیت کا ہے، تو حرمت مسلم کو باقی رکھتے ہوئے اسمیں خود تصرف کرنے کا حق ہے، اور اسی طرح دوسروں کو اسمیں تصرف کیلئے اجازت دینا بھی جائز ہے، لھٰذا ایسی قبریں جن میں ابھی میت کا بدن یا ہڈیاں صحیح سالم باقی رہنے کا ظن غالب ہو، ان کو برابر نہ کرکے اپنی جگہ باقی رکھتے ہوئے اوپر لینٹر ڈال کر مالک کی اجازت سے مسجد کی تعمیر کرنا شرعاً جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ٧/١٢٢، جدید زکریا مطول ١٠/٥٠٣)

وإذا دفن المیت في أرض غیرہ بغیر إذن مالکها فالمالک بالخیار إن شاء أمر بإخراج المیت، وإن شاء سوی الأرض وزرع فیها. (عالمگیری، الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، زکریا قدیم ١/١٦٧، جدید ١/٢٢٨)

ولو بلیٰ المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ في قبرہ وزرعه والبناء علیه. (تبیین الحقائق، زکریا ١/٥٨٩، امدادیہ ملتان ١/١٦٧، جدید ١/٢٢٨)

موضع مسجد رسول الله ﷺ كان مقبرة للمشركين فنبشت واتخذت مسجداً . (قاضيخان ، زكريا جديد ٣/ ٢١٩، وعلى هامش الهندية٣/ ٣١٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٨/ جمادی الثانیہ ١٤٢١ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٥/ ٦٨٠٠)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٨/ ٦/ ١٤٢١ھ

قبر کھودنے کے دوران نکلی ہوئی لکڑی کا حکم

سوال: [٨٣٥٨]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کے اندر کی لکڑی دس بارہ کوئنٹل ہے اس لکڑی کو کیا کرنا چاہئے یہ لکڑی قبروں کے اندر کی نکلی ہوئی ہے؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتي: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبروں سے نکالی لکڑی صاحب قبر کے وارثین کی ملکیت ہے لہٰذا ان تمام لوگوں کی رضامندی سے فروخت کرکے باتفاق رائے جہاں چاہے، خرچ کریں، البتہ بہتر یہ ہے کہ قبرستان کے مصرف میں صرف کردیں۔

رجل كفن ميتا من ماله ثم وجد الكفن في يد رجل كان له (إلىٰ قوله) وكذا لو كفن ميتاً فافترسه اسبع كان الكفن له لأنه بقي على ملكه الخ.

(قاضيخان ، الصلاة، باب في عسل الميت .... زكريا جديد ١/ ١١٨ ، وعلى هامش الهندية١/ ١٩٠، المحيط البرهاني ، المجلس العلمي ٣/ ٦٨، رقم: ٢٤٣٠، البحرالرائق كوئٹه ٢/ ١٧٨، زكريا ٢/ ٣١٢) **فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٨/ شعبان ١٤١٥ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣١/ ٤١٣٩)

عیدگاہ کی قبریں برابر کرنا

سوال: [۸۳۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں کی عیدگاہ میں ایک قبر تھی، اب اس کو توڑنے کے بعد عیدگاہ دوبارہ بنائی گئی ہے، اب اسکے اندر پانچ قبریں ہیں، جن کو زمین سے ملا دیا گیا ہے، کیا اسمیں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا

المستفتی: محمد افسر علی قصبہ، دڑھیال، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر وہاں اب دفن نہیں ہوتا ہے، اور موجودہ قبریں پرانی ہوچکی ہیں تو برابر کر کے عیدگاہ میں نماز کی جگہ بنالینا جائز ہے، اس میں نماز پڑھنے میں میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

موضع مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم كان مقبرة للمشركين فنبشت واتخدها مسجداً. (هندية، الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات، والمقابر، زكريا قديم ۲/ ۴۶۹، جديد ۲/ ۴۱۶، قاضيخان، زكريا جديد ۳/ ۲۱۹، وعلى هامش الهندية ۳/ ۳۱۳، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ۹/ ۱۴۴، رقم: ۱۱۴۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ شعبان ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۹۲۶)

قبرستان پر لینٹر ڈال کر امام صاحب کیلئے کمرہ بنانا

سوال: [۸۳۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) میرا آبائی قبرستان مسجد سے ملحق ہے، اور مسجد کے امام کیلئے میں اور میرے اہل خانہ

قبرستان پر چھ فٹ اونچا لینٹر ڈال کر حجرہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں، کیا اس طرح حجرہ بنانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۲) اوراس تعمیر شدہ حجرہ کی چھت پر نماز جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: سرفراز علی، مغلپورہ دوئم، پرنس روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ قبرستان قومی اور عامۃ المسلمین کا نہیں ہے، بلکہ سرفراز علی کے باپ دادا کی ملکیت ہے اور انھوں نے عامۃ المسلمین کیلئے وقف بھی نہیں کیا ہے، تو ایسی صورت میں سرفراز کو مذکورہ طریقہ سے لینٹر ڈال کر حجرہ بنانے کی اجازت ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی ستون کسی قبر کے اوپر نہ آئے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/ ۱۲۰، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۵۰۶)

المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوكة کیف شاء.

(بیضاوی/ ۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ صفر ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۸۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/ ۲/ ۱۴۱۵ھ

قبروں سے نکالی گئی اینٹوں کا حکم

سوال: [۸۳۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کے اندر قبر کی دیوار کی بہت سی اینٹیں ہیں جس کی قیمت ہزاروں روپیہ ہے دیوار گر جانے کی وجہ سے ساری اینٹیں تتر بتر اور منتشر ہوگئی ہیں، اب اس قبرستان کو مٹی سے بھرنے کی سخت ضرورت ہے، لھذا ہم لوگ چاہتے ہیں، کہ وہ ساری اینٹیں نکال لیں اوراسی اینٹ کو فروخت کرکے قبرستان کے کام میں لے آویں، قبروں کی ساری اینٹیں نکال کر یا گری ہوئی اینٹیں نکال کر اس کو فروخت کرنا یا ان اینٹوں کو دیوار اور باؤنڈری میں لگانا جائز ہوگا یا نہیں؟

نوٹ: اگر اینٹیں نہیں نکالی گئیں تو مٹی بھرنے کی صورت میں ہزاروں روپیہ کی اینٹیں مٹی کے اندر دب کر ہزاروں روپیہ کی چیز کا نقصان ہوگا؟

المستفتي: محمد اویس، سیتامڑھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر وہ اینٹیں وہیں کام میں لائی جاسکتی ہوں مثلاً چہار دیواری وغیرہ میں جیسا کہ سوالنامہ میں مذکور ہے، تو اس کی بھی اجازت ہے، اور اگر وہاں کام میں نہ آسکتی ہوں اور ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اسکی بھی اجازت ہے، کہ فروخت کر کے اس کا پیسہ قبرستان کی دیگر ضروریات میں صرف کرلیا جائے۔

سئل عن وقف انهدم ...... هل تباع أنقاضه من حجر وطوب وخشب أجاب إذا كان الأمر كذلك صح بيعه . (شامی، الوقف، مطلب في الوقف إذا خرب ولم يكن عمارته، زکریا ٦/٥٧٣، کراچی ٤/٣٧٦، البحرالرائق، زکریا ٥/٣٦٨، کوئٹہ ٥/٢٢٠، الفقه الإسلامی وادلته، دارالفکر ١٠/٧٦٧٤، هدیٰ انٹر نیشنل دیوبند ٨/٢١٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۵ھ

قبروں کو توڑ کر پختہ راستہ یا پیشاب کی نالی بنانا

سوال: [۸۳۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کی قبروں کو توڑ کر چوکوں سے پختہ راستہ بنوانا اور پیشاب کی نالی نکالنا اور قبروں پر دوکانیں بنانا اور مدرسہ کے لئے گڈھا کھودنا کیسا ہے؟

المستفتي: شمس الدین، محلّہ بارہ داری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبروں کو توڑ کر پختہ راستہ یا پیشاب کی نالی یا دوکان یا گڈھا وغیرہ بنانا سب ناجائز ہے۔

عن جابر، قال: نهیٰ رسول الله ﷺ، أن یجصص القبر، وأن یقعد علیه، وأن یبنی علیه. (صحیح مسلم، الجنائز، فصل فی النهی عن تجصیص القبر والبناء وعلیه، النسخةالهندیة ۱/۳۱۲، بیت الافکار رقم: ۹۷۰)

عن جابر قال: نهی رسول الله ﷺ أن تجصص القبور، وأن یکتب علیها، وأن یبنیٰ علیها، وأن توطأ. (سنن الترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی کراهیة تجصیص القبور، النسخة الهندیة ۱/۲۰۳، دارالسلام رقم: ۱۰۵۲)

ویکره أن یبنیٰ علی القبور أو یقعد علیه أو ینام علیه أو یوطأ علیه أو یقضی علیه حاجة الإنسان من بول أو غائط الخ. (تبیین الحقائق، باب الجنائز، مکتبه امدادیه ملتان ۱/۲۴۶، زکریا ۱/۵۸۷، هندیه، زکریا قدیم ۱/۱۶۶، جدید ۱/۲۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۲۳۳۳)

قبرستان کے خادم کو معزول کرنا

سوال: [۸۳۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں چراغاں کرنے والے خادم کو خدمت سے معزول کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

المستفتي: عبدالمنان، کریم گنج، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبرستان میں مذکورہ خرافات کرنے والے خادم کو

فوراً ہٹادینا ضروری اور لازم ہے، ورنہ بستی کے رہنے والے سب گناہ گار ہونگے، حدیث شریف میں آیا ہے:

فقال أبو سعيد: أما هذا فقد قضى ماعليه سمعت رسول الله ﷺ يقول: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه و ذلک أضعف الإيمان . (صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ،النسخة الهندية ١/ ٥٠، بيت الأفكار رقم: ٤٩)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رشعبان ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۸۳۳)

گانا بجانا اور عرس وقوالی کو ختم کرنے کی غرض سے قبر کو ڈھانا

سوال: [۸۳۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ولی زید نامی چند سال قبل انتقال فرما گئے اوران کی قبر کے تعلق سے چند خرافات نمودار ہوئیں سارا مقبرہ عدم محفوظ ہونے کے باوجود ان کی قبر کی انتہائی حفاظت حتی کہ اوپر سے بند کی ہوئی ہے، اور ہر تزیینات سے مزین ہر روز قبر کی دیوار پر بتیاں جلائی جاتی ہیں، ایک خادم خالد نامی متعین ہے، جو قبر کے پاس گھر بنا کر رہتا ہے، اسکی بیوی قبر کی تعظیم میں مشرکانہ طرز اختیار کرتی ہے، ہر سال معینہ دن واوقات میں مختصر سا عرس ہوتا ہے، جس میں بے شمار غیر شرعی باتیں ہوا کرتی ہیں، ہر ہفتہ میں خادم کے یہاں گانے بجانے کیساتھ نام نہاد عبادت بندگی نمائش ہوا کرتی ہے، مسئلہ اب تک سنگین نہیں ہے، اگر توجہ کی جائے، تو یہ خرافات بند کی جاسکتی ہیں۔

المستفتي: عبدالمنان کریم گنج، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبر کی دیوار پر بتیاں وچراغ جلانا، قبر کی تعظیم میں

مشرکانہ طرز اختیار کرنا مثلاً بوسہ دینا سجدہ کرنا طواف کرنا، قبر کے پاس ہر سال عرس کرنا قوالی، گانا وغیرہ سب ناجائز اور حرام ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۴/۲۵۴، کفایۃ المفتی جدید مطول ۲/ ۲۶۸، رشیدیہ /۱۰۹، فتاویٰ عزیزیہ ۱/۱۰۴، احسن الفتاویٰ ۴/ ۱۸۹)

عن ابن عباس قال: نهى رسول الله ﷺ زائرات القبور، والمتخذين عليها المساجد والسرج. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی کراهية أن يتخذ على القبر مسجدا، النسخة الهندية ١/٧٣، دارالسلام رقم: ٣٢٠، مسند أحمد بن حنبل ١/٢٢٩، رقم: ٢٠٣٠، ٢٦٠٣، ٢٩٨٦، ٣١١٨)

لايجوز مايفعله الجهال بقبور الأنبياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد إليها ومن الاجتماع بعد الحول وليتمونه عرساً الخ. (تفسير مظهری، زکریا؟ فتاویٰ احياء العلوم ١/١٧٦، تبليغ الحق /٨٠٧، بحواله فتاویٰ محموديه ١/٢١٩، ڈابھیل ٣/٢٤٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رشعبان ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۳/۲۴)

قبرستان میں تالا لگا کر فاتحہ پڑھنے سے روکنا

سوال: [۸۳۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں تالا ڈالکر مدفون کے اعزاء کو قبور پر فاتحہ پڑھنے سے روکنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتي: محمود حسن خاں، گھیر سعید خاں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: اگر تالا ڈالنے والے کی ملکیت کا قبرستان ہے، تو اس کو اسکا اختیار ہے، اعزاء گھر بیٹھ کر یا باہر سے فاتحہ پڑھکر ثواب پہونچایا کریں، ثواب ہر حال میں پہونچ جاتا ہے، اور اگر قبرستان موقوفہ ہے، تو متولی وغیرہ کو بلاضرورت تالا ڈاکر

بندر کھنے اور اعزاء کو برائے زیارت جانے آنے سے روکنے کا حق نہیں ہے، اگر واقف کی طرف سے اسکی اجازت تھی، تو متولی کو غرض واقف کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔

إن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة، کوئٹہ ۳/٤٦٤، کراچی ٤/٤٤٥، زکریا ٦/٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۶۴ ۷)

شیعہ خواجہ چودھری کے عقائد رکھنے والے کو اہل سنت کے قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟

سوال: [۸۳٦٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عقیدہ شیعہ خواجہ بوھری ان حضرات کو مسلمانان اہل سنت والجماعت کے قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟ اگر ان میں سے کسی کو لاعلمی کی وجہ سے دفن کر دیا گیا بعد میں عقیدہ کا علم ہوا تو یہ امر عندالشرع کیسا ہے؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: میاں ماہمکر، مقام پاپڑی، مہارشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وہ ایسا شیعہ ہے کہ اس پر کفر کا حکم لگ چکا ہے اور بوھری اور آغا خان پر کفر کا حکم لگ چکا ہے، تو اس کو سنت طریقہ سے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنا چاہئے تھا، لیکن جب دفن کے بعد علم ہوا ہے، تو مسلمانوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی دفن شدہ کو قبر سے نکالنا درست ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱/ ۲۸۸، جدید زکریا مطول ۱۰/۵۰۹)

وإن أهالوا التراب عليه لم يخرج. (الفتاویٰ التاتارخانیہ زکریا۳/ ۸۰، رقم:

۳۷۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۵۰۰/۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱؍۱۱؍۱۴۱۱ھ

زائرین قبور کے فائدہ کیلئے قبرستان میں اپنے مکان کا چھجہ نکالنا

سوال: [۸۳۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا گھر قبرستان کے برابر میں ہے، مکان بہت چھوٹا ہے، قبرستان کی ایک انچ جگہ بھی میرے گھر میں نہیں ہے، میں اپنے مکان کا چھجہ دو یا تین فٹ کا قبرستان میں نکلوانا چاہتا ہوں، جس سے میرے مکان کی چھت تھوڑی بڑی ہوجائیگی، اور جو لوگ قبرستان میں دعا کرنے یا کسی کو دفن کرنے آتے ہیں، وہ لوگ بھی نیچے برسات میں اس کے نیچے کھڑے ہوجایا کریں گے، ہم چھجہ اسلئے نکلوا رہے ہیں، کہ ہمارے مکان کی جگہ نیچے سے کم ہے تا کہ لینٹر ڈال کر تھوڑی اوپر سے بڑی جگہ ہوجائیگی، ہم چار بھائی دو بہنیں ہیں، والد والدہ اب سے دس سال پہلے گذر چکے ہیں، ہمارے اوپر کوئی بڑا نہیں ہے، جو ہمارا ساتھ دے سکے ہماری آمدنی بھی اتنی نہیں ہے، جو ہم دوسرا مکان خرید سکیں، ہم سب بھائیوں کو اسی تھوڑی جگہ میں ہی گذارا کرنا ہے، ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، ہمیں چھجہ نکالنے کی اجازت دیدیجئے، وہ قبرستان ہمارے پردادا کے سسر کا ہے؟

المستفتي: منصور احمد، مغلپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان میں کسی کیلئے اپنے مکان کا چھجہ نکالنا جائز نہیں، چاہے اس سے بارش یا دھوپ میں سایہ حاصل کرنے کا فائدہ ہوتا ہو تب بھی جائز نہیں۔

لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لأحد أن يملكها الخ. (عمدة القاری، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركی الجاهلية

و يتخذمكانها مساجد، داراحياء التراث العربي ٤/ ١٧٩، زكريا ٣/ ٤٣٥، تحت رقم الحديث/ ٤٢٨، فتح الملهم، كتاب المساجد اشرفيه ٢/ ١١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ محرم ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۸۸۰/۳۶)

قبرستان کی چہار دیواری میں سودی وحرام کمائی کی رقم لگانا

سوال: [۸۳۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کویر گاؤں میں جو شہر سے متصل ہے، مسلم قوم کیلئے قبرستان کی جگہ موجود ہے، جس کا کسی بھی قسم کا حفاظتی انتظام نہیں ہے، اور چاروں طرف سے جگہ خالی ہونیکی وجہ سے غیر لوگوں کی آبادی بستی چلی آرہی ہے، اسلئے اس کی حفاظت کی خاطر کمپاؤنڈ بنوانے کا مشورہ ہوا ہے، لہٰذا اس کمپاونڈ کی تعمیر کا خرچ بہت بڑا ہے، اسلئے اسکی تعمیر میں کون کون سی مد کی رقم لگا سکتے ہیں، کیا اس میں سود کی رقم نمبر۲ کے کاروبار کی رقم لگائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ ٹی وی کیبل کے ذریعہ جو آمدنی ہوتی ہے، کیا وہ رقم اس کام میں لگا سکتے ہیں؟ مسئلہ کی مع الدلیل وضاحت فرمائیں؟ عنایت ہوگی؟

المستفتي: بشیر احمد، کویر گاؤں، احمد نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبرستان کی حفاظت کیلئے چہار دیواری اور کمپاؤنڈ بنانا شرعی طور پر جائز اور درست ہے، لیکن اس میں حلال اور پاک پیسہ لگانا لازم ہے، سود کا پیسہ لگانا جائز نہیں ہے، اور نمبر دو کے کاوربار سے کیا مراد ہے، اس کو واضح کیجئے، اس کے بعد حکم شرعی واضح کیا جا سکتا ہے؟ اور ٹی وی کیبل کے ذریعہ آمدنی یہ ناچ گانے کی اجرت ہے، اس کا پیسہ بھی وہاں لگانا جائز نہیں ہے، علاقہ کے لوگ اپنے پاک پیسہ سے کمپاؤنڈ بنائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۳۰۳، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۳۸۳)

أما لو أنفق في ذلک مالا خبيثاً وما لا سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله لايقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله . (شامی، الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها ، قبيل مطلب في افضل المساجد ، زكريا ۲/ ۴۳۱، كراچی ۱/ ۶۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۸۹۲/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۱/۱۴۲۴ھ

قبرستان کی جالی دار باؤنڈری کوختم کرنا

سوال: [۸۳۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کی باؤنڈری کے اندر ایک قبر ایسی ہے، کہ اسکی چاروں طرف دور دور تک جالی دار باؤنڈری قائم ہے، اور اس بونڈری کے اندر تین قبریں بن سکتی ہیں، اور یہ ۵۵ر سال پہلے کی ہے، کیا اس جالی دار باؤنڈری کوختم کرنے کی اجازت ہے، تاکہ اسمیں اور بھی قبریں بن سکیں، یادرہے کہ یہ قبرستان وقف کا ہے، کسی کی اپنی ملکیت کا نہیں ہے، اور جالی دار باؤنڈری بھی کسی کی ملکیت نہیں ہے، حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد اسلم، ضیاء الحسن،
بھوڑ سر کوئی، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: موقوفہ قبرستان میں علاقہ کے ہر فرد کی تدفین جائز اور درست ہے، اور جس قبر کے چاروں طرف جالی بنا کر تین چار قبروں کی جگہ گھیر لی گئی ہے یہ ایک قسم کا موقوفہ قبرستان کے حصہ پر قبضہ کرنا ہے، جو شرعاً درست نہیں ہے، لہٰذا جالیوں کوختم کر کے اس حصہ میں جو جگہ خالی ہے، اسمیں دوسرے مردوں کو دفن کرنے

کا موقع دینا ضروری ہے۔

لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لأحد أن يملكها . (عمدة القاری ، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركی الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد ،داراحياء التراث العربی٤/١٧٩،زكريا٣/٤٣٥، تحت رقم الحديث:٤٢٨ ، فتح الملهم ، كتاب المساجد ، اشرفيه ٢/١١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹؍۱۰۱۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸؍۷؍۱۴۳۱ھ

۱/ الفصل الأول: فی المکروہ والمستحب

قبرستان میں درخت لگانا

سوال: [۸۳۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں پیڑ لگانا کیسا ہے؟ کیونکہ اس مہنگائی کے دور میں اگر قبرستان میں پیڑ ہوتے ہیں، تو بہت سہولت ہوتی ہے، جب کسی کا انتقال ہوتا ہے، تو اسی قبرستان سے پیڑ کاٹ کر وہیں پر قبر میں پاٹن ڈال دیتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ قبرستان میں پیڑ لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان میں پیڑ ہوں تو ان کو کاٹ کر اسی قبرستان میں جو مردے دفن ہوتے ہیں، ان پر وہ لکڑی ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: عبدالرشید قاسمی،
مقام و پوسٹ: سیڈھا، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں اسی قبرستان کی ضروریات اور دفن میت کی ضرورت کیلئے پیڑ لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۷/۱۲۱، جدید زکریا مطول ۱۰/۵۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۴۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۴/۱۴۱۴ھ

قبرستان میں رہائش گاہ بنانا

سوال: [۸۳۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں رہائش گاہ کرنا اور رہائش کا گندہ پانی قبرستان میں بہانا یا قبرستان میں قبروں

پر راستہ بنا کر جانا یا قبروں پر بھاگنا پتنگ بازی کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل تحریر کریں؟

المستفتي: حنیف خاں، مغلپورہ اول
ومنتظمہ کمیٹی، قبرستان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان میں رہائش گاہ بنانا اس میں چلنا پھرنا پتنگ بازی کرنا اور قبروں پر سے راستہ بنانا اس میں دوڑنا بھاگنا سب امور ناجائز ہیں، اور سخت گناہ کا باعث ہے۔

عن جابر قال: نهى رسول الله ﷺ أن تجصص القبور، وأن يكتب عليها، وأن يبنىٰ عليها، وأن توطأ. (سنن الترمذى، الجنائز، باب ماجاء فى كراهية تجصيص القبور، النسخة الهندية ١/ ٢٠٣، دارالسلام رقم: ١٠٥٨)

والموقوفة فيحرم فيها البناء مطلقاً. (كتاب الفقه ١/ ٥٣٦)

ويكره أن يبنىٰ على القبر أو يقعد أوينام عليه أو يوطأ عليه الخ. (فتاوىٰ عالمگيرى، كتاب الصلوٰة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن زكريا قديم ١/ ١٦٦، جديد ١/ ٢٢٧)

وكره أبو حنيفة أن يوطأ علىٰ قبر أويجلس عليه أو ينام عليه. (بدائع الصنائع، قبيل فصل فى الشهيدقديم ١/ ٣٢٠، جديدزكريا ٢/ ٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
یکم ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۸۸۹)	۱/۴/۱۴۱۴ھ

قبر کے اردگرد چہاردیواری بنوانا

سوال: [۸۳۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبروں

کے اردگرد چہاردیواری حفاظت کیلئے بنوانا کیسا ہے؟
(۲) اگر چہاردیواری بنوادی گئی ہوتو کیا اس کوتوڑا جائے یانہیں؟
المستفتي: محمد واحد، محلّہ لوہانی، قصبہ پہانی، ضلع: ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) قبروں کے اردگرد چہاردیواری بنانا مکروہ اور ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم۵/ ۳۷۷، احسن الفتاویٰ ۴/ ۱۸۹)

(۲) اگر چہاردیواری کوتوڑ دینے سے کسی قسم کے فتنہ اور اختلاف کا خطرہ نہ ہوتو ختم کردینا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم۵/ ۳۷۸)

عن جابر، قال: نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم، أن يجصص القبر، وأن يقعد عليه، وأن يبنى عليه. (صحيح مسلم، الجنائز، فصل فى النهى عن تجصيص القبر والبناء وعليه، النسخة الهندية ۱/ ۳۱۲، بيت الافكار رقم: ۹۷۰، سنن الترمذى، الجنائز، باب ماجاء فى كراهية تجصيص القبور الخ، النسخة الهندية ۱/ ۲۰۳، دارالسلام رقم: ۱۰۵۸)

فى غريب الخطابى: أنه نهى عن تقصيص القبور وتكليلها، التقصيص التجصيص والكتكليل بناء الكلل وهى القباب والصوامع التى تبنى على القبور. (تاتارخانية، زكريا ۳/ ۷۲، رقم: ۳۷۳۹) فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/۵/۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۱۴)

قبروں کی توڑ پھوڑ کے ذریعہ بے حرمتی کرنا

سوال: [۸۳۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر

قبروں کوتوڑا جائے اور انکا نشان مٹایا جائے،تو اس عمل سے کس حد تک بے حرمتی و بے عزتی قبور یا مردے جوان میں دفن ہیں،ان کی شرعاً ہوتی ہے؟

المستفتي:محمود حسن خاں،ساکن مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:اس طرح موقوفہ قبرستان کی قبروں کوتوڑ کر مسمار کردینا ناجائز اور حرام ہے،جس طرح زندہ مؤمن کی بے عزتی اور بے حرمتی ناجائز اور حرام ہے،اسی طرح مردہ مؤمن کی بھی ناجائز ہے۔(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱/۱۳۴، جدید زکریا مطول ۱۰/۵۲۱)

عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كسر عظم الميت ككسره حيا. (ابن ماجه، باب في النهي عن كسر عظام الميت، النسخة الهنديه ١/١١٦، دار السلام رقم: ١٦١٦)

قال الطيبي: فيه إشارة إلىٰ أنه لايهان الميت كما لايهان الحي. (مرقاة المفاتيح، امداديه ملتان ٤/٧٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/۶۴ ۷)

قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا

سوال:[۸۳۷۴]:کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:کہ قبرستان میں جوتا پہن کر جانا کیسا ہے؟

المستفتي:شمیم احمد ولد حاجی نبی حسین،
محلّہ:لالباغ،ضلع:مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبرستان میں اگر قبروں سے بچتے ہوئے چلتا ہے، تو جوتے پہن کر اور برہنہ پیر دونوں طرح بلا کراہت جائز ہے، اور اگر قبروں کے اوپر پیر رکھ کر چلتا ہے، تو مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/۴۲۱، جدید ڈابھیل ۱۵/۳۹۳)

والمشی فی المقابر بنعلین لایکرہ عندنا کذا فی السراج الوهاج . (هندیه ، الصلوٰۃ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریاقدیم ۱/۱۶۷، جدید ۱/۲۲۸)

ولایکره المشي فی المقابر بالنعلین عندنا. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی ، فصل فی زیارة القبور، دارالکتاب دیوبند/۶۲۰)

کره وطئها بالأقدام . (حاشیة الطحطاوی ، دارالکتاب دیوبند/۶۲۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/۱/۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۵۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۱/۱۴۱۲ھ

قبرستان میں جوتے چپل پہن کر چلنا

سوال: [۸۳۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مقامات پر قبرستان میں قبروں کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا ہے، اور قبرستان خس وخاشاک سے بھی صاف نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے دفن میں شریک ہونے والے مع جوتوں کے قبرستان میں جاتے ہیں، اسی طرح جو حضرات ایصال ثواب کیلئے قبرستان جاتے ہیں، وہ بھی جوتے پہنکر ہی جاتے ہیں، اسلئے دریافت یہ کرنا ہے، کہ جوتے چپل وغیرہ پہن کر اس طرح کے قبرستان میں جانا درست ہے، یا نہیں؟

المستفتي: خلیل احمد، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبرستان میں جوتے چپل پہن کر چلنا درست ہے، لٰہذا دفن کرنے والے حضرات کا خس وخاشاک کی وجہ سے اسی طرح ایصال ثواب کرنے والے حضرات کا قبرستان میں جوتے چپل پہن کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قال فی شرح السنة یجوز المشی بالنعل فی القبور . (مرقاۃ، کتاب الإیمان ، باب اثبات عذاب القبر ، الفصل الأول ، امدادیه ملتان ۱/ ۱۹۸)

وفیه جواز لبس النعل لزائر القبور الماشی بین ظهرانیها. (عمدة القاری ، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، داراحیاء التراث العربي بیروت ۸/ ۱٤۷، زکریا٦/ ۲۰۲)

والمشی فی المقابر بنعلین لایکره عندنا کذا فی السراج الوهاج .
(هندیه ، الصلوٰة ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل السادس فی القبر والدفن ، زکریا قدیم ۱/ ۱۲۷، جدید ۱/ ۲۲۸)

ولا یکره المشی فی المقابر بالنعلین عندنا. (حاشية الطحطاوی علی المراقی ، فصل فی زیارة القبور ، دارالکتاب دیو بند/ ٦۲۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۰۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۵/ ۱۴۲۴ھ

قبرستان میں جانور چرانا اور عورتوں کا جانا

سوال: [۸۳۷٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے شہر ہردہ کے قبرستان میں چوکیدار کے جانور چرتے ہیں، جو قبروں کو روندتے اور نجاست کردیتے ہیں، اسی طرح چوکیدار کے گھر کی اور کچھ دوسری عورتیں پانی بھرنے اور دیگر ضروریات کے لئے قبرستان میں آتی ہیں، دریافت طلب امور یہ ہیں کہ

(۱) کیا جانوروں کا قبرستان میں اس طرح کھلا چھوڑ دینا جائز ہے؟

(۲)عورتوں کا قبرستان میں پانی بھرنے اور دیگر ضروریات کیلئے جانا جائز ہے یا نہیں؟
المستفي:معراج حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:قبرستان میں اسطرح جانوروں کو چرنے کیلئے چھوڑ دینا کہ وہ جانور چرتے ہوئے قبرستان کو روندتے رہیں، یہ قبروں کے احترام کے خلاف ہے، اس لئے فقہاء نے اس کو مکروہ لکھا ہے۔(مستفاد: کفایۃ المفتی جدید زکریا مطول ۱۰/ ۵۱۷)

عن جابر قال : نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تجصص القبور ، وأن يكتب عليها ، وأن يبنىٰ عليها، وأن توطأ. (سنن الترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی کراهية تجصيص القبور ، النسخة الهندية ۱/ ۲۰۳، دارالسلام رقم: ۱۰۵۸)

وكره وطؤ ها بالأقدام لأن فيه من عدم الاحترام. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ، فصل فی زيارة القبور ، قديم /۳٤۲، جديد دارالكتاب ديوبند/۶۲۳)

مقبرة قديمة بمحلة لم يبق فيها، آثار المقبرة هل يباح لأهل المحلة الانتفاع بها؟ قال أبو نصر : لايباح قيل له : فإن كان فيها حشيش؛ قال يحش فيها ويخرج إلى الدواب فذلک أيسر من دخول الدواب . (تاتارخانية ، زكريا۸/ ۱۹۰، رقم: ۱۱۶۰۱)

(۲) عورتوں کو پانی بھرنے کیلئے قبرستان جانے کی بات واضح نہیں ہو پائی کہ قبرستان میں پانی بھرنے کیلئے جانے کا کیا مطلب ہے،اگر اس سے یہ مراد ہے،کہ محلّہ میں پانی بھرنے کا نظم نہیں ہے، اور پانی کا نل قبرستان میں موجود ہے، اورغریب گھرانوں کی عورتیں اس نل سے پانی بھرنے کیلئے قبرستان جاتی ہیں،تو اگر قبروں سے بچتے ہوئے نل تک پہونچنے کا کوئی راستہ ہے تو اس راستہ سے ہوکر غریب گھرانے کی عورتوں کا وہاں جاکر پانی بھرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ولو وجد طريقا فى المقبرة وهو يظن أنه طريق أحد ثوه وتحته

الأموات لايمشي في ذلك وإن لم يقع في ضميره لابأس بأن يمشي فيه . (مراقی الفلاح مع الطحطاوی قدیم /۲ ٣٤، جديد دارالكتاب ديو بند/۳ ٦٢، فتاویٰ قاضی خان ، الصلوٰة ، بيان أن النقل من بلد إلىٰ بلد مكروه، جدید زکریا ١/ ١٢٢، وعلى هامش الهندية ، زکریا ١/ ١٩٥، تاتارخانية زكريا ٣/ ٧٣، رقم: ٣٧٤٠)

يكره المشي في طريق ظن أنه محدث حتى إذا لم يصل إلىٰ قبره إلىٰ بوطء قبر تركه . (شامی، باب الجنازة، مطلب في إهداء ثواب القرأة للنبي ﷺ، کراچی ٢/ ٢٤٥، زكريا ٣/ ١٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۲۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۱۱/ ۱۴۳۱ھ

قبرستان میں جانور چرانا اور کرکٹ وغیرہ کھیلنا

سوال: [۸۳۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) مسلمانوں کے قبرستان میں جانوروں کا چرانا اور کرکٹ اور فٹ بال وغیرہ جیسے کھیل کود کرنا کیسا ہے؟

(۲) خرید وفروخت کرنا اور بے تکلف نشست گاہ بنانا اور حدود قبرستان یعنی کناروں پر پاخانہ کوڑیاں اور عام مسلمانوں کی کوڑیاں ڈالنا کیسا ہے؟ اور قبرستان میں عام راستہ بنانا جس میں عورتیں بھی اور سواریاں بھی گذرتی ہیں۔

(۳) لکڑی اور گھاس وغیرہ سے جو آمدنی قبرستان کو ہوتی ہے، اس کو مدرسہ پر خرچ کرنا کیسا ہے؟ اسی طرح مذکورہ چیزوں کو دیکھ کر ان پر نکیر نہ کرنا اور ذمہ دار ان حضرات کا تماشا بنے رہنا کیسا ہے؟

المستفتي: جمیعۃ الحفاظ، والعلماء، شریف نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق :(۱-۲) قبرستان میں جانوروں کو چرانا، کرکٹ اور دیگر کھیل کود کرنا بے تکلف نشست گاہ بنانا، خرید وفروخت کرنا، اور قبرستان کے کناروں پر پاخانہ اور دیگر گندگی ڈالنا جائز نہیں ہے، اسی طرح قبرستان میں عام راستہ بنانا جائز نہیں، ان سب چیزوں سے قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے، لہٰذا ان سب افعال سے کلی اجتناب کیا جائے۔

مقبرة قديمة بمحلة لم يبق فيها آثار المقبرة هل يباح لأهل المحلة الانتفاع بها؟ قال أبو نصر: لايباح قيل له: فإن كان فيها حشيش؛ قال يحش فيها ويخرج إلى الدواب فذٰلك أيسر من دخول الدواب. (تاتارخانية، زكريا٨/ ١٩٠، رقم: ١١٦٠١)

فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها.
(عالمگيرى، كتاب الوقف، الباب الثانى عشر الرباطات والمقابر الخ، زكريا قديم ٢/ ٤٧١، جديد ٢/ ٤١٦، البحرالرائق فصل فى أحكام المساجد، زكريا ٥/ ٤٢٦، كوئٹه ٥/ ٢٥٤)

عن ابن مسعودؓ يقول: لأن أطأ علىٰ جمرة أحب إلي من أطأ علىٰ قبر رجل مسلم. (المعجم الكبير للطبرانى، داراحياء التراث العربي بيروت ٩/ ٣٢١، رقم: ٩٦٠٥)

ويكره أن يوطأ على القبر يعنى بالرجل أويقعد عليه أو يقضى عليه حاجته. (تاتار خانية، زكريا ٣/ ٧٣، رقم: ٣٧٤٠، شامى، باب صلوٰة الجنازة، مطلب فى اهداء ثواب القراءة للنبى صلى الله عليه وسلم كراچى ٢/ ٢٤٥، زكريا ٣/ ١٥٤)

(۲) قبرستان کی آمدنی کو قبرستان میں ہی میں خرچ کرنا چاہئے، ہاں البتہ اگر قبرستان کو اس آمدنی کی ضرورت نہیں ہے، تو قبرستان کے ذمہ داروں کے متفقہ مشورہ سے دینی مدرسہ پر اس پیسہ کو خرچ کرنا جائز ہے۔

حطب نبت فى المقبرة ثمنه يصرف في مصالح المقبرة. (تاتار خانية، زكريا٣/ ٧٦، رقم: ٣٧٥١)

سوال کے پہلے جز میں مذکورہ چیزوں سے روکنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، بالخصوص قبرستان کے ذمہ دار حضرات کو ان پر روک لگانی چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍رجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۴۸۰/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸؍۷؍۱۴۲۵ھ

قبرستان کو راستہ اور کھلیان بنانا

سوال: [۸۳۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک قبرستان ہے جس میں پہلے سے راستہ نہیں تھا، بعد میں راستہ بنادیا گیا، اور جب قبروں کے نشانات ختم ہو چکے، تو اس کو کھلیان بنالیا گیا، جس میں دونی بھی ہوتی ہے، اب اس صورت میں قبرستان سے گذرنا اور دونی کرنیکا شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتي: نظام الدین، گورکھپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان کو راستہ بنا کر گذرنا اور کھلیان بنا کر اسمیں دونی وغیرہ کرنا سب ناجائز ہے ایسا کرنے والے سب گناہ گار رہوں گے مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ایسی حرکتوں سے لوگوں کی روک تھام کریں۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۷/۱۲۰، ۷/۱۲۴، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۵۰۸، ۵۱۷)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه الخ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الغصب، باب نصرة المظلوم، دارالكتب العلمية بيروت ٦/١٥٨، رقم: ١١٥١٣)

ويكره أن يبنىٰ على القبر أو يقعد أوينام عليه أو يوطأ عليه الخ.

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس

فی القبر والدفن زکریا قدیم ۱/۱۶۶، جدید ۱/۲۲۷، بدائع الصنائع، قبیل فصل فی الشهیدقدیم ۱/۳۲۰، جدید زکریا ۲/۶۵)

فعلى هذا ماذكره أصحابنا في كتبهم من أن وطء القبور حرام الخ.

(شامی، باب صلوٰة الجنائز، قبیل مطلب فی وضع الجرید ونحو الأس علی القبور، کوئٹه ۱/۶۶۱، کراچی ۲/۲۴۵، زکریا ۳/۱۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۔۔/۔۔/۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۴۴/۲۴)

قبرستان میں گاڑیاں چلانا، گھر بنانا، کرکٹ وغیرہ کھیلنا

سوال: [۸۳۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کیا قبرستان میں ٹرک اسکوٹر سائیکل رکشہ چلایا جاسکتا ہے؟

(۲) کیا قبرستان میں قبروں پر دوکانیں بنوا کرسودا فروخت کیا جاسکتا ہے؟

(۳) کیا قبروں پر رہنے کیلئے مکان تعمیر کیا جاسکتا ہے؟

(۴) قبروں پر کھیل کود کرکٹ وغیرہ کھیلا جاسکتا ہے؟

(۵) قبروں پر بیٹھ کر کچھ لوگ دنیاوی باتیں کرتے رہتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(۶) قبروں پر گھروں کا گندا کوڑا اینٹ روڑا وغیرہ ڈالدیا جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

(۷) قبروں پر جانور باندھ دیتے ہیں، وہ جانور گوبر قبروں پر کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد انیس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) قبرستان میں ٹرک اسکوٹر یا سائیکل رکشہ وغیرہ چلانا یا اس کو گذرگاہ بنانا جائز نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱۲۳/۴، جدید زکریا مطول ۵۱۲/۱۰)

وسئل هو أيضا عن المقبرة فی القریٰ إذا اندرست ، ولم يبق فيها أثر الموتى لا العظم ولا غيره هل تجوز زراعتها واستغلالها؟ قال: لا ، ولها حكم المقبرة. (تاتار خانية ، زكريا ١٨٩/٨ ، رقم: ١١٦٠٠، هنديه زكريا قديم ٢/ ٤٧٠، ٤٧١، جديد ٢/ ٤١٦)

(۲) قبروں پر دوکانیں بنوانا اور وہاں خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے۔(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۷/ ۱۲۰، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۵۰۸، امداد الفتاویٰ ۲/ ۵۷۹)

ولايجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الخ. (البحرالرائق، كتاب الوقف، فصل فی احكام المساجد ، كوئٹه ٥/ ٢٥٤، زكريا ٥/ ٤٢٦،)

(۳) قبرستان کی زمین میں مکان تعمیر کرنا جائز نہیں ۔ (احسن الفتاویٰ ۶/ ۴۲۴، امداد الفتاویٰ ۲/ ۵۷۹)

الموقوفة فيحرم فيها البناء مطلقاً الخ. (كتاب الفقه ١/ ٥٣٠)

(۴-۵) قبروں پر کھیل کود کرنا اوران پر بیٹھ کر دنیاوی باتیں کرنا مکروہ ہے۔

(۶-۷) قبروں کا احترام کرنا ضروری ہے، وہاں گندگی کوڑا کرکٹ وغیرہ ڈالنا اور جانوروں کو باندھنا ناجائز اورحرام ہے۔(کفایت المفتی قدیم ۷/ ۱۲۶، جدید زکریا ۱۰/ ۵۱۸)

ويكره القعود والنوم على القبر ويحرم البول والغائط ونحوهما. (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة،دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٥٣٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۸۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۵/ ۱۴۱۷ھ

قبرستان میں ٹریکٹر ٹرالی کے ذریعہ سے مٹی کا بھراؤ کرنا

سوال: [۸۳۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک قبرستان ہے، جس میں موسم برسات میں بارش کا پانی جمع ہوجاتا ہے، اوراس کے بعض حصہ میں قبریں ہیں، بعض میں نہیں، لھذا منتظمہ کمیٹی نے قبرستان کی اصلاح کیلئے مٹی ڈال کر بھراؤ کا کام شروع کردیاہے، مٹی بذریعہ ٹریکٹر ٹرالی اندر قبرستان میں لائی جاتی ہے، جس پر بعض لوگوں کواعتراض ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طرح مٹی لانا درست ہے، یانہیں؟ جوصورت بھی ہورہنمائی فرمائیں؟

المستفتي: منتظمہ کمیٹی، موقوفہ قبرستان، دھامپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان میں مٹی لیجانے کی اگرکوئی اورصورت ممکن نہ ہوتو ٹریکٹر ٹرالی کے ذریعہ قبرستان میں مٹی لیجانے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ایسی جگہ سے ٹرالی گذارنی چاہئے، جہاں قبریں نہ ہوں یا قبریں نمایاں نہ ہوں۔

لايوطأ القبر إلا لضرورة. (شامی، الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی الاهداء ثواب القراء ۃ للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، کراچی ۲/ ۲۴۵، زکریا ۳/ ۱۵۴)

إذا بلي الميت وصار ترابا يجوز زرعه والبناء عليه ومقتضاه جواز المشي فوقه. (شامی، کراچی ۲/ ۲۴۵، زکریا۳/ ۱۵۵، هندیه، زکریا قدیم ۱/ ۱۶۷، جدید ۱/ ۲۲۸)

وإذا خربت القبور فلا بأس بتطيينها. (تاتار خانیة، زکریا ۳/ ۷۲، رقم: ۳۷۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ صفر ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۸۸۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۲/ ۱۴۳۱ھ

قبرستان کی صفائی کیلئے ٹریکٹر چلوانا

سوال: [٨٣٨١]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک پرانا قبرستان ہے، جس میں فی الحال تدفین نہیں ہورہی ہے، وہ قبرستان اونچا نیچا ہے، اور جھاڑ پھوس بہت جنگل کی طرح ہے، لوگوں کا مشورہ ہے کہ اس کی صفائی کیلئے اس میں ٹریکٹر چلوادیا جائے، تو شرعاً اس میں ٹریکٹر چلانا تاکہ قبرستان برابر ہوجائے، اورصفائی ہوجائے، جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: شمشاد عالم قاسمی، امام جامع مسجد، محلّہ: خانپور، بارہ بستی، بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر قبرستان میں جھاڑ پھوس وغیرہ ہوتو ان کو کاٹ کر صاف کرنا بلاتردد جائز ہے، لیکن جبکہ وہاں قبریں موجود ہیں تو ٹریکٹر کے ذریعہ قبروں کو روندکر صاف اور ہموار کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ ممنوع اورنا جائز ہے، کیونکہ اس سے قبرستان کی بے حرمتی اورتوہین ہوگی، البتہ مزدوروں کے ذریعہ قبروں کے احترام کیساتھ ساتھ قبرستان کی صفائی کرائی جاسکتی ہے۔

عن جابر قال: نهى رسول الله ﷺ أن تجصص القبور، وأن يكتب عليها، وأن يبنىٰ عليها، وأن توطأ. (سنن الترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی کراهية تجصيص القبور، النسخة الهندية ١/ ٢٠٣، دارالسلام رقم: ١٠٥٨)

ويكره أن يوطأ على القبر يعني بالرجل (إلىٰ قوله) لا يمشى لأنه يجب تعظيم قبر المسلم. (تاتار خانية زكريا ٣/ ٧٣، رقم: ٣٧٤٠، شامی، باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی إهداء ثواب القراءة للنبی صلى الله عليه وسلم، كراچی ٢/ ٢٥٤، زكريا ٣/ ١٥٤)

فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها كذا في البحر الرائق. (هنديه، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر الخ، زكريا قديم ٢/ ٤٧١، جديد ٢/ ٤١٦، البحر الرائق، فصل في أحكام المسجد، كوئٹه ٥/ ٢٥٤، زكريا ٥/ ٤٢٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ ر ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۱/۲۱ھ

قبرستان میں کوڑا کرکٹ ڈالنا اور چارپائی لگا کر مجلس قائم کرنا

سوال: [۸۳۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان جاری ہے، کوڑا کرکٹ ڈالنا چار پارئیاں ڈال کر بیٹھنا یا ایسے ہی بیٹھ کر فحش گوئیوں میں مشغول ہونا بچوں کا کرکٹ وغیرہ کھیلنا یا ٹریکٹر ٹرالی وغیرہ کو قبرستان میں کسی کام کے لئے لے جانا یا کھڑا کرنا جانوروں کا بے مہار اس میں گھومنا، یہ اعمال کیسے ہیں؟ اور ان کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: ارشاد احمد، مرادآبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان میں کوڑا ڈالنا، چار پائیاں ڈال کر بیٹھنا، کھیل تماشہ اور خرافات کرنا سب ناجائز اور سخت گناہ ہے۔

أن وطء القبور حرام وكذا النوم عليها ليس كما ينبغي الخ. (شامی، باب صلوٰة الجنازة، قبيل مطلب في وضع الجريد على القبور، كراچی ٢/ ٢٤٥، زكريا ٣/ ١٥٥)

ويكره أن يوطأ على القبر يعني بالرجل أو يقعد عليه أو يقضى عليه حاجته. (تاتارخانية، زكريا ٣/ ٧٣، رقم: ٣٧٤٠)

لايجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة. (البحر الرائق، فصل في أحكام

المسجد، کوئٹہ ٥/ ٢٥٤، زکریا ٥/ ٤٢٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۵۹۰/۳۳)

قبرستان میں کھانا کھلانا کیسا ہے؟

سوال: [۸۳۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں میت کے ورثاء کے کہے بغیر اخوت و بھائی چارگی کے سبب گاؤں کے لوگ قبر کھودنے کا کام انجام دیتے ہیں، اور میت کے ورثاء اس کے لئے ناشتہ کا انتظام کرتے ہیں، دریافت یہ کرنا ہے کہ قبرستان میں کھانا کھلانا کیسا ہے، چونکہ غیر مسلم بھی اس طرح نعش لے جانے کے بعد کھانے کا نظم کرتے ہیں، ان سے تشبہ ہونے کی بناء پر جائز ہے یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟ بیان فرمائیں؟

المستفتي: محمد عیاض، بانکوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر کھودنے والا اگر کام کرکے تھک جائے، اور اس کو کھانے کی ضرورت پیش آجائے تو قبرستان سے باہر آکر آبادی میں چاہے اپنے پیسہ سے کھائے یا دوسرا آدمی اسے کھلا دے، تو اس کی گنجائش ہے لیکن یہ کام قبرستان میں نہیں ہونا چاہیئے، اور فقہاء نے ایسے موقع پر قبرستان میں کھانے پینے کو مکروہ لکھا ہے، اور اگر میت کے گھر والے ہی کھانا کھلاتے ہیں، تو قبرستان میں نہ کھلائیں بلکہ آبادی میں میت کے گھر میں کسی دوسرے کے گھر میں کھلائیں۔

ویکرہ نقل الطعام إلی القبر فی المواسم – إلیٰ قولہ – وھذہٖ الأفعال کلھا للسمعة والریاء فیحترز عنھا، لأنھم لا یریدون بھا وجه اللّٰہ تعالیٰ.

(شامی، الصلاۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت، کراچی ۲/۲٤۰، زکریا ۳/۱٤۸، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، دارالکتاب دیوبند/٦١٧، فتاویٰ بزازیه، جدید زکریا ۱/٥٤، وعلی ھامش الھندیۃ، زکریا ٤/٨١)

ویکرہ کل مالم یعھد من السنۃ . (شامی، کراچی ۲/۲٤٥،زکریا ٤/١٥٣، فتح القدیر، قبیل باب الشھید، کوئٹہ ۲/۱۰۲، زکریا ۲/١٥٠) **فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۷/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر:۳۹/۱۰۷۷۷)	۲۸/۷/۱۴۳۳ھ

قبرستان کی جھاڑیوں کو ہیر وہل سے صاف کرنے کا حکم

سوال: [۸۳۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک قبرستان تقریباً چودہ بیگہ کا ہے، اس کے کچھ حصے ایسے ہیں، جس میں تدفین کا سلسلہ جاری ہے، اور کچھ حصے ایسے ہیں جس میں تیس چالیس سال سے کوئی تدفین کا علم ہم لوگوں کو نہیں ہے، اور پورے قبرستان میں جھاڑیاں بہت پیدا ہوگئی ہیں، اور ان جھاڑیوں کی وجہ سے پورے قبرستان میں بہت سانپ پیدا ہوگئے ہیں، اور لوگ قبرستان میں تدفین کے لئے جانے سے ڈرتے ہیں، اور سانپ کا حال یہ ہے کہ بجائے انسانوں سے بھاگنے کے انسانوں کا پیچھا کرتے ہیں، اس لئے خاص طور پر رات کے وقت میں تدفین کے لئے کوئی بھی ہمت نہیں کرتا لوگوں کو ہر وقت سانپ کا خطرہ رہتا ہے، اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں، کہ ان جھاڑیوں کو کاٹ کر کے قبرستان کو صاف ستھرا کریں، اور جدھر قبریں موجود ہیں، ادھر مزدور لگا کر کے صاف کردیا جائے، اور جن حصوں پر کوئی قبر نہیں ہے، ان حصوں پر ہیر وہل چلا کر جھاڑیوں اور گھاسوں کو ختم کردیں، تو ایسا کرنے میں شریعت کی طرف سے اجازت ہے یا نہیں؟ حکم شرعی سے واضح فرمائیں؟

المستفتي: محمد اسلم ضیاء الحسن، بھوڑ سرکوئی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ قبرستان کے جس حصہ میں کوئی قبر نمایاں نہیں ہے، اور سانپ کے خطرہ سے تدفین کے لئے جانے والوں کو چلنے پھرنے میں خطرہ ہے، تو اس حصہ پر ہیروہل چلا کر جھاڑیوں کو ختم کر کے صاف ستھرا کر دینا شرعاً جائز اور درست ہے، اور جس حصہ میں تدفین کا سلسلہ جاری ہے، اور اس میں بھی جھاڑیوں میں سانپ کی وجہ سے تدفین کے لئے جانے والوں کو خطرہ ہے، تو اس حصہ میں مزدور لگا کر قبرستان کو صاف ستھرا کر دینا جائز اور درست ہے؛ اس لئے کہ قبرستان کا اصل مقصد تدفین ہے، اور جھاڑیوں کے سانپ تدفین میں شرکت کرنے والوں کے لئے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں؛ لہٰذا تمام جھاڑیوں کو صاف کر کے قبرستان کو بے خطر بنا دینا بلاتردد جائز اور درست ہے۔

ولما بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ وزرعه. (البحرالرائق، کتاب الجنائز، قبیل باب صلاۃ، الشهید، کوئٹه ۲/۳٤۲، زکریا ۲/۳٤۲، هندیه، زکریا قدیم ۱/۱٦۷، جدید ۱/۲۲۸، شامی، کراچی ۲/۲٤٥، زکریا ۳/۱٥٥)

کانت الشجرة نبتت بنفسها فحکمها یکون للقاضی: إن رأی قلعها وبیعها وإنفاقها علی المقبرة جاز له ذلک. (الموسوعة الفقهية ۳۸/۳٤۹)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/۷/۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/۷/۱۴۳۱ھ

۲/ الفصل الثانی: فی المصارف

زیر ملکیت قبرستان میں دوکان بنا کر آمدنی مسجد میں لگانا

سوال: [۸۳۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد مغلوں والی واقع محلّہ مغلپورہ مرادآباد کے جملہ انتظام زید کے آباء واجداد کرتے چلے آئے ہیں، اور اب جہاں تک ممکن ہوتا ہے، زید اپنے بزرگوں کی تعمیر کردہ مسجد کے اخراجات کے ضمن میں اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں، مسجد مذکورہ کے چاروں طرف زید کا خاندانی قبرستان ہے، جس کے ایک حصہ میں زید کے علم کے مطابق کبھی کوئی قبر نہیں بنائی گئی، تو قبرستان کی مذکورہ آراضی میں کرایہ حاصل کرنے کی غرض سے کوئی عمارت دوکان وغیرہ تعمیر کی جاسکتی ہے اور کیا اس عمارت دوکان وغیرہ کی آمدنی (کرایہ) مسجد مذکورہ کے اخراجات میں صرف کر سکتے ہیں؟

المستفتي: احسان یا بیگ، مغلپورہ اول، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ قبرستان زید کے باپ دادا کی ملکیت ہے، تو مذکورہ ملحقہ زمین میں دوکان بنا کر مسجد کی آمدنی کی فراہمی کی گنجائش ہے، اور اگر قبرستان ملکیت کا نہیں ہے، بلکہ عام مسلمانوں کے لئے موقوفہ ہے تو جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/۱۲۲)

المـالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء .

(بیضاوی شریف، مکتبہ رشید ۱/۷)

ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين أحدهما للسكنىٰ والآخر للاستغلال فلا يصرف أحدهما للآخر وهي واقعة الفتوىٰ . (شامی،

الوقف ، مطلب فی نقل انقاض المسجدو نحوه ، زکریا ٦/٥٥١ ، کراچی ٤/٣٦١)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۱/۳۸۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۲/۲۱ھ

قبرستان کی آمدنی کے لئے پختہ قبروں کوتوڑکر دوکانیں بنانا

سوال: [۸۳۸٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کی پختہ قبروں کوتوڑکران پر قبرستان کی آمدنی کے لئے دوکانیں یا دیگر تعمیرات کرنا جائز ہے یانہیں؟ عوام اس توڑ پھوڑ کو پسند نہیں کرتے ہیں، قبرستان کے تنگ ہونے کا بھی خطرہ ہے؟ جواب دیں؟

المستفتی: بہار حسین انصاری، محلّہ عبداللہ
محلّہ: باڑہ، بلاری، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تازہ ترین قبروں کومسمار کرکے ان پر کسی بھی طرح کی تعمیر کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اس سے میت کی توہین لازم آتی ہے، حدیث شریف میں اس پر ممانعت وارد ہوئی ہے، نیز قبرستان مردوں کی تدفین کے لئے وقف ہوتا ہے، اس کی تمام زمین کو دفن کے کام میں استعمال کرنا ضروری ہے، اس کے علاوہ دیگر امور میں استعمال کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں قبرستان میں قبروں کو مسمار کرکے دوکانیں یادیگر تعمیرات کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، بااثر اور ذمہ دارلوگوں پر اس کی حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۸/ ۱۷۹، جدید زکریا ۹/۶۰)

عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال: كسر عظم الميت ككسره حياً.

(سنن ابن ماجه ، باب فی النهی عن كسر عظام الميت ، النسخة الهندية ١/١١٦،

دارالسلام رقم: ۱۶۱٦، سنن أبی داؤد، باب فی الحفار یجد العظم هل ینتکب ذلك المکان؟ النسخة الهندیة ۲/٤٥٨، دارالسلام رقم: ۳۲۰۷)

قال الطیبی فیه اشارة إلیٰ أنه لا یهان المیت کما لا یهان الحی.

(مرقات شرح مشکوٰة، مکتبه امدادیه ملتان ٤/٧٩)

انهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة. (شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفین واجبة زکریا ٦/٦٦٥، کراچي ٤/٤٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/رجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۳۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/۷/۱۴۲۲ھ

گورے غریباں کی قبر کی جگہ دینے کے روپے لینا

سوال: [۸۳۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک قبرستان جس کا نام گور غریباں ہے وہ زمانۂ قدیم سے غریبوں کے لئے عام تھا، لیکن چند اشخاص نے چند سالوں سے اس قبرستان میں قبر کی جگہ کی قیمت ۱۵۰/روپیہ لینا شروع کر دیا ہے، اور قبر کھدائی والا قبر کھدائی کے ۱۵۰/روپیہ فی قبر لیتا ہے، اور میت کی چادر اور جوڑا لیتا ہے، اور قبر کھدائی اس کے علاوہ دوسرے شخص سے نہیں کرا سکتے، تو یہ سب پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتي: نعیم اللہ، مغلپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مذکورہ قبرستان وقف کا ہے، اور سوالنامہ سے یہی واضح ہوتا ہے، کہ قبرستان وقف کا ہے، تو اس میں دفن کے لئے جگہ کی قیمت وصول کرنا شرعی طور پر جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ قیمت وصول کرنے میں غرض واقف کی مخالفت لازم آتی

ہے،اوروقف میں واقف کی غرض کی رعایت کرنا واجب ہوتا ہے۔

أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة ، کراچی ٤/٤٤٥ ، زکریا ٦/٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲رمحرم ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۱۲/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱/۱۴۱۵ھ

قبرستان کے فنڈ سے برتن خرید کر کرائے پر دینا

سوال: [۸۳۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک قبرستان عام ہے، جس کا تعلق صرف ایک موضع سے ہے، دوسری کسی بھی بستی کا اس قبرستان پر کوئی حق حاصل نہیں ہے، اور اس قبرستان میں کچھ پیڑ وغیرہ لگے ہیں، اوران پیڑوں کوفروخت کرنے پراس قبرستان کو ۲۷ رہزار روپیہ کی آمدنی آئی ہے، اورآگے بھی قبرستان کو آمدنی کی توقع ہے، لیکن اس کو اس قبرستان پر بظاہر خرچ کرنے کی ضرورت نہیں، اس بستی کے لوگ یہ چاہتے ہیں، کہ شادی بیاہ یا دیگر تقریبات میں مسلمانوں کو برتن کی ضرورت ہوتی ہے، تولوگ شہر جاکر کرایہ پر منگواتے ہیں، اس قبرستان کی رقم سے قبرستان ہی کی طرف سے برتن منگوالیا جائے، اور پھر جوحضرات بھی اپنی تقریبات میں اس برتن کو استعمال کریں باضابطہ ان سے کرایہ لیا جائے، جوقبرستان کے فنڈ میں جمع رہے، ازروئے شرع جائز ہوتو اجازت عطا فرمائیں تاکہ بستی کے مسلمانوں کو فائدہ ہو دوسری زحمت سے بچ سکیں؟ مفصل ومدلل بیان فرمائیں؟ نوازش وکرم ہوگا؟

المستفتي: ننھے پہلوان منصوری،
موضع ہرگن پور، ضلع: بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر برتن خرید کر کرایہ پر دینے کا مقصد قبرستان کی آمدنی میں اضافہ اور ترقی ہے تو ایسا عمل جائز اور درست ہے، جیسا کہ درمختار کی عبارت سے یہی مستفاد ہوتا ہے، کہ مصالح وقف کے لئے اس طرح آمدنی بڑھانا جائز ہے۔

وإذا جعل تحته سردابا لمصالحه أي المسجد جاز الخ. (درمختار، الوقف، مطلب في أحكام المسجد، زكريا ٦/٥٤٧، كراچی ٤/٣٥٧، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٧/٢٠٢، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٥٩٤، مصرى قديم ١/٧٤٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۱۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۴/۱۴۱۳ھ

قبرستان کی گھاس بٹائی پر دینا

سوال: [۸۳۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کی گھاس وغیرہ کو بٹائی پر دینا کیسا ہے، کہ گھاس ہونے کی وجہ سے میت کو دفن کرنے میں دشواری ہوتی ہے، اور جانور کا اندیشہ بھی ہوتا ہے؟

المستفتي: رضوان علی، اڑیسہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: قبرستان کی گھاس وغیرہ بٹائی پر دینا جائز ہے، اور اس کی آمدنی کو مصارف قبرستان میں صرف کیا جائے، غرباء ومساکین کی تجہیز وتکفین میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

قال في الاسعاف ولو كان في أرض الوقف شجر فدفعه معاملة بالنصف مثلاً جاز. (الشامي، الوقف، مطلب استاجروا داراً فيها أشجار، زكريا ٦/٦٤٨، ٦٤٩، كراچی ٤/٤٣٣)

الفاضل من وقف المسجد هل يصرف إلى الفقراء قيل لايصرف وإنه صحيح ولكن يشترى به مستغلا للمسجد. (هندية، الباب الحادی عشر في المسجد و ما يتعلق به، الفصل الثانی، زكريا جديد ٢/٤١٤، قديم ٢/٤٦٣، المحيط البرهانی، المجلس العلمی ٩/١٣٨، رقم: ١١٣٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۶۸)

قبرستان کی آمدنی کہاں خرچ کرسکتے ہیں؟

سوال: [۸۳۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کی آمد (گھاس درخت) کی رقم سے قبرستان یا نماز جنازہ کی جگہ کی حد بندی کرنا، مسہری تخت بنانا، غیر مسلم کو کفن دینا، نیز غریب مسلمان لڑکی کی شادی اور غریبوں کی دیگر ضروریات پر خرچ کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: محی الدین، انجمن
رہنمائے ملت، پارسمنی، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان کی آمدنی کو سوال میں مذکور مصارف میں سے کسی بھی مصرف میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ وقف کی چیز ہے، اس لئے اسی وقف میں خرچ ہونی چاہئے، ہاں اگر پورے قبرستان کی حد بندی کی ضرورت ہو تو اس میں بھی خرچ کیا جاسکتا ہے، اگر اس قبرستان کو بالکل ضرورت نہ ہو تو قریبی کسی قبرستان میں یا مسجد میں اس کی آمدنی لگا دی جائے۔

وفي شرح الملتقىٰ يصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامی، الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، زكريا ٦/٥٤٩، كراچی ٤/٣٥٩، الموسوعة

الفقهية الكويتية٤٤/١٦١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۶۱۲۴)

قبرستان کی خودرو گھاس کی آمدنی مسجد میں لگانا

سوال: [۸۳۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں گھاس جو کہ اپنے آپ پیدا ہوتی ہے، اس کی دیکھ بھال کرنے کے بعد فروخت کی جاتی ہے، اور اس پیسہ کو مسجد میں لگایا جاتا ہے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ اور پیسہ لوگ بطور قرض لے کر اپنے کام میں بھی لاتے ہیں؟

المستفتي: محمد صادالدین، نوریٹہ، سہرسا، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: موقوفہ قبرستان کی آمدنی قبرستان کے علاوہ کسی اور جگہ لگانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر اس قبرستان میں بالکل ضرورت نہ ہو تو پھر اس کے قریب ترین مسجد یا مدرسہ میں لگا سکتے ہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۵/۳۰۶)

قال بعضهم الذى فيها لا يصرف القاضى الفاضل من وقف المسجد (إلىٰ قوله) قيل ويعارضه مافى الإمام قاضيخان فى أن الناظر له صرف فاضل الوقف إلىٰ جهات البر بحسب مايراه . (حاشيه حموى مع الأشباه قديم ١/ ١٦٠)

نیز قبرستان کی رقم بطور قرض دینے کی گنجائش نہیں ہے۔

أما المال الموقوف على المسجد الجامع إن لم تكن للمسجد حاجة للحال فللقاضى أن تصرف فى ذلك لكن على وجه القرض . (هندية، الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، ومايتعلق به ذكريا قديم ٢/ ٤٦٤، جديد ٢/ ٤١٤، المحيط البرهاني ،المجلس العلمى ٩/ ١٥٤، رقم: ١١٤٥٢، الفتاوىٰ التاتار خانية، زكريا

۸/۱۹۹۹، رقم: ۱۱۶۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ جمادی الاولی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۲۰ھ

قبرستان کی لکڑیوں سے مسجد کا پانی گرم کرنا

سوال: [۸۳۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک سرکاری قبرستان ہے، اس میں ایک صاحب نے اس غرض سے درخت لگا دیئے کہ قبرستان میں سایہ رہے گا، اب درخت لگانے والے کا تو انتقال ہوگیا اور درخت کافی پرانے ہوچکے ہیں، بعض مرتبہ ان کی شاخیں خود ٹوٹ کر گر جاتی ہیں، یا کاٹ کر اس کی لکڑی مسجد میں پانی گرم کرنے کے لئے استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟ واضح رہے کہ قبرستان کے چاروں طرف آبادی ہے، اس میں باونڈری کی بھی ضرورت نہیں تو ایسے حالات میں اس قبرستان کے درختوں کی لکڑیاں کاٹ کر سردیوں میں مسجد میں پانی گرم کرسکتے ہیں یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

المستفتي: محمد یوسف، لال باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبرستان کے درخت کی لکڑیوں کو سردیوں میں مسجد میں پانی گرم کرنے کے لئے جلانا جائز نہیں ہے، اگر قبرستان کو ضرورت نہیں تو دوسرے قبرستان کے مصرف میں اس کا پیسہ خرچ کیا جائے، اور اگر یہ بھی نہیں ہے، تو لکڑیوں کو فروخت کرکے مسجد کی تعمیر ومرمت اور امام مؤذن کی تنخواہوں میں خرچ کرنے کی گنجائش ہے، نیز مسجد کی ملکیت کے پیسہ سے لکڑیاں جلانے کے لئے خریدنا بھی جائز نہیں، ہاں اس مد کے لئے مستقل چندہ کیا جائے تو جائز ہے۔

لایجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو كان فيها

حشيش يحش . (البحر الرائق، الوقف ، فصل في احكام المسجد ، زكريا ٥/٤٢٦، كوئٹه ٥/٢٥٤)

وإن استغنى عن حصر المسجد وخشبه وحشيشه نقل إلىٰ مسجد آخر عند أبي يوسف وقال بعضهم يباع ويصرف فى مصالح المساجد ولا يجوز صرف نقضه إلىٰ عمارة البئر لأنها ليست من جنس المسجدالخ.
(الجوهرة النيرة، امداديه ملتان ۲/ ۲۱، دارالكتاب ديوبند ۲/ ۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۸۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۱/۲۸ھ

قبرستان کی رقم مسجد میں لگانا

سوال: [۸۳۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کی رقم مسجد میں لگانا بوجہ یہ کہ مسجد کی چھت گرنے والی ہے، اور قبرستان کی آمدنی کے علاوہ کوئی اور آمدنی نہیں ہے، اور نہ ہی لوگوں کے پاس اتنی وسعت ہے کہ وہ اس سے اس کی تعمیر کرالیں، جس کی بناء پر لوگ چاہتے ہیں، کہ قبرستان کی رقم مسجد کی مرمت میں لگادی جائے، تو اس کا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد فاروق، سیتاپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: موقوفہ قبرستان کی رقم مسجد کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر قبرستان میں کوئی ضرورت نہ ہو تو مسجد کی شدید ضرورت کی صورت میں اہل محلّہ کے باہمی مشورہ سے قبرستان کی زائد رقوم مسجد میں لگانے کی گنجائش ہے۔
(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۳۰۶، ڈابھیل ۱۵/ ۳۷۱)

شرط الواقف كنص الشارع . (الاشباه والنظائر قديم/ ۱۷۰)

وأما الاستبدال ولو للمساكين بدون الشرط فلا يملكه إلا القاضي. (الدر المختار مع الشامي، الوقف، مطلب في اشتراط الإدخال والإخراج ، زكريا ٦/٥٨٥، كراچی ٤/٣٨٦)

لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكهافإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين . (عمدة القاری ، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركی الجاهلية و يتخذ مكانها مساجد ، داراحیاء التراث العربی٤/١٧٩ ، زكريا ٣/٤٣٥، تحت رقم الحديث/٤٢٨، فتح الملهم ،كتاب المساجد ، اشرفيه ٢/١١٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/رجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۶/۷۳۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۷/۳۰ھ

قبرستان کی آمدنی مسجد میں صرف کرنا

سوال: [۸۳۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں تمام گاؤں والوں کا ایک قبرستان ہے جس میں چند سال قبل لوگوں کے باہم مشورہ سے درخت لگائے گئے تھے، اور یہ طے ہوا تھا، کہ ان درختوں سے جو بھی نفع حاصل ہوگا، وہ دینی امور میں صرف کیا جائے گا، چنانچہ جب اس قبرستان کے درخت تیار ہو گئے، تو ان کو کاٹ کر فروخت کر دیا گیا، اور قبرستان کمیٹی نے اس رقم میں سے کچھ حصہ گاؤں کی ایک مسجد میں لگا دیا اور اب بھی تقریباً پچاس ہزار روپیہ کی رقم گاؤں کی دوسری مسجد میں لگانا چاہتی ہے، تو گاؤں والے یہ کہہ رہے ہیں، کہ قبرستان کی آمدنی کو مسجد وغیرہ میں نہیں لگایا جا سکتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف ہو رہا ہے، اس لئے وضاحت فرمادیں کہ قبرستان کی آمدنی مسجد میں لگائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور پہلے جو آمدنی مسجد میں

لگائی جا چکی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد امین، سیتاپور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان کی آمدنی کا پیسہ اگر قبرستان میں ضرورت نہیں ہے، تو کمیٹی اور ذمہ داروں کے مشورہ سے قریب کی مسجد میں لگانا جائز اور درست ہے، اور اگر قریب والی مسجد کی ضرورت پوری ہوگئی ہے، تو دوسری مسجد میں بھی لگانا جائز ہے، لہٰذا پہلی مسجد میں جو لگایا گیا ہے، وہ درست ہے، اور آئندہ جو دوسری مسجد میں لگانے کا پروگرام ہے وہ بھی درست ہے۔

وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلى أقرب مسجد أو رباط أو بئر إليه وتحته يصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامی، الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ، زكريا ٦/٥٤٩، كراچی ٤/٣٥٩)

في مجموع النوازل : سئل نجم الدين عن أشجار في مقبرة هل يجوز صرفها في عمارة المسجد قال: نعم إن لم يكن وقفاً على وجه آخر. (تاتارخانية ، زكريا ٨/١٩٤، رقم: ١١٦١٧، هنديه زكريا جديد ٢/٤١٨، قديم ٢/٤٧٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٨/٣٤٩، المحيط البرهاني،المجلس العلمي ٩/١٤٩، رقم: ١١٤٣٤)

وإن غرس للمسجد لايجوز صرفها إلا إلىٰ مصالح المسجد الأهم ، فالأهم كسائر الوقف وكذا إن لم يعلم غرض الغارس ومقتضاه في البيت الموقوف إذا لم يعرف الشرط ان يأخذه المتولى لبيعها ويصرفها في مصالح الوقف . (البحرالرائق، الوقف زكريا ٥/٣٤٢، كوئٹه ٥/٢٠٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍صفر ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۸۸۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۱۴ھ

قبرستان کی آمدنی مسجد کو بطور قرض دینا

سوال: [۸۳۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا قبرستان کی آمدنی کو بطور قرض مسجد کو دے سکتے ہیں؟

المستفتي: رضوان علی، اڑیسہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: موقوفہ قبرستان کی آمدنی کو جبکہ قبرستان کو کسی قسم کی ضرورت نہ ہو اور قرضہ دینے میں آمدنی زیادہ محفوظ ہو مسجد کیلئے بطور قرض دے سکتے ہیں۔

أراد المتولي أن يقرض مافضل من غلة الوقف ذكر في وصايا فتاویٰ أبي الليث رحمه الله رجوت أن يكون ذلك وسعا إذاكان اصلح وأحرز للغلة من إمساك الغلة. (هندية، الوقف، الباب الرابع عشر في المتفرقات، زكريا جديد۲/۴۲۳، قديم۲/۴۹۰، الفتاویٰ التاتار خانية، زكريا۸/۲۰۹، رقم: ۱۱۶۶۱، المحيط البرهاني، المجلس العلمي۹/۱۶۵، رقم: ۱۱۴۹۰، ۱۱۴۹۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍صفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۶۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۲/۱۹ھ

قبرستان کا پیسہ مسجد و مدرسہ میں لگانا

سوال: [۸۳۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک موقوفہ قبرستان ہے اس قبرستان کی ملکیت میں تقریباً دو بیگہ زمین ہے، اور وہ زمین

کرایہ پر دی جاتی ہے، کرایہ دار اس میں جانوروں کی کُٹی وغیرہ بوتا ہے، اور کبھی دھان گیہوں وغیرہ بھی بوتا ہے، کرایہ میں اس کا کافی پیسہ آتا ہے، اور قبرستان کے برابر میں اسکی دو کانیں ہیں، جس کی کافی آمدنی ہے، یہ تمام پیسہ قبرستان کا ہے، لیکن قبرستان کو اس پیسہ کی ضرورت نہیں، ایسی صورت میں یہ پیسہ اس گاؤں کے غریب مدارس میں خرچ کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ جس گاؤں میں یہ قبرستان ہے، نیز اس گاؤں میں مسجد بھی ہیں، تو قبرستان کے ذمہ داران اس پیسہ کو اس گاؤں کی غریب مسجدوں میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کی رو سے جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتي: علیم الدین، جسپور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان کی مملوکہ زمین اور اس سے متعلقہ دو کانوں کی آمدنی کا پیسہ کثیر مقدار میں ہے، اور قبرستان کو ان پیسوں کی ضرورت نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ان پیسوں کو قبرستان کی کمیٹی اور محلّہ کے سرپنچ اور ذمہ داروں کے مشورہ سے مساجد ومدارس میں خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۲/۵۹۳، کفایت المفتی ۷/۲۷۵، جدید زکریا مطول ۱۰/۱۹۳)

لوأن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنیٰ قوم عليها مسجداً لم أر بذلک بأسا وذلک لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لأحد أن يملكها إذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد لأن المسجد أيضاً وقف من أوقاف المسلمين. (عمدة القاری، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، داراحياء التراث العربی ٤/١٧٩، زکریا ٣/٤٣٥، تحت رقم الحديث:٤٢٨، فتح الملهم، كتاب المساجد، اشرفيه ٢/١١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۳/۶/۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۶/۷۶۸۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۶/۱۰ھ

قبرستان کے روپئے کو مسجد یا مکتب میں لگانا

سوال: [۸۳۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں والوں کا مشترکہ قبرستان ہے، جس میں درخت لگے ہوئے تھے، اب ان درختوں کو بیچ کر ان کی رقم کو بینک میں جمع کردیا گیا ہے، گاؤں کے لوگ اس رقم کو مکتب میں لگانا چاہتے ہیں، اور اس کی کچھ رقم مسجد کی تعمیر میں خرچ کی جا چکی ہے، تو اس کا کیا حکم ہے، ان مصارف میں اس رقم کو خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: نیاز احمد، بسدہا، بسواں، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر قبرستان میں سردست رقم کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور غالب گمان یہ ہے کہ آئندہ بھی اس کی ضرورت نہیں پڑے گی، تو اس رقم کو مسجد کی تعمیر میں لگانا بلاشبہ جائز ہے، اگر اس کے بعد کچھ پیسہ بچ گیا ہے، تو اس کو مکتب میں لگانا بھی جائز ہے۔

وسئل نجم الدين في مقبرة فيها أشجار هل يجوز صرفها إلىٰ عمارة المسجد قال: نعم إن لم تكن وقفاً على وجه آخر، قيل له: فان تداعت حيطان المقبرة إلى الخراب هل يصرف إليها أو إلىٰ المسجد ؟ قال : إلىٰ ما وقف عليه . (هنديه، الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات ، والمقابر ،زكريا قديم ٢/٤٧٦، جديد٢/٤١٨، الفتاوىٰ التاتارخانية ، كوئٹه ٥/٨٧٥، زكريا٨/١٩٤، رقم : ١١٦١٧، المحيط البرهاني ، المجلس العلمي ٩/١٤٩، رقم: ١١٤٣٤، الموسوعة الفقهية الكويتية٣٨/٣٤٩)

وما فضل من ريع الوقف واستغنى عنه فإنه يصرف في نظير تلك

الجهة. (فقه السنة بيروت ٣/٢٩ ٥، مستفاد: انوار رحمت/١٥٣) **فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۰۸۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۶/۶ھ

قبرستان کے درختوں کی آمدنی مسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا

سوال: [۸۳۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں لگائے گئے درختوں کی قیمت مسجد کی تعمیر اور غرباء ومساکین کی تدفین میں صرف کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ لگائے گئے درختوں کی قیمت کے صرفہ کی تعیین لگاتے وقت نہ کی گئی ہو۔

المستفتی: عبداللہ قاسمی، ضلع: مہراج گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس کی قیمت اسی قبرستان کی چہاردیواری وغیرہ پر صرف کی جائے، لیکن اگر اس قبرستان کو ضرورت نہیں ہے، تو قریب ترین دوسرے قبرستان میں خرچ کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو تو مسجد کی ضرورت میں خرچ کرنا جائز ہے، جب مسجد میں خرچ کرسکتے ہیں، تو مساکین کی تدفین میں نہ خرچ کی جائے۔

فيقدم أولاً العمارة الضرورية ثم الأهم فالأهم من المصالح الخ.

(شامی، الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بماهو أقرب إليها، زكريا ٦/ ٥٦١، كراچی ٤/ ٣٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ شعبان ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۴۴۵)

قبرستان کے درختوں کی آمدنی سے مدرسہ تعمیر کرنا

سوال: [۸۳۹۹]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں کے قبرستان میں کچھ درخت تھے، جنہیں گاؤں کے لوگوں نے سولہ ہزار دوسو روپیہ میں فروخت کردیا ہے، اور فی الحال اس گاؤں میں کوئی مدرسہ بھی نہیں ہے، اور بچوں کو تعلیم مسجد کے اندر دی جارہی ہے، تو کیا اس فروخت شدہ درخت کے روپئے سے مدرسہ تعمیر کیا جاسکتا ہے یانہیں؟ نیز اس گاؤں کے لوگ مدرس کی تنخواہ بھی نہیں دے پاتے ہیں، تو کیا اس روپیہ سے مدرس کی تنخواہ بھی دی جاسکتی ہے یانہیں؟

المستفتي: نثاراحمد، بستوی، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرقبرستان کی مذکورہ آمدنی کی قبرستان کوضرورت نہیں ہے، تو ایسی صورت میں مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں صرف کرنے کی گنجائش ہے، مگر مدرسین کی تنخواہ میں نہ دیکر تعمیر میں لگاناہی بہتر وضروری ہوگا۔

وسئل نجم الدين في مقبرة فيها أشجار هل يجوز صرفها إلىٰ عمارة المسجد قال: نعم إن لم تكن وقفاً على وجه آخر. (هنديه، الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات ....، زكريا قديم ۲/٤٧٦، جديد ۲/٤١٨، الفتاوىٰ التاتارخانية ، زكريا ۸/١٩٤، رقم: ١١٦١٧، المحيط البرهاني ، المجلس العلمي ۹/١٤٩، رقم: ١١٤٣٤، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۸/۳٤۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍شعبان ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍۶۳ ۳۵)

ضرورت مند قبرستان کی آمدنی مسجد ومدرسہ میں استعمال کرنا درست نہیں

سوال: [۸۴۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گاؤں میں قبرستان کے اندر درخت لگے تھے، جن کو فروخت کردیا گیا ہے، اور قبرستان میں چہار دیواری بھی نہیں ہے، اوراگر گاؤں کے ذمہ دار لوگوں سے چہار دیواری بنوانے کے لئے کہا جائے تو نہیں بنائیں گے، تو ایسے حالات میں مسجد یا مدرسہ میں رقم لگانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

المستفتي: سخاوت حسین، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر قبرستان میں چہار دیواری کی ضرورت ہے تو اس پیسہ سے قبرستان کی چہار دیواری بنانا لازم ہے، اس میں خرچ نہ کر کے مسجد و مدرسہ میں لگانا جائز نہ ہوگا، اوراگر قبرستان کی ضرورت سے زائد رقم ہے تو اس کو مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے۔

ويصرف وقفها لأقرب مجانس لها الخ. (شامی، الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، زكريا ٦/٥٤٩، كراچی ٤/٣٥٩، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/١٦١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ محرم ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۲۵/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱/۱۶ھ

قبرستان کی لکڑی مدرسہ میں صرف کرنا

سوال: [۸۴۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد کے ضمن میں قبرستان ہے، اور مسجد ہی کے احاطہ میں مدرسہ بھی ہے، مسجد کے ذمہ داران بخوشی قبرستان کی لکڑیاں مدرسہ کو دینا چاہتے ہیں، مسجد کی آمدنی بہت زیادہ ہے، کیا قبرستان کی لکڑیاں مدرسہ میں استعمال کر سکتے ہیں؟

المستفتي: محمد یعقوب رشیدی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے صحن میں مدرسہ بھی ہے، اور قبرستان کو نہ ان لکڑیوں کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کی قیمت کی تو قبرستان کے ذمہ داران کی اجازت سے ان لکڑیوں کی قیمت کو مدرسہ میں استعمال کرسکتے ہیں۔

قال فی فقه السنة: وما فضل من ربح الوقف واستغنی عنه فإنه یصرف فی نظیر تلک الجهة کالمسجد إذا فضلت غلة وقفه عن مصالحه صرف فی مسجد آخر لأن الواقف غرضه فی الجنس والجنس واحد فإن هذا الفاضل لاسبیل إلیٰ صرفه إلیه ولا إلیٰ تعطله فصرفه فی جنس المقصود أولیٰ وهو أقرب الطرق إلیٰ مقصود الواقف. (فقه السنة بیروت ۶/ ۵۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۱۱ھ

قبرستان کی آمدنی کو امام یا معلم کی اجرت میں دینا

سوال: [۸۴۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کے گھر یا کسی سامان کو فروخت کر کے کسی امام یا کسی مدرسہ کے معلم کو اجرت یا روپئے پیسے دئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ تفصیل سے جواب دیں، نوازش ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موقوفہ قبرستان کی آمدنی کو کسی امام یا معلم کی اجرت میں دینا درست نہیں ہے، بلکہ قبرستان ہی میں صرف کرنا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۳۰۶)

شرط الواقف کنص الشارع. (الاشباہ والنظائر، قدیم / ۱۷۰، قواعد الفقه، اشرفی دیوبند/ ۸۵، رقم: ۱۵۲، الدر مع الرد، کراچی ۴/ ۴۳۳، زکریا ۶/ ۶۴۹)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/رجب ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۵۳۲/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۷/۵ھ

قبرستان کی کوئی چیز عیدگاہ میں لگانا

سوال: [۸۴۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کی کوئی چیز عیدگاہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ جبکہ قبرستان ضرورت مند ہو؟

المستفتي: وصی الدین، ومسلمانان شہر میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب قبرستان ضرورت مند ہے تو قبرستان کی چیز عیدگاہ وغیرہ میں لگانا اور صرف کرنا جائز نہیں ہے۔

أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ. (شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة، زکریا ٦/٦٦٥، کراچی ٤/٤٤٥)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۰۴/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۱/۲۸ھ

قبرستان میں پڑی ہوئی اینٹ قبرستان میں لگانا

سوال: [۸۴۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان کے اندر جو قبر کی اینٹ پڑی ہیں، ان کو قبرستان کے کام میں لا سکتے ہیں کہ نہیں؟ مثلاً اس اینٹ سے گھیرابندی یا مٹی بھروانا وغیرہ؟

المستفتي: محمد یونس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبر کی اینٹ سے مراد اگر دفن سے بچی ہوئی اینٹیں ہیں تو وارثین کی اجازت سے استعمال جائز ہے، بلا اجازت جائز نہیں؟

لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه الخ. (قواعد الفقه، اشرفی /۱۱۰، رقم: ۲۷۰، شرح المجلة رستم اتحاد ۱/۶۱، رقم المادة: ۹۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ر ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۳/۱۰ھ

واقف کا قبرستان کی آمدنی غریبوں پر خرچ کرنا

سوال: [۸۴۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے ۱۰۰ ر گز زمین پر بانس لگائے، اور بانس کافی تعداد میں بڑھ رہے ہیں، اور زمین اور بانس قبرستان میں دے دیئے ہیں، اور کچھ بانس فروخت کر کے غریب کو دینا چاہتا ہوں، کیا دے سکتا ہوں یا نہیں؟ خلاصہ تفسیر فرمائیں؟

المستفتي: عبدالقیوم ٹھٹھیرہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب آپ اپنی زمین وبانس قبرستان کے لئے دے چکے ہیں، اور دیتے وقت آپ نے تبدیلی کی شرط بھی نہیں لگائی ہے، تو اب ان میں سے کچھ بانس فروخت کر کے غریبوں پر تقسیم نہیں کر سکتے ہیں، ہاں اگر قبرستان میں کوئی ضرورت نہ ہو مثلاً حفاظت کے لئے چہار دیواری کی ضرورت نہ ہو یا آدمی رکھنے کی ضرورت نہ ہو وغیرہ

وغیرہ تو پھر باہمی مشورے سے کسی مدرسہ یا عیدگاہ یا غریبوں پر صرف کرسکتے ہیں، تاکہ آمدنی کی رقم ضائع نہ ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۳۰۶، ڈابھیل ۱۵/ ۳۷۰)

فإذا تم ولزم لایملک ولا یملک ولایعار ولایرهن (در مختار) ولا یملک أي لایکون مملوکاً لصاحبه ولا یملک أي لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه ولا یعار ولا یرهن لا قتضائهما الملک. (شامی، الوقف، زکریا ۶/ ۵۳۹، کراچی ۴/ ۳۵۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/ ۶/ ۱۴۱۵ھ

مملوکہ قبرستان کے درخت کاٹ کر استعمال کرنا

سوال: [۸۴۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں جو بانس یا دیگر درخت ہیں اس کو کاٹ کر اپنے گھر میں لگانا یا بیچنا یا اور دیگر کام میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ قبرستان اپنی زمین میں نہیں ہے، اور اس میں کسی کی شرکت بھی نہیں ہے، قرآن وحدیث کے مطابق فیصلہ فرمائیں؟ آپ کا کرم ہوگا؟

المستفتي: معراج احمد، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان ملکیت کا ہے، اور اپنی ملکیت کے قبرستان کے درختوں کو کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/ ۱۱۵، جدید زکریا مطول ۱۰/ ۵۱۵)

فإن کانت الأرض یعرف مالکها فالأشجار بأصلها للمالک یصنع بالأشجار وأصلها ماشاء الخ. (قاضی خان، الوقف، فصل فی الأشجار، زکریا

جدید۳/۲۱۷، ۲۱۸، وعلی هامش الهندیة ۳/۳۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳؍رجب ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۱۸۵۰)

اپنے وقف کردہ قبرستان کے درخت سے فائدہ اٹھانا

سوال: [۸۴۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی نے اپنے خاندان والوں کے لئے اپنے ذاتی کھیت میں قبرستان کے لئے جگہ چھوڑ رکھی ہے، اور آم جامن وغیرہ کے کچھ درخت پہلے سے لگا رکھے ہیں، اور اب وہ ان درختوں کو بیچ کران کی رقم اپنی دوا وغیرہ میں خرچ کرنا چاہتا ہے، تو کیا ان درختوں کو بیچ کر ان کی رقم کو علاج ومعالجہ میں خرچ کرسکتا ہے، عام حالت میں ان درختوں کی رقم کا کیا حکم ہے؟ اوربحالت مجبوری کیا حکم ہے؟ اور اگر خود خرچ نہ کر سکے تو کون سے مصرف میں خرچ کرنا چاہئے؟ اور اگر خرچ کر چکا ہے تو کیا حکم ہے؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: محمد نعیم، برا، بسواں، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ جگہ میں جو درخت قبرستان بنانے سے پہلے لگے ہوئے ہیں، آپ ان کو کاٹ کر اپنے استعمال میں بلا تکلف لا سکتے ہیں۔

مقبرة عليها أشجار عظيمة فهٰذا علىٰ وجهين إما إن كانت الأشجار نابتة قبل اتخاذ الأرض مقبرة، أو ينبت بعد اتخاذ الأرض مقبرة ، ففي الوجه الأول ، المسئلة على قسمين إما إن كانت الأرض مملوكة لها مالك أو كانت مواتا لامالك لها و اتخذ أهل القرية مقبرة ، ففي القسم الأول الأشجار بأصلها على ملك رب الأرض يصنع بالأشجار وأصلها ماشاء وفي القسم الثاني الأشجار بأصلهاعلى حالها القديم . (هندیه ، الوقف، الباب

الثانی عشر فی الرباطات........ زکریا جدید۲/ ٤١٧، ٤١٨، قدیم ٢/ ٤٧٤، المحیط البرهانی، المجلس العلمی ٩/ ١٤٧، رقم: ١١٤٢٣، الفتاویٰ التاتار خانیة، زکریا ٨/ ١٩٢، رقم: ١١٦٠٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۰۸۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/ ۶/ ۱۴۳۱ھ

قبرستان میں کھیتی اور اس میں آمدنی کا حکم

سوال: [۸۴۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک قبرستان کی آراضی ہے جہاں تدفین نہیں ہوتی ہے، تو ایک صاحب اس نیت سے اس میں کھیتی کرنا چاہتے ہیں، کہ اس میں جھاڑ جھنکاڑ وغیرہ نہ ہو اور اس کھیتی سے حاصل ہونے والی آمدنی بوقت ضرورت قبرستان کی ضروریات میں صرف ہو تو کیا مذکورہ شخص کے لئے قبرستان کی آراضی میں کھیتی کرنا درست ہے؟

المستفتي: محمد سفیان قاسمی، لکھن پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان کے جس حصہ میں تدفین کا سلسلہ جاری ہے، اس حصہ میں کھیتی کرنا جائز نہیں ہے، اور جو حصہ تدفین اور قبروں سے بالکل خالی پڑا ہوا ہے، اس حصہ میں قبرستان کی تمام کمیٹی اور ذمہ داروں کے مشورہ اور رضامندی سے کھیتی کرنے کی گنجائش ہے، اس کی آمدنی قبرستان کی ضروریات میں خرچ کی جاسکتی ہے، اور اگر قبرستان کو ضرورت نہ ہو تو قریب کی مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ (مستفاد: انوار رحمت/ ۱۵۳)

ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیره في قبره وزرعه والبناء علیه. (الفتاوی الهندیة، کتاب الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، جدید زکریا ١/ ٢٢٨، قدیم ١/ ١٦٧، مثله فی الشامیة، زکریا ٣/ ١٣٨، کراچی ٢/ ٢٣٣)

سئـل نـجم الدين في مقبرة فيها أشجار هل يجوز صرفها إلىٰ عمارة الـمسجد ؟ قال : نعم ! إن لـم تكن وقفا على وجه آخر. (هنديه ، كتاب الوقف، قبيـل البـاب الثالث عشر فى الأوقاف التى لايستغنى ،جديد زكريا۲/۸ ۱ ٤ ، قديم ۲/۷٦ ٤ ، مثله فى الخانية جديد زكريا ۳/۷ ۱ ۲) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۰۰۹/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۶/۲ھ